THE STORIES OF THE KINGS

افسانہ شاہان (1612ء)

یعنی

تاریخ افغان

فیروز شاہ تغلق سے لے کر شہنشاہ اکبر تک ہندوستان کی مکمل سماجی و تہذیبی تاریخ

مصنف: شیخ محمد کبیر حزیانی
ترجمہ و تحقیق: ڈاکٹر سعود الحسن خان روہیلہ

افسانہ شاہان

یعنی

تاریخ افغان

(ہندوستان میں افغانوں کے سیاسی وتہذیبی کارنامے)

تصنیف

محمد کبیر بن شیخ اسماعیل حزیانی (1612ء)

ترجمہ وتحقیق وحواشی

ڈاکٹر سعود الحسن خان روہیلہ

(C)2011 کاپی رائٹ بحق پبلشرز محفوظ ہیں
ہندوستان میں جملہ حقوق بحق ڈاکٹر شعائراللہ خان (رام پور) محفوظ ہیں)
ISBN No. 978-669-9124

نام کتاب: تاریخ افغان
نام مصنف: شیخ محمد کبیر حزبانی
سن تصنیف: 1612ء
نام مترجم و محقق: ڈاکٹر سعودالحسن خان روہیلہ
اشاعت: 2011ء
موضوع: (i) تاریخ افغان، (ii) تاریخ اسلام (iii) تاریخ ہندوستان
(iv) نام مصنف (v) نام مترجم (vi) افسانہ شاہان
باراشاعت: اوّل
سرورق: ریاض
کمپوزنگ: راز کمپوزر
پبلشر: زاہد محی الدین
بک فورٹ، لاہور
پرنٹرز: زاہد شبیر پرنٹرز، لاہور
قیمت: -/850 روپے
ملنے کا پتہ: ڈاکٹر سعودالحسن خان روہیلہ
مکان نمبر 69-B، صابری اسٹریٹ نمبر 12،
صداقت پارک، ساندہ خورد، لاہور، پاکستان،
فون: 0300-4573727، 0346-4058805
ای میل: saudulhassankhan@yahoo.co.in

انتساب

یہ تحقیق میں اپنے والد گرامی

صاحبزادہ مسعود الحسن خان صابری افغانی

کے نام منسوب کرتا ہوں۔

(ڈاکٹر سعود الحسن خان روہیلہ)

فہرست

انتساب 3
پیش لفظ 31
تعارف افسانہ شاہان از ڈاکٹر سعود الحسن خان روہیلہ 33
گذشتہ کتب تواریخ اور افسانہ شاہان 34
مصنف شیخ محمد کبیر کے حالات 37
شیخ علی بتنی 38
شیخ خلیل اللہ حقانی 39
حالاتِ زندگی 40
مصنف کا مذہبی رنگ 41
مصنف کا زبان 42
کتاب کی تصنیف کا زمانہ 42
کتاب کے نسخے 44
کتاب کے مآخذات 44
شیخ علی تبنی 46
شیخ خلیل اللہ حقانی 47
شیخ محمد حبیب بتنی 48
شیخ محمد بتنی 48
دیگر شخصیات 48
مصنف کے ذاتی مشاہدات 48
بنیادی مآخذ کے درجے 49
تاریخ کی حدود 49

شاہان گجرات	50
شاہان جو پنور	50
شاہان بنگال	50
کتاب کی اہمیت	51
بنگال و بہار کی تفصیلی تاریخ	51
افغانوں کی مستند تاریخ	51
تاریخ ہند کا اہم باب	51
غیر درباری تاریخ	51
غیر متعصب تاریخ	52
حقیقت پسندانہ تاریخ	52
ادبی چاشنی سے پرہیز	52
مبالغہ آرائی سے پرہیز	53
مشرق میں لکھی گئی کتاب	53
چربہ سازی سے پرہیز	53
مستند معلومات	53
جنگی حالات کا بیان	54
معاشی پہلو	54
سماجی پہلو	54
مذہبی پہلو	54
لسانی پہلو	55
پشتو الفاظ کا استعمال	55
پنجابی الفاظ	56
ہندی الفاظ استعمال	56
گالیاں	57
افغان تاریخ میں کتاب کی اہمیت	58

	افغان قبائل جن کا اس کتاب میں ذکر ہے	60
	نئی معلومات	60
	خامیاں	63
	حواشی	65
	افسانہ شاہان (اردو ترجمہ)	73
	دیباچہ مصنف	74
	حمد و نعت	74
	سبب تالیف	76
حکایت نمبر 1:	افغانوں کے آغاز کے بارے میں	81
	روہ کے حالات	81
	خانہ جنگی کا قصہ	82
حکایت نمبر 2:	سلطان کالا لودی کی بادشاہی، جو اس نے دہلی میں کی تھی، کے سبب کا ذکر	84
	لودھیوں کی تقسیم	84
	کالا برادران	84
	شاہو خیلوں اور کالا کی ہند آمد کا سبب	84
	پیرے	85
	بجوارہ کے حالات	85
	ہندوؤں اور افغانوں میں جنگ	86
	کالا کی طاقت میں اضافہ	86
حکایت نمبر 3:	کالا کا راؤ دسرت سے مل جانا	88
حکایت نمبر 4:	شاہ عالم کی بادشاہی کے بیان میں	89
	بادشاہ عالم کے اجداد	89
	بادشاہ شاہ عالم کی عیاشی	89
حکایت نمبر 5:	راؤ دسرت کا کالا کو شاہ عالم سے ملانا	90

حکایت نمبر 6:	کالا کا شاہ عالم کے سامنے دسرت کو قتل کرنے کے سبب کے بیان ہیں	91
	راؤ دسرت کا ظلم وتشدد	91
	راؤ کا دہلی پر حملہ	91
حکایت نمبر 7:	راؤ دسرت کا کالا سے شکست کھانا	93
	راؤ اور کالا کی خط وکتابت	93
	راؤ کی ناراضگی اور کالا پر حملہ	93
	کالا کی افغانوں سے مدد طلبی	93
	راؤ کا قتل	94
	لاہور پر کالا کا قبضہ	94
	افغانوں کا پنجابیوں سے حسن سلوک	94
	کالا کی بادشاہ سے ملاقات	95
	شاہ عالم کی وفات	95
حکایت نمبر 8:	کالا کا بادشاہ ہونا	97
	کالا کا تخت	97
حکایت نمبر 9:	سلطان محمد کا دہلی میں خطبہ پڑھنا	98
	سلطان محمد کی نصیحت	98
حکایت نمبر 10:	بہلول کی بادشاہی کا ذکر	99
	بہلول کی بادشاہی	99
	سلطان شرقی کا حملہ	99
	احمد جلوانی کی آمد	99
حکایت نمبر 11:	قائم جانیوں کی بہلول خان پر چڑھائی اور بہلول کی فتح	101
	قائم خانی راجپوتوں کا حملہ	101
	سفیروں کا تبادلہ	101
	بہلول کی چال	102

	بہلول کی فتح	102
حکایت نمبر 12:	بہلول کے دوبارہ دہلی میں آنے اور شاہ عالم کے بیٹوں کے بھاگنے کا ذکر فتح دہلی	104
	سلطان حسین سے جنگ اور فتح	104
حکایت نمبر 13:	بہلول اور سلطان حسین شرقی کا جنگ کرنا اور بہلول کا فتح پانا	107
	سلطان حسین اور میاں بدی حقانی	107
	سلطان بہلول سے جنگ	107
	صلح کی گفتگو	108
	قطب خان کا قید کیا جانا	108
	قطب خان کی چال	108
	ملکۂ جہان کے بھائیوں کی گرفتاری	109
	قطب خان کی ہوشیاری	109
حکایت نمبر 14:	سلطان بہلول کا امراء کو جاگیریں دینا اور دہلی سے سلطان حسین کے خلاف پر آنا اور بہلول کا وفات پانا	112
	افغانوں میں تقسیم ملک	112
	سلطان حسین کی جانب روانگی	112
	وفات	113
	سلطان کا طریقہ	113
	مدت حکومت	114
حکایت نمبر 15:	سلطان سکندر پر بہلول کی بادشاہی پانے کا ذکر	115
	باربک شاہ سے جنگ	
	مبارا خان سے صلح	115
حکایت نمبر 16:	سلطان سکندر کا بیانہ نہ جانا اور فریادی کی رسائی	116
	بہیانہ کے معاملات	

	قبیلہ جادو پر حملہ	116
	راجہ باندھو کا مسئلہ	116
حکایت نمبر 17:	ملک ٹھٹھہ حاصل کرنے کا طریقہ	118
حکایت نمبر 18:	جنوب سے سلطان حسین کی جانب سے ایک بار مبارا خان کے خلاف آنا اور اس کا شکست کھانا	120
حکایت نمبر 19:	سلطان سکندر کی راجہ بھید پر اور اس سلطان پر چڑھائی جو بہار میں تھا	121
	راجہ بھید پر حملہ	121
	سلطان حسین پر حملہ	121
	آزہمایوں کی شرمندگی	121
حکایت نمبر 20:	سلطان سکندر کا بہار آنا اور اولیاء وعلماء سے ملاقات کرنا	123
	بہار کی گورنری	124
	مخدوم پور میں قیام	124
	آزہمایوں کی شرمندگی	
حکایت نمبر 21:	جمنا کے کنارے شہر آگرہ آباد کرنا:	127
حکایت نمبر 22:	سلطان حسین کا بہار کو واپس آنا شکست کھانا اور وفات پا نا	128
	شیخ الہداد اور سلطان سکندر	128
	سلطان حسین کی بنگال آمد	
	سلطان حسین کا بہار پر حملہ	131
	سلطان حسین اور اسکے بیٹے کی وفات	132
حکایت نمبر 23:	لشکر دریا خان اور حسین فرملی کے باپ کے راجہ سیب سنگھ کے خلاف جانے اور سلطان سکندر کے وفات پانے کا ذکر	133
	ترہٹ پر قبضہ	133

	مدت بادشاہت	133
حکایت نمبر 24:	خانشہ کا دختر خوندگار روم کو دیواں سے منگوانا سلطان کو خبر ہونا	134
حکایت نمبر 25:	مولانا جمالی جو سلطان سے دلگیر ہو کر چلے گئے	136
	مولانا اور جمالی کی ناراضگی	136
	مولانا جامی مولانا جمالی	136
	سلطان سکندر سے خط و کتابت	137
	سلطان سکندر کی وفات	138
حکایت نمبر 26:	سکندر کے سلوک وعدل کا ذکر	139
	سلطان کا مذہبی رجحان	139
	انصاف	139
	سلطان کی عادت	139
حکایت نمبر 27:	سلطان سکندر و بہلول کے شرم و ننگ (یعنی غیرت) کا بیان:	142
	بادشاہ کی بیٹیوں کا نکاح	142
	اسمعیل جلوانی سے بحث	142
	افغانوں کی فوجی بھرتیاں	143
	افغان سپاہی کا قصہ	143
حکایت نمبر 28:	سلطان سکندر کے واشر کا ذکر	145
	مانڈو پر حملہ	146
	سلطان غیاث الدین مانڈو کی موت	146
حکایت نمبر 29:	سلطان سکندر کا میاں حسین فرملی کو اپنے ملک سے دور کرنا	148
	میاں حسین فرملی کا اخراج	148
	میاں حسین اور سلطان بنگال	148

	سلطان ابراہیم، کالا پہاڑ اور میاں بہوا	149
حکایت نمبر 30:	ابراہیم کا میاں بہوا کو قتل کرنا	150
حکایت نمبر 31:	آز ہمایوں کو طلب کرنا	151
حکایت نمبر 32:	ہمایوں کے بیٹوں سلیم خان (وغیرہ) کا باغی ہونا	152
	بغاوت اور جنگ	152
	سلیم خان کا قتل	152
	آز ہمایوں کی وفات	153
حکایت نمبر 33:	بہار میں نصیر خان اور دریا خان کا باغی ہونا	154
حکایت نمبر 34:	خواجہ اسمٰعیل جلوانی کی بابت جس سے ابراہیم نے پوچھا تھا کہ افغانوں کی بنیاد کسطرح ختم ہوگی:	155
	اسمٰعیل جلوانی کی بغاوت واطاعت	155
	بحث	155
حکایت نمبر 35:	بہار خان کے (خوانانیدن) کے ذکر میں	157
	ابراہیم سور اور حسن سور کے حالات	157
	بہار خان کی حکمرانی اور جنگ حسوہ	158
حکایت نمبر 36:	محمد خان چوندیہہ کو قید کرنے اور شیر شاہ کے آغاز کا ذکر	159
	حسن سے شیر شاہ کی ناراضگی	159
	شیخ ادھن کا شیر شاہ کو رخصت دینا	159
	محمد خان کی گرفتاری	160
	چنار پر قبضہ	161
حکایت نمبر 37:	کنیت گڑھی کرہ میاں اختیار خان بتنی کے حوالے کرنے اور نوحانیوں کے شیر شاہ پر چڑھ آنے اور فتح ہونے کا ذکر	162
	کنیت میں اختیار خان بتنی کا تقرر	162
	نوحانیوں سے جنگ	162

	شیر گڑھ کی تعمیر	163
حکایت نمبر 38:	دولت خان خان خانان کا بابر بادشاہ کے پاس آنا اور دو لت وسلطان ابراہیم کا قتل ہونا	164
	سلطان ابراہیم کی دولت خان لودھی سے نا چاقی	164
	دولت خان کی بابر کی دعوت	165
	بابر لاہور میں	165
	دلاور خان کا بابر کو مشورہ	166
	دولت خان کا قتل	166
	کالا پہاڑ کا بابر سے مقابلہ	
	جنگ پانی پت	
	مدت حکومت	168
	سلطان ابراہیم کے بیٹے کا قتل	168
حکایت نمبر 39:	بابر بادشاہ کا کالپی آنا اور اور بایزید فرملی اور اسمعیل خان جلوانی کا شکست کھانا	169
	رانا سانگا کی شکست	169
حکایت نمبر 40:	میاں بایزید فرملی کا بابر بادشاہ سے بھاگنا اور ملک قنوج، بانگرمو اور لکھنو کا قبضے میں آنا	171
	میاں بایزید کا فرار	171
	مغلوں کا بایزید پر حملہ	171
	مغلوں اور بنگالیوں کی جنگ	171
	شیر شاہ کی چال	172
	بایزید کی فتح	172
	بابر کا حملہ	173
	بایزید کا حملہ	173
حکایت نمبر 41:	بابر بادشاہ کا جونپور، بنگالیوں اور افغانیوں پر لوٹ آنا	176

	جلال خان نوحانی کی دغابازی	176
	شیر شاہ کی نوحانیوں اور مغلوں پر فتح	176
	شیر شاہ کے خاندان کی آمد	177
حکایت نمبر 42:	محمد زمان خان گرگین بہادر اور جلال خان نوحانی کے بیا ن میں	178
	شیخ علی بتنی کا ذکر	178
حکایت نمبر 43:	برمزید کور کے بیان میں جو مغلوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا	180
	برمزید کور کی بہادری	180
	شیر شاہ کا راجہ کدھور پر حملہ	180
	نصیب شاہ کو پیغام	181
حکایت نمبر 44:	شیر شاہ کا سیور آنا اور مغلوں کا فرار	182
	شیر شاہ کا مغلوں پر حملہ	182
	بنگال میں افغانوں پر ظلم	182
	شیخ خلیل اللہ کے والد کا قتل	182
	شیر شاہ کی نوحانیوں سے جنگ	184
حکایت نمبر 45:	محمد پسر سلطان سکندر کا نصیب شاہ بنگالی کے بھائی محمود کے ساتھ ہمایوں بادشاہ پر چڑھائی کرنا	186
	بایزید کا قتل	186
حکایت 46:	ہمایوں بادشاہ کا قلعہ چنارہ پر پہلی بار حملہ کرنا اور شیر شاہ و نصیب شاہ کو طلب کرنا اور ہمایوں بادشاہ کا شیر شاہ سے صلح کرنا	187
	راجی نور اور شیخ غوث	187
	چنارہ پر حملہ	187
	بنگالیوں کی شیر شاہ سے بددیانتی	188

حکایت نمبر 47:	نصیب شاہ کی شیر شاہ پر چڑھائی	190
حکایت نمبر 48:	شیر شاہ کا عبدالرشید کو اجین پر مقرر کرنا	191
	شیر شاہ اور میران جی صالح	191
	عبدالرشید اور سعید خان کا قتل	191
	شیرہ شاہ کی فاتحہ خوانی	191
	پسر سعید خان کے مراتب	
حکایت نمبر 49	مخدوم عالم کا سلطان محمود بنگالی سے باغی ہونا	194
حکایت نمبر 50:	شاہ جلال سرخ	195
حکایت نمبر 51:	سید اشرف	196
	ابتدائی حالات	196
	گور آمد	197
	سید اشرف کی بادشاہی	197
	شاہ جلال سرخ کا قتل	197
	مے فروش کے گھر کی بتاہی	198
	مخدوم عالم کا پس منظر	198
	میاں بیوی کا دلچسپ جھگڑا	199
حکایت نمبر 52:	سلطان محمود کی بادشاہی اور مخدوم عالم کا قتل، مخدوم عالم کی راہِ سلوک	202
	مخدوم عالم کا قتل	202
	بی پری کا شیر شاہ کو خط	202
	شیر شاہ کی چال	202
	مخدوم عالم کے محاسن	203
حکایت نمبر 53:	محمود کا قطب شاہ کے بیٹے کو شیر شاہ کے خلاف روانہ کرنا اور شیر شاہ کی فتح	205
	بنگال میں افغانوں کا قتل عام	205

	پسر قطب شاہ کا شیر شاہ پر حملہ	205
	شیر شاہ کی چال	206
	خواص خان کلاں کی فتح	207
حکایت نمبر 54:	شیر شاہ کا لوگ کی جانب جان اور سلطان سے نعل بندی لینا	208
	فتح سورج گڑھ	208
	فتح بنگال	208
	قلعہ روہداس پر قبضہ	209
	راجہ روہداس سے حسن سلوک	210
حکایت نمبر 55:	محمد زمان کا خواجہ اسمعیل جلوانی کو قتل کرنا	211
	شیر شاہ کی چال	211
	خواجہ اسمعیل کا قتل	211
	راؤ حسین جلوانی کا شیر شاہ سے مل جانا	
حکایت نمبر 56:	شیر شاہ کا فرزین کو قتل کرنا جو بنارس میں تھا	212
حکایت نمبر 57:	شیر شاہ کا اپنے بیٹے جلال خان کو دوبارہ گور کو بھیجنا	213
حکایت نمبر 58:	سلطان مظفر گجراتی کی بادشاہی کے ذکر ہیں	214
	سلطان مظفر کی فتح مانڈو	214
	شیخ زادے کی جلاوطنی	214
حکایت نمبر 59:	سلطان بہادر پسر سلطان مظفر کہ جس نے سلہدی کے امیر کو قتل کر دیا تھا	216
حکایت نمبر 60:	سلطان کا وفات پایا اور بادشاہ بہادر کا رائے سین جانا اور سلہدی کو مسلمان کرنا	217
	سلطان بہادر کی تخت نشینی	217
	سلطان بہادر کا دکن پر حملہ	217
	قلعہ رائے سین کی فتح	218

حکایت نمبر 61:	سلطان بہادر کا چینوٹ کی طرف جانا اور ہمایوں بادشاہ کا اسکے سر پر آنا اور اس کا بھاگ جانا	220
حکایت نمبر 62:	(سلطان) بہادر کا احمد آباد آنا اور فرنگیوں کے ہاتھوں قتل ہونا	222
حکایت نمبر 63:	گجراتیوں کا گجرات میں، سلطان حسین، شیر شاہ کا جونپو رمیں اور بھنکرہ کا گور میں بادشاہی حاصل کرنا	223
	سلطان محمود گجراتی	223
	گجراتی بادشاہوں کی اصل	223
	سلطان فیروز شاہ تغلق اور کلال لڑکی کا عشق	224
	والیانِ جونپور کی اصلیت	224
	سلطان محمود گجراتی کی سخاوت	225
	گور کے بادشاہوں کی اصلیت	226
حکایت نمبر 64:	ہمایوں بادشاہ کا دوسری بار قلعہ چنارہ پر آنا اور قلعہ چنارہ کی توڑ ڈالنا	229
	سلطان محمود بنگالی کا ہمایوں کو خط	229
	چنارہ پر حملہ	229
	خواص خان کلان کا قتل	230
حکایت نمبر 65:	میاں شیخ بہلول کے ذکر میں	231
حکایت نمبر 66:	ہمایوں بادشاہ کا شیر شاہ کے خلاف آنا، قلعہ چنارہ کو شکست دینا اور شیرہ شاہ کا صلح کرنا	232
حکایت نمبر 67:	ہمایوں بادشاہ کا گور کی جانب جانا	233
	گورکو روانگی	233
	سیف سروانی کی جنگ	233
	قلعہ گڑھی پر قبضہ	234

حکایت 68:	جلال خان کا ہمایوں بادشاہ کی فوج سے گڑھی کے دو روازے پر جنگ کرنا اور جلال خان کی فتح ہونا	235
	جنگ گڑھی	235
	افغانوں کی بہادری	235
	افغانوں کی فتح	236
	شیر شاہ کا گور چھوڑنا	236
	ہمایوں کا گور پر قبضہ	236
	ہمایوں کی عیاشی	237
حکایت نمبر 69:	خواص خان کا خان خانان لودھی کو مونگیر میں گرفتار کرنا	238
حکایت نمبر 70:	خواص خان کا ہمایوں بادشاہ کے خزانوں پر قبضہ کرنا اور شیر شاہ کے پاس بھیجنا	239
حکایت نمبر 71:	شیر شاہ کا محمد زمان کو قتل کرنا اور تمام ملک جونپور کا ہاتھ میں آنا	240
حکایت نمبر 72:	ہمایوں بادشاہ کو خبر ہونا کہ شیر شاہ نے پھر ملک پر قبضہ کر لیا ہے اور جہانگیر ملی خان کو گور میں چھوڑ کر آگرہ کر جا تب شیر شاہ کے خلاف آنا اور شیر شاہ کا فاتح ہونا	242
	سلطان محمود بنگالی کے گھرانے کا قتل	242
	شیر شاہ ہمایوں کے مقابل	242
	فتح خان نیازی کا قصہ	243
	شیر شاہ کی نصیحت	244
	میاں ابو کی بہادری	244
	میاں شہاب الدین کا ذکر	245
	شیر شاہ کی محنت کا اعتراف	245
	جنگ کا فیصلہ	246
	شیر شاہ کا حملہ	247

	میاں بایو میکلی کا قصہ	247
	ہمایوں کا فرار اور سقہ	248
	شیر شاہ کا مغلیہ حرم کا احترام	248
	شیخ شہاب الدین کا قتل	249
حکایت نمبر 73:	میاں شیخ علی بتنی	250
	شیخ علی بتنی کا شجرہ بیعت	250
	شیخ علی کے حالات	250
	شیخ محمود کے حالات	251
	شیخ محمد کے حالات	251
	شیخ اسمعیل: مصنف افسانہ شاہان کے والد	251
	شیخ عبدالکریم کے حالات	252
حکایت نمبر 74:	بندگی میاں بدن منیری	253
	ہمایوں کا بدن منیری کا مشورہ رد کرنا	253
	شیر شاہ کا بدن منیری سے حسن سلوک	254
حکایت نمبر 75:	خواص خان کا جہانگیر قلی خان کے خلاف چڑھائی کرنا جو گور میں تھا اور حاجی خان و میرزا عسکری اور قطب خان پسر شیر شاہ و میاں معروف فرملی	255
	گور پر شیر شاہ کا قبضہ	255
	خواص خان کی اوجین روانگی	255
	حاجی خان کی مرزا عسکری کے خلاف روانگی	255
	جنگ جہترہ	256
	حاجی خان کی فتح	256
	چیر و مہارتہ پر فتح	256
حکایت نمبر 76:	ہمایوں بادشاہ کا میدان قنوج میں جنگ کرنا اور شیر شاہ کی فتح ہونا	258

	مرزا عسکری کا مشورہ	258
	ہمایوں اور شیر شاہ کی فوجیوں کی سرگرمیاں	258
	جنگ محمد آباد	259
	قنوج کی جانب	259
	سفیروں کا تبادلہ	259
	جنگ کے دن کا فیصلہ اور افغانوں کا توہم	260
	خواص خان کی فتح	261
	جنگ قنوج	261
	ہمایوں کا فرار	262
	جلال خان کی جان بخش	263
	قاضی نصیرن اور ہمایوں	263
حکایت نمبر 77:	محمود کی بیٹیوں اور رشتہ داروں کی میر سید محمود بخاری کے بیٹوں کو دیا جانا	264
	ہمایوں کا میر سید ناصر پر ظلم کرنا	264
	شیر شاہ کا غدار افغانوں کو قتل کرنا	265
حکایت نمبر 78:	شیر شاہ کا قنوج کی طرف سے لاہور جانا	266
	شیر شاہ اور چالاک بوڑھا	266
	مصنف کی جعلی صوفیاء اور مولویوں پر تنقید	267
	انوکھے چشمے کا ذکر	268
حکایت نمبر 79:	شیر شاہ کا ملتان کا طرف جانا	269
	شیر شاہ کا مرزا کامران سے ہمایوں کا مطالبہ کرنا	269
	شیر شاہ اور ہمایوں مدمقابل	269
	ہمایوں کا فرار	270
	ہمایوں کی روانگی	270
	مغلوں کے وحشیانہ مظالم	271

	ہندوستان میں جنگی رواج کے عیب	271
	شیر شاہ کی مغلوں کو معافی	271
حکایت نمبر 80:	سرایوں کو آباد کرنا اور مساجد و کنوؤں کی بنیاد رکھنا	272
حکایت نمبر 81:	شیر شاہ کا ملو خان کے خلاف جانا اور ملک منجی بار کا آباد کرنا	273
	ملو خان کے خلاف چڑھائی	273
	بادشاہ خاندیس کی بیٹی سے اپنے بیٹے کا نکاح	273
	ملک منجیا بار کی آبادکاری	273
	قلعہ ہاندیہ کی تعمیر و آبادکاری	274
حکایت نمبر 82:	آنگہ بیرم خان کے بیان میں جو چار سال تک شیر شاہ کی خدمت میں تھا اور اسکے بعد بھاگ گیا	275
	بیرم خان کی طلبی	275
	بیرم خان کا فرار	276
حکایت نمبر 83:	شیر شاہ کا قلعہ رائے سین پر جانا اور پورن بھید کے قبیلے کو قتل کرنا اور اسکی عورتوں اور بیٹیوں کو قصابوں کو دے دینا	277
	قاضی نصیر اور راجہ پورن	277
	قلعہ رائے سین پر حملہ	277
	کرہ رائے سین والوں کے قتل کے عہد کی روایت	278
	پورن کا قتل	278
حکایت نمبر 84:	شیر شاہ کا مالدیو کے خلاف جانا	279
	سرونج کی آبادکاری	279
	جودھپور پر حملہ	279
	فتح چیتوڑ	280
	حج اور کعبہ کی زیادت کی خواہش	280
	جمکن کا تعاقب	280

حکایت نمبر 85:	شیر شاہ کا راجہ کلینجر پر حملہ اور شیر شاہ کا جلنا	282
	کالجز پر حملہ	282
	ساباط کی تیاریاں	282
	شیر شاہ کی وفات	282
	مدت حکومت	283
	شیر شاہ کو خراج تحسین	283
	تاریخ وفات	283
	ہمایوں کا شیر شاہ کو خراج تحسین	283
حکایت نمبر 86:	شیر شاہ کے نصائح وسلوک کے بیان میں	284
	بچپن کا دوست	284
	عوام کی معاشی خوشحالی	284
	عدل واقعہ	285
	علم وفضل	286
	نماز اور بادشاہی	286
	ملازمین کو نصیحتیں	286
	آخرت کی تیاری	287
حکایت نمبر 87:	اسلام شاہ پر شیر شاہ کی بادشاہی کا ذکر	288
حکایت نمبر 88:	آز ہمایوں کا اسلام شاہ سے باغی ہونا	289
حکایت نمبر 89:	اسلام شاہ کا خواص خان اور عیسیٰ خان کو عادل خان کے لانے کیلئے بھیجنا	290
حکایت نمبر 90:	عادل خان کا اسلام شاہ سے جنگ کرنے اور اسلام شاہ کی فتح	292
	عہد شیر شاہی میں شاہ محمد فرملی کے فرار کا قصہ	293
	شاہ محمد کا گجرات جانا	294

حکایت نمبر 91:	اسلام شاہ کا امراء اور عادل خان کے بیٹے کو قتل کرنے کا ذکر	295
	شیر شاہ کی عادل خان کے بیٹے کے بارے میں وصیت	295
	آگ سے جلانے و قتل کرنے کی تفصیل	295
	اسلام شاہ کا اپنے بہنوئی کو قتل کرنا	296
	عادل خان کا قتل	296
حکایت نمبر 92:	اسلام شاہ کا آز ہمایوں کے خلاف جانا اور اسلام شاہ کا فتح پانا	297
	آز ہمایوں پر حملہ	297
	آز ہمایوں کی دوسری جنگ	298
	کشمیریوں کی غداری	299
حکایت نمبر 93:	اسلام شاہ کا ملک گھہکران میں جانا	300
	مرزا کامران اور اسلام شاہ	300
	اسلام شاہ کی گھڑ سواری	301
حکایت نمبر 94:	اسلام شاہ کے چہرے پر زخم لگنا	302
	اسلام شاہ کے قتل کی سازش	302
	قاتلانہ حملہ	302
	اسلام شاہ کا علاج	303
	امراء کے کھڑے رہنے کا رواج	303
	خواص خان کا قتل	304
	تتار خان کاسی	304
حکایت نمبر 95:	اسلام شاہ کا ہمایوں بادشاہ کے خلاف لاہور کی طرف آنا	305
	ہمایوں کی بیوی کے نام شیر شاہ کا حکمنامہ	305
	اسلام شاہ اور ہمایوں کی بیگم	306
	خوراک کی ادائیگی	306

حکایت نمبر 96:	اسلام شاہ کی خصلتوں کے بیان میں	307
	علمی مجلسوں کا آغاز	307
	اختیار تمنی اور اسلام شاہ	307
	عدل کا بیان	308
	عورتوں کا احترام	308
	اکبر بادشاہ اور اسلام شاہ	309
	علماء کی قدر دانی	311
	صلابت دینداری	311
	بچپن کے دوست کا قصہ	312
	بچپن کی واقف بڑھیا کا قصہ	312
	اسلام شاہ کی وفات	313
	اسلام شاہ کی وفاداری	313
	دنیاداری کے حوالے سے مصنف کی نصیحتیں	314
حکایت نمبر 97:	سرمست سرتبنی کے بیان میں	316
	شیر شاہ کا دودھ شریک بھائی	316
	خویداد خان کا قتل	316
	سربنیوں کی لودھیوں سے رشتہ داری	317
حکایت نمبر 98:	سلطان محمود عادل کی بادشاہی کا ذکر	318
	بی بی بائی کی غلطی	318
	تاج خان و عادل شاہ	319
	شاہ محمد فرملی کا قتل	320
	سلطان فیروز شاہ کی مدت بادشاہی	321
	آواز خان پسر اسلام شاہ کے حالات	321
	آواز خان کی قبر	322
حکایت نمبر 99:	اسلام شاہی خواجہ سرا کا میاں حسن کو گالی دینے کا ذکر	323

حکایت نمبر 100: عدلی کی بادشاہت میں فساد پیدا ہونا اور تاج خان کرانی کا فرار 324
عیسیٰ خان کی جنگ اور شکست 324
حکایت نمبر 101: سلیم خان کا کٹر 326
حکایت نمبر 102: محمود خان کا بادشاہ ہونے چھپر کہتہ آنے اور قتل ہو جانے کا ذکر 327
ہیموں کی فتح 327
حکایت نمبر 103: ہیموں کا رکن مروت پر حملہ اور ہیموں کی فتح ہونا 329
رکن خان مروت کا قتل 329
حکایت نمبر 104: فتح خان کا ظلم جو اس نے بہار میں کیا 331
حکایت نمبر 105: ہیمون کا فتح خان و تاج خان کرانی کر خلاف آنا 332
حکایت نمبر 106: سلطان ابراہیم سور اور سلطان سکندر سور کی بادشاہی کا ذکر اور دونوں کا جنگ کرنا 333
حکایت نمبر 107: سلطان سکندر کا تاز خان وصہیب خان ومبارا خان لودھی کو بادشاہ کی جانب روانہ کرنا اور پرسہ کا شکست کھا جانا 335
ہمایوں کی آمد 335
حکایت نمبر 108: سلطان سکندر کا ہمایوں بادشاہ کی جانب جانا اور بادشاہ کی فتح ہونا 337
ہمایوں کی فتح 338
حکایت نمبر 109: سکندر کا صہیب خان کو قتل کرنا اور پھر لاہور کی جانب جانا 339
ہمایوں کا دہلی پر قبضہ 339
ہمایوں کی وفات 340
اکبر بادشاہ کی تخت نشینی 340

شکایت نمبر 110:	اس بارے میں کہ ہیمون کا دہلی کی جانب مغلوں کے خلاف جانا اور ہیمون کا قتل ہونا	341
	ہیمون کا جنگی منصوبہ	341
	دہلی پر ہیمون کا قبضہ	341
	سکندر سور اور مغلوں کی فتح	342
	ترتی محمد کا قتل	342
	جنگ پانی پت دوم	342
	ہیموں کا قتل	343
حکایت نمبر 111:	ذکر جنگ کرنا حاجی خان کا رانا پرتاپ سے اور حاجی خان کا فتح یاب ہونا	344
	حاجی خان کی وکیل	344
	حاجی خان اور رانا کی جنگ	344
	حاجی خان گجرات میں	346
	گجراتیوں اور فولادیو کی جنگ	347
	حاجی خان کی فتح	347
	وفات	348
حکایت نمبر 112:	عدلی کا گور کی جانب آنا اور تاج خان وسیم کو قتل کرنا	350
حکایت نمبر 113:	عدلی کا کہل گانو سے واپس پٹنہ آنا پھر (سیل کردہ) گور کی جانب جانا اور راستہ میں اس نہر پر اس کا قتل ہو جانا	354
	عدلی کی موت	356
حکایت نمبر 114:	سلطان سکندر کی پٹنہ آمد اور اس کا وفات پانا	358
	سکندر کا مغلوں کے اخراج کا منصوبہ	360
	سکندر کی وفات	360
حکایت نمبر 115:	فتح خان بتنی اور تاج خان کرانی سلوک	361
	فتح خان بتنی کا سلوک	361

	تاج خان کرلانی کا سلوک	361
	میاں بہادر گوریہ کی وفات	362
حکایت نمبر 116:	تاج خان کا جلال الدین گوریہ پر حملہ اور بیان حسن بتنی کی وجہ سے جلال الدین کا فتح یاب ہونا	363
	میاں حسن اور جلال الدین	364
حکایت نمبر 117:	تتار خان اور سلطان ابراہیم کا حلصہ میں کرنا	366
	شیخ خلیل بتنی اور فتح خان کا تعلق	366
حکایت نمبر 118:	تاج خان و خان زمان کا لوگ کی جانب روانہ ہونا اور جلا ل الدین کا وفات پانا	369
حکایت 119:	فتح خان بتنی کا خان زمان سے جنگ کرنا اور خان زمان کی فتح ہونا	371
حکایت نمبر 120:	ذکر احوال شیخ خلیل بتنی	372
	شیخ خلیل حقانی اور شیخ عبدالکریم سور	373
	شیخ خلیل اور میان بدی	373
	شیخ خلیل اور اکبر بادشاہ	373
	شیخ خلیل کا کردار	374
	شیخ خلیل کی جلاوطنی	375
	شیخ خلیل کا خط	376
	شیخ خلیل کی کرامات	377
	شیخ خلیل کی اولاد	378
	شیخ خلیل کے خاندان سے منصف شیخ کبیر کی رشتہ داری ور تعلق	379
حکایت نمبر 121:	میاں سلیمان کا کالا پہاڑ و میاں بایزید کو راجہ کولا ہور کے پاس روانہ کرنا اور لودھی خان کا فتح خان کے پاس آنا اور فتح خان کا روہداس کا محاصرہ	381

حکایت نمبر 122:	لودھی خان کا خان زمان کی جانب جانا اور میاں سلیمان و فتح خان کا جنگ کرنا اور میاں سلیمان کا فتح پانا	383
حکایت نمبر 123:	لودھی خان کا خان زمان پر جانا اور اس کا عاجز ہونا اور صلح کرنا	385
	خان زمان اور لودھی خان کی صلح	385
حکایت نمبر 124:	سلیمان کا راجہ کوچ کی جانب جانا	387
حکایت نمبر 125:	مرتے وقت شکل کا مسلمان ہونا	388
حکایت نمبر 126:	فتح خان کا میاں سلیمان سے ملنا اور بھائیوں کا رہا ہونا	389
حکایت نمبر 127:	میاں سلیمان کا راجہ سکندر پر جانا اور میاں کا فتح پانا	390
حکایت نمبر 128:	میاں کالا پہاڑ کا میاں کا نکا کو ایک الماس عطا کرنا	393
حکایت نمبر 129:	فتح خان کے قتل کا سبب اور کالا پہاڑ کا فرار	395
	میاں شیخ خلیل اللہ اور تبنی قبیلہ	396
	فتح خان تبنی کا قتل	397
	میاں بایزید کا حسد	397
	کالا پہاڑ وغیرہ کا فرار	397
	میاں داؤد تبنی کا قتل	400
	مبارا خان تبنی کا قتل	400
	کالا پہاڑ کے باقی حالات	401
حکایت نمبر 130:	میاں سلیمان کا وفات پانا	403
	وفات	403
	میاں سلیمان کرلانی کا کردار	403
حکایت نمبر 131:	میاں سلیمان کی ذہانت جو میدان مردان پر ستادگی نہیں کی امر میاں بایزید کی بادشاہی	407
	کرلانیوں کی مغلوں کے مقابلے پر بزدلی	407
	بایزید کی بادشاہت	407

	بایزید کا قتل	408
حکایت نمبر 132:	داؤد کا لودھی خان کو میاں گوجر کے خلاف روانہ کرنا اور تمام ملک پٹنہ و حاجی پور کا لودھی خان کو دے دینا	409
حکایت نمبر 133:	لودھی خان کا خان خانان منعم خان پر جانا	410
حکایت نمبر 134:	لودھی خان کا داؤ خاں سے باغی ہونا	412
حکایت نمبر 135:	خان خانان کا لودھی خان کی مدد کو آنا اور پھر لودھی کا قتل	414
حکایت نمبر 136:	اکبر بادشاہ کا داؤد پر چڑھائی کرنا اور داؤد کا پٹنہ سے بھاگ جانا	416
حکایت نمبر 137:	کالا پہاڑ کا قاقشاران سے جنگ کرنا	417
حکایت نمبر 138:	داؤ داور گوجر کا جنگ کرنا	419
	میاں گوجر کا قتل	421
حکایت نمبر 139:	خان خانان کا داؤد سے صلح کرنا اور خان خانان کا وفات پانا	422
حکایت نمبر 140:	حسن قتلو اور خان خانان اواسمعیل قلی خان کا داؤد پر حملہ	423
	افغانوں کا بنگالیوں سے اختلافات	423
	داؤ فعان کی عیاشی	423
	داؤ دخان کا قتل	425
	میاں جنید کے حالات	425
	افغانوں کی آخری جنگ	426
	اختتام	427
	تحقیق وحواشی	429
	ضمیمہ: افسانہ شاہان میں بادشاہوں کی مدت حکومت	557
	کتابیات	562

فہرست تصاویر

تخت سلیمان (صوبہ سرحد)	83
قلعہ تغلق آباد (دہلی انڈیا)	92
قبر بہلول بادشاہ (لودھی گارڈن دہلی)	100
شاگرد کا مزار (سولہویں صدی عیسوی قدیم سرہند۔انڈیا)	103
کوٹلہ فیروز شاہ (دہلی)	114
قلعہ بیانہ (راجستھان ۔ انڈیا)	117
قبر سکندر لودھی (انڈیا۔ لودھی گارڈن دہلی)	138
قبر ابراہیم لودھی (پانی پت انڈیا)	141
سکندرہ (آگرہ ۔انڈیا)	153
جنگ پانی پت 1526 (ماخوذ از بابرنامہ)	156
قلعہ شیر گڑھ نزد دھولپور (انڈیا)	163
رانا سانگا	170
سوکھا روضہ سہسرام (بہار) جہاں حسن خان سور دفن ہیں	174
قلعہ روہتاس (بہار۔انڈیا)	181
قلعہ چنار	189
قلعہ روہتاس (بہار۔انڈیا)	210
قلعہ چیتوڑ	221
قدیم مسجد (جونپور۔انڈیا)	241
قلعہ کالنجر	281
بارہ دری (سلیم گڑھ۔ دہلی)	299

مقبرہ شیر شاہ سوری (سہسرام۔بہار)	322
قلعہ لاہور	334
جامع مسجد گور بنگال	353
قلعہ روہتاس (جہلم۔پاکستان)	382
عہد اکبری کا فوجی لباس	406
اکبر بادشاہ	418
دیوان ٹوڈرمل	421

فہرست نقشہ جات

نقشہ ہندوستان	72
نقشہ شمالی روہ	80
نقشہ پنجاب	96
نقشہ صوبہ دہلی	106
نقشہ سندھ	119
صوبہ جات الہ آباد، جونپور و آگرہ	126
نقشہ وسطی ہند	193
نقشہ بنگال	175
نقشہ بہار	201
نقشہ گجرات	219
نقشہ راجپوتانہ	349

پیش لفظ

افسانہ شاہان ہندوستان کی تاریخ نویسی میں ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ یہ کتاب ابتک طلباء و مورخین کی نظروں سے اوجھل رہی۔ اسی وجہ سے ہم جب اس دور کی تاریخ دیکھتے ہیں کہ جس دور سے یہ کتاب متعلق ہے (یعنی 1390 سے 1580 تک کا دور) تو ہمیں بہت سے خلاء اور جھول نظر آتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عرصے میں طویل عرصے تک (1434 تا 1572) کوئی تاریخی کتاب لکھی نہیں گئی علاوہ تین کتب کے یعنی تاریخ ابراہیم شاہی، تواریخ دولت شیر شاہی اور بابر نامہ۔ان میں سے بابر نامہ ہندوستان میں بابر کے 5 سالہ قیام (1526 تا 1530) سے متعلق ہے۔تاریخ ابراہیم شاہی ناپید ہے اور تواریخ دولت شاہی کے صرف دو ابواب باقی بچے ہیں۔اکبر کے ابتدائی دور میں بھی کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی جس میں اس دور کے حالات تفصیل سے موجود ہوں۔ جو کتب لکھی بھی گئی ہیں ان سب میں اس دور کے حالات بہت ہی مختصر کر کے درج کیے گئے ہیں۔ان حالات میں افسانہ شاہان ایک ایسی کتاب کے طور پر سامنے آتی ہے جو اس خلاء کو پر کرتی ہے۔

اس اہمیت کے پیش نظر میں نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا ہے اور اس پر تحقیقی حواشی بناء کر اس کو محققین کے لیے پیش کیا ہے۔کتاب کے ترجمہ کے وقت ڈاکٹر حسین کے مرتب کردہ مطبوعہ نسخے کو مدنظر رکھا گیا ہے جس کی وضاحت آگے تعارف میں کر دی گئی ہے۔آپ نے مطبوعہ نسخہ اپنے دستخطوں کے ساتھ مجھے مرحمت فرمایا اور مجھے اس کے ترجمہ کرنے کی ترغیب دی۔ جس

کے لیے میں ان کا شکر گزار ہوں۔ جناب زاہد محی الدین صاحب نے اس کی اشاعت کے لیے سرگرمی دکھائی۔ میں ان کا بھی شکر گزار ہوں۔

مجھے امید ہے کہ یہ تحقیقی کاوش محققین کے لیے مفید ثابت ہوگی۔اور میں انکی آراء کا منتظر ہوں گا۔

مورخہ: 5 مئی 2011ء

ڈاکٹر سعود الحسن خان روہیلہ

ایڈووکیٹ ہائیکورٹ

مکان نمبر B-69 صابری اسٹریٹ نمبر 12

صداقت پارک سانده خورد، لاہور

فون: 0300-4573727، 0346-4058805

e-mail: saudulhassankhan@yahoo.co.in

3

تعارف افسانہ شاہان

از

ڈاکٹر سعود الحسن خان روہیلہ

1434ء سے لیکر 1572ء تک کا دور ایسا ہے کہ جب ہندوستان اور خصوصاً شمالی ہند میں مصنفین نے تاریخ نویسی پر بہت کم توجہ دی ہے۔ اس دور میں صرف چند ایک کتب ایسی ہیں کہ جن میں اس دور کے حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایک کتاب تاریخ ابراہیم شاہی تھی جس سے مصنف طبقات اکبری نے استفادہ کیا ہے یہ کتاب ابراہیم لودھی کے دور (1510-26) میں اس کے حکم سے لکھی گئی مگر اب یہ کتاب ناپید ہے۔ دوسری کتاب تواریخ دولت شیر شاہی ہے جو 1548ء میں اسلام شاہ سوری کے دور میں لکھی گئی اس کے صرف دو ابواب محفوظ ہیں انفرادی تذکرہ میں صرف ایک بابر نامہ ہے جس سے اس دور کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے مگر وہ بھی آپ بیتی ہونے کی وجہ سے صرف ان پہلوؤں پر نظر ڈالتی ہے جو بابر سے متعلق ہیں چونکہ اس دور کا تاریخی مواد بہت کم ہے لہذا بعد کے مورخین نے بھی تاریخ لکھی تو اس دور کے حوالے سے بہت کم لکھا۔ اس دور کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں 1451ء سے لیکر 1526ء اور پھر 1539ء سے لیکر 1556ء تک افغانوں نے پورے ہندوستان پر حکومت کی۔ 1526ء سے 1539ء تک مغلوں اور افغانوں میں اقتدار کی رسہ کشی رہی اور پھر 1556ء سے 1578ء تک بنگال، باہر اور اڑیسہ میں افغانوں اور مغلوں میں پھر سے رسہ کشی رہی۔

1572ء میں جب اکبر نے تاریخ نویسی کی حوصلہ افزائی کی تو مورخین خصوصاً مغل مورخین نے افغانوں کو منفی شکل میں پیش کیا۔ البتہ افغان مورخین نے اپنا دفاع کرنے کی کوشش کی مگر پھر بھی وہ کسی نہ کسی طرح مغل حکمرانوں کے دباؤ میں چلے گئے۔ جہانگیر کے دور میں جب خان جہان لودھی کو عروج حاصل ہوا تو ایسی کتب بھی تحریر کی گئیں کہ جن میں مغلوں پر تنقید کی گئی۔ مراۃ الاناغنہ اور افسانہ شاہان ایسی ہی کاوشیں ہیں۔ مراۃ الاناغنہ دراصل مخزن افغانی کا

چربہ ہے۔ جبکہ افسانہ شاہان ایک اصل تصنیف ہے لہذا اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور اسی لیئے اس کا ترجمہ کرنے کو فوقیت دی گئی ہے۔

گذشتہ تواریخ اور افسانہ شاہان:

افسانہ شاہان پر بات کرنے سے قبل ضروری ہے کہ ہم دیگر افغان تواریخ کا ایک مختصر جائزہ لیں کہ وہ کب لکھی گئیں اور ان میں اور افسانہ شاہان میں کیا فرق ہے۔ افسانہ شاہان لودھی اور سوری حکمرانوں کے علاوہ گجرات، بنگال جونپور، بہار، اڑیسہ اور راجپوتانے حکمرانوں پر تفصیل سے روشنی ڈالتی ہے۔ اس میں سیاسی واقعات کے علاوہ سماجی، مذہبی اور حربی پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ ددیگر افغان توراخ کون سی ہیں اور ان میں کیا ہے۔

(1) تاریخ ابراہیم شاہی:

یہ کتاب مولانا محمود نے سلطان ابراہیم کے دور میں تحریر کی اور صرف سالاطین لودھی کے حالات پر مبنی ہے۔ اس سے طبقات اکبر اور مخزن افغانی کے مصنف نے بھی استفادہ کیا ہے۔ اب یہ کتاب ناپید ہے۔

(2) تاریخ دولت شیر شاہی

یہ کتاب حسن علی خان افغانی نے 1548ء میں لکھی اسمیں صرف شیر شاہ سور کے حالات درج ہیں جبکہ شیر شاہ کے اجداد کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ شیر شاہ پر اہم ہم عصر مآخذ ہے۔ یہ کتب ناقص شکل میں موجود ہے۔ بہت اہم تصنیف ہے۔ اس کو میں نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

(3) اسرار لافاغنہ

یہ حسین ابن صابر افغان کی تحریر ہے جو 1585ء کے لگ بھگ پشتو میں لکھی گئی جبکہ میں اس کا فارسی ترجمہ شائع ہوا۔ اس میں افغان صوفیاء کرام کے حالات درج ہیں جبکہ افغانوں کا سلسلہ بنی اسرائیل سے ملایا گیا ہے۔ اس میں بادشاہوں کے سیاسی حالت نہیں ہیں بلکہ صرف صوفیاء کے مذہبی حالات درج ہیں۔ مذہبی اور سماجی حوالے سے یہ کتاب بھی بہت اہم ہے۔

(4) واقعات مشتاقی

یہ رزق اللہ مشتاقی کی تحریر ہے۔ 1572ء میں تحریر ہوئی اس میں سنین اور تواریخ کا خیال بالکل نہیں رکھا گیا۔ بہت سے تاریخی واقعات مکس ہو گئے ہیں۔ یہ دراصل تہذیبی وثقافتی نقطہ نظر سے تحریر کی گئی ہے اور اس لحاظ سے بہت اچھی کتاب ہو۔اس میں سیاسی حالت بھی درج ہیں۔ میں اس کا اردو ترجمہ کرر ہا ہوں جو جلد شائع کیا جائے گا انشاء اللہ۔ البتہ اسمیں بنگال و بہار کے افغانوں کے حالت بالکل نہیں ہیں۔

(5) تاریخ شیر شاہی

یہ اکبر بادشاہ کے حکم سے عباس خان سروانی افغان نے تحریر کی ہے اور صرف شیر شاہ کے بارے میں ہے۔اسمیں کافی اچھی معلومات ہیں۔ مگر افسانہ شاہان میں اس سے زیادہ معلومات درج ہیں جو شیر شاہ کے حوالے سے ہیں۔

(6) تاریخ شاہی:

یہ بنگال کے بادشاہ داؤد شاہ کے حکم سے احمد یار گار نے 1572 کے لگ بھگ لکھنا شروع کی اس میں دیگر کئی کتب اسے استفادہ کیا گیا ہے اسمیں صرف لودھی اور سوری سلاطین کے حالات درج ہیں۔ بنگال و بہار، گجرات اور جونپور کے بادشاہوں کے حالات نہیں ہیں۔

(7) تاریخ داؤدی

یہ شیخ عبداللہ لکھی ہے اس میں مصنف نے طبقات اکبری سے اور تاریخ شیر شاہی سے چربہ سازی کی ہے۔ یہ جہانگیر بادشاہ کے دور (1605-1627) میں لکھی گئی ہے۔اس میں بہار کے بادشاہوں کے حالات بہت ہی مختصر ہیں اور محض 4 صفحات پر مشتمل ہیں۔

(8) افسانہ شاہان

یہ شیخ کبیر کی کتاب ہے اور یہی زیر مطالعہ چیز ہے۔اس میں لودھی اور سوری سلاطین کے علاوہ بنگال، بہار، اڑیسہ، جونپور، گجرات، مالوہ اور راجپوتانے کے بادشاہوں کے حالات بھی

تفصیل سے درج ہیں۔

(9) مخزن افغانی

یہ کتاب 1021ھ/1612ء میں تحریر کی گئی ہے نعمت اللہ ہروی نے لکھی ہے جو مغلوں کے دربار سے وابستہ تھے۔اس میں افغانوں کے نسب اور قبائلی تقسیم پر بہت تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔انکے اولیاء اور صوفیاء کے حالات بھی تفصیل سے درج ہیں۔لودھی قبیلے کی تاریخ جہانگیر کے دور تک بیان کی گئی ہے۔اس میں لودھی،سوری، بہار کے کرلانی واڑیسہ کے نوحانی افغانوں کے حالات درج ہیں۔عہد وسطیٰ کی افغان تواریخ میں صرف یہی ایک کتاب ہے جو افسانہ شاہان کا مقابلہ کرسکتی ہے بلکہ کئی حوالوں سے اس پر فوقیت بھی رکھتی ہے۔البتہ بنگال و بہار کے حالات اور کرلانیوں کے حالات اس کتاب کی نسبت افسانہ شاہان میں زیادہ تفصیل سے درج ہیں۔

(10) تاریخ افاغنہ

یہ حسین خان کی تصنیف ہے جو اکبر یا پھر جہانگیر کے دور میں لکھی گئی ہے اسمیں افغانوں کا نسب بنی اسرائیل سے ملایا گیا ہے۔یہ کتاب 1857ء تک موجود تھی۔پھر یہ ضائع ہوگئی۔اس میں لودھی اور سوری سلاطین کے حالات درج ہیں۔اس کی تلخیص سبحان رائے بھنڈاری نے اپنی تاریخ میں کی ہے۔

جہاں تک مغلیہ کتب کا تعلق ہے جو اس دور سے تعلق رکھتی ہیں جس سے افسانہ شاہان بحث کرتی ہے تو ان کا ایک مختصر جائزہ بھی لیا جاتا ہے کیونکہ افسانہ شاہان کے بہت سے بیانات کی ان ہم عصر کتب سے تصدیق ہوتی ہے۔

1۔ بابرنامہ: جو بابر بادشاہ کی خود نوشت ہے۔1529ء تک کے حالات درج ہیں۔ سلطان ابراہیم کے حالات پر اہم کتاب ہے۔

2۔ ہمایوں نامہ: ہمایوں کی بہن گلبدن بیگم نے 1572ء میں لکھی تھی۔یہ شیر شاہ کے حالات پر اہم ماخذ ہے مصنفہ اس دور کی چشم دید گواہ تھی۔

3۔ تذکرۃ الواقعات: یہ جوہر آفتاب چی نے 1572ء میں لکھی۔وہ ہمایوں کا ملازم رہا تھا اس سے بھی شیر شاہ کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

4۔ طبقات اکبری: ملا نظام الدین کی تاریخ جو 1590ء میں مکمل ہوئی۔ اس میں تاریخ ابراہیم شاہی سے بھی استفادہ کیا گیا۔ اکبر کے عہد کی درباری تاریخ ہے اور محمد غوری کے دور سے اکبر تک کے تمام حالات درج ہیں۔ افسانہ شاہان کے اکثر واقعات کی اس سے تصدیق ہوتی ہے۔

5۔ منتخب التواریخ: ملا عبدالقادر بدایونی نے 1600ء کے لگ بھگ مکمل کی ہے جو اکبر کے دربار سے وابستہ تھے۔ مصنف نے اکبر پر کافی تنقید کی ہے اور اس کے تہذیبی ومعاشی حالت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ مصنف کی سوری سلاطین کے حوالے سے معلومات بہت اہم ہیں۔

6۔ اکبر نامہ: یہ کتاب ابوالفضل نے 3 جلدوں میں تحریر کی اور اس کی تیسری جلد آئین اکبری کر کے مشہور ہے۔ یہ 1603ء تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ مگر صرف مغلوں کی تاریخ ہے۔ ہندوستان کے دیگر بادشاہوں کے حالات بہت مختصر درج ہیں۔ جغرافیائی اور تہذیبی لحاظ سے اہم کتاب ہے۔ مگر اس کتاب میں افغانوں پر خوب کیچڑ اچھالی گئی ہے۔

اس فہرست سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ افسانہ شاہان میں بہت سی ایسی معلومات ہے جو ان کتب میں موجود نہیں ہے۔ شیر شاہ، اسلام شاہ اور کرلانی حکمرانوں پر افسانہ شاہان کی ساری معلومات بنیادی معلومات ہے۔ اور کئی نئی باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ان لوگوں کی تفصیلی حالات اسمیں درج ہیں۔ لہذا اب ہم افسانہ شاہان پر بات کرینگے۔

مصنف شیخ محمد کبیر کے حالات

اس کتاب کے مصنف شیخ محمد کبیر کا تعلق پٹھانوں کے بتنی قبیلے سے ہے۔ اس قبیلے کے جدامجد حضرت قیس پٹھان تھے۔ جو حضرت محمد ﷺ کے صحابی تھے اور نسلاً وہ بنی اسرائیل تھے۔ نبی کریمؐ نے آپ کو عبدالرشید کا نام دیا اور پٹھان (عربی میں بتان) کا خطاب دیا (1)۔ آپ کے تین لڑکے تھے سربن، غورغشت، اور بیت یا بیتنی۔ مؤخرالذکر کتب میں شیخ بیت یا شیخ بیٹ کر کے مشہور ہیں۔ آپ حجاج بن یوسف کے دور میں عرب بھی گئے (2)۔ انکی اولاد بتنی کہلاتی ہے۔ شیخ بیت کے

تین لڑکے تھے اور ایک بیٹی تھی۔ اسمعیل، اشپور، کجین اور بی بی متو(3)۔اس میں سے اسمعیل کی اولاد اپنے چچا سربن کی اولاد کے ساتھ مل گئی۔ جبکہ اشپون اور کجین دونوں بھائیوں کی اولاد بتنی کہلائی۔ انکی بہن بی بی متو کی نسل متی کے نام سے مشہور ہے۔ بی بی متو کی اولاد سے لودھی قبیلہ ہے جس سے سلاطین لودھی اور سلاطین سوری گزرے ہیں۔ جبکہ بتنی کی اولاد سے اس کتاب کا مصنف شیخ محمد کبیر ہے۔

شیخ کبیر کے اجداد میں پہلا نام اس کے دادا شیخ علی بتنی کا ملتا ہے۔ اس کے اوپر کے نام ہمیں نہیں ملتے۔ البتہ بتنی قبیلے سے سلطان بہلول کی کچھ قریبی رشتہ داری بھی تھی۔ لہذا اس نے ملک ملتان کا علاقہ بتنی قبیلے کے لوگوں کو دیا۔

"(سلطان بہلول نے) اس کے قریب بیتنی عزیزوں کو ملک ملتان دیا" (4)۔شاید یہی وہ پس منظر ہے کہ جس کی وجہ سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ شیخ علی بتنی کو شیر شاہ سوری کی قربت حاصل رہی۔

شیخ علی بتنی:

بہرحال ہم مصنف کے خاندان کے حالات شیخ علی بتنی سے شروع کرینگے۔ شیخ علی بتنی شیر شاہ کی فوج میں ملازم تھے۔ ان کا ایک بھائی میاں حاجی نامی بھی تھا۔ یہ دونوں بھائی زبردست بہادر فوجی تھے۔ جب شیر شاہ نے قلعہ بہار کا محاصرہ کرلیا اور مغل فوج اس محاصرے کو توڑنے آئی تو شدید جنگ ہوئی اور جس میں شیر شاہ کو شکست ہوئی۔ اس جنگ میں میاں حاجی بتنی فوت ہو گیا جبکہ شیخ علی بتنی گرفتار ہو گیا۔ شیخ علی بتنی سے جب مغل امیر محمد زمان نے پوچھا کہ تم کون ہو تو اس نے بہادری سے کہا کہ افغان۔ اس پر محمد زماں اس کی بہادری سے خوش ہوا اور اسے رہا کر دیا(5)۔اس کے بعد بھی شیخ علی شیر شاہ کے ساتھ رہا اور اس کے سفیر کے طور پر ایک بار میاں شیخ بہلول کے پاس بھی گیا(6)۔ جنگ چونسہ میں بھی شیر شاہ کے ساتھ تھا۔ جب چونسہ کے میدان میں شیر شاہ کو فتح ہوگئی تو اس کا راستہ صاف ہو گیا۔ اس جنگ کے بعد شیخ علی بتنی نے فوجی نوکری سے کنارہ کشی اختیار کرلی(7)۔

شیخ علی بتنی کو شیخ علی حزیانی بھی کہتے ہیں۔ ان کی سلسلہ صوفیاء پر بیعت بھی تھی ان کا شجرہ بیعت اس طرح سے ہے کہ شیخ علی حزیانی مرید میاں شیخ معروف کے اور وہ مرید میاں شیخ الہداد

کے اور وہ مرید راجی حامد شرمانک پوری کے۔ اس کے علاوہ انکو میر سید علی قیام سے اجازت (خلافت) بھی ملی تھی۔

شیخ علی بتنی کی شیخ خلیل حقانی سے بھی دوستی تھی۔ ان کا تعلق بھی بتنی قبیلے سے تھا۔ شیخ علی بتنی کے بیٹے شیخ اسمعیل کی شادی شیخ خلیل حقانی کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ جس سے مصنف کتاب ھذا شیخ کبیر پیدا ہوا (9)۔ ان کا ذکر آگے آئے گا۔

شیخ علی بتنی حزیانی کے تین بیٹے شیخ محمود، شیخ محمد اور شیخ اسمعیل تھے۔ شیخ محمود علم وتصوف سے وابستہ رہے۔ لیکن شیخ محمد نے سپہ گیر کا پیشہ اختیار کیا۔ اور مختلف جنگوں میں شامل رہے جبکہ مصنف کے والد شیخ اسمعیل حزیانی بھی دین کی جانب راغب رہے۔ شیخ محمد اسمعیل کے دولڑکے شیخ محمد کبیر اور شیخ عبدالکریم تھے۔ شیخ عبدالکریم پنے والد کی وفات کے بعد شریف چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔

یہ تو تھی مصنف کی دھدیال۔ اب ہم مصنف کی نھیال کی جانب آتے ہیں۔

شیخ خلیل اللہ حقانی:

مصنف کی دھدھیال کی نسبت مصنف کی نھیال ہمیں زیادہ سیاسی نظر آتی ہے۔ مصنف کے نانا شیخ خلیل اللہ بتنی ہیں۔ جو شیخ آفتاب وش کے بیٹے تھے۔ وہ شیخ خلیل اللہ حقانی کر کے مشہور تھے (10)۔ شاہان سوری اور شاہان گور (بہار) کے بتنی امراء میں سے اکثر شیخ خلیل اللہ کے رشتہ دار تھے۔ یہاں تک کہ شیخ لالو، بتنی موسیٰ تیزیانی، میاں فتح خان بتنی وغیرہ شیخ خلیل اللہ کے خاندان سے تھے۔ جبکہ اس دور کے سرگرم سیاسی امیر میاں حسن بتنی شیخ خلیل اللہ کے برادر حقیقی تھے (11)۔

شیخ خلیل اللہ نے ہمایوں بادشاہ، شیر شاہ سوری، اسلام شاہ سوری، عدلی شاہ، اور جلال الدین اکبر بادشاہ کا دور پایا اور مذہبی شخصیت ونے کی وجہ سے ان کا کافی اثر ورسوخ تھا۔ ایک بار اکبر بادشاہ نے ان پر میاں قتلو حاکم بہار کی امداد کا شبہ کیا اور انکو پنجاب کی جانب جلاوطن کر دیا (12)۔ آپ نے پنجاب میں ہی وفات پائی (13)۔ شیخ خلیل بتنی نے کئی مواقع پر بتنی قوم کے لوگوں کی جانیں بچائیں (14) ان امور کی تفصیل آگے افسانہ شاہان میں ملیں گیں (11)۔

شیخ خلیل اللہ کے لڑکے شیخ حبیب تھے۔شیخ حبیب کے 4 لڑکے شیخ مصطفیٰ، شیخ عبداللہ، شیخ عبدالحق، شیخ عبدالرحیم تھے۔شیخ عبداللہ سے مصنف کتاب ھذا کی بڑی دوستی تھی(15)۔شیخ خلیل اللہ کی ایک بیٹی بھی تھی جس سے شیخ اسمٰعیل حزیانی کی شادی ہوئی اوراس سے دولڑکے شیخ محمد کبیر مصنف کتاب ھذااور شیخ عبدالکریم پیدا ہوئے۔

حالات زندگی

مصنف شیخ محمد کبیر کے حالات ہمیں اتنے ہی معلوم ہیں جتنے کہ خوداس نے اس کتاب میں تحریر کئے ہیں۔ہمیں یہ نہیں پتہ کہ مصنف کب اور کہاں پیدا ہوا۔غالباً بہار میں نوآباد کے مقام پر پیدا ہوا کیونکہ شیخ خلیل حقانی کو اکبر بادشاہ نے 1580ء کے لک بھگ میں (جب کہ وہاں قتلو بغاوت کرر ہا تھا) میاں قتلو کی امداد کے شبہ پر پنجاب جلاوطن کردیا تھا جہاں پر شیخ خلیل کے بھائی میاں حسن بتنی پہلے سے موجود تھے۔اس سے قبل وہ بنگال و بہار میں ہی رہااوران کا سارا کنبہ نو آبادہ میں تھا۔اس کے علاوہ بتنی قبیلے کے اکثر لوگ بنگال و بہار میں تھے۔پنجاب جلاوطنی کے بعد شیخ حبیب پسر شیخ خلیل بھی بنگال آتے جاتے رہے(16)۔جس سے ظاہر ہے کہ مصنف کی والدہ بھی یہیں ہونگیں۔مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کی والدہ بچپن میں ہی فوت ہوگئیں تھیں(17)۔لہذا اس کی پرورش اس کے ماموں شیخ حبیب نے کی(18)۔مصنف کی اپنے ماموں زاد بھائی شیخ عبداللہ پسر شیخ حبیب سے بہت گہری دوستی تھی(19)۔مصنف کی دھدھیال اورنھیال دونوں ہی علمی وادبی ماحول میں رنگی ہوئی تھیں لہذا مصنف کا رجحان شروع سے علم وادب کی جانب رہا۔مصنف نے اپنی اس کتاب میں جس طرح سے خواجہ حافظ، شیخ سعدی، ملا جامی، مولانا رومی وغیرہ کے حوالے دیئے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ اس نے مذہبی تعلیم کے علاوہ تصوف کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔مصنف کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا تھااور فقہ حنفی کی اتباع کرتا تھا(20)۔اس کے علاوہ مصنف زیارت قبوراور ان پر فاتحہ پڑھنے پر بھی یقین رکھتا تھا(21)۔مصنف نے اپنی کتاب میں جگہ جگہ اولیاء کرام اور صوفیاء کرام اروعلماء ومشائخ کا ذکر کیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ ان سے نہ صرف عقیدت اسے تھی بلکہ وہ صوفیانہ کتب کا بھی بخوبی مطالعہ کیا تھا۔

مصنف نے شادی بھی کی اس کا ایک لڑکا تھا جس کا نام محمود تھا۔ یہ لڑکا 16 سال کا تھا کہ سانپ کے کاٹنے سے فوت ہو گیا اور مصنف کو اس کا بے حد صدمہ ہوا۔ مصنف نے کب وفات پائی اور اس کی کتنی عمر ہوئی اور اس کی نسل آگے چلی یا نہیں؟ اس بارے میں ہمیں کہیں کوئی معلومات نہیں ملتی۔

مصنف کے لڑکے محمود نے 16 سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس سے صرف کچھ اندازے قائم کئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اگر مصنف کی 30 سال کی عمر میں شادی ہوئی اور 31 سال کی عمر میں محمود پیدا ہو گیا تو محمود کی وفات کے وقت مصنف کی عمر 47 سال تھی۔ اور اگر اس نے اس کی وفات کے ایک سال کے اندر ہی افسانہ شاہان تحریر کی تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے تقریباً 48 سال کی عمر میں افسانہ شاہان تحریر کی تھی۔ اس کے علاوہ ہم یہ بھی اندازہ کر سکتے ہیں کہ مصنف کب پیدا ہوا۔ مصنف نے اپنی کتاب کے آخر میں جہانگیر بادشاہ کا ذکر کیا ہے جس نے 1605ء سے 1627ء تک حکومت کی۔ اگر مصنف نے یہ کتاب 1606ء میں بھی لکھی تو اس کی اندازاً پیدائش کی تاریخ 1558ء بنتی ہے۔ اہل البتہ یہ باتیں قیاس پر مبنی ہیں۔

مصنف کا مذہبی رنگ:

افسانہ شاہان کا مصنف ہمیں مذہبی رنگ میں بھی نظر آتا ہے۔ وہ ایک سخت سنی العقیدہ شخصیت کا حامل ہے۔ اس کا خیال ہے کہ سنی عقیدہ درست ہے جبکہ اہل تشیع مسلمانوں میں شمار نہیں ہوتے (22)۔ اس کا خیال ہے کہ اہل تشیع جھوٹ بولتے ہیں اور اسی وجہ سے حکیم ابوالفتح نے جب اکبر بادشاہ اور شیخ خلیل اللہ کے درمیان پیغام رسانی کی تو جھوٹ سے کام لیا۔ اس کے برعکس بیربل جو ایک ہندو تھا وہ صداقت پسند تھا (23)۔ مصنف صوفیاء کی کرامات پر یقین رکھتا تھا۔ گجرات کے بادشاہوں کے زوال کی وجہ بھی ایک ولی اللہ کی بددعا تھی (24)۔ اولیاء اللہ کی کرامات کے اس نے جگہ جگہ حوالے دیئے ہیں (25)۔ حضرت خواجہ اجمیری اور بابا فرید شکر گنج کا تذکرہ بھی وہ اپنی کتاب میں کرتا ہے (26)۔ حضرت نظام الدین اولیاء اور حضرت امیر خسرو اور حضرت جمالی دہلوی کا تذکرہ بھی اس کی کتاب میں ملتا ہے (27)۔ مصنف علماء اور مشائخ کے سیاست میں کردار پر بھی روشنی ڈالتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ انکے بہت قریب بھی رہا ہے۔ لیکن مصنف ہمیں ہوشیار کرتا ہے کہ اس کے دور میں بہت سے جعلی علماء اور مشائخ پیدا ہو گئے ہیں جو

صرف عوام کا مال کھاتے ہیں اور ریا کاری کرتے ہیں(28)۔مصنف کی تنقید اس دور کے ریا کار مولویوں پر کے کردار پر تفصیل سے روشنی ڈالتی ہے۔

مصنف کی زبان:

مصنف عربی، فارسی، اور ہندی کا عالم تھا۔ چونکہ اس کا تعلق ایک تعلیم یافتہ گھرانے سے تھا اور فارسی اس دور کی علمی و دفتری و سرکاری زبان بھی تھی لہذا مصنف نے یہ کتاب فارسی میں ہی لکھی۔مگر مصنف تسلیم کرتا ہے کہ اس کی فارسی کچی ہے(29)۔اور کتاب میں جگہ جگہ فارسی کی غلطیوں سے اس کی یہ بات درست بھی لگتی ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ مصنف کی مادری زبان فارسی نہیں تھی۔چونکہ مصنف پٹھان نسل سے ہے لہذا یہ گمان ہوسکتا ہے کہ اس کی مادری زبان پشتو تھی۔ایسا ممکن ہے کیونکہ مصنف نے اپنے متن میں جگہ جگہ پشتو الفاظ استعمال کئے ہیں جن کی نشاندہی آگے کی گئی ہے۔لیکن ہمارے سامنے ایک مشکل آتی ہے کہ مصنف نے دو جگہ یہ ذکر کیا ہے کہ فلاں فلاں مواقع پر لوگوں نے افغانی اشعار کہے۔لیکن اس نے ان کا صرف مطلب لکھا ہے ان افغانی/ پشتو اشعار کو نقل نہیں کیا۔پھر اس نے لفظ پشتو یا پشتوں کا کہیں استعمال نہیں کیا بلکہ افغان، افغانان اور افغانی زبان کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔جس سے ظاہر ہے کہ مصنف کی مادری زبان پشتو نہیں تھی۔پشتو اس کے دادا کی زبان تھی۔اس کے بعد وہ اس کے خاندان میں متروک ہوگئی۔

اب ہندی زبان کی باری ہے اس کا حال بھی مصنف کی کتاب میں پشتو والا ہے۔یعنی مصنف نے جگہ جگہ ہندی الفاظ استعمال کئے ہیں۔اس زبان کے لیے ہندی اور ہندوستانی دونوں الفاظ کا استعمال کیا ہے۔مگر اس نے پشتو کی طرح ہندی اشعار کا صرف حوالہ دیا ہے مگر نقل نہیں کئے۔اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اس زمانے میں ہندی یا ہندوستانی کو فارسی رسم الخط میں تحریر کرنے کا رواج عام نہیں تھا۔اس کتاب کے لسانی پہلوؤں پر ہم آگے بحث کرینگے۔

کتاب کی تصنیف کا زمانہ:

یہ کتاب کب تحریر کی گئی۔اس کی کوئی خاص تاریخ نہیں بتائی جاسکتی۔اس میں داؤد شاہ کی وفات/ قتل تک کے حالات درج ہیں۔جو 984ء/1577ء کا واقعہ ہے۔اس سے ظاہر

ہے کہ یہ کتاب 1577ء کے بعد لکھی گئی۔(29-A) پھر اسمیں جہانگیر بادشاہ کے دور کا بھی ذکر ہے(30)۔ جہانگیر نے 1605ء سے 1627ء تک حکومت کی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس دوران میں کبھی لکھی گئی ہے۔

کتاب کے آخر میں موجود الفاظ "اس وقت سے چغتائی مغلوں کی عملداری تمام ملک ہندوستان پر ہوگئی اور افغانوں کی بنیاد کمزور ہوگئی" قابل غور ہیں (31)۔ مصنف نے یہ نہیں کہا کہ افغانوں کی بنیاد ختم ہوگئی بلکہ یہ لکھا ہے کہ کمزور ہوگئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب یہ کتاب لکھی گئی تب تک افغان کہیں نہ کہیں موجود تھے اور انکی کوئی ریاست قائم تھی۔ اس ضمن میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مصنف نے نوحانی افغانوں کی حکومت کا ذکر نہیں کیا۔ جوداؤد خان کی وفات کے کافی بعد قائم ہوئی۔ اس حکومت میں میاں قتلو نے 14 سال حکومت کی۔ اس کے بعد عیسیٰ خان نے کچھ عرصہ حکومت کی۔ پھر 996ء/1588ء میں خواجہ سلیمان نے حکومت کی۔ پھر خواجہ عثمان تخت نشین ہوا۔ 1002ء/94-1593ء میں خواجہ عثمان نے راجہ مان سنگھ سے جنگ بھی کی۔ اس نے 19 سال حکومت کی اور 1021ھ/1612ء میں 42 سال کی عمر میں مغلوں سے لڑتے ہوئے مارا گیا اور نوحانی ریاست بھی ختم ہوگئی۔ مخزن نوحانیوں کے یہ سارے حالات لکھے ہیں مگر افسانہ میں نہیں ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب 1021ء/1612ء کی نوحانیوں کی جنگ سے کافی پہلے لکھی گئی ہے۔ پھر چونکہ اسمیں جہانگیر بادشاہ کا ذکر بھی ضمناً آیا ہے۔ تو اس سے ظاہر ہے۔ کہ یہ کتاب جہانگیر کی تخت نشینی کے بالکل ابتدائی سالوں میں لکھی گئی ہے۔

پھر یہ بات قابل ذکر ہے کہ مصنف نے اپنے دادا شیخ علی بتنی کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے چونسہ کی لڑائی (1540ء) کی لڑائی کے بعد جنگ سے کنارہ کشی اختیار کر لی (32)۔ اور زہد کی جانب راغب ہوا۔ اس نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اس کا دادا 120 سال کی عمر میں فوت ہوا۔ اگر 1540ء میں اس کا دادا شیر شاہ کا ہم عمر تھا (جو 70 سال کا تھا) تو اس طرح اس کی تاریخ وفات 1590ء کے لگ بھگ بنتی ہے۔ اب شیخ علی بتنی کا تیسرا بیٹا شیخ اسمعیل (مصنف کا والد) بھی اس کتاب کی تصنیف سے قبل فوت ہوا۔ اگر اس کی وفات باپ کی وفات کے 10 سال بعد بھی شمار کی جائے تو 1600ء بنتی ہے۔ یوں اس کتاب کی تصنیف 1607ء یا 1606ء کے آس پاس کی ہی ہوسکتی ہے۔ اس کے بعد کی نہیں ہوسکتی۔

مصنف ایک جگہ تحریر کرتا ہے کہ

''اور مبارا خان لودھی جو خان جہان لودھی کے دادا کا بڑا بھائی تھا
۔یہ سب بھی لاہور میں تھے''(33)۔

یاد رہے کہ خان جہان لودھی جہانگیر بادشاہ کے دور میں تھا اور اسے ''خان جہان لودھی'' کا خطاب 1016ء/1607ء میں جہانگیر نے دیا تھا(34)۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب 1607ء کے بعد لکھی گئی ہے۔

کتاب کے نسخے:

اس کتاب کے دو نسخے برٹش میوزیم لائبریری میں موجود ہیں۔

1۔ پہلا نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں ہے جس کا نمبر MS.4686 ہے۔اسمیں 185 اوراق ہیں۔یہ نسخہ 16 تاریخ بروز شنبہ 1136ھ بمطابق 24-1723ء کی نقل ہے۔یہ دونوں نسخے ایک دوسرے سے ذرا اختلاف کرتے ہیں۔دوسرے نسخے میں حالات ذرا تفصیل سے درج ہیں۔دونوں میں جہانگیر بادشاہ کا ذکر ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ دونوں جن مخطوطات سے نقل کئے گئے ان میں جہانگیر کا ذکر تھا اور مصنف نے جہانگیر کے دور میں ہی یہ کتاب مکمل کی تھی۔ان دونوں مخطوطات کو ڈاکٹر حسین خان نے مقابلہ کیا اور مرتب کر کے 2005ء میں شائع کیا تھا۔دونوں نسخوں کے اختلاف پر انہوں نے حواشی بنائے اور فارسی متن کی غلطیوں کی نشاندہی بھی کی۔چونکہ انکے حواشی فارسی متن کی عبارت کے تھے اور میں نے اس اشاعت میں فارسی متن شامل نہیں کیا ہے لہذا اس اشاعت وہ حواشی بھی غیر ضروری ہوگئے ہیں۔لہذا وہ حواشی ساقط کر دیئے ہیں۔البتہ جہاں جہاں دونوں مخطوطوں کے متن میں واضع اختلاف ہے(اور قلم کی غلطیاں نہیں ہیں) بلکہ کچھ اضافہ یا کمی بیشی ہے اس کو اس کتاب کے حواشی میں شامل کر لیا گیا ہے۔یہ ترجمہ ڈاکٹر خان کے مرتب کردہ نسخے سے کیا گیا ہے۔

کتاب کے مآخذات:

ہمارے لیئے سب سے ضروری یہ ہے کہ کتاب کے مآخذات کو دیکھیں تا کہ اس کی اہمیت اور اس کی صداقت کا اندازہ ہو سکے۔مصنف کہتا ہے کہ:

''افغانوں کی اکثر حکایتیں۔۔۔۔۔تواریخ میں اکثر مختلف ہوتی ہیں اس

وجہ سے ان (حکایات) کو کہ جن کو معتبر و قبول سمجھتا ہے ایک
یادگار نشانی کے طور شکستہ اور نا مربوط پارسی میں تحریر کرتا
ہے۔"(35)

اب یہاں پر دو باتیں ہیں۔ اول یہ کہ مصنف نے کتب تواریخ کا مطالعہ کیا ہے۔ اور کثرت سے کیا ہے کیونکہ اس نے ان میں اختلاف بھی پایا ہے۔ دوم یہ کہ مصنف نے ان میں سے صرف معتبر اور قابل قبول روایات چن لی ہیں۔ اور صرف انکو ہی شامل کتاب کیا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس کتاب کے 3 حصے ہیں۔

پہلا حصہ (حکایات نمبر 2 تا نمبر 43) جو لودھی سلاطین کے حالات پر مبنی ہے۔

دوسرا حصہ (حکایات نمبر 40 تا نمبر 53) جو سوری سلاطین کے حالات پر مبنی ہے۔

تیسرا حصہ (حکایات نمبر 105 تا نمبر 140) جو بہار کے کرلانی سلاطین کے حالات پر مبنی ہے۔

اس کے علاوہ حکایات نمبر 17 و 18 و 23 و 27 جونپور کے سلاطین کے حالات پر مبنی ہیں۔

حکایات نمبر 63 تا 68 گجرات کے سلاطین کے حالات پر مبنی ہیں۔

حکایات نمبر 50 تا 58 بنگال کے سلاطین کے حالات پر مبنی ہیں۔

حکایات نمبر 78 و 120 مصنف کے اپنے بزرگوں کے حالات پر مبنی ہیں۔

مصنف نے سلاطین لودھی اور سلاطین سوری کے جو حالات لکھے ہیں ان میں اور عام تاریخی کتب میں درج واقعات میں کافی مماثلت پائی جاتی ہے۔ لیکن مصنف نے اضافے بہت کئے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف نے زبانی روایات کو بھی اہمیت دی ہے۔ کرلانی سلاطین کے حالات ہمیں مصنف سے قبل کی تحریر کردہ کسی افغان تاریخ میں نہیں ملتے۔ تواریخ دولت شیر شاہی 1548ء تاریخ شاہی 1572ء اور واقعات مشتاقی 1572ء میں بھی یہ درج نہیں ہے۔ یہ معلومات مختصر انداز میں طبقات اکبری میں درج ہے۔ مگر مصنف نے کرلانی سلاطین کے حالات بہت تفصیل سے درج کئے ہیں۔ اور نہ صرف مغلوں سے انکے تعلقات بلکہ کرلانیوں اور بتنیوں کے باہمی تعلقات پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ یہ معلومات کہیں اور نہیں ملتی۔ اس سے ظاہر ہے کہ مصنف نے مستند اور ثقہ حضرات سے معلومات لیکر تحریر کی ہیں۔ گجرات، جونپور، بنگال وغیرہ

کے جوحالات درج ہیں وہ بھی زیادہ تر زبانی روایات مبنی ہیں۔مصنف کی جوزبانی روایات ہیں انکی ان کتب سے تصدیق ہوتی ہے جومصنف کے دور میں یااس کے بعد دیگر اشخاص نے تحریر کی ہیں۔

مصنف نے چونکہ کسی بھی جگہ سن کا اندراج نہیں کیالہذا ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اس نے صرف افغان تواریخ کتب سے یا پھر زبانی روایات سے استفادہ کیا ہے۔اگرچہ مصنف نے کتب کے نام نہیں دیئے مگر تقابلی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے تاریخ ابراہیم شاہی ،تواریخ دولت شیر شاہی ،تاریخ شیر شاہی ،تاریخ افاغنہ اور واقعات مشتاقی شامل ہیں۔مغل تواریخ سے اس نے بالکل استفادہ نہیں کیا کیونکہ مغلوں کی تواریخ میں ہر جگہ دن ،تاریخ اور سال کا حوالہ ہوتا ہے۔اور جن مورخین نے ان کتب سے استفادہ کیا ہے مثلاً فرشتہ وسجان رائے وغیرہ ان سب نے تواریخ کا حوالہ ضرور دیا ہے۔اس کے برعکس افغانوں کی کتب میں شاذونادر ہی تواریخ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔یہ بات مستند ہے کہ مصنف کا زیادہ انحصار افغان روایات پر رہا ہے۔پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے زبانی روایات کن لوگوں سے سنی ہیں۔اس معاملے میں ہمیں مصنف کے خاندان کو اولیت دینی پڑتی ہے۔مصنف کی دھدھیال اور ننھیال دونوں بتنی قبیلے سے تھے اور شیر شاہ سوری کے دور سے لیکر داؤد شاہ کے دور تک وہ لوگ سیاست سے وابستہ رہے۔مصنف کے مآخذ میں یہی لوگ آتے ہیں۔

1۔ شیخ علی بتنی:

شیخ علی بتنی مصنف کے دادا تھے۔آپ شیر شاہ سوری کے خاص دوستوں میں شامل تھے۔علوم حرب میں ماہر تھے اور شیر شاہ کے ساتھ جنگ چونسہ (1540) تک جنگوں میں حصہ لیا۔پھر آپ نے ملازمتِ فوج ترک کر دی اور دین وعلم وادب کی جانب راغب ہوگئے۔آپ نے 120 سال کی عمر میں وفات پائی۔اگر جنگ چونسہ (1540) میں آپ 70 سال کے بھی تھے۔تو آپ کی وفات 1590ء کے لگ بھگ بنتی ہے۔جبکہ ہمارا مصنف اس وقت کم از کم 20 سال کا تھا۔مصنف نے شیخ علی بتنی سے براہ راست استفادہ کیا تھا۔جس کا ذکر اس نے خود حکایت نمبر 73 میں کیا ہے۔اس سے اندازاً آپ کی تاریخ پیدائش 1470ء بنتی ہے۔جو بہلول لودھی کا دور تھا۔یوں سکندر لودھی کی تخت نشینی کے وقت شیخ علی تقریباً 20 سال کے تھے۔اب جو نئی معلومات سلطان بہلول کے دور سے لیکر شیر شاہ کے دور تک کی ہمیں ملتی ہیں وہ سب شیخ علی کے

ذریعے مصنف کو ملی ہیں۔ یہ سب بنیادی معلومات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مصنف دیگر تمام مغل وافغان مورخین کی نسبت شیر شاہ کے حالات بہت زیادہ تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ اس کی جنگی چالیں اور منصوبہ بندیاں، علاقوں، شہروں، قصبوں، دریاؤں اور ندی نالوں تک کے نام اور جنگوں کے نقشے پوری تفصیل سے درج کرتا ہے۔ کیونکہ مصنف نے یہ ساری معلومات براہ راست شیخ علی سے لیں جو ان واقعات میں شریک تھے۔

2۔ شیخ خلیل اللہ حقانی:

یہ مصنف کے نانا تھے۔ 1580ء کے لگ بھگ جب قتلو خان نے شورش شروع کی تو یہ بہار میں ہی ساکن تھے اور اپنے پورے قبیلے کے ساتھ نو آبادہ رہتے تھے۔ بادشاہ نے میاں قتلو سے سازش کے شبہ میں انکو پنجاب جلاوطن کر دیا تھا۔ اس سے قبل آپ بہار میں ہی رہتے تھے۔ جلاوطنی کے بعد بھی آپ کے بیٹے شیخ حبیب بنگال جاتے رہتے تھے۔ شیخ خلیل اللہ اور شیخ علی بتنی میں دوستی تھی اور آپ کی بیٹی شیخ علی کے بیٹے شیخ اسمعیل کے نکاح میں تھی۔ شیخ خلیل اللہ پنجاب میں زیادہ عرصہ نہیں رہے اور فوت ہوگئے آپ ہمایوں بادشاہ کے پہلے دور میں بھی جید علماء میں شمار ہوتے تھے۔ پھر آپ شیر شاہ اور اس کے جانشینوں کے دور میں بھی سیاست سے وابستہ رہے۔ اکبر بادشاہ کے دور تک آپ اثر ورسوخ کے حامل رہے۔ اسی کے دور کے آخر میں آپ نے محمد اوت پنجاب میں وفات پائی۔ شیخ خلیل اللہ کا مغلوں کے علاوہ کرلانی اور بتنی قبیلوں پر بڑا اثر تھا۔ ایک بار جب حاکم بہار سلیمان کرلانی نے بتنی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا تو شیخ خلیل اللہ انکو چھڑا لائے۔ آپ کی وفات 1600ء کے لگ بھگ ہوئی جب ہمارا مصنف کم از کم 30 سال کا تھا۔ مصنف نے چونکہ انکے گھرانے میں ہی پرورش پائی (36)۔ لہذا بچپن سے ہی اس کو وہ ساری معلومات سننے کو ملیں جو اس نے اس کتاب میں درج کی ہیں۔ خصوصاً بتنی قوم کے حالات شیخ خلیل اللہ حقانی کی اکثر بتنی امراء سے رشتہ داریاں تھیں۔ اور کچھ تو انکے یک جدی بھائی تھے۔ ان میں بی بی شمسو بتنی، میاں لالو بتنی، میاں موسیٰ تیزیانی، میاں حسن بتنی، میاں فتح خان بتنی، میاں آدم بتنی، میاں داؤد بتنی وغیرہ شامل ہیں۔ بہار کی سیاست میں یہ سب لوگ دربار سے وابستہ رہے اور سرگرم رہے۔ یہی وجہ ہے کہ انکے بارے میں جو جو معلومات تھی وہ مصنف کو براہ راست شیخ خلیل اللہ سے سننے کو ملی بلکہ بعض جگہ تو اس نے خود مشاہدہ کیا ہوگا۔ ان معلومات کو دیگر تمام کتب کی معلومات پر فوقیت حاصل ہے۔

3۔ شیخ محمد حبیب بتنی:

آپ شیخ خلیل کے بیٹے اور مصنف کے ماموں ہیں۔ چونکہ مصنف کی والدہ بچپن میں فوت ہوگئیں لہذا مصنف نے شیخ حبیب کے گھر پرورش پائی۔ 1600ء کے لگ بھگ آپ اپنے والد کے ساتھ پنجاب آگئے تھے مگر بنگال و بہار جاتے رہتے تھے (37)۔ آپ سے بھی مصنف کو بہت کچھ جاننے کو ملا تھا۔ آپکی معلومات کو بھی First Hand Knowledge کا درجہ حاصل ہے کیونکہ آپ کا تعلق سیاسی گھرانے سے تھا۔

4۔ شیخ محمد بتنی:

آپ مصنف کے حقیقی تایا تھے۔ مصنف کے دادا نے پیشہ سپہ گری تو 1540 میں ترک کر دیا مگر شیخ محمد سپہ گری سے وابستہ رہے۔ 1540 کے بعد بھی مختلف جنگوں میں شریک رہے مصنف نے آپ کا خصوصی ذکر کیا ہے۔ آپ بہار میں ہی رہے۔ اس لیے مصنف نے آپ سے بھی براہ راست استفادہ کیا ہے۔

5۔ دیگر شخصیات:

A۔ مصنف کے خاندان کی دیگر شخصیات جن سے مصنف کو تاریخی روایات ملیں ان میں اس کا والد شیخ محمد اسمعیل هزیانی، ایک اور تایا شیخ محمود اور مصنف کے ماموں زاد بھائی شیخ عبداللہ قابل ذکر ہیں۔ جن کا مصنف نے خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی مصنف نے بتنی قبیلے کے لوگوں سے استفادہ کیا ہوگا مگر ان کا خصوصی زکر کہیں نہیں ملتا۔

مصنف کے ذاتی مشاہدات

مصنف کی پیدائش اندازاً 1558ء کے قریب ہوئی اس نے شیخ خلیل اللہ حقانی کے گھرانے میں پرورش پائی اور اپنی دھدھیال سے بھی وابستہ رہا۔ 1558ء سے 1578ء تک اس کا گھر بہار کی سیاست میں سرگرم رہا۔ یہ سارے واقعات اس نے خود مشاہدہ کئے تھے۔ پھر مصنف 1580ء (شیخ خلیل اللہ کی جلاوطنی کا سال) کے لگ بھگ بہار میں ہی رہا تو بھی اس وقت تک کے تمام واقعات کا اس نے مشاہدہ کیا۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مصنف نے ساری باتیں محض سن کر تحریر نہیں کیں بلکہ خود بھی مشاہدہ کئے ہیں۔ لہذا یہ کتاب محض سنی سنائی باتوں پر مبنی نہیں

ہے۔

بنیادی مآخذ کے درجے:

پہلا درجہ:	شیخ علی بتنی	شیخ خلیل اللہ حقانی		
دوسرا درجہ:	شیخ محمود حبیب	شیخ محمد	شیخ اسمعیل حزیانی	شیخ محمد
تیسرا درجہ:	عبدالکریم	شیخ عبداللہ		

اس تاریخ کی حدود:

اس کتاب میں ہمیں 1390ء سے لیکر 1600ء تک کی معلومات ملتی ہے۔اس دوران میں جو جو شاہان دہلی گزرے اور ان کے جن جن شاہان سے تعلقات رہے ان کا ذکر کتاب میں موجود ہے۔یوں ہم درج ذیل بادشاہوں کے حالات سے باخبر ہوتے ہیں۔

سلطان خضر خان	816ھ تا 825ھ / 1413ء تا 1421ء
سلطان مبارک شاہ	824ھ تا 837ھ / 1421ء تا 1434ء
سلطان محمد شاہ	837ھ تا 847ھ / 1437ء تا 1443ء
سلطان علاء الدین شاہ	847ھ تا 855ھ / 1443ء تا 1451ء
سلطان بہلول لودھی	855ھ تا 894ھ / 1451ء تا 1489ء
سلطان سکندر لودھی	894ھ تا 894ھ / 1451ء تا 1489ء
سلطان ابراہیم لودھی	915ھ تا 932ھ تا / 1510ء تا 1526ء
بابر بادشاہ	932ھ تا 938ھ / 1526ء تا 1530ء
ہمایوں بادشاہ	938ھ تا 947ھ / 1530ء تا 1540ء
شیر شاہ سوری	947ھ تا 952ھ / 1539ء تا 1545ء
اسلام شاہ سوری	952ھ تا 960ھ / 1545ء تا 1553ء
فیروز شاہ سوری	960ھ / 1553ء
عدلی شاہ سوری	960ھ تا 963ھ / 1553ء تا 1554ء

ابراہیم سور 961ھ تا 962ھ 1553ء تا 1554ء

سکندر سور 961ھ تا 962ھ 1553ء تا 1554ء

ہمایوں بادشاہ (دوبارہ) 962ھ/1555ھ تا 1556

اکبر بادشاہ 963ھ تا 1014ھ/1556ء تا 1605ء

جہانگیر بادشاہ 1014ھ تا 1037ھ/1605 تا 1627ء

شاہان گجرات

سلطان محمود شاہ 863ھ تا 917ھ/1458 تا 1511

سلطان مظفر شاہ 917 تا 932/ 1511 تا 1525

سلطان سکندر شاہ 932ھ/1525

سلطان ناصر خان محمود 932ھ/1525

سلطان بہادر شاہ 932 تا 942/ 1525 تا 1535

سلطان محمود شاہ 942ھ تا 961ھ/1535 تا 1553

شاہان جونپور

سلطان مبارک شاہ 802ھ/1399-1400

سلطان ابراہیم شرقی 803ھ تا 844ھ/1400 تا 1440

سلطان محمود شرقی 844ھ تا 863/ 1400 تا 1458

سلطان محمد شرقی 863/ 1458

سلطان حسین شرقی بن سلطان محمد 863ھ تا 881ھ/ 1458 تا 1476

شاہان بنگال

سید اشرف (؟) 899ھ/1493

سلطان حسین شاہ 899ھ تا 925 / 1493 تا 1519

سلطان نصیب شاہ 925ھ تا 939ھ / 1519 تا 1532

سلطان فیروز شاہ 939 / 1532

سلطان محمود شاہ 939ھ تا 944ھ / 1532 تا 1538

کتاب کی اہمیت

1۔ بنگال و بہار کی تفصیل تاریخ

یہ کتاب بنگال و بہار کے بادشاہوں کے تفصیلی حالات پیش کرتی ہے۔اگر آپ طبقات اکبری اور تاریخ فرشتہ کا مطالعہ کریں تو بنگال و بہار کے بادشاہوں کے حالات ان میں بہت مختصر ملیں گے۔خصوصاً طبقات اکبری میں تو انتہائی اختصار سے کام لیا گیا۔یہ تمام حالات وواقعات ہمیں افسانہ شاہان میں جامع تفصیل کے ساتھ ملتے ہیں۔اس لیے اس کتاب کو ان دونوں کتب پر فوقیت حاصل ہوجاتی ہے۔اس میں مصنف نے بادشاہوں کے کردار اور انکی اصل نسل پر بھی بحث کی ہے۔

2۔ افغانوں کی مستند تاریخ

یہ کتاب اس حوالے سے بھی اہم ہے کہ یہ ایک عام افغان نے تحریر کی ہے جس کے اجداد اور وہ خود بھی سیاست میں ملوث رہے تھے۔یہ افغانوں کی سیاسی کے علاوہ مذہبی،ثقافتی اور تہذیبی تاریخ بھی ہے۔اس میں شیر شاہ کے حوالے سے بہت سی نئی اور اہم معلومات ہیں جس کی آئندہ صفحات میں نشاندہی کی گئی ہے۔

3۔ تاریخ ہند کا اہم باب

یہ کتاب ہندوستان کی تاریخ کے اس دور سے تعلق رکھتی ہے جب سلاطین کا دور ختم ہورہا تھا اور بادشاہت آگے آرہی تھی۔اس دور میں مقامی ہندوستانی طاقتوں پر غیر ملکی طاقت (مغل) غالب آرہی تھی۔افغانوں اور مغلوں میں رسہ کشی ہورہی تھی۔یہ کتاب اس دور پر روشنی ڈالتی ہے۔

4۔ غیر درباری تاریخ

افغانوں کی جو تواریخ لکھی گئی ہیں (مغلیہ دور میں) وہ سب درباری مورخین نے تحریر

کی ہیں کوئی افغانوں کے دربار سے وابستہ تھا (جیسے حسن علی خان اور احمد یادگار) کوئی مغل دربار سے وابستہ تھا (مثلاً نعمت اللہ ہروی۔ رزق اللہ مشتاقی۔ عباس خان سروانی اور عبداللہ)۔ انکے برعکس مصنف کسی دربار سے یا کسی نواب یا امیر سے وابستہ نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تاریخ/کتاب ہرطرح کے سرکاری دباؤ یا خوف سے بری ہے۔ مصنف نے کسی طرح کے لالچ یا خوف کے بغیر اسے تحریر کیا ہے۔

5۔ غیر متعصب تاریخ

شیخ کبیر نے اپنی تاریخ لکھتے وقت کسی تعصب سے کام نہیں لیا۔ اس نے غیر متعصب ہوکر کتاب لکھی ہے۔ مثلاً سلیمان کرلانی نے اس کے نانا کے خاندان پر سختیاں کی تھیں مگر مصنف جب سلیمان کے کردار کو بیان کرتا ہے تو اس کی تعریف ہی کرتا ہے۔ اسی طرح سے مغلوں کے مظالم کا مصنف نے ذکر کیا ہے مگر اس نے کہیں متعصّبانہ تبصرے نہیں دیئے۔

6۔ حقیقت پسندانہ تاریخ

مصنف نے تاریخ لکھتے ہوئے حقیقت پسندی سے کام لیا ہے۔ اگر اسکے خاندان کے لوگوں سے بھی کوئی غلطی ہوئی ہے تو وہ انکو بھی بیان کرتا ہے۔ مصنف کے خاندان کے ایک شخص فتح خان بتنی نے اپنی ہی قوم پر مظالم کیئے۔ مصنف نے یہ بات چھپانے کی کوشش نہیں کی بلکہ صاف صاف الفاظ میں فتح خان کے مظالم بیان کیئے ہیں۔

7۔ ادبی چاشنی سے پرہیز

مصنف نے کوشش کی ہے کہ سادہ الفاظ میں کتاب تحریر کرے۔ اس نے رنگ برنگے الفاظ ومحاوروں اور ضرب الامثال سے پرہیز کیا ہے۔ یہاں تک کہ کسی بادشاہ اور امیر تک کے لیے خطابات اور القاب کا استعمال نہیں کیا۔ اس سے فائدہ یہ ہوا ہے کہ ایک عام آدمی بھی کتاب کو بہت آسانی سے پڑھ اور سمجھ سکتا ہے اسے دیگر تاریخی کتب کی نسبت یہ کتاب پڑھنے میں زیادہ آسانی ہوگی۔

8۔ مبالغہ آرائی سے پرہیز

مصنف نے پوری کوشش کی ہے کہ مبالغہ آرائی سے پرہیز کرنے۔ افغانوں ہونے کے باوجود کو افغانوں کی اچھی اور بری دونوں ہی باتیں بیان کرتا ہے۔ افغان بادشاہوں اور امراء کو فرشتہ یا صوفی بنا کر پیش نہیں کرتا۔ وہ خود بتنی قبیلے سے ہے مگر بتنی امراء جو اس کے رشتہ دار بھی تھے انکو حالات میں ذرا بھی مبالغہ آرائی نہیں کرتا۔ تاریخ میں وہ ان امراء کو ان کا صرف اصل مقام دیتا ہے انکو بادشاہ گر بنانے کی کوشش نہیں کرتا۔

9۔ مشرق میں لکھی گئی کتاب

مصنف نے یہ کتاب بہار میں یعنی مشرقی ہند میں بیٹھ کر لکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بہار و بنگال کے حالات کی جغرافیائی، سیاسی اور معاشرتی حالت تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ یوں اس خطے کی یہ ایک بہت اہم کتاب ہے۔ اس کے برعکس دیگر تمام افغان تواریخ یا تو شمالی ہند میں لکھی گئی ہیں یا پھر پنجاب میں یا پھر دکن میں۔ اسی وجہ سے ان کتب میں بہار کے حالات کی تفصیل نہیں ملتی۔

10۔ چربہ سازی سے پرہیز

مصنف نے چونکہ زیادہ تر معلومات اپنے خاندان کے ثقہ و بزرگ حضرات سے لی ہیں لہذا اس نے کتب سے کم استفادہ کیا ہے اور یوں یہ کتاب چربہ سازی سے مبرا ہے۔ مثلاً تاریخ شاہی میں احمد یادگار نے طبقات اکبری کے پورے پورے پیرے نقل کر دیئے ہیں۔ مخزن میں تاریخ ابراہیم شاہی سے بہت استفادہ کیا گیا ہے۔ تاریخ داؤدی میں تاریخ شیر شاہی سے نقل کیا گئی ہے۔ مگر ہمارا مصنف خود سے لکھتا ہے۔

11۔ مستند معلومات

مصنف نے کتاب میں صرف وہ معلومات شامل کی ہے جو مستند اور قابل قبول ہے۔ مثلاً شیر شاہ کے بارے میں مغل مورخین اور مغلیہ اثر کے تحت افغان مورخین نے جو کچھ تعصب سے لکھا ہے مصنف نے ان باتوں سے پرہیز کیا ہے اور انکو رد کر دیا ہے۔ بہار کے کرلانی

حکمرانوں کے بارے میں مغل مورخین نے جو کچھ لکھا ہے جو صرف سنی ہوئی باتوں پر مبنی ہے جبکہ مصنف نے وہ کچھ لکھا ہے جو اس کے اجداد نے خود مشاہدہ کیا اور مصنف کو بتایا ہے۔

12۔ جنگی حالات کا بیان

مصنف نے جنگی حالات کو بہت اہمیت دی ہے۔ وہ ہر جنگ سے قبل میدان جنگ، فریقین کی تعداد فوج، انکے سامان حرب، انکے طریقے جنگ انکی جنگی چالیں وغیرہ وغیرہ بڑی تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ گویا کہ سارا نقشہ آپکی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

13۔ معاشی پہلو

مصنف نے اس دور کے معاشی حالات پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ مصنف تاجروں کے حالات بیان کرتا ہے۔ رشوت کی مقدار بھی بیان کرتا ہے۔ جرمانے اور تنخواہ کی مقدار بھی بیان کرتا ہے۔ بادشاہوں اور امراء کے خراج و مالیئے کا ذکر بھی کرتا ہے۔ اس دور کے سکوں اور آمدنی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ عوام کے معاشی حالات بیان کیئے گئے ہیں۔ یوں اس کتاب کو ہندوستان کی معاشی تاریخ میں ایک اہم مقام مل جاتا ہے۔

14۔ سماجی پہلو

شیخ کبیر نے اپنی کتاب میں بہت سے سماجی پہلوؤں کی نشاندہی بھی کی ہے۔ مثلاً بادشاہوں کا طرز رہائش کیا تھا۔ انکی سادگی اور عیاشی کی وضاحت کی گئی ہے۔ امراء کے رہن سہن پر روشنی ڈالی گئی ہے اس دور کے بعض اہم شہروں کی معاشی خوشحالی پر بات کی گئی ہے۔ علاقوں کی آبادکاری کے بارے بتایا گیا ہے۔ لوگوں کے رہن سہن کا ذکر ہے انکی خوراک، انکے پیشے، اور دیگر حالات پر بات کی گئی ہے جن کی حواشی میں نشاندہی کی گئی ہے۔

15۔ مذہبی پہلو

مصنف نہ صرف اپنے عقیدے کی بات کرتا ہے بلکہ دوسروں کے عقائد بھی بیان کرتا ہے۔ چونکہ اس کی دھدیال اور ننھیال دونوں ہی مذہبی گھرانے تھے۔ لہذا مصنف کا رجحان بھی مذہب کی جانب ہے یہاں تک کہ وہ بعض تاریخی واقعات کو اولیاء اللہ کی دعا اور بددعا سے بھی

منسوب کر دیتا ہے۔ مصنف نے کتاب میں خانقاہی نظام پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ وہ شجرہ پیری مریدی بھی بیان کرتا جاتا ہے۔ صوفیاء کے علاوہ علماء ومشائخ کے سیاسی و مذہبی اور سماجی کردار پر بھی بات کرتا ہے۔ لیکن مصنف بہت محتاط ہے۔ وہ جعلی مولویوں اور جعلی صوفیوں کی بھی نشاندہی کرتا ہے اور ان پر سخت تنقید کرتا ہے۔

16۔ لسانی پہلو

مصنف نے بہت سی جگہ پر ہندی الفاظ کا استعمال اس طرح سے کیا ہے کہ جس سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ہندی یا اردو زبان کن ادوار میں کس طرح سے بولی جاتی تھی۔ مصنف لکھتا ہے کہ سکندر لودھی کے دور میں ہندی زبان عام تھی اور حسن دہلوی وامیر خسرو کے اشعار میں ہندی کے الفاظ کثرت سے شامل تھے(39)۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں عوام کی زبان ہندی ہی تھی۔ ہمایوں کے دور میں بھی ہندی زبان کا موجود ہونا اس کتاب سے ثابت ہے(40)۔ اس دور میں ایک اصطلاح ''افغان بچہ'' کا پتہ چلتا ہے(41)۔ جس سے مراد ہے کہ جو بھی شخص نسلاً افغان ہوتا تھا اسے ''افغان بچہ'' کہہ کر پکارا جاتا ہوگا۔ پھر ہندی میں ایک اصطلاح ''ہائے ہائے'' استعمال ہوتی ہے جو غم یا ماتم کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ افغان سپاہیوں میں اس کا استعمال بھی عام تھا (42) اردو/ ہندی میں ایک محاورہ ہے کہ دوسروں کو نصیحت خود میاں فضیحت۔ اس کی اصل بھی شیر شاہ سوری کی زبان سے ہے(43)۔ آج کل جو ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص بازاری ہے اس سے مراد ہوتی ہے کہ وہ غیر مہذب ہے۔ یہ اصطلاح اسلام شاہ کے دور میں بھی استعمال ہوتی تھی(44)۔ اسی طرح سے ''چھکنا'' کے لیے اس دور میں لفظ ''چھکہ'' استعمال ہوتا تھا(45)۔

آج کل عام استعمال ہونے والے لفظ ''بھیا'' سے مراد بھائی ہوتی ہے۔ یہ لفظ بھی سو یا دو سو سال پرانا نہیں ہے۔ بلکہ اس کی بنیادیں ہمیں اسلام شاہ کے دور سے ملتی ہیں۔

17۔ پشتو الفاظ کا استعمال

یہ بات قابل ذکر ہے کہ مصنف جو کئی پشتوں سے ہندوستان میں آباد تھا اس کی زبان بدل گئی تھی اور وہ پشتو نہیں بولتا تھا البتہ وہ بعض جگہ پر پشتو الفاظ استعمال کرتا ہے۔ جس سے اندازہ

ہوتا ہے کہ اس کے اندر پشتو خو کسی قدر زندہ رہ گئی تھی۔ مصنف نے خاصیت سے دو الفاظ پشتو کے استعمال کئے ہیں۔ ایک لفظ ''مار'' جس کا مطلب ہے سانپ۔ جبکہ دوسرا لفظ ''کون'' جس کا مطلب ہے چوتڑ (47)۔ اس کے علاوہ بھی اس نے بعض جگہ پشتو الفاظ استعمال کئے ہیں۔

پنجابی الفاظ

اس کتاب میں ایک پنجابی لفظ ''پھٹے منہ'' بھی استعمال ہوا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کو اس زبان سے بھی واقفیت تھی۔ مصنف کے نانا شیخ خلیل اللہ کا مولد و مدفن پنجاب ہی تھا۔

ہندی الفاظ کا استعمال

مصنف کئی پشتوں سے ہند میں آباد تھا۔ یہیں کی پیدائش تھا اور یہیں کے ماحول میں پلا بڑھا جس سے ظاہر ہے کہ مصنف کی زبان پر ہندی / اردو کے الفاظ کا اثر لازمی تھا۔ مصنف کی مادری زبان بھی شاید ہندی تھی۔ بہر حال فارسی کی اس کتاب کو لکھتے وقت مصنف نے ہندی الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ کتاب میں موجود ہندی الفاظ درج ذیل ہیں۔

آرہ	بھات
باجرہ	بہتہ
بر بہونجہ	بہری
بہلی	بھنکڑا
بھنگی	بیرہ پانی
بھیگھ	تہانہ
توکہ	پاتر
پان	پھٹے منہ
پون بندہی دفالی	
دوہائی	ڈولا
دیرہ	جوگی

چتری	چھیر
خچر	سال (درخت کا نام)
کہار	کھچری
گھڑی	لوتھہ
مامون	ہندوستانی

مصنف چونکہ بہار کا ساکن تھا لہذا ہمیں اس کی زبان میں بہاری لہجے کا اثر کا بھی ملتا ہے۔اس لیے وہ ''بضد'' (ضد کرنا) کو ''بجد'' لکھتا ہے(48)۔

گالیاں

اس کتاب کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اسمیں اس دور کی گالیوں کا بھی استعمال کیا گیا ہے۔جس سے اس دور کی عوامی زبان اور بازاری زبان کا اندازہ ہوتا ہے۔عہد وسطیٰ کی یہ غالبًا واحد کتاب ہے کہ جس میں گالیوں کا استعمال بیان کیا گیا ہے۔مصنف بیان کرتا ہے کہ شیر شاہ اکثر اپنے امراء اور دوستوں کو گالیاں دیا کرتا تھا مگر وہ لوگ اس کا برا نہیں مانتے تھے(49)۔مصنف نے اکبر بادشاہ سے بھی گالیاں منسوب کی ہیں۔مگر یہ گالیاں فحش نہیں ہیں بلکہ انفرادی اور عوامی گالیاں ہیں۔اس کتاب میں درج ذیل گالیاں شامل ہیں۔

1 حرام زادہ (50)
2 گدھے(51)
3 پھٹے منہ(52)
4 حرام خور(53)
5 پاخانہ(54)
6 منہ پر مٹی ڈالنا(55)
7 کون(56)

اس کے علاوہ امراء سے بھی گالیاں دینا منسوب ہے(57)۔

افغان تاریخ میں کتاب کی اہمیت

افغانوں کی تاریخ میں اس کتاب کو بہت اہمیت حاصل ہے افسوس کہ آج تک اس کتاب سے بہت ہی کم مصنفین نے استفادہ کیا ہے اور مورخین نے تو بالکل استفادہ نہیں کیا لہذا افغان تاریخ کے بہت سے گوشے چھپے رہے ہیں سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس میں افغانوں کے آبائی وطن روہ کے معاشرتی وسیاسی حالات پر مختصر مگر جامع روشنی ڈالی گئی ہے جس سے افغانوں کے آبائی حالات سے آگہی ہوتی ہے۔ پھر مصنف نے مختلف افغانوں کے ہند سے ہجرت کرنے کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے مثلاً ابتدائی افغان تجارت کی غرض سے ہند آئے (58)۔ شاہو خیل جنگوں کی وجہ سے ہند آئے (59) روہ میں عام افغان معاشی بدحالی کا شکار تھے (60) شیر شاہ کا دادا پریشانی میں ہند آیا۔ (61)

مصنف ہمیں افغانوں کی مذہب سے رغبت کی بابت بتاتا ہے۔ مثلاً وہ سب سنی حنفی مسلمان تھے۔ خواہ انہیں حنفی کا مطلب نہ آتا ہو مگر وہ امام اعظم کے بارے میں جانتے تھے (62)۔ اور یہ کہ وہ نمازوں کی پابندی کیا کرتے تھے (63) شیر شاہ نمازوں کی سختی سے پابندی کرتا تھا (64) اور اپنے ملازمین کو بھی اس کی نصیحت کرتا تھا (65)۔ سکندر لودھی اسلام کی جانب سختی سے راغب تھا۔

لیکن دوسری جانب افغان بادشاہوں کی پالیسی یہ بھی تھی کہ جو ہندو حکمران مسلمان عوام پر ظلم کرتے تھے اور انکی عورتیں اٹھا لیتے تھے انکے خلاف وہ زبردست کارروائی کرتے تھے۔ مثلاً سکندر لودھی نے دو دفعہ ایسے ہندوؤں کے علاقوں پر حملہ کیا جنہوں نے مسلمانوں کو تباہ کیا تھا (66)۔ اسی طرح سے شیر شاہ سوری نے بھی کرہ رائے سین پر مسلمانوں کا بدلہ لینے کے لیے حملہ کیا تھا (67)۔

افغان جہاں بھی گئے ہیں انہوں نے ملکوں کو آباد کیا ہے شیر شاہ نے پہلے ملک مینجبار آباد کیا جو ویران پڑا تھا (68)۔ پھر اس نے ملک ہاندیہ آباد کیا (69) اسی طرح بہار میں بھی افغانوں نے کئی علاقے اور شہر آباد کئے (70)۔

ہندوستان میں آبادکاری کے بعد افغان یہیں کے رنگ میں رنگے گئے اور یہاں کی

تہذیب کی کئی باتیں اختیار کرلیں۔ سب سے پہلے تو یہاں کی زبان اختیار کی۔ افغان سپاہی ہندی بولنے لگے(71)۔ اور اس کی وہ بہت تعریف بھی کرتے تھے اور فارسی پر اسے فوقیت دیتے تھے(72)۔ پھر انہوں نے چوگان بازی کے کھیل میں دلچسپی بھی لینا شروع کی۔ سکندر لودھی اور سلیمان کرلانے اسمیں بہت مشہور ہیں(73)۔ پان کھانا افغانوں کا رواج بن گیا(74) شہری تہذیب کے زیر اثر آخری دور کے افغان عیاشی میں بھی پڑ گئے اور انہوں نے شراب نوشی بھی شروع کردی تھی(75)۔

غیر مسلموں کے ساتھ افغان حکمرانوں نے ہمیشہ اچھا سلوک کیا اور ان پر کبھی ظلم وستم نہیں کیا۔ ملک کالا افغان کی بیوی ایک راجپوت تھی(76) راجہ دسرت کھوکھر سے افغانوں کے اچھے تعلقات رہے تھے(77)۔ سلطان سکندر ہندو راجپوت راجوں کی سیاسی مدد بھی کرتا تھا (78) سلطان ابراہیم نے اپنے دوبار میں ہندو راجکماروں کی حوصلہ افزائی کی تھی(79)۔ شیر شاہ سری نے مظلوم ہندو راجپوتوں کی مدد کے لیے راجہ مالدیو پر حملہ کیا تھا(80)۔ ایک راجپوت ہندو نے اپنی بیٹی خود شیر شاہ کے نکاح میں دی تھی(81)۔ اسلام شاہ سوری کے لڑکے آواز خان کے ہندوؤں سے اچھے تعلقات تھے اور جب اسے تاجروں نے قتل کردیا تو ہندوؤں نے اس کا انتقام لیا(82)۔ شیر شاہ نے روہداس کے ہندو راجہ کے ساتھ بہت حسن سلوک کیا تھا(83)۔

مصنف ہمیں بتاتا ہے کہ جو افغان ہندوستان گئے وہ بہت ذہین اور بہادر تھے۔ ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جو جنگ میں ہاتھوں سے بھی لڑائی کرتے تھے(84)۔ اگر انکو غیرت دلائی جاتی تو وہ انجام کی پرواہ کئے بغیر بھی دشمن کے لشکر میں گھس جاتے اور لڑتے ہوئے مارے جاتے(85)۔ سامانِ حرب کا پورا انتظام کرتے تھے(86) جنگی چالوں میں بہت ماہر تھے۔ جو بات کرتے اس پر قائم رہتے تھے جنگ میں بہت بہادری دکھاتے تھے بہت ثابت قدمی سے لڑا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اکثر فتح حاصل کرتے تھے۔

چونکہ مصنف کے خاندان کے سوری حکمرانوں سے بہت قریبی رابطے تھے لہذا وہ انکی بہت تفصیل بیان کرتا ہے۔ وہ ثابت کرتا ہے کہ شیر شاہ نے گروہی سطح پڑہی نہیں بلکہ انفرادی سطح پر بھی بہت محنت کی ہے۔ وہ خندقوں میں کھڑے کھڑے کھانا کھایا کرتا تھا خود کیمپ کے چکر لگا کر نگرانی کرتا تھا۔ جنگ میں خود فرنٹ لائن پر رہتا تھا۔ ایک بار وہ گولہ لگنے سے زخمی بھی ہوا۔ وہ بہت حوصلہ مند شخص تھا۔ اسی طرح اسلام شاہ بھی ایک مضبوط کردار کا مالک تھا۔

یہ سب وہ باتیں ہیں کہ جن کو یہاں پر بیان کرنا اس مقدمے کو طول دینا ہے۔ لہٰذا ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں کتاب کے متن کے اندر آپ کو تفصیل سے ملیں گیں۔

افغان قبائل جن کا اس کتاب میں ذکر ہے:

اس کتاب میں درج ذیل افغان قبائل کا ذکر ذرا تفصیل سے آیا ہے۔

1۔ لودھی پٹھان شاہو خیل شاخ
2۔ لودھی پٹھان بائی خیل شاخ
3۔ جلوانی قبیلہ
4۔ فرملی قبیلہ
5۔ سوری قبیلہ
6۔ نیازی قبیلہ
7۔ کرلانی قبیلہ
8۔ بتنی قبیلہ

یہ وہ قبیلے ہیں کہ جن کے تفصیلی حالات اس کتاب میں درج ہیں اور جب بھی ان قبائل کی علیحدہ تاریخ تحریر کی جائے تو اس کتاب سے اس کے لیے بہت مفید معلومات اور مواد مل سکتا ہے۔

نئی معلومات

اس کتاب سے ہمیں بہت سی ایسی نئی معلومات ملتی ہیں جو اس دور کی کسی اور تاریخ کی کتاب میں نہیں ملتی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ معلومات اکثر و بیشتر افغان تاریخ سے متعلق ہے۔ اس کا ایک مختصر جائزہ ذیل میں لیا جاتا ہے۔

1۔ شاہ عالم بادشاہ جو تغلق نسل سے مشہور ہے وہ دراصل تغلق بادشاہوں کے وزیر کی نسل سے تھا۔ (87)
2۔ ملک کالا لودھی کے حالات جو کہیں اور نہیں ملتے۔ (88)
3۔ ملک کالا کی بادشاہی۔ (89)

4۔ افغانوں کے لئے اس دور میں لفظ پٹھان کا استعمال۔(90)
5۔ افغانوں کی ہند میں گداگری کے حالات۔(91)
6۔ افغانوں کے آبائی وطن کا نام 'روہ' تھا۔(92)
7۔ افغانوں کی صلح جوئی۔(93)
8۔ افغانوں کا زور بازو سے سلطنت حاصل کرنا۔(94)
9۔ سلطان سکندر اور سلطان ابراہیم کا ہندوؤں سے اچھا سلوک۔(95)
10۔ راجپوتوں سے افغانوں کی رشتہ داریاں۔(96)
11۔ افغان بادشاہوں کی بالکل درست مدت حکومت۔(97)
12۔ بابر کا دولت خان کو قتل کرنا۔(98)
13۔ دولت خان کے بیٹوں کا سلطان ابراہیم کا ساتھ دینا۔(99)
14۔ بابر کا ابراہیم کے بیٹے کو قتل کرنا۔(100)
15۔ شیر خان کے باپ حسن سور کا اچھا تیر انداز ہونا۔(101)
16۔ حسن سور کی شیر شاہ سے ناراضگی کی اصل وجہ۔(102)
17۔ شیر شاہ سماع کا شوقین تھا۔(103)
18۔ شیر شاہ صوفیانہ سلسلے پر بیعت تھا۔(104)
19۔ شیر شاہ کی بیٹیاں بھی تھیں۔(105)
20۔ شیر شاہ کے بیٹوں کے نام وتوراد(106)
21۔ سلطان محمود بنگالی کی ریاضین۔(107)
22۔ بنگالیوں کے افغانوں پر مظالم۔(108)
23۔ کئی منزلہ جنگی کشتیاں اور انکی اہمیت۔(109)
24۔ بنگال کے مسلم بادشاہ سپاہی کی اولاد ہیں۔(110)
25۔ گجرات کے مسلم بادشاہ کلال نسل ہیں۔(111)
26۔ جونپور کے بادشاہ نسلاً سقہ تھے۔(112)
27۔ ہمایوں کے دور میں افغان معاشی طور پر بدحال تھے۔(113)
28۔ سلطان بہلول کی ایک بھتیجی بی پری نامی بھی تھی۔(114)

29۔ خواص خان کلاں کے حالات۔(115)

30۔ بادشاہوں کے مظالم کے حالات۔(116)

31۔ مسلمان عورتوں کا ہندوؤں کی قید میں ہونا۔(117)

32۔ ہندوؤں میں اسلامی نام ''تاج خان'' کا استعمال۔(118)

33۔ راجہ سلہدی کو مسلمان ہونے کے بعد دوران نماز قتل کیا گیا۔(119)

34۔ فرنگیوں کے حالات۔(120)

35۔ ہندی زبان ہمایوں کے دور میں بھی عام تھی۔(121)

36۔ خان خانان بانی خیل کی عیاشی۔(122)

37۔ شیر شاہ کے امراء بھی ایماندار تھے اور کرپشن سے دور تھے۔(123)

38۔ کسی امیر کو دن میں مشعل روشن کر کے دینا بہت بڑا اعزاز تھا۔(124)

39۔ شیر شاہ کی محنت اور جدوجہد کا مغلوں کا اعتراف۔(125)

40۔ شیر شاہ پان کا شوقین تھا۔(126)

41۔ شیر شاہ کا مغلوں کی جان بخشی کرنا۔(127)

42۔ شیر شاہ کا غدار افغانوں کو قتل کرنا۔(128)

43۔ شیر شاہ کا ہندوؤں کا خیال واحترام کرنا۔(129)

44۔ غیر مسلموں کی مدد کے لیے شیر شاہ کا راجہ مالدیو پر حملہ۔(130)

45۔ شیر شاہ کے دور میں کبھی قحط نہیں پڑا۔(131)

46۔ محاورہ ''قاضی فضیحت'' کی اصل شیر شاہ کی زبان سے ہے۔(132)

47۔ شیر شاہ نے اپنے ایک پوتے کو اپنا جانشین قرار دیا تھا۔(133)

48۔ اسلام شاہ نے اپنی بھاوج کی بے عزتی کی۔(134)

49۔ افغان ہندی زبان کو فارسی پر فوقیت دیتے تھے۔(135)

50۔ اسلام شاہ اچھا گھڑ سوار تھا۔(136)

51۔ دربار میں امراء کے کھڑے رہنے کا رواج اسلام شاہ نے شروع کیا۔(137)

52۔ افغانوں میں داڑھی کاٹنا بہت بڑی بے عزتی خیال کیا جاتا تھا۔(138)

53۔ اسلام شاہ آگرہ سے 18 روز میں لاہور پہنچ گیا۔(139)

54۔ شیر شاہ نے ہمایوں کی بیوی کو کابل کی حکومت کا فرمان لکھ کر دیا تھا۔(140)

55۔ اسلام شاہ نے شیر شاہ کے اس فرمان کی تصدیق کی۔(141)

56۔ اسلام شاہ کے دور میں 9 لاکھ افغان تھے جو غالباً متی قبیلے کے تھے۔(142)

57۔ سرمست سربنی شیر شاہ کا رضائی بھائی تھا۔(143)

58۔ قبائلی افغان ایسے افغانوں میں رشتہ نہ کرتے تھے کہ جن کی ماں افغان سے ہو اور نہ ہی انکو برتر خیال کرتے تھے۔(144)

59۔ شیر شاہ اور اسلام شاہ لودھیوں سے بیزار تھے۔(145)

60۔ عدلی نے اسلام شاہ کے 4 لڑکے قتل کئے تھے۔(146)

61۔ اسلام شاہ کا لڑکا آواز خان زندہ رہ گیا تھا۔(147)

62۔ ہندوستان میں سب سے پہلے میزائیلوں کا استعمال بہار کے افغانوں نے کیا۔(148)

63۔ اسلام شاہ کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔(149)

64۔ افغان خاندان سے باہر لڑکیاں بیاہنے پر اعتراض کرتے تھے۔(150)

65۔ افغان وتر کی نماز تہجد کے ساتھ ادا کرتے تھے۔(151)

66۔ ملک اور شہر آباد کرنا افغانوں کا خاصہ تھا۔(152)

67۔ کرلانی افغان بدنام تھے کہ مغلوں سے جنگ نہ کی۔(153)

68۔ شیر شاہ کو "شاہ عالم" کہہ کر مخاطب کیا جاتا تھا۔(154)

69۔ شیر شاہ کو شروع میں شیخ فرید کہا جاتا تھا۔(155)

70۔ بیرم خان شیر شاہ کے ہاں 4 سال ملازم رہا اور پھر بھاگ گیا۔(156)

71۔ ایک ہندو راجہ نے شیر شاہ کو اپنی لڑکی خود نکاح میں دی تھی۔

خامیاں

ہر کتاب کی طرح سے افسانہ شاہان میں بھی کچھ خامیاں اور کمی ہیں جن کی نشاندہی کی جانی ضروری ہے۔

1۔ مصنف نے کسی بھی جگہ پر سنین درج نہیں کئے۔ اس طرح سے ہمیں یہ اندازہ نہیں ہوتا

کہ کونسا واقعہ کس سن میں ہوا۔اسی وجہ سے بہت سے واقعات جن میں زمانے کا بعد کئی برسوں پر مشتمل ہے وہ آپس میں مل گئے ہیں۔لہذا پڑھنے والا انکو ایک ہی واقعہ سمجھتا ہے۔میں نے حواشی بناء کر اس خامی کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔

2۔ مصنف نے بعض نام کچی زبان میں لکھے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ دیگر کتب تواریخ کی نسبت اس کتاب میں ناموں کی غلطی ہے۔مثلاً اعظم کو آز لکھا ہے۔مبارک کو مبارا لکھا ہے۔

3۔ مصنف نے روہ جو افغانوں کا آبائی وطن ہے اس کے حالات بہت مختصر لکھے ہیں حالانکہ وہ یہ کتاب افغانوں کی تاریخ کے طور پر لکھتا ہے۔اس کے وطن کی تفصیل لکھنی ضروری تھی۔

4۔ مصنف نے افغانوں کے نسب اور سربنی وغور غشتی قبائل کے نسب پر کوئی بحث نہیں کی ہے۔جس سے یہ کتاب ان قبائل کی قبائلی تاریخ کے لیے غیر اہم ہو جاتی ہے۔

5۔ مصنف نے بعض جگہ پشتو اشعار کا حوالہ دیا ہے مگر اس نے ان اشعار کے صرف مفہوم کو نثر میں بیان کیا ہے لیکن پشتو نظم کا متن یعنی پشتو شعر نہیں لکھا جو کہ اہم نقص ہے۔

6۔ مصنف نے اپنے دور تک کی تمام افغان ریاستوں کے حالات لکھے ہیں مگر نوحانیوں کی ریاست جو اڑیسہ میں تھی اس کے حالات نہیں لکھے۔

7۔ مصنف نے فارسی تحریر کرتے ہوئے کئی جگہ ربط چھوڑ دیا ہے اور کئی جگہ گرائمر کی غلطیاں کی ہیں۔ڈاکٹر حسین خان کے فارسی متن میں اس کی نشاندہی کی گئی ہے۔چونکہ یہ اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے لہذا میں نے اس خامی پر قابو پانے کی کوشش کی ہے۔

حواشی

(H سے مراد حکایت نمبر ہے)

1۔ دیکھئے قیس پٹھان از ڈاکٹر سعود الحسن خان روہیلہ
2۔ مراۃ الافاغنہ (قلمی)
3۔ مخزن ص 33-431
4۔ H/14
5۔ H/42
6۔ H/65
7۔ H/73
8۔ H/73
9۔ H/120
10۔ H/120
11۔ H/129
12۔ H/120
13۔ H/120 ومخزن ص 85-584
14۔ H/129
15۔ H/120
16۔ H/120
17۔ H/120
18۔ H/120
19۔ H/120
20۔ H/104
21۔ H/120
22۔ دیباچہ مصنف

23- H/120

24- H/62

25- H/62,13,50,51

26- دیباچہ

27- H/30

28- H/78

29- دیباچہ

30- H/30

31- H/140

32- H/42

33- H/106

34- تزک جہانگیری ص

35- دیباچہ

36- H/120

37- H/120

38- H/42

39- H/24

40- H/65

41- H/67

42- H/67

43- H/86

44- H/96

45- H/96

46- H/116

47- H/72

48- H/140

49- H/70,72,86

50- H/96

51- H/96

52- H/98

53- H/110

54- H/138

55- H/65

56- H/72

57- H/121,138

58- H/2

59- H/2

60- H/27

61- H/35

62- H/104

63- H/13

64- H/86

65- H/86

66- H/20,22

67- H/83

68- H/81

69- H/81

70- H/130

71- H/76

72- H/93

73- H/130

74- H/130

75- H/69,140

76- H/9

77- H/3

78- H/19

79- H/30

80- H/84

81- H/84

82- H/87

83- H/54

84- H/68

85- H/72,76

86- H/53

87- H/4

88- H/2,3

89- H/8

90- H/2

91- H/3,4

92- H/1

93- H/7,10

94- H/2,8

95- H/30

96- H/9

97- H/4,7,8,9,14

98- H/37

99- H/37

100- H/37

101- H/35

102- H/35

103- H/48

104-

105- H/48

106- H/46,48,75,76

107- H/48

108- H/44,53

109- H/52,53

110- H/51

111- H/58,63

112- H/58,63

113- H/53

114- H/52

115- H/53-54

116- H/51

117- H/60

118- H/59,60

119- H/60

120- H/65

121- H/69

122- H/68,70

123۔ H/72

124۔ H/72

125۔ H/77,120

126۔ H/79

127۔ H/77

128۔ H/80

129۔ H/84

130۔ H/86

131۔ H/86

132۔ H/91

133۔ H/91

134۔ H/93

135۔ H/93

136۔ H/94

137۔ H/94,91

138۔ H/95

139۔ H/72,95

140۔ H/95

141۔ H/96,98

142۔ H/97

143۔ H/97

144۔ H/97

145۔ H/98

146۔ H/98

147۔ H/116

148- H/121

149- H/121,131

150- H/130

151- H/130,81

152- H/131

153- H/79,81

154- H/83

155- H/82

156- H/84

نقشہ ہندوستان

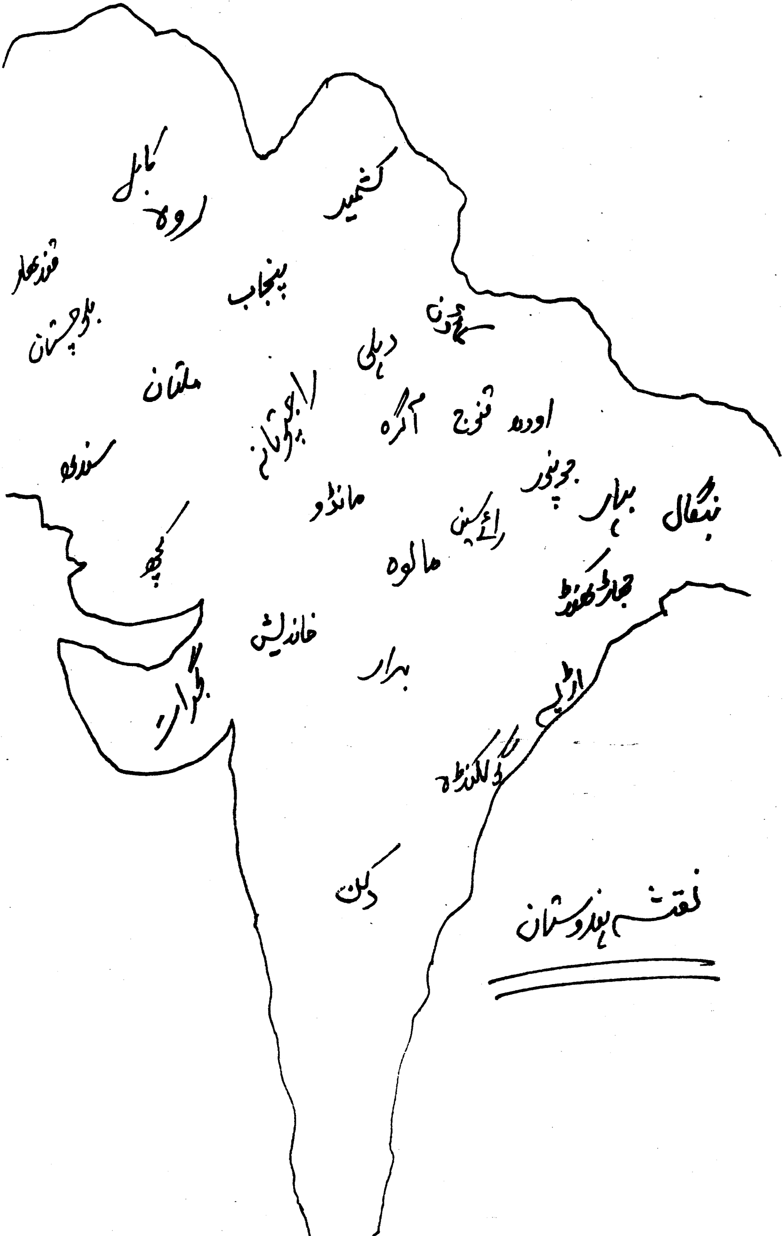

افسانہ شاہان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ مصنف

حمد و نعت

خداوند تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد جو فطرت السمٰوات والارض وخلق الجن والانس (1) ہے اور نعت رسول کے بعد کہ جن کا پاک نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

برونگرفت نام پیش دستی — چہ نام است این کہ در دیوان ہستی
تو آنکہ طفیل تو شد آدم پیدا — گشت از سبب تو عرش اعظم پیدا
نور تو نگجید چو در یک عالم — بہر تو خدا کرد دو عالم پیدا (2)

اور اسکے بعد اصحاب کرام کی منقبت ہو کہ جنہوں نے دین محمدی کو مہ و مہر سے زیادہ روشن کر دیا اور اسلام کو بہاروں کے باغ کی طرح سجا دیا۔ جیسا کہ ایک بزرگ نے چہار بیت (3) میں صفت بیان کی ہے کہ:

کہ خورشید بعد از رسولانِ مہ — نہ یابید ہر کس ز بوبکر بہ
عمر کرد اسلام را آشکار — بیاراستی ہمچو بہار
پس از ہر دو آن بود عثمان گزین — خداوند شرم و خداوند دین
چہارم علی بود جفتِ بتول — کہ او را بخوبی ستاید رسول (4)

اور جو کوئی بھی دین محمدی میں آگیا اور جس نے خاتم النبیین کا کلمہ پڑھ لیا وہ شرک سے رک گیا۔ اس کو چاہیے کہ اپنی کم عقلی کے سبب تمام اصحاب کرام کے بارے میں ہونے والی مفسد اور وضع شدہ باتیں کرنے سے اور انکے درمیان غلط تفریق کرنے سے پرہیز کرے اور سچے عقیدے کے ساتھ ان کو دوست رکھے (یعنی ان سے محبت کرے) اور زمانے کے اکثر نااہل لوگ اپنی سیادت ثابت کرنے کی غرض سے (عقیدہ) رفض اختیار کر لیتے ہیں لیکن (5) اس غرض سے وہ اپنا دین بھی برباد کر دیتے ہیں جیسا کہ انکے حسب حال ایک بزرگ نے فرمایا ہے:

بیچارہ خر آرزوی دُم کرد — نایافتہ دُم دو گوش گم کرد (6)

شعر

ہمچو این جاہلان جاہ طلب — کہ غلو کردہ در علو نسب
پدر و مادر از نسب خالی — پسر افتادہ در نسب داری
وی پدر از ازل فرو دینی — پسر امروز سید علوی
مادرش لولی و پدر لالا — او زند دم ز چند از زہرا
ساز داز اصل مصطفیٰ خودرا — گوید از نسل مرتضیٰ خودرا
گوید آن اینکہ خلق فعل وفنش
(11) می کند دم بدم دروغ اورا
پسری کش پدر مغیر ابود — مرتہی را چہ سال تیرا بود
کی بود ز اہل بیت آن نا اہل — کہ گریز دز جہل او بو جہل
ز دخری لاف باخران دگر — کہ مرا رخش رستمس پدر
داد ز آن ہا یکی جوابش باز — کہ گواہ تو بس دو گوش دراز (7)

غرض کہ شریعت کی مطابقت سے اور محبت سے اصحاب کرام کا دم بھرو:

ہمہ بادشاہان بی تاج وتخت — ہمہ شہریاران بی رخت و بخت
ہمہ شاہ بازان بر دستِ شاہ — ز خود رفتہ و کردہ بر خود نگاہ (8)

اہل شریعت یہ بات کر کے کہتے ہیں کہ حضرت چشتی (9) کہ آپ صحابہ کرام کے ساتھ رہے تھے وہ مرتبہ میں خواجہ زبیر برنی (10) و خواجہ بایزید بسطامی (11) سے برتر اور افضل تر ہیں۔

اور جو کوئی بات کرتے ہوئے انکی تحقیر کرے وہ زندیق (12) ہے اور یہاں ہوشیار رہنا چاہیے تھا کہ یہ دینی معاملہ ہے اور اپنی کم عقلی سے خود غرضی نہیں دکھانی چاہیے اور علم اور شریعت کے حکم کے مطابق چلنا چاہیے اور اصحاب میں سے اکثر جایزۃ الکذب (13) ہیں جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے:

مرد بیدانش گمراہ در راہ — کہ در راہ دور تاریکست و پر چاہ
چراغ علم و دانش پیش خود دار — وگرنہ چہ امتی سرنگونسار (14)

اور ایک بزرگ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

کہ شرف عقل نبودی ترا　　　　نام کہ گفتی کہ ستودی ترا (15)

اور حضرت خواجہ حافظ (16) نے فرمایا ہے کہ:

دور است سر آب درین بادیہ ہشدار　　　　تا غول بیابان نفریبد بسرابت (17)

سبب تالیف

یہ بندہ ضعیف امیدوار از لطف پروردگار محمد کبیر بن شیخ اسمعیل حزیانی (18) نوشہ (19) شیخ خلیل حقانی (20) کہتا ہے کہ افغانوں کی اکثر حکایتیں کہ جنہوں نے دہلی میں حق سبحانہ وتعالیٰ کی تائید سے بادشاہی کی تھی اور ان کے نام کا پڑھا ہوا خطبہ سنا تھا تواریخ میں اکثر مختلف ہوتی ہیں اسوجہ سے ان (حکایات) کو کہ جن کو معتبر و قابل قبول سمجھتا ہے ایک یادگار نشانی کے طور پر شکستہ (کچھ) اور نامربوط پارسی (زبان) میں تحریر کرتا ہے (21) کہ حضرت شیخ سعدی (22) نے فرمایا ہے:

غرض نقش است کز ما یاد ماند　　　　کہ ہستی را نمی بینم بقائی (23)

اور میں ان حکایتوں کا نام افسانہ شاہان رکھتا ہوں جیسا کہ ایک بزرگ نے کہا ہے:

حال دنیا را بہ پرسیدم من از فرزانہء　　　　گفت یا باد است یا خوابست یا افسانہ

باز گفتم حال آنکس گو کہ دل بروی بہ بست　　　　گفت یا دیو یست یا غولیست یا دیوانہء (24)

اور ان کو اکٹھا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ میرا گوشہ جگر محمود (25) جو صورت اور سیرت میں بھی محمود تھا (26) اور وہ سولہ سال کی عمر تک پہنچا تھا کہ اسی سال میں اس بے وفا زمانے نے اسے میرے ہاتھ سے چھین لیا:

زین واقعہ تازہ کہ در عالم خاک است　　　　دلہا ہمہ پر خون و جگر ہا ہمہ خاک است

اینست ولا واقعہ تازہ کہ امسال　　　　از گلشنِ جان تازہ گلی در تہ خاکست (27)

اور اس جگر گوشہ کی جدائی میں میں بہت حیران و پریشان تھا اور اپنے دل کی تسلی کے لیے یہ افسانے لکھ رہا ہوں۔ اور اپنے حسب حال یہ اشعار پڑھتا ہوں۔

تا رفت مرا از نظر آن نور جہان بین　　کس واقف ما نیست کہ از دیدہ چہا رفت (28)

اور اس سے جدائی کے داغ کا ماتم کرتے ہوئے میں قبر کی جانب جا رہا ہوں چنانچہ مخدوم شیخ سعدی نے فرمایا ہے کہ:

چون میگذری بخاک شیراز گومن بفلان زمین اسیرم
ای مونس روزگار سعدی رفتی وزفتی از ضمیرم (29)

شعر

ایا ریح قم قم قیاماً الی محبوبنا بلغ سلاماً
فقل بعد التحیت والسلامی خیالک سار فی قلبی مدام (30)

اور اس بدنفس (31) نے اسکی موت کے بعد ایک دن کے لیے بھی روٹی پانی نہیں چھوڑا اور اپنی سنگ دلی کے ساتھ زندہ رہ گیا:

کاش کان روز کہ در پائی تو شد خار اجل دست گیتی بزدی تیغ ہلاکم برسر
تا درین روز جہان بی تو ندیدی چشم این منم برسر خاکی کہ تو خاکم برسر (32)

اور میں ہمیشہ جگر سوزاں اور روتی آنکھوں کے ساتھ یہ اشعار پڑھتا ہوں اور جدائی کی آگ میں جلتا ہوں:

مثنویات

چو آن سرو سہی شد کاردانی زتا کی سرو میکن دیدہ بانی
برفت وطبع خوش باشم حزین کرد برادر با برادر کی چنین کرد
بیاد رفتگان دوست داران موافق کرد با ابر بہاران
چنان بی رحم زد زخم جدائی کہ گویا خود نبود است آشنائی
کہ خواہد شد بگوئید ای حبیبان رفیقان بیکسان یار غریبان
رفیقانی کہ حالم رابیند بمرگم برسر بالین نشیند
رفیقان قدر یکدیگر بدانید چہ معلوم است شرح از بر بخوانید
رفیقان از رفیقان یاد دارند کہ ایشان یکدگر را یادگارند (33)

اور کسی نے اس حالت کے بارے میں کہا ہے:

شعر

گر پیر نود سالا بمیرد عجبی نیست این ماتم سخت است کہ گویند کہ جوانمرد (34)

ہر چند افسانے تسکین دیتے ہیں لیکن آرام اور سکون نہیں ملتا کیونکہ ہر ایک کے دل کا ملک (35) اس طرح کے غم سے ویران ہو جاتا ہوگا:

صبتُ علٰی مَصَائِبُ لَوْ انَّھا　　　صبتُ علٰی الایّام صُرن لیالیھا (36)

اور کسی طرح بھی آباد نہیں ہوتا مگر حاکم موت اسے عالم فنا میں آباد کر دیتا ہے اور اس بے وفا زمانے سے اکثر ان دو اشعار کے ساتھ گلہ کرتا ہوں:

جہانا میر ور چو خواہی درود　　　چو می بد روی پروریدن چہ سود

زمانا چہ بدمہر بد گوہری　　　کہ خود پرورانی و خود بشکری (37)

اور اس نور چشم کی وفات کی وجہ یہ تھی کہ اسے کتاب پڑھانے والے استاد کے حوالے کر دیا تھا۔ وہ اتنا بے رحم تھا کہ اگر میرا وہ بچہ اپنے گھر میں اس کے بغیر کھانا کھا لیتا تو اسے کسی بہانے سے مارتا ایک روز اپنے گھر میں ایک روٹی کھا لی اور آدھی روٹی اسے لا کر نہ دی اس وجہ سے اسے مارا۔ اسی دوران اس جگہ ایک سوراخ میں ایک (ماری) (38) تھا جس نے اس بچے کا پیر کاٹ لیا۔ اس نے کہا کہ مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ اس مولوی نے کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ پھر اس کے ڈنک کو دیکھا کہ خون جاری تھا اس بے علم نے کہا کہ "چوہا ہو گا۔ تو پڑھ"۔ پھر دروازے پر بیٹھ کر اس طرح قید کر دیا کہ ہر بچہ جو کہتا کہ اس کی اطلاع کر دینی چاہیے اس کو وہ کہتا کہ تجھے اتنا ماروں گا کہ پھر تو دوبارہ یہ بات نہیں کرے گا اور اس کا غلام بھی بیٹھا تھا۔ پھر لوٹ کر اسی بچے سے کہا کہ جلدی کر، ہلا کر دیکھ کہ وہ نہیں ہلتا بلکہ کوئی اسکی ماں کو خبر کرے۔ پھر اس سے کہا کہ جا اور جس جگہ انار فروخت ہوتے ہیں اس جگہ سے ہو کر آ۔ اس روز اس جگہ انار فروش دو یا تین تیر کے فاصلے پر تھے۔ (39) جب انار فروش سے انار خرید لیا تو وہ اس انار فروش کو کہتا کہ مجھے راستہ نظر نہیں آ رہا اور اس نے کہا کہ کیوں اس نے کہا کہ میرے پیر میں کسی چیز نے کاٹا ہے انار فروش نے کہا کہ جلد اپنے گھر جا۔ وہ بچہ اسکے (استاد کے) ڈر سے گھر نہیں گیا۔ اسی کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ اسے یہاں تک روکے رکھا کہ مر گیا۔ مردوں و عورتوں اور اپنوں نے دو سال پہلے ہی خبر کر دی تھی کہ اس بچے سے (عکس دارد) مارا جائے گا۔ (40)

مقراض اجل طناب عمرش ببرید　　　دلالِ قضا برایگانش بفروخت (41)

اور اکثر اوقات یہ شعر میری زبان سے گزرتا ہے:

زحد گذشت جدائی میان ما ای دوست بیا بیا کہ غلام تو ام بیا ای دوست (42)

اور یہ فقیر ہر بچے کو جسے زیور پہنے دیکھتا ہے اسکے باپ کو منع کرتا ہے کہ اس زر ونقرہ کے پہنانے سے بہت نقصان ہے اور میں نہیں جانتا تھا کہ آدھی روٹی کے لیے میرے بچے کو وہ لیئم قتل کر دے گا۔

چرا با بخت خود چندین ستیزم چرا از طالع خود میگریزم
زہجرانت بسی دارم شکایت نیمگنجد در ینجا این حکایت
سخن گفتن کرا یارا است اینجا تعالیٰ اللہ چہ استغنا است اینجا (43)

☆☆☆☆☆☆

نقشہ شمالی روہ

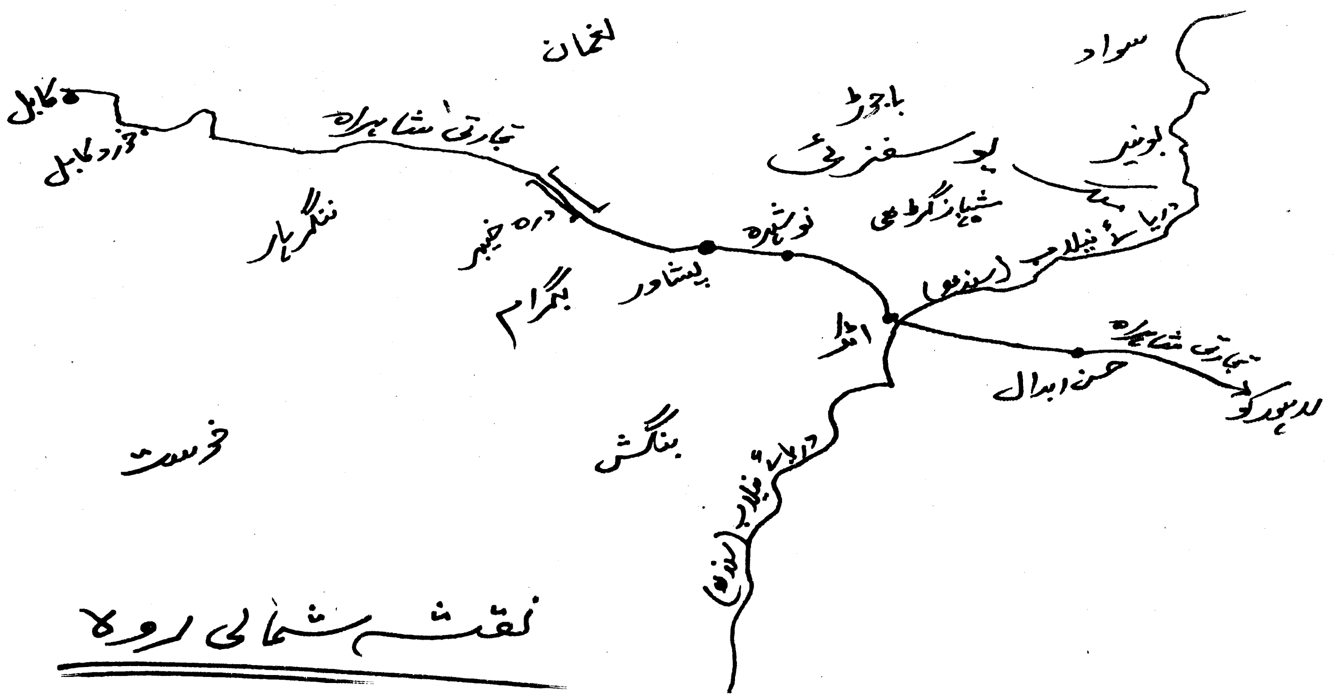

حکایت نمبر 1:

افغانوں کے آغاز کے بارے میں

سخن گوی دہقان چہ گوید نخست | کہ تاج بزرگی بگیتی کہ جست
کہ بود آنکہ دیہیم برسر نہاد | نو دارد کس از روزگاران بیاد
گذارندہ این سخن باستان | کہ از پہلوانان زند داستان
مگر کز پدر یاد دارد پسر | بگوید ترا ایک بیک در بدر
کہ نام بزرگی کہ آورد پیش | کرا بود از آن برتر آن پایہ بیش
کنونت زگفتار بیدار مغز | یکی داستانی بیارای نغز
تو توانی کہ بخشی از شاہی | ہر چہ خواہی وہر کرا خواہی (1)

روہ کے حالات:

شروع میں افغانوں گھوڑوں کی تجارت کرتے تھے اور ولایت سے گھوڑے لاکر بجواڑہ میں انکو موٹا تازہ کرتے اور انکی پرورش کرتے تھے کیونکہ بجواڑہ میں ہر چیز سستی تھی خواہ وہ غلہ ہو یا گیہوں ہو۔ اور اس کے بعد ہندوستان (2) کی ولایت میں پھیل کر فروخت کرتے تھے اور وہ اپنے وطن روہ (3) میں رہتے تھے۔ اس جگہ افغانوں کا کاروبار یہی تھا اور وہ زمین کو بھائیوں کے درمیان تقسیم کرلیا کرتے تھے۔ اس زمین پر کاشت کر کے کھاتے تھے اور کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر زیادتی نہیں کرتا تھا اور وہ کسی کی رعایا نہیں تھے اور نہ ہی بادشاہی کی عمل داری تھی آج تک ان کا طریقہ یہی ہے:

بکارند ورزند خود بدروند | بگاہی خورش سرزنش نشوند (4)

اسی طرح سے وقت گزرتا تھا اور انکے قبیلے پر ایک شخص سردار ہوتا تھا کہ اسکے کہے پر عمل کرتے تھے اور تجارت کرتے تھے اور ان پر کوئی شخص حاکم نہ تھا اور نہ ہی بادشاہی عمل داری تھی جیسا کہ حضرت مخدوم شیخ سعدی نے کہا ہے کہ:

نہ بر اشتری سوارم نہ چو شتر زیر بارم | نہ خواجہ رعیت نہ غلام شہریارم (5)

خانہ جنگی کا قصہ:

وہ اپنے وطن میں اسی طرح سے رہتے تھے پس گھوڑوں کو ہند لا کر انکو فروخت کرتے تھے اور پھر واپس اپنے وطن چلے جاتے تھے اور سب سے پہلے قدیم زمانے میں روہ میں دریائے گمل (6) کے کنارے افغانان (7) کے بیٹے تین بھائی بتنی وسربنی اور غرغشتی سکونت پذیر تھے۔(8) ان کا سردار بتنی تھا اور بھائیوں پر صاحب بھی تھا اور دریائے گمل کے کنارے ایک بازار ہے اور اس بازار کی آمدنی کی مقدار ایک لاکھ روپیہ تھی یا اس سے زیادہ تھی اور اب تک ہے (9) اور بتنی کے کچھ لڑکے (10) اور ایک لڑکی متو نامی تھی (11) اور لڑکی کی اولاد بہت ہوگئی جن کو متی کا نام دیا ہے (12) چنانچہ اسکی تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔ اس زمانے میں بتنی کی اولاد میں ایک لڑکے پر ولایت کی طرف سے ایک بڑا لشکر حملہ آور ہوا اور لڑائی ہوئی اور قضائے الٰہی سے بتنی کا وہ لڑکا اس جنگ میں مارا گیا (13) اور بتنی کی اولاد کا لڑکا نوحانیوں (14) کا بھانجا تھا جس کی شادی بھی نوحانیوں میں ہوئی تھی اور اس کا ایک چھوٹا لڑکا ماں کی گود میں تھا۔ جب بتنی کی اولاد کا یہ بیٹا مارا گیا تو اس کے دوسرے بھائیوں نے گمل کے اس بازار کی آمدنی آپس میں تقسیم کر کے اس پر قابض ہوگئے اور بتنی کے بیٹے کی بیوی کو اس میں کوئی دخل نہ دینے دیا۔ تھوڑا سا روزینہ دے دیتے اور وہ عورت جا کر نوحانیوں سے فریاد کرنے لگی کہ میرے خاوند کے بھائی مجھے اس بازار کی آمدنی میں حصہ نہیں دیتے۔ نوحانیوں میں سے چند بڑے لوگ بتنیوں کے پاس آئے اور کہا تم چند لوگ ہو لیکن جب ہمارے بڑوں نے تمہارے بڑے کو اپنا سردار مان لیا تو ہم بھی تم کو اپنا سردار مانتے ہیں۔ وگرنہ ہم لوگ زور آور ہیں اور جنگ بھی ہم ہی کرتے ہیں اور تمہاری طاقت ہم سے ہے اور تمہارا بڑا فلاں تھا۔ اب بھی یہ چاہئے کہ جو اس کا بیٹا ہے اس کی آمدنی اسکو دیدو۔ سب بتنیوں نے جواب دیا کہ اس کا باپ وہ سب کچھ ہمیں دیتا تھا جو پیدا ہوا کرتا تھا یا آمدنی ہوتی تھی اور ہم کھاتے تھے۔ ابھی یہ بچہ چھوٹا ہے ہم اس کو ایک مقدار دیتے ہیں۔ جب یہ جوان ہو جائے گا تو جو کچھ اس کی آمدنی ہے وہ اسکے سپرد کر دینگے۔ آخر جب وہ لڑکا جوان ہوا تو اسکے سب بھائیوں نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس لڑکے نے جب دیکھا کہ یہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو نوحانیوں کے پاس جو اس کے ماموں تھے چلا گیا اور جو کچھ اسکی میراث و آمدنی تھی وہ نوحانیوں کو لکھ کر دیدی اور خود سلطان سکندر لودھی کے پاس آکر اس سے مل گیا۔ سلطان سکندر نے اس کو پرگنہ چوند میں

جاگیر دی۔(15) اس زمانے سے روہ میں دولت خیل نوحانی (16) مالک ہو گئے اور بتنی جو ہیں وہ کمزور ہیں اور درویشوں کی طرح رہتے ہیں اور کہتے ہیں بتنیوں نے اکھٹے ہو کر اس بات پر اتفاق کیا کہ ہم نوحانیوں سے جنگ کرینگے اور یا تو اپنا سر دے دینگے یا پھر خود وہ جگہ لے لینگے۔ ان میں مقابلے کی ہمت نہ تھی۔ لہذا انکے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ لیکن افغانوں میں یہ مثل مشہور ہو گئی کہ پچنی فیتی فی کلک قتل نسئی۔(17)

تخت سلیمان (صوبہ سرحد)

حکایت نمبر 2:

سلطان کالالودی کی بادشاہی، جواس نے دہلی میں کی تھی، کے سبب کا ذکر

لودھیوں کی تقسیم:

افغانوں میں پہلا شخص کے جس کے نام کی شہرت ہوئی وہ لودھی تھا. اگر چہ وہ تین بھائی تھے. بڑا بھائی غلزئی تھا. اسکے بعد لودھی اور اسکے بعد سروانی اور نیازی وشہوخیل وسور ونوحانی واپنی وسیرک یہ سب لودھی کی اولاد (فرزندان) ہیں۔ان کے اندر اگر چہ بہت سی شاخیں ہیں مگر اختصار کے طور پر یہی چند ایک بیان کر دی گئی ہیں (1) اور لودھیوں میں سب سے پہلے جنہیں حکومت ملی وہ شہو خیلان تھے

کالا برادران:

وہ دو بھائی تھے۔کالا محمد خان کلان اور کالا خورد محمد خان (2) اور نیازیوں میں ایک قوم سنبل (3) نامی ہے جو بہت زور آور اور طاقتور ہے۔آخر کالا کے ساتھ انکی عدوات ہوگئی اور وہ بھی اس حد تک کہ انہوں نے عورتوں کے ساتھ جنگ کی (4) قضائے الٰہی سے سنبلان کی طرف کے بہت سے لوگ مارے گئے اور شہوخیلوں کی طرف کم لوگ مرے۔آخر الامر الٰہی کی مرضی سے کالا کا باپ مرض الموت سے مر گیا اور قدیم افغانوں کی عادت یوں ہے کہ کسی کو کوئی قتل کر دیتا ہے تو جب تک کوئی بڑا نہیں ملتا تو وہ دوسرے کو قتل نہیں کرتے تھے۔(5)

شاہوخیلوں اور کالا کی ہند آمد کا سبب:

اس کے بعد شہو خیلان جمع ہو گئے (6) کہ شہوخیلوں کے بڑے کالا اور محمد خان ہیں بدلے میں ہم انکو قتل کر دینگے۔اب انکو کسی طرح سے پکڑ لیں یا شب خون ماریں یا پھر جنگ میں ماریں اور یہ اطلاع کالا اور تمام شہوخیلوں کو ہوگئی اور شہوخیلوں میں مقابلے کی ہمت نہیں تھی۔وہ جان کے ڈر سے جگہ جگہ بھاگ گئے اور ایک جانب کالا اور دوسری جانب محمد خان اور اسی طرح سے

تمام شہوخیلان جہاں کہیں اپنے لئے پناہ گاہ سمجھتے تھے وہاں چلے گئے۔

پیر سے ملاقات: اور کالا تنہا بجواڑہ (7) کی طرف آگیا۔ جب راستے میں وہ لاہور کے قریب پہونچا تو اسکے پاوں کے تلوے میں زخم ہو گئے تھے۔ وہ پرانے کپڑے پیر پر باندھ کر آرہا تھا کہ راستے میں اسرار الٰہی سے واقف ایک مجذوب بیٹھا تھا۔ جب اس نے کالا کو دیکھا تو ہنس کر مزے سے قہقہہ لگا کر فرمایا کہ "سبحان اللہ! دہلی کا بادشاہ پیر پر کپڑے باندھے جارہا ہے" جب کالا نے یہ بات سنی تو دائیں بائیں دیکھا کوئی دوسرا شخص نہیں ہے واپس جا کر اس مجذوب کے پاؤں چوم لئے۔ پھر اس نے فرمایا کہ جا! فتح ہوگی۔ (8) یقین ہے کہ بزرگان نے فرمایا ہے کہ:

بیت

تانیفتد برتو مردی رانظر — از وجود خویشتن کی یابی خبر (9)

بجواڑہ کے حالات:

آخر الامر اسی طریقے سے بجواڑہ پہنچ گیا اور اس جگہ سارے کافر تھے اور اس کا چھوٹا بھائی محمد خان بھی جو کہ کسی اور جگہ بھاگ گیا تھا وہ بھی اسی جگہ آپہنچا۔ دونوں بھائی اکھٹے ہو گئے اور دیگر افغاناں، جو کہ گھوڑے لاکر یہاں موٹے تازہ کیا کرتے تھے اور گیہوں کھاتے تھے، وہ سب ان دونوں بھائیوں کے پاس چلے گئے اور انکو انکے بارے میں کچھ خبر ہو چکی تھی۔ جیسا کہ تاجران کی ہمت اور سخاوت معلوم ہے وہ تھوڑی سی قوت رکھتے ہیں لیکن اتنی مقدار سے وقت نہیں گزرتا تھا کیونکہ اس جگہ کی زراعت بہت مہنگی تھی۔ چنے و گندم کی طرح۔ (10) کافرون کے کھیت کا اس جگہ سے قریب تھے ایک دوراتیں دونوں بھائی ان کھیتوں پر جاتے اور ایک دو بوجھ پیٹ پر ڈال کر لے آتے اور پانی میں ڈال کر کھا لیتے اور وہاں پر تاجران بھی تھے اور دیگر افغان بھکاری بھی تھے جو بھیک مانگنے کے لیے آتے تھے (11) ایک روز کالا نے ان بھکاری افغانوں کو جمع کر کے کہا کہ بھیک مانگنا چھوڑ دو اور میرے ساتھ مل جاؤ۔ جس طرح ہم کافروں کے کھیتوں سے غلہ لاتے ہیں آپ بھی لے آئیں اور کھائیں۔ وہ جمع ہو گئے یہاں تک کہ جو غلہ کچا تھا اسکو لاکر بھون کے کھانے لگے۔ جب زراعت (یعنی کھیتی) پک گئی تو کافروں نے انکو کاٹ کر کھلیان میں لاکر جمع کر دیا۔ وہ اسمیں بھی گھس گئے اور اس کو کاٹ کر اور صاف کر کے کھانے لگے۔ جب کافروں نے سارے کھیت خرمن میں جمع کر دیئے تو وہ سب (افغان) بھکاریوں کے ساتھ خرمن کی جانب روانہ

ہوئے اور کافروں کو باندھ کر تھپڑوں وگھونسوں کی ضرب لگا کر خرمن سے غلہ نکال لائے۔فغانوں کی یہ اصلیت کافر دہقانوں پر ظاہر ہوگئی اور سب میں خبر پھیل گئی (12)

ہندوؤں اور افغانوں میں جنگ

کافروں نے تاجروں کو لکھا کہ یہ بھکاری اسطرح سے چوری کرتے ہیں۔انکو ہمارے پاس باندھ کر بھیج دو یا پھر آپ اس جگہ سے دور ہو جاؤ۔ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ ہوگی اور ہم تمہارے گھوڑے لوٹ کر لے جائیں گے۔تاجران حیران رہ گئے۔اوران کافر لوگوں سے کہ جو خط لیکر آئے تھے کہا کہ ''ہم اپنے گھوڑوں کی پرورش کرتے ہیں اور اس فکر میں ہیں کہ گھوڑوں کو ہندوستان لے جا کر وہاں پراگندہ ہو کر فروخت کریں۔ہم انکو کیسے پکڑ سکتے ہیں۔آپ زورآور ہو۔انکو کو پکڑو اور قتل کرو۔ہم انکے حامی نہیں ہیں''۔جب کافروں نے یہ بات سنی تو غصے میں آگئے۔تمام کافروں کو اردگرد خبر کردی کہ آجاؤ اور جمع ہو جاؤ تا کہ ہم ان تاجروں کے گھوڑے لوٹ لیں اور انکو قتل کردیں۔تمام کافر جمع ہو کر گھوڑوں اور گھوڑیوں پر سوار ہو کر سارے پیادہ اور سوار مجمع کے ساتھ تاجروں پر چڑھ آئے۔تاجروں کے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا۔لہذا وہ بھی سوار ہوگئے۔جیسا کہ شیخ سعدی نے فرمایا ہے کہ:

بیت

وقت ضرورت چو نماند گریز دست بگیرد سر شمشیر تیز (13)

کالا اور محمد خان فقیروں کے ساتھ مقابلے پر آئے۔حق سبحانہ وتعالیٰ کی مدد سے ان کافروں پر فتح پائی۔ان کافروں سے غنیمت میں جو گھوڑے اور گھوڑیاں ہاتھ آئے وہ سب کالا اور ان فقیروں کو دے کر تاجران دہلی کی جانب اپنے گھوڑے فروخت کرنے روانہ ہوگئے۔

کالا کی طاقت میں اضافہ:

وہاں ایک رات بھی نہ رہے ہونگے کہ کالا بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہیں پہنچ

گیا کافروں پرتاخت باخت کر کے کافروں سے ہر طرح سے جنگ کی۔حق سبحانہ تعالیٰ نے فتح دی ایک بڑی جمعیت انکے ساتھ ہوگئی۔جو افغان بھی آتا اسکو گھوڑے اور اسلحہ سے مدد فراہم کرتے اور اپنے پاس رکھ لیتے۔سرہند (14) سے جمو (15) تک پٹھان (16) نے ملک پر قبضہ کر لیا اور دامن کو صاف کیا یہاں تک کہ اس کے ساتھ چھ ہزار سوار ہو گئے۔(17)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 3:

کالا کا راؤ دسرت سے مل جانا

راؤ دسرت کھوکر پندرہ ہزار سواروں کے ساتھ لاہور (1) میں تھا (2) جب راؤ دسرت نے کالا کی خبر سنی کہ کالا نے بہت سا ملک قبضے میں لے لیا ہے اور بہت طاقت پیدا کر لی ہے تو بہت خوش وخرم ہوا اور کالا کو لکھا کہ ''ان کافروں نے ہماری زندگی خراب کر دی تھی (3) کہ تو نے انکو نادار اور ذلیل کر دیا تو میرے پاس آجا۔ جب میں بادشاہ دہلی کے پاس جاؤنگا تو تجھے بھی ساتھ لے جاؤں گا۔ اور بادشاہ سے نوازشیں دلوا کر تجھے اپنے ساتھ لے آؤنگا''۔ جب یہ خط (کتابت) کالا کے پاس پہنچا تو وہ اسی وقت سوار ہو کر راؤ دسرت کے پاس آ گیا۔ اس نے بہت سی نوازشیں کر کے گھوڑے وغیرہ چیزیں عنایت کر کے فرمایا کہ ''اپنے پروردگار سے لونگا۔ جس وقت میں بادشاہ کے پاس جاؤنگا تو تجھے بھی ساتھ لے جاؤں گا اور نوازشیں دلوا کر لاؤنگا''۔ (4)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 4:

شاہ عالم کی بادشاہی کے بیان میں:

شاہ عالم کے اجداد:

کہتے ہیں کہ ان دنوں سلطان فیروز شاہ کی اولاد (فرزندان) (1) کے بعد ایک وزیر بادشاہ ہو گیا تھا۔ تمام امراء اس وزیر کے ساتھ اتفاق کرتے تھے اور اس کا نام سلطان داور بخش تھا۔ 3 سال و دو ماہ و 3 روز اور پانچ گھڑی اس نے بادشاہی کی تھی۔ (2) اسکے بعد اس کا بیٹا امانت شاہ بادشاہ ہوا امانت شاہ نے بھی ایک سال و سات ماہ و ایک گھڑی بادشاہی کی تھی اسکے بعد وہ مر گیا۔ (3)

شاہ عالم کی عیاشی:

اس کا بیٹا بادشاہ ہوا۔ اس کا نام شاہ عالم رکھا لیکن اس نے ایسا شیوہ اختیار کیا کہ دن رات شرب کے نشے میں اور باجے بجانے والوں کے ساتھ عیش میں رہتا تھا اور بداؤں (4) میں شکار کے لیے رہا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اسکی شکار (گاہ) میں اور گھر میں تین سونا چنے والیاں تھیں اور ایک دو ہزار (سپاہی) بادشاہ کی حفاظت کے لیے ہوتے تھے اور بادشاہ کے غلام چار ہزار سواروں کے ساتھ قلعہ دہلی کی نگہبانی کے لیے تھے۔ ایک دو سال کے بعد آس پاس کی اپنی اپنی جاگیروں میں موجود امراء آتے تھے اور بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھ کر رخصت ہو جاتے تھے۔ آخر الامر وہ جو ملک دامن کوہ میں تھا جو جنگل تھا وہ انکے ہاتھ سے نکل گیا اور ہر گاؤں کا مقدم خود کو راجہ شمار کرنے لگا اور اپنے دیہات پر قابض ہو گیا۔ اور وہ کسی کو کچھ کام نہ کرنے دیتا تھا۔ بادشاہ اسوقت اتنے عیش میں مصروف تھا کہ ملک کی بالکل خبر نہ لیتا تھا اس وقت لوگ مذاق میں کہا کرتے تھے کہ "دروہی شاہ عالم دہلی تا پالم" (5) اور پالم ایک دیہات کا نام ہے جو دہلی سے تین کروہ (6) کے فاصلے پر ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 5:

راؤ دسرت کا کالا کو شاہ عالم سے ملانا:

جب راؤ دسرت نے چاہا کہ بادشاہ کے پاس جائے تو کالا کو بھی لکھا کہ میں بادشاہ کے پاس جاتا ہوں تو بھی میرے ساتھ آ تا کہ بادشاہ کے پاس لے جا کر اس سے ملواؤں۔ جب خط کالا کے پاس پہنچا تو کالا! راؤ دسرت کے پاس آ گیا۔ وہ اسکو ساتھ لیکر شاہ عالم کے پاس بداون چلا گیا راؤ دسرت نے کالا کو بادشاہ سے ملا کر اسکی بہت سفارش کی اور کالا کی خدمات بھی بیان کیں (1)۔ بادشاہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اسے سارا ملک بجواڑہ عنایت کر کے راؤ مذکور کے ساتھ رخصت کر دیا۔ راؤ واپس لاہور آ گیا اور کالا بجواڑہ چلا گیا۔ اسکے بعد دو سال تک وہ اپنی جگہ پر قائم رہا اور ملک کا انتظام کیا کرتا تھا۔ سب کچھ اسی طرح چل رہا تھا کہ راؤ دسرت کو مال و زر جمع کرنے کی ہوس پیدا ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 6:

کالا کا شاہ عالم کے سامنے دسرت کو قتل کرنے کے سبب کے بیان میں

راؤ دسرت کا ظلم وتشدد:

کہتے ہیں کہ راؤ دسرت کے ہمراہی اور رشتہ دار جو منصب دار تھے اور بادشاہی نوازش سے سرفراز تھے راؤ دسرت نے ان سب لوگوں کو قید کرنا شروع کر دیا اور جو کچھ زر انکے پاس تھا وہ زور زبردستی چھیننا شروع کر دیا۔ وہ کسی بھی شخص سے مال چھینتے وقت اسکی ذرا عزت نہیں چھوڑتا تھا اور یہ نہیں سمجھتا تھا کہ بھائیوں کی بے عزتی میری اپنی بے عزتی ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ:

بیت

رہ مردمی نزداو خوار شد　　　دلش بندہ گنج دینار شد (1)

راؤ کا دہلی پر حملہ:

لوگ اپنی جان و مال کے خوف سے اس سے دامن بچانے لگے اور بھاگ کر دہلی چلے گئے۔ راؤ دسرت کو جب خبر ملی کہ وہ دہلی گئے ہیں تو غلاموں کو جو چار ہزار سواروں کے ساتھ دہلی میں تھے لکھا کہ "ہمارے رشتہ دار ہم سے بھاگ کر دہلی آ گئے ہیں۔ آپکو چاہیے کہ انکو جلد از جلد باندھ کر بھیج دیجئے"۔ جب یہ خط شاہ عالم کے غلاموں کو دہلی میں ملا تو انہوں نے راؤ ندکور کو جواب لکھا کہ "یہ عجیب بات ہے کیونکہ بادشاہ نے انکو منصب دیکر تمہارے ساتھ کر دیا تھا تم نے انکو تکلیفیں دی ہیں اور جو مال انکا تھا وہ چھین لیا ہے۔ تم کہتے ہو کہ انکو باندھ کر بھیج دو۔ ہم کیسے انکو باندھ کر بھیج دیں کیونکہ جو کوئی بادشاہ کے تخت کی پناہ حاصل کر لے اسکو کس طرح سے باندھ کر طلب کیا جا سکتا ہے" جب یہ جواب راؤ دسرت کے پاس پہنچا تو وہ تو محض اسے پڑھ کر ہی غصے میں

آ گیا۔اپنے سپاہیوں سے کہا کہ تیار ہو جاؤ میں دہلی جا رہا ہوں۔ سپاہیوں کو تیار کر کے دہلی کی جانب کوچ کیا اور بہت تیزی سے دہلی پہنچ گیا۔غلامان شاہ عالم بے خبر تھے قلعہ دہلی کی حفاظت نہ کر سکتے تھے۔راؤ نے دہلی آ کر غلاموں کو پکڑ لیا اور جن لوگوں نے جواب میں خط لکھا تھا ان سب کو قتل کر دیا۔ دوسرے غلام جو وہاں تھے انکو انکی جگہ بٹھا دیا۔اور خود بادشاہ کے پاس بداؤن روانہ ہو گیا جب بادشاہ سے ملا تو غلاموں کے قتل کرنے سے بات شروع کی کہ وہ غلامان حرام خور اور نا قابل اعتبار تھے۔اسی لیئے انکو قتل کر کے انکی جگہ پر دوسرے غلاموں کو بٹھا کر آیا ہوں۔بادشاہ نے فرمایا کہ بہت اچھا کیا ہے۔پھر بادشاہ سے رخصت ہو کر لاہور کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب لاہور پہنچا تو ایک دو ماہ رک کر بعض رشتہ دار جنکو قید نہ کیا تھا پھر سے قید کرنا شروع کر دیا۔بعض لوگ بھاگ نکلے اور جہاں پناہ مناسب سمجھی چلے گئے۔

قلعہ تغلق آباد (دہلی انڈیا)

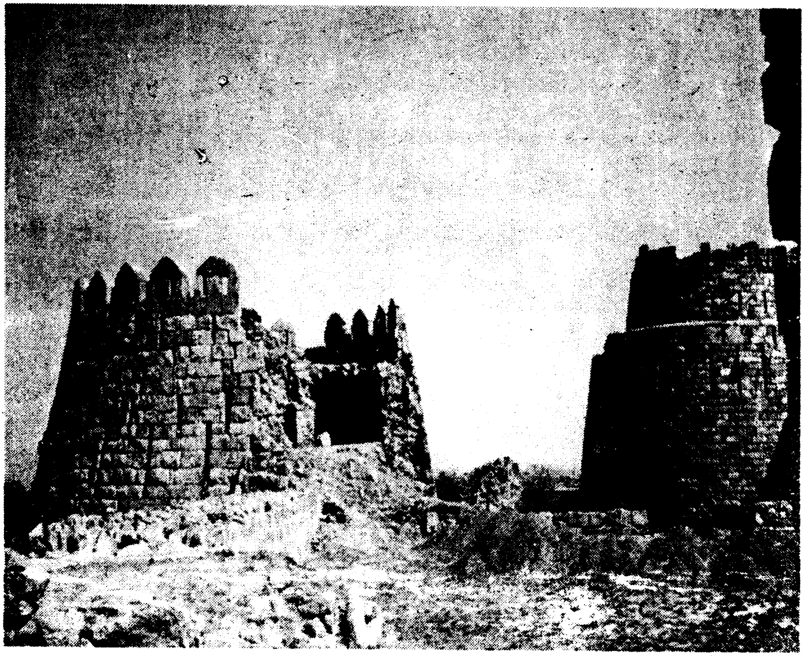

حکایت نمبر 7:

راؤ دسرت کا کالا سے شکست کھانا

راؤ اور کالا کی خط و کتابت:

کہتے ہیں کہ راؤ دسرت کے ایک دو رشتہ داروں نے کالا کے پاس بجواڑہ جا کر پناہ لی۔ راؤ مذکور کو اسکی خبر ہوگئی کہ جو لوگ ہم سے بھاگ نکلے ہیں وہ کہاں ہیں۔ خبر ملی کہ ایک دو آدمی کالا کے پاس ہیں۔ اس نے کالا کو لکھا کہ جو لوگ تیرے پاس بھاگ آئے ہیں انکو اس خط کے بعد باندھ کر بھیج دے۔ کالا نے راؤ دسرت کو عرضداشت لکھی کہ:

''راؤ سلامت! جب انہوں نے راؤ کی شفقت و نوازش ہمارے اوپر دیکھی تو اس وجہ سے وہ ہمارے پاس آگئے۔ کرم و لطف سے امید یہ ہے کہ ایک معتبر شخص بھیج دیجئے جو انکو دلا سا دے کر لے جائے''۔ (1)

راؤ کی ناراضگی اور کالا پر حملہ:

جب یہ عرضداشت راؤ کے پاس پہنچی تو اسکے دیکھتے ہی وہ غصے میں آگیا۔ اس نے کہا کہ یہ بھکاری مجھے اسطرح جواب لکھ رہے ہیں لہذا اپنا لشکر تیار کر کے کالا پر چڑھ آیا۔ جب کالا نے سنا کہ راؤ اسطرح سے آرہا ہے تو وہ حیران رہ گیا اور خود بھی تیار ہو کر اسکے سامنے کھڑا ہوگیا۔ جب اس نے دیکھا کہ بڑی فوج آرہی ہے تو جنگ سے فرار ہو کر بھاگ نکلا اور دریا نیلاب (2) کی جانب روانہ ہوگیا اور جو افغان اس کے پیچھے رہ گئے تھے وہ راؤ کی قید میں آگئے۔ انکی آنکھیں اور کان کاٹ دیئے گئے اور بہت سے لوگوں کو ایک پیمانہ (لوزہ) (3) کے حساب سے فروخت کر دیا اور راؤ مذکور اپنے قریبی ساتھیوں سے کہتا کہ ''یہ بھکاری افغان کتنے لوگ ہیں۔ میں ان سب کو غارت کو دونگا''۔ وہ اسی طرح سے کہتا تھا اور اپنے بعض امراء کو پیچھے بھیجا کہ تم جا کر لاہور میں ٹھہرو تا کہ میں انکو دور کر کے آجاؤں۔

کالا کی افغانوں سے مدد طلبی:

جب کالا نیلاب کے کنارے پہنچا تو مٹی کا قلعہ (4) تیار کر کے بیٹھ گیا اور اپنے

بھائیوں سے کہا کہ ''ہم کان اور آنکھیں کٹوا کر اپنے رشتہ داروں اور لوگوں کو کیسے منہ دکھائیں گے ہمیں یہیں مر جانا چاہیے''۔ راؤ نے بھی مقابل آ کر خیمے لگائے۔ کالا ہمیشہ تیر اور تفنگ سے جنگ کیا کرتا (5) اسی دوران کالا نے اپنی قوم کو لکھا کہ ہم پر وقت آن پڑا ہے اگر کوئی غیرت کی وجہ سے آ جائے تو یہی وقت ہے (آنے کا)۔ کچھ بھائی جو قوم کے سردار تھے وہ آ گئے۔ ان میں ایک سروانی تھا (6) دوسرا نوحانی تھا حکایت بیان کرتے ہیں کہ موسم گرما میں دن کے دو گھڑی گزرے تھے (1) کہ کالا نے یہ طے کیا کہ یہی وقت ہے کہ ہمیں چاہیے کہ قلعہ سے باہر نکل کر راؤ دسرت پر چڑھ دوڑیں۔ پھر اسلحہ پہن کر اور سوار ہو کر قلعہ سے باہر آ کر راؤ کے ڈیرے پر حملہ کر دیا اور اپنے درمیان کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر نہیں جاتا تھا مگر افغانوں نے راؤ کے ڈیرے پر آ کر دیکھا کہ راؤ چارپائی پر سویا پڑا ہے جب بہت زیادہ شور شرابے سے اٹھا تو اسی دوران افغانان پہنچ گئے۔ اسی چارپائی پر راؤ کو قتل کر دیا۔

بیت

(سعدی) نہ ہر کہ قوت بازوی (منصبی) دارد — بسلطنت بخورد مال مرد مان بگذاف

توان بحلق فرو بردن استخوان درشت — دلی شکم بدرد چون بگیرد اندر ناف (8)

لاہور پر کالا کا قبضہ:

پھر حق سبحانہ تعالیٰ کی مدد سے فتح پائی اور بہت مال گھوڑے واسلحہ وغیرہ غنیمت میں ملا۔ کالا اسی پر لاہور روانہ ہوا۔ راؤ دسرت کے رشتہ داروں نے اتفاق سے طے کیا کہ لاہور کالا کے سپرد کر دیں اسلیئے کہ اس نے یہ سب ہمارے لیئے کیا ہے۔ (9) پھر سارا ملک کالا کے قبضہ میں آ گیا۔ (10)

افغانوں کا پنجابیوں سے حسن سلوک:

چند روز لاہور میں رہا اور پنجاب کے لوگوں کیا سپاہی اور کیا رعیت سے ایسا سلوک کیا کہ سب دل و جان سے اسکے مطیع ہو گئے (11)۔ لہذا حضرت خواجہ حافظ نے فرمایا ہے کہ:

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند — نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند

نہ ہر کہ طرف کلہ کج نہاد و تند نشست — کلاہ داری و آئین سروری داند

ہزار نکتہ باریک تر زمو اینجا نست | نہ ہر کہ سر نتر اشد قلندری داند
وفا و عہد نکو باشد ار بیا موزی | وگرتہ ہر کہ تو بینی ستمگری داند

اور پنجاب کے لوگ کیا سپاہی اور کیا رعایا سب نے راوٴ دسرت کا ظلم دیکھا تھا(12) جب انہوں نے کالا کا یہ عدل وانصاف دیکھا تو (دل) وجان سے مطیع ہو گئے مخدوم حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

بیت

رعیت نوازی وسر لشکری | نہ کاریست بازیچہ وسرسری (13)

بیت

زمین وآب داری دانہ در باش | یکی دہقان شوی این کار را باش
اگر این کشت ورزی را نوازی | در آن خرمن بہ نیم ارزن نیرزی (14)

کالا کی بادشاہ سے ملاقات:

پھر وہ لاہور میں لوگوں کو چھوڑ کر شاہ عالم کے پاس آ گیا۔ اس سے ملاقات کی جو کچھ راوٴ دسرت کے ساتھ ہوا تھا وہ سب عرض کیا۔ بادشاہ نے بھی راوٴ کی شکایت کا آغاز کیا۔ فرمایا کہ" ہمارے غلاموں کو ناحق قتل کیا تھا اور رسوا کر کے پھر لاہور میں فساد کا آغاز کیا تھا۔ جو بھی اسکے پاس جاتا تھا وہ شومئی نفس کو پہنچتا تھا۔ تو نے اچھا کیا۔" پھر کالا نے عرض کیا کہ دہلی خالی ہے اور بادشاہ اکیلے ہی ہر جگہ شکار وغیرہ کرتے ہیں اگر حکم ہو تو میں آپ کے حضور میں رہوں یا دہلی چلا جاوٴں۔ آخر بادشاہ نے فرمایا کہ تو دہلی میں رہ۔ پھر کالا نے عرض کیا کہ جو غلامان اور لشکر دہلی میں ہیں چاہیے کہ وہ بادشاہ کی خدمت اور محافظت میں رہیں۔ پھر بادشاہ کو اس بات پر قائل کر کے کالا نے سابقہ طریقے کے مطابق اپنا خطبہ پڑھ لیا(15) اور رخصت ہو کر دہلی آ گیا اور غلاموں کو بادشاہ کی جانب روانہ کر دیا۔(16)

شاہ عالم کی وفات: اور بادشاہ بداوٴں میں شکار میں مشغول ہو گیا اور اسی طرح ایک دو سال گزرے۔ پھر بادشاہ کو موت آ گئی اور وہ فوت ہو گیا۔(17)

بیت

زمانہ ہیچ نہ بخشد کہ باز نستاند | مجوز سغلہ مروت کہ شبہ لاشی (18)

☆☆☆☆☆☆

نقشہ پنجاب

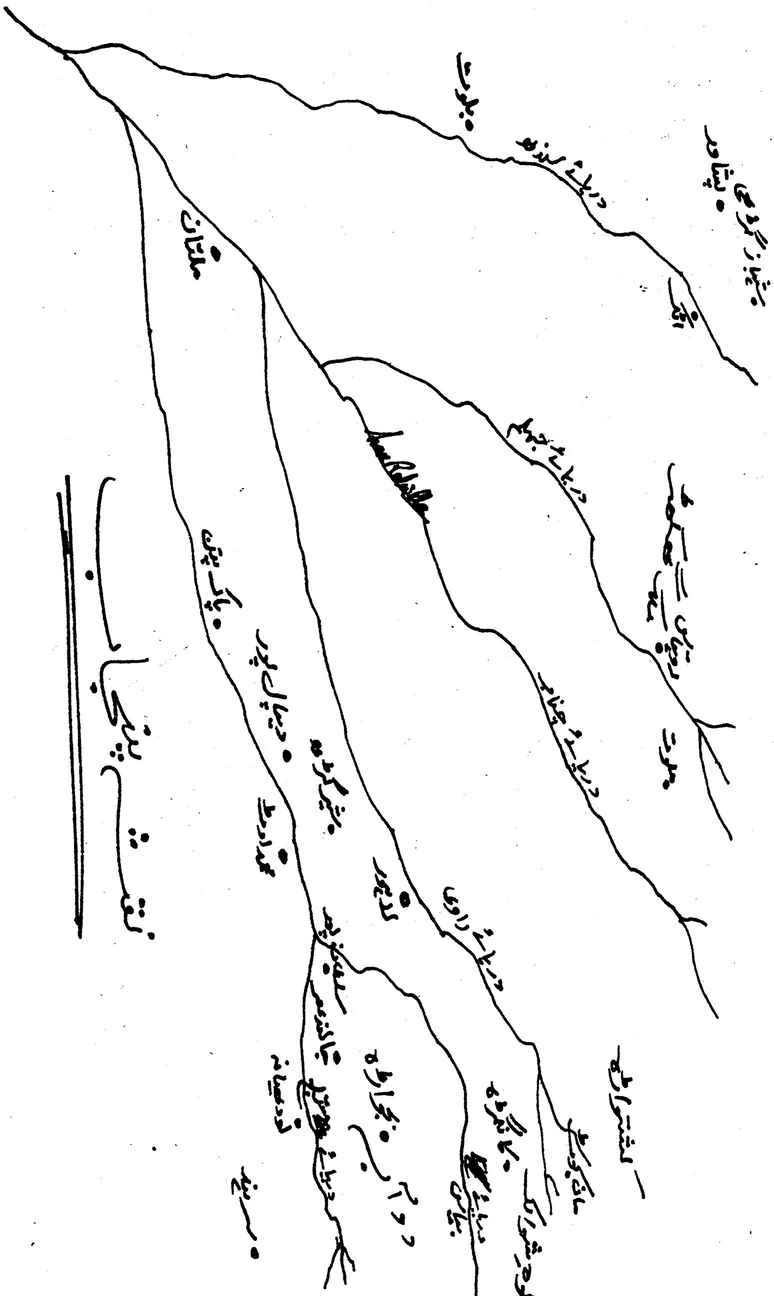
شہباز گڑھی
پشاور
اٹک
دریائے سندھ
بلوٹ
دریائے جہلم
دریائے چناب
بلوت
کشتواڑ
کوہ شوالک
کانگڑہ
دریائے راوی
لاہور
شیر گڑھ
دیپال پور
پاک پٹن
ملتان
بجواڑہ
دوآب
لودھیانہ
سرہند
نقشہ پنجاب

حکایت نمبر 8:

کالا کا بادشاہ ہونا

کہتے ہیں کہ دو چھوٹے لڑکے (1) جو دایہ کی گود میں تھے۔ دائیوں نے ان دونوں لڑکوں کو غلاموں کے ساتھ جونپور میں ملک جہاں دختر بادشاہ (دہلی) (2) کے پاس بھیج دیا اور ان لڑکوں کو ملک جہان کے سپرد کر دیا۔ جب وہاں کوئی اور شخص نہ رہا تو لوگوں نے کالا سے کہا کہ حق تعالیٰ نے اپنے کرم عمیم اور لطف عظیم سے بادشاہی عطا کی ہے۔ اب آپ اپنے نام کا خطبہ پڑھیئے اور تخت پر بیٹھ جایئے۔

کالا کا تخت پھر سلطان کالا نے فرمایا کہ ایسا تخت بنانا چاہیئے کہ ہمارے سارے بھائی اس پر بیٹھ سکیں۔ جب کالا نے یہ بات فرمائی تو مقربان نے عرض کیا کہ تخت تو اتنا ہوتا ہے کہ بادشاہ اکیلے ہی بیٹھیں اور بادشاہ کے ساتھ پچاس ساٹھ ہزار بھائی ہیں (3)۔ اسطرح کا تخت کس طرح بنے گا کہ سارے بھائی اس پر بیٹھیں گے''۔ پھر فرمایا کہ ہاں! اچھا تو اتنا بڑا بنادو کہ اس پر تیس اور چالیس بھائی بیٹھ جائیں (4). جب ملک کالا مستحکم ہوگیا تو کالا کے نام کے ساتھ سلطان بڑھا دیا گیا. اسی طرح اس نے تیرہ سال ونو ماہ وایک روز اور پانچ گھڑی بادشاہی کی۔ (5)

مثنویات

از و پیش (بر تخت افغان نبود)	بر آن رنج بردن چہ آمد چہ سود
چہ باید ہمی زندگانی دراز	کہ گیتی نخواہد کشادن براز
ہمی پرورانِد بشہد و بنوش	جز آواز سر مست نارد بگوش
یکا یک کہ گوئی کہ گستر دمہر	نخواہد نمودن بہ بد سبز چہر
بروشاد باشی و نازی بروی	ہمہ راز دل بر کشائی بروی
یکی نغر بازی بردن آورد	بدل اندراز درد خون آورد
دلم سیر شد زین سرای سہ پنج	خدایا مرازود برہان زرنج (6)

حکایت نمبر 9:

سلطان محمد کا دہلی میں خطبہ پڑھنا:

سلطان کالا کی وفات کے بعد کالا کا چھوٹا بھائی جلال الدین محمد خان بادشاہ ہوا۔ (1) آخر جلال الدین کی دو بیویاں تھیں۔ایک افغانی اور دوسری راجپوتنی (2) اور افغانی عورت سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام فردوس (3) رکھا گیا اور دوسری عورت سے ایک لڑکا پیدا ہوا اس کا نام قطب خان (4) رکھا گیا اور کالا کا ایک لڑکا تھا جس کا نام بہلول تھا پھر جو لڑکی افغانی سے تھی وہ بہلول کو دیدی گئی۔تین سال و چھ ماہ تک بادشاہی کی گئی تھی کہ جلال الدین کو ایک مرض لاحق ہو گیا۔(5)

سلطان محمد کی نصیحت:

جلال الدین کو بیماری لاحق ہوگئی تو اسے یقین ہو گیا کہ وہ زندہ نہ رہے گا۔اس کا بھتیجا بہلول تھا اور قطب خان اس کا بیٹا۔اس نے دونوں کو بلا کر خود نصیحت و مشورہ کرنے کا آغاز کیا اور کہا میں اس مرض سے زندہ نہیں رہوں گا۔تم دونوں بھائی ہو۔اس طرح سے سلوک رکھنا کہ تمہارا گھر خراب نہ ہو۔عقلندوں کی رائے پر کام کرنا اور اپنی رائے پر ہرگز نہ چلنا اور قطب خان سے کہا کہ بہلول افغانی کے بطن سے ہے جبکہ تو راجپوتنی کے بطن سے ہے۔افغان جاہل قوم ہیں وہ تیرے تابع نہیں ہوں گے (6)۔یہ کہہ کہ اپنی پگڑی سر سے اتاری اور بہلول کے سر پر رکھ دی اور بہلول کی پگڑی قطب خان کے سر پر رکھ دی اور کہا کہ بہلول تیرا بادشاہ ہے اور تو بہلول کا وزیر ہے (7)۔اس کے چند روز بعد جان دے دی۔

حافظ:

بیت

بنشین برلب جوی وگزرعمر بہ بین   وین اشارت زجہان گذران مارابس (8)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 10:

بہلول کی بادشاہی کا ذکر:

جب بہلول بادشاہ ہوا تو سلطان حسین شرقی (1) اور ملک جہان کو خبر ملی کہ جلال الدین مر گیا اور بہلول بادشاہ ہو گیا ہے تو ملک جہان نے سلطان حسین سے جو اس کا شوہر تھا کہا کہ میرے بھائی جو باپ کی وفات کے بعد ہمارے پاس آ گئے ہیں جوان ہو گئے ہیں۔ اور کالا افغانان مر گئے ہیں اور اب بچے بادشاہ بن گئے ہیں۔ چاہیے کہ آپ میرے بھائیوں کو ساتھ لے کر دہلی جائیں اور افغانوں کو دور کر کے ہمارے بھائیوں کو تخت پر بٹھا کر آئیں۔

سلطان شرقی کا حملہ:

سلطان حسین ملک جہان کا فرمانبردار تھا۔ اسکی بات کے مطابق اس نے راہ ڈھونڈی اور تیار ہو کر پندرہ سو مست ہاتھیوں اور ایک لاکھ سواروں کے ساتھ (2) دہلی کی طرف کوچ کرتا ہوا روانہ ہوا۔ چند دنوں مین دہلی کے قریب پہنچ گیا چونکہ سلطان بہلول و قطب خان، سلطان حسین کے مقابلے کی ہمت نہ رکھتے تھے لہذا دہلی چھوڑ کر سرہند کو روانہ ہو گئے۔ البتہ قطب خان نے پانی پتھہ (3) کے مقام پر قلعہ گلی تیار کر کے رک گیا اور بہلول سے کہا کہ تو جا کر سرہند میں رک (4)۔ جب سلطان حسین دہلی آ گیا تو خطبہ پڑھا اور 9 سال تک دہلی میں ہی رہا (5)۔ پھر ملک جہان نے کہا کہ میں نے تجھے وہاں اس وجہ سے بھیجا تھا کہ میرے بھائیوں کو بادشاہی دلائے نہ کہ تو خود بادشاہی کرے۔ سلطان حسین نے فرمایا کہ میری غرض یہ نہیں ہے البتہ جو تو کہتی ہے وہی کرونگا ملک جہان نے کہا کہ تو میرے بھائیوں کا خطبہ پڑھوا کر جونپور روانہ ہو جا۔ سلطان نے فرمایا کہ بہت خوب ہے۔ شاہ عالم کے بیٹوں کو اسی جگہ بٹھا کر خود جونپور کی طرف روانہ ہو گیا۔

احمد جلوانی کی آمد:

افغانان جو دہلی چھوڑ گئے تھے اس بنا پر ان کا لشکر کم ہو گیا تھا اور وہ صرف تیس ہزار سوار

باقی رہ گئے تھے (6) اسی دوران احمد خان جلوانی (7) جو روہ میں اپنی قوم پر اپنے مال وزر اور رشتہ داروں کی وجہ سے طاقتور تھا (8) وہ بھی آکر بہلول سے مل گیا اور کہا کہ اگر میں تمہارے ساتھ ہو جاؤں تو میرے ساتھ کیا صلاح اور وعدہ کرو گے؟ سلطان بہلول نے کہا جتنا بھی ملک ہاتھ آئے گا اس کا چوتھائی حصہ میں تجھے دے دونگا۔ اس بات پر خدا کی قسم کھائی۔ احمد خان اپنی اچھی خاصی جمعیت کے ساتھ سلطان بہلول سے مل گیا۔ (9)

قبر بہلول بادشاہ (لودھی گارڈن دہلی)

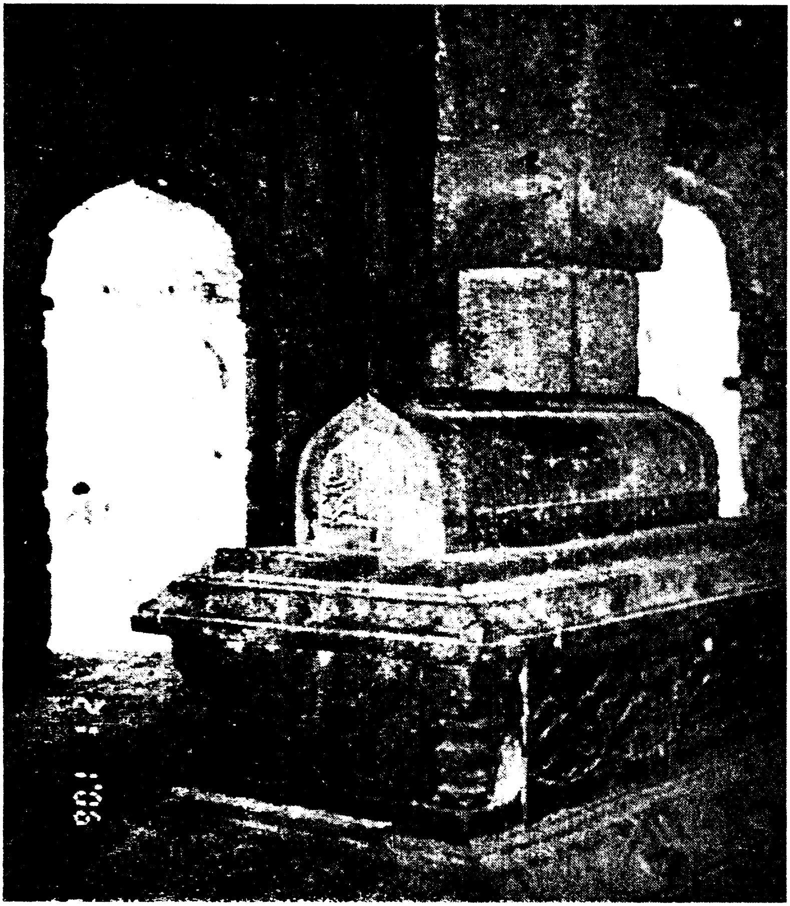

حکایت نمبر 11:

قائم خانیوں کی بہلول خان پر چڑھائی اور بہلول کی فتح

قائم خانی راجپوتوں کا حملہ:

کہتے ہیں کہ قائم خانیوں (1) نے اتفاق کر کے کہا کہ اس وقت افغانان بدحال ہو گئے ہیں ہمیں چاہیے کہ ان کو ولایت ہند سے نکال دیں اور قائم خانی سب راجپوتوں اور رشتہ داروں کے ساتھ اور چالیس ہزار سواروں کے ساتھ سلطان بہلول پر چڑھ آئے (2)۔ جب سلطان بہلول نے دیکھا کہ راجپوت ہم پر چڑھ آرہے ہیں تو (مہلا ی) (3) اپنے لشکر کی پکڑی۔ پچیس ہزار سوار (مہلا ی) میں آتے تھے باقی سب بکھرے ہوئے تھے۔ سلطان بہلول اپنا لشکر تیار کر کے راجپوتوں کی جانب کوچ در کوچ کر کے راجپوتوں کے قریب آ گیا۔

سفیروں کا تبادلہ:

اور ایک وکیل انکے پاس بھیجا کہ آپ ہمارے خلاف کیوں آئے ہیں۔ ہم سب مسلمان ہیں اور ہمارا آپکا کوئی جھگڑا نہیں اور یہ مناسب نہیں ہے کہ ہمارے اور آپکے درمیان جنگ ہو۔ ہم صلح پر راضی ہیں. جس طرح سے آپ راضی ہونگے ہم بھی اسی طرح راضی ہیں۔ اور جس جگہ بھی آپ کو ضرورت پڑے گی تو ہم آپ کی مدد کرینگے (4)۔ راجپوتوں نے یہ بات سنی تو کہا کہ ہم جنگ کے علاوہ کچھ نہیں چاہتے چونکہ تم نے راجپوتوں کے سردار راؤ دسرت کو قتل کیا ہے ہم تم سے اس کا بدلہ لینگے (5)۔ سلطان بہلول نے وکیل بھیجا کہ ہم آپکی ہر بات پر راضی ہیں آپ جو کچھ کہلا بھیجیں گے ہم اس پر عمل کریں گے۔ پھر راجپوتوں نے اپنے وکیل کی زبانی کہلا بھیجا کہ ہم تو کسی بھی وجہ سے راضی نہیں ہیں ہاں اگر بہلول اپنی بیٹی دے دے (6)۔ جب وکیل نے سلطان بہلول وقطب خان کے پاس آ کر یہ پیغام نافرجام پہنچایا تو سلطان بہلول کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور وہ غصے میں آ گیا۔ پھر قطب خان نے سلطان بہلول کو گالی دے کر کہا (7) کہ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ خاموش ہے۔ قطب خان نے راجپوتوں کے وکیل سے کہا میں بہلول کی بیٹی دیتا ہوں کیونکہ

وہ بھی مسلمان ہیں اور اپنی قوم پر سردار ہیں لیکن یہ ایک بات درمیان میں ہے کہ ہم بیٹی کو تمہارے گھر نہیں بھیجیں گے بلکہ ان کا بیٹا اس جگہ آجائے تو عقد کر کے دینگے اور بہلول کی بیٹی لاہور میں اپنے قبیلے کے پاس ہے۔(8)

جب تک کہ وہ اسکو یہاں پر لائیں چاہیے کہ تم اور سلطان بہلول ہم مجلس ہو جاؤ تاکہ دونوں جانب سے دل سے کدورت نکل جائے۔ جب وکیلوں نے یہ بات قائم خانیوں کو بتلائی تو قائم خانی بہت خوش ہوئے۔

بہلول کی چال:

پھر سلطان بہلول کو کہلا بھیجا کہ آپ آجائیے اور ہم سے ملاقات کیجئے۔ایک دن مقرر کر دیا کہ فلاں دن آجائیں۔ جب وہ دن آگیا تو قطب خان لشکر کو مسلح کر کے باہر نکل کر کھڑا ہو گیا اور سلطان بہلول تیس سوار افغانوں کے ساتھ کھڑا ہوا۔ان کے علاوہ تیس پیادے دور تھے۔وہ قائم خانیوں کی جانب گیا اور مطرب (ڈوم) افغانوں کو طعنے میں کہتے تھے کہ بہت شمشیر زن اور دلاور بنتے تھے لیکن ادب سے بہت دور ہیں اور ایک اونٹ کے اوپر نقارہ بھی سلطان بہلول کے ساتھ تھا۔ جب سلطان بہلول قائم خان کے دربار میں پہنچا تو گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور وہ تیس سوار بھی اتر آئے اور جو لوگ پیادہ تھے وہ ان گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔اور نقارچی سے کہا کہ جب محل کے اندر شور شرابہ ہو تو بلند آوز سے نقارہ بجانا۔ پھر بہلول تیس افغانوں کے ساتھ محل کے اندر گیا اور قائم خانیوں سے ملاقات کی۔ پھر چودہ افغان ایک طرف اور پندرہ افغان دوسری طرف بیٹھ گئے اور ایک ڈوم ان سے دور بیٹھ گیا۔

بہلول کی فتح:

جب عصر کی نماز کا وقت آیا تو موذن نے آذان دی۔ لہذا سب نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ڈوم نے افغانی (9) زبان میں کہا کہ سردار ہمارے قبضے میں ہے یعنی میں اسکو قتل کر دوں گا۔ جب تکبیر کہی تو نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب سب سجدے میں گئے۔تو ڈوم اس جماعت کے بالکل آخر میں تھا۔ وہ چھلانگ مار کر انکے سردار کی گردن پر آگیا۔اور ایک بڑی چھوری جو اسکی

کمر میں تھی۔ وہ باہر نکال کر سردار کی دونوں بغلوں میں ماری۔ دوسرے اور افغانوں نے بھی تلوار کھینچ کر ہر کسی کو مارا جب شور مچا تو جو افغان دربار پر اس لیئے کھڑے تھے کہ وہ مدد کے لیے دوڑتے تو ان افغانوں نے بھی انکو مارنا شروع کر دیا۔ نقارچی نے نقارہ بجادیا۔ جب قطب خان نے نقارے کی آواز سنی۔ تو وہ لشکر کے ساتھ بھاگتا ہوا آیا۔ اور تمام قائم خانیوں کو جو اسے ملے قتل کر دیا۔ لہذا انکو فتح ہوئی اور بہت مال غنیمت ملا۔

شاگرد کا مزار (سولہویں صدی عیسوی قدیم سرہند۔ انڈیا)

حکایت نمبر 12:

بہلول کے دوبارہ دہلی میں آنے اور شاہ عالم کے بیٹوں کے بھاگنے کا ذکر

فتح دہلی:

سلطان بہلول لوٹ کر سرہند آیا(1) اس نے تیاری کی اور خوب سامان اکٹھا کیا۔اسی دوران خبر سنی کہ سلطان حسین جونپور سے آرہا ہے۔دہلی میں شاہ عالم کے بیٹے تھے جو نو یا دس ہزار سواروں کے ساتھ ہمیشہ شکار میں لگے رہتے ہیں۔سلطان بہلول تیس ہزار سواروں (2) کے ساتھ دہلی کی جانب روانہ ہوا۔شاہ عالم کے بیٹوں میں مقابلے کی ہمت نہ تھی۔وہ بھاگ نکلے۔سلطان بہلول نے انکے پیچھے فوجیں دوڑائیں۔قنوج تک ان کا پیچھا کیا اور شاہ عالم کے بیٹے جونپور آکر سلطان حسین سے جا ملے۔پھر ملک جہان نے سلطان حسین سے کہا کہ افغانوں نے میرے بھائیوں کو دہلی سے نکال دیا ہے۔چاہیئے کہ تو جا کر انکو نکال دے کیونکہ وہ ابھی تک مضبوط نہ ہوئے ہیں۔(3)

سلطان حسین سے جنگ اور فتح:

سلطان حسین کوچ کر کے دہلی کی جانب دوڑا۔جب بہلول نے سنا کہ سلطان آرہا ہے تو اس نے شہر کی کوچہ بندی کر دی۔سلطان حسین نے دہلی کے قریب آکر خیمے لگائے اور بہلول کی جانب سے تیر و تفنگ کی جنگ شروع ہوگئی۔اس زمانے میں بہلول کے پاس پچاس ہزار سوار جمع ہوگئے تھے(4)۔اور سلطان حسین آیا تو سردیوں میں تھا لیکن گرمیاں اور برسات بھی گذر گئی مگر وہ

افغانوں کو دہلی سے دور نہ کر سکا۔ سلطان حسین کا لشکر عاجز آ گیا اس وجہ سے سلطان حسین نے فرمایا کہ ہمارا لشکر بہت عاجز آ گیا ہے ہمیں چاہیے کہ ہم جونپور چلے جائیں۔ وہاں سے خوب تیار کر کے دوبارہ آؤں گا اور افغانوں کو نکال دونگا۔ آخر سلطان حسین نے جونپور کی جانب کوچ کیا جب ایکدو منزل لوٹا تو سلطان بہلول بھی افغانوں کی ایک جماعت کے ساتھ سلطان حسین کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ سلطان حسین ایک منزل آگے جاتا تھا اور سلطان بہلول اسکے پیچھے۔ یہاں تک کہ سلطان بہلول نے قنوج آ کر ٹھہراؤ کیا اور وہ قنوج میں سامان جنگ کا انتظام کرنے لگا اور سلطان حسین جونپور میں سامان اکھٹا کرتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

نقشہ صوبہ دہلی

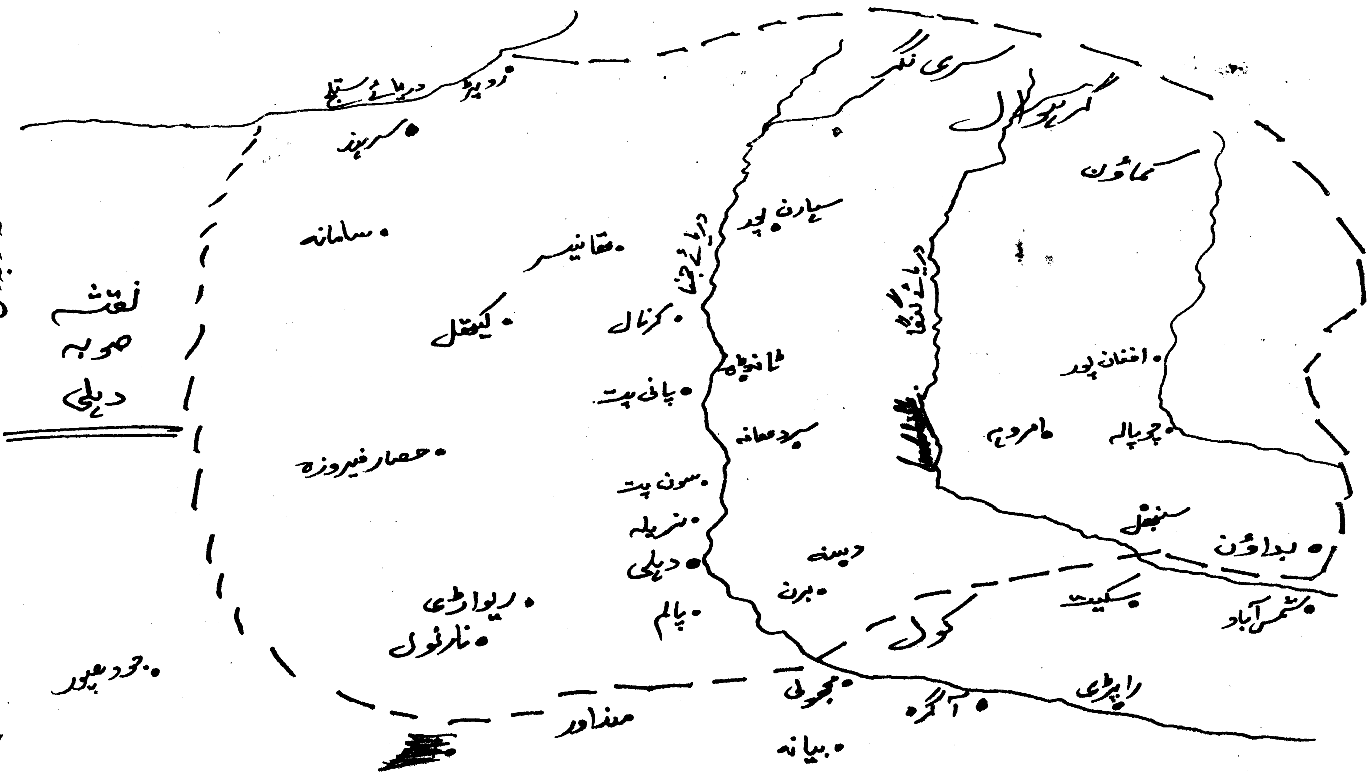

حکایت نمبر 13:

بہلول اور سلطان حسین شرقی کا جنگ کرنا اور بہلول کا فتح پانا

سلطان حسین اور میاں بدی حقانی:

جب سلطان حسین جونپور میں سامان جنگ ترتیب دے کر سلطان بہلول پر قنوج کی جانب کو گیا تو کوچ کے وقت بندگی میاں بدی حقانی (1) سے پوچھا کہ فتح کس کی ہے؟ افغانوں کی فتح ہے یا میری فتح ہے؟ صرف اتنا پوچھنے پر انہوں نے فرمایا کہ فتح افغانوں کی ہے۔ سلطان حسین نے کہا کہ میاں! یہ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ہمارے دوست اور ہم نمک ہیں اور ہر نیکی بدی میں شریک ہیں اور دوستی کا حق ہمارا ہے لیکن یہ کیا بات ہے جو آپ کر رہے ہیں؟ حضرت بندگی میاں نے فرمایا کہ میں یہ بات کسی کرامت کی وجہ سے نہیں کہہ رہا بلکہ عقل کی بناء پر کہہ رہا ہوں کیونکہ تم ساری رات شراب پیتے ہو اور دف بجانے والی عورتوں سے رقص کرواتے ہو اور دن کے وقت سوتے ہو جبکہ افغان جب صبح ہو تو اٹھ جاتے ہیں اور بچوں کو بھی بیدار کرتے ہیں اور نماز با جماعت ادا کرتے ہیں اور ذکر خدا میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ تم لوگ مردہ دل ہو اور افغانان زندہ دل ہیں۔ لہذا ہمیشہ زندہ کو مردہ پر فتح ہوتی ہے (2)۔ سلطان حسین کو کوئی جواب نہ بن پڑا۔

سلطان بہلول سے جنگ:

پھر وہ کوچ کرتا ہوا سلطان بہلول کے خلاف روانہ ہوا۔ جب گنگ کے کنارے محمد آباد پہنچا اور محمد آباد قنوج سے دس بارہ کروہ مشرق میں ہے (3) آخر سلطان بہلول نے بھی محمد آباد کے پاس آکر قلعہ گلی تیار کیا اور سلطان حسین کے ساتھ تیر و تفنگ سے بھی جنگ شروع کر دی۔ جب ایک عرصہ گذر گیا تو سلطان حسین کا لشکر عاجز آ گیا۔

صلح کی گفتگو:

اور سلطان نے ایک وکیل سلطان بہلول کے پاس بھیجا کہ آپ قطب خان کو بھیج دیں تاکہ ہم اور قطب خان اکھٹے ہوکر باہمی اتفاق سے صلح کرلیں۔ پھر قطب خان سلطان حسین کے پاس آکر اس سے ملا۔ اس عرصے میں سلطان حسین اور قطب خان کے درمیاں بہت سی باتیں ہوئیں اور اس بات پر اتفاق ہوا کہ دہلی کی سرحد مشرق میں قنوج ہے اور اس لیے چاہیے کہ تم جونپور سے قنوج تک مغرب میں رہو اور سلطان بہلول قنوج تک مغرب میں رہے گا۔ اس بات پر اتفاق ہوگیا اور عہد نامہ لکھا گیا۔ اسی دوران ایک شیخ زادہ جو بیٹھا ہوا تھا بولا کہ یہ بھی لکھنا کہ چاہیے کہ جب ہم جونپور کی جانب روانہ ہوں گے تو افغان تعاقب نہیں کریں گے۔ جب قطب خان نے یہ بات سنی تو اس کے ہاتھ سے عہد نامہ چھین کر پھاڑ دیا اور کہا کہ اگر ہم اتنے ہی بدعہد ہیں تو پھر عہد نامہ لکھنے کی کیا ضرورت ہے؟

قطب خان کا قید کیا جانا:

اسکے بعد سلطان حسین اور قطب خان رہ گئے۔ دوبارہ سے عہد نامہ کے لیے طے کیا گیا کہ فلاں روز عہد نامہ لکھیں گے۔ ایسا ہی ہونا تھا کہ قتلو خان جو سلطان حسین کا وزیر تھا(3) اس نے کہا کہ آپ جو افغانوں کی آنکھیں نہیں پھوڑ سکتے تو آپ کے ہاتھ سے کیا کام ہوگا۔ سلطان حسین نے فرمایا کہ افغانوں کی آنکھیں کیسے پھوڑی جائیں گیں۔ قتلو خان نے کہا کہ قطب خان کو قید کر کے قتل کردو کیونکہ افغانوں کی آنکھیں قطب خان ہے۔ سلطان حسین نے کہا کہ قطب خان وکیل ہے اسے کیسے قید میں کرونگا اور کس طرح قتل کرونگا۔ قتلو خان نے کہا قید میں کر کے رکھ لیں اور کسی کو اسکے پاس نہ جانے دیں (5) آخر اس کو قید کر کے اپنے آدمیوں کے حوالے کر دیا گیا ۔اسکو کھانا اور پانی دے دیتے تھے جبکہ قطب خان کے اپنے خدمتگاروں کو وہاں سے ہٹا دیا گیا۔

قطب خان کی چال:

قطب خان بندی خانے میں تھا کہ خبر ملی کہ ملک جہاں کے بھائی شکار کے لیے دو منزل تک جارہے ہیں۔ لہذا سقا جسے پانی فراہم کرنے کی غرض سے قطب خان پر مقرر کیا گیا تھا قطب خان نے اس سقہ کو بڑی مشکل سے راضی کر کے کہا کہ تو سلطان بہلول کے پاس جا اور اسی طرح

اس سے کہہ کہ تم شکار کے لیے نہیں جاؤ۔ اس تھے نے بہلول کے پاس جا کر کہا کہ قطب خان نے تمہیں کہا ہے کہ شکار کے لیے نہیں جاؤ۔ بہلول نے کہا کہ اس بات میں ایک چیز ہے کہ قطب خان نے اشارہ کیا ہے لہذا خبر تلاش کرو۔ آخر سلطان بہلول کو خبر ملی کہ ملک جہان کے بھائی شکار کے لیے دو منزل کی راہ پر نکلے ہیں۔

ملکہ جہان کے بھائیوں کی گرفتاری:

آخر الامر سلطان نے سواروں کو خوب تیار کر کے ملک جہان کے بھائیوں کو گرفتار کرنے بھیج دیا۔ لہذا وہ سواران بھی شکار سے ملک جہان کے دو بھائیوں کو گرفتار کر کے سلطان بہلول کے پاس لے آئے۔ جب یہ خبر ملک جہان کو پہنچی کہ (قضا کان) (یعنی قزاقان) تیرے بھائیوں کو گرفتار کر کے سلطان بہلول کے پاس لے گئے ہیں۔ اس وقت ملک جہان کے پیروں سے زمین نکل گئی۔ قطب خان کو اپنا بھائی کہہ کر قسم دلا کر کہا کہ تو میرے بھائیوں کو آزاد کرا دے میں تجھے آزاد کر دونگی۔ پھر قطب خان نے ملک جہان سے کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان ایک بات اور ہے کہ قتلو خان ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی بات نہیں کرے گا۔ آخر ملک جہان نے یہ بات مان کر اس عہد کو کر کے آزاد کرا لیا۔

قطب خان کی ہوشیاری:

قطب خان ملک جہان کے بھائیوں کو سلطان بہلول کی قید سے آزاد کرالایا (6) لہذا ملک جہان اور قطب خان کے درمیان بہت خلوص پیدا ہو گیا اور سلطان حسین نے بھی بہت شفقت اور مہربانی کرنا شروع کر دی اور پھر سے صلح کا اقرار کر لیا (7)۔ اسی دوران ایک رات سلطان حسین نے بڑی اچھی محفل سجائی۔ اس مجلس میں سرور رقص و غالیا بھی تیار کیے گئے۔ اس مجلس میں کسی چیز کی احتیاط نہ رکھی گئی اور اس مجلس میں قطب خان بھی حاضر تھا۔ مجلس کی تعریف شروع کی اور کہا کہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ بڑی عجب مجلس ہے کہ بوستان ارم بھی اس مجلس کے آگے شرمندہ ہے۔ اسی طرح سے مجلس کی بہت سی تعریفیں کر کے کہا کہ چونکہ بہت عرصے سے لشکر یہاں موجود ہے لہذا بہت بدبو آ رہی ہے۔ اگر یہ مجلس لشکر کے پیچھے گنگ کے کنارے ہوتی تو بہت اچھا ہوتا۔ آخر سلطان حسین نے فرمایا کہ بہت اچھا! جب رات کا ایک پہر رہ جائے تو لشکر کے پیچھے گنگ کے

کنارے مجلس لگائی جائے اور راستہ درست کرو تا کہ ہم وہاں جا کر مجلس لگائیں۔ پھر قطب خان نے سلطان بہلول کو کہلوایا کہ جب رات کا نصف پہر رہ جائے تو پورے اسلحہ سے تیار ہو کر سلطان حسین کے لشکر پر ٹوٹ پڑو اور کوئی تاخیر نہیں کرو۔ قطب خان نے یہ طے کر لیا تھا کہ سلطان حسین کا پیش خانہ لشکر کے عقب گنگ کے کنارے لے جایا جائے۔ پھر سلطان حسین مجلس سے اٹھ گیا۔ راستے میں اس نے اپنے خدمتگاروں سے کہا جگہ جگہ جا کر یہ کہدو کہ علی الصباح سلطان حسین جونپور کی جانب روانہ ہونگے۔ آخرالامر جب رات کا ایک پہر رہ گیا تو لوگوں نے سلطان حسین کا پیش خانہ روانہ کر دیا کہ گنگ کے کنارے پردہ لگائیں اور اسی دوران سلطان حسین کے لشکر کو خبر ملی کی صلح ہوگئی ہے۔ جب پیش خانہ روانہ ہوتے دیکھا تو یقین ہو گیا کہ صلح ہوگئی ہے۔ سارے لشکری بھی پیش خانے کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

سلطان بہلول کا حملہ اور فتح:

پھر سلطان بہلول پورے اسلحہ سے لیس لشکر کے ساتھ چڑھ آیا۔ جب سلطان بہلول سلطان کے لشکر پر پہنچا تو سلطان حسین کے لشکر کو شکست ہوگئی اور ایک سقہ ملک جہان کو مشک پر بٹھا کر جونپور کی جانب لے گیا۔ جب افغانان سلطان حسین کے لشکر پر آن پڑے تو اتنا گھیرا کیا کہ وہ قید ہو گئے۔ اسی دوران قتلو خان نے گھوڑے سے اتر کر اور ایک (سقلاتی) (8) جو اس کی ران کے نیچے تھا اسے کھینچ لیا اور سلطان حسین کو کہا کہ تو جا پھر ایک سپاہی جو قتل ہو گیا ہے اس سپاہی پر اپنے ان (سقلات) کو ڈال دیا اور خود اپنے دونوں ہاتھ میان پر رکھ کر سامنے کھڑا ہو گیا اور جو بھی افغان آتے انہیں کہتا تھا کہ افغانوں دور ہو جاؤ۔ یہ بادشاہ ہے ادب کرو۔ افغان دیکھنے لگے۔ بہلول اور قطب خان جو عقب سے آ رہے تھے انہوں نے ان سے کہلا بھیجا کہ ہمیں قتلو خان اور سلطان حسین دونوں مل گئے ہیں سلطان حسین قتل ہو گیا اور قتلو خان کھڑا ہے۔ لہذا سلطان بہلول اور قطب خان دونوں بھائی بھاگتے ہوئے آئے۔ جب قطب خان نے اس مقتول وسقلات کو دیکھا تو لوگوں سے کہا کہ اس کا چہرہ دیکھا جائے اور سقلات کو دور کیا جائے۔ جب سقلات کو ہٹایا گیا تو دیکھا کہ سلطان حسین نہیں ہے۔ قطب خان نے افغانوں کو گالیاں دینا شروع کر دیں کہ اے بے خبروں! ہماری ساری محنت ضائع کر دی۔ (9)

قتلو خان کی قید:

پھر قتلو خان کو قید کر کے عماری پر بٹھایا۔ جب قتلو خان قید ہو گیا تو بندی خانے میں مختلف قسم کی اشیاء و نعمتیں اسے دی گئی اور قتلو خان کے قتل کرنے پر راضی نہیں ہوا (10) اور اگر کوئی کہتا کہ قتلو خان کو قتل کیوں نہیں کرتے تو جواب لیتے کہ پھر کوئی ماں ایسا بیٹا نہیں جنے گی اور جب پوچھتے کہ پھر قید میں کیوں رکھا ہے چھوڑ دو۔ تو جواب دیتا قتلو خان اپنی ایک آستین سے دس سلطان حسین پیدا کرے گا۔ جب تک قتلو خان زندہ رہا قید خانے میں رہا اور سلطان سکندر نے بھی قتلو خان سے تعلیم حاصل کی تھی۔ (11)

فتح جونپور:

اور سلطان بہلول اور قطب خان بھی سلطان حسین کے پیچھے بھاگے۔ جب سلطان حسین جونپور پہنچ گیا تو اولیاء و علماء مثلاً بدی حقانی و میاں الہداد وغیرہ سب کو بہار روانہ کر دیا اور خود بڑا لشکر جمع کر کے پھر سے جنگ کے لیے بہلول اور قطب خان کی جانب منہ موڑا اور سلطان بہلول بھی جونپور کے پاس پہنچ گیا تھا۔ سلطان حسین نے مقابلہ کیا اور سلطان حسین و سلطان بہلول کے درمیان بڑی زبردست جنگ ہوئی کہ ایسی جنگ کبھی نہ ہوئی تھی اور دونوں جانب سے بہت سے لوگ مارے گئے اور سلطان حسین کے اکثر بڑے امراء اس جنگ میں مارے گئے۔ آخر سلطان بہلول کو فتح ہوئی سلطان حسین بھاگ کر حاجی پور کی جانب روانہ ہو گیا اور سلطان بہلول سلطان حسین کے پیچھے لگ گیا۔ راستے میں حاجی پور تک دس بارہ دفعہ جنگیں ہوئیں لیکن ہر بار سلطان بہلول کی فتح ہوئی۔ جب سلطان بہلول دریائے گنگ سے نیچے اتر کر حاجی پور کی جانب روانہ ہوا تو دریائے گنگ سے نیچے آ کر بہار پہنچ گیا اور سلطان بہلول ملک سارن میں جا کر رک گیا سلطان حسین نے بہار میں قیام کیا۔ پھر بنگال کے بادشاہ نے سلطان حسین کی اپنی فوج اور کشتیوں سے مدد۔ کی یہ خبر سلطان بہلول کو ہو گئی۔ (12)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 14:

سلطان بہلول کا امراء کو جاگیریں دینا اور دہلی سے سلطان حسین کے خلاف پھر آنا اور بہلول کا وفات پانا

افغانوں میں تقسیم ملک (1):

کہتے ہیں کہ سلطان بہلول نے سارا ملک سارن (2) سے گنگ تک میان حسین فرملی کے والد (3) کو دیدیا اور ایک عظیم لشکر کے ساتھ کر کے اور وہاں بٹھا کر خود واپس جونپور آگیا۔ چند سال تک جونپور میں رہا۔ پھر میاں مباراں خان نوحانی (4) کو وہاں چھوڑ کر خود دہلی روانہ ہو گیا اور آگرہ کو آز ہمایوں سروانی (5) کو دیدیا۔ چونکہ پہلے احمد خان جلوانی (6) سے وعدہ کیا تھا کہ ملک کا چوتھائی حصہ تجھے دونگا۔ لہذا سلطانی (7) کا نام عطا کر کے سلطان احمد خان کو تمام ملک بیانہ (8) دیدیا۔ اور قنوج خواجہ احمد کو دیا (9) اور بھڑائچ (10) وگورکھپور (11) اور وہ سارا ملک فرملیوں (12) کے سرداروں کو دیدیا (13)۔ اور ملک پنجاب بائی خیل لودیوں کو دیا۔ پہلے سلطان کالا نے دیا تھا اور سلطان بہلول نے بھی دیدیا (14)۔ اس کے قریب بیتنی عزون کو ملک ملتان دیا (15) اور ملک کالپی (16) محمود خان لودھی کو دیا اور محمود خان قوم لودھی میں شہو خیل تھا اور سلطان بہلول کے رشتہ داروں میں تھا (17)۔ سلطان بہلول نے اسی طرح تمام چھوٹے بڑے امراء کو ملک دے کر جگہ جگہ روانہ کر دیا اور خود دہلی آ کر بیٹھ گیا۔ دس گیارہ سال دہلی میں رہا۔

سلطان حسین کی جانب روانگی:

اسی دوران مبارا خان نے جونپور سے سلطان بہلول کو لکھا کہ سلطان حسین اور

(بنگالیان)(18) اکٹھے اور متفق ہو کر ہمارے خلاف رہے ہیں۔ جب یہ خبر سلطان بہلول کو پہنچی تو اسکے ملتے ہی جونپور کی جانب روانہ اور اور بہت تیزی سے گنگ کے کنارے بانگرمو(19) سے مشرق کی طرف ڈیرہ ڈالا۔ سلطان حسین کو یہ خبر ملی کہ سلطان بہلول بھی دہلی سے آکر فلاں جگہ موجود ہے اور چاہتا ہے کہ ہمارے خلاف آئے۔ لہذا سلطان حسین کے دل سے مبارا خان پر حملے کا خیال دور ہو گیا۔

وفات: آخر سلطان بہلول چند سال اسی جگہ رہا اور شکار کرتا رہا۔ اسی دوران موت پہنچ گئی اور وہ اسی جگہ فوت ہو گیا۔(20)

مثنویات

یکی لا بچاہ افگند بے گناہ — یکی با کلہ برنشاند بگاہ

سرانجام ہر دو بخاک اندرند — زاختر فلک در وخاک اندرند(21)

گر شوی سلطان عالم باز چیست — گنج قارون جمع کردی باز چیست

چون بدانستی کہ مُردن لازم است — تا قیامت زندہ مانے باز چیست(22)

سلطان کا طریقہ:

سلطان بہلول کی روش یہ تھی کہ ہمیشہ چار کروہ کوچ کرتا تھا اور چند خیمے دو کروہ پر لگا دیا کرتا تھا۔ جب روانہ ہوتا تھا تو پہلے آکر ان خیموں میں دن کے دو پہر گزار کر پھر شکار کر کے ڈیرے پر چلا جاتا تھا۔ ایک روز پانی کی قلت کی وجہ سے آٹھ کروہ پر ڈیرہ کیا گیا اور چار کروہ پر پہلا خیمہ نصب کیا گیا لیکن سلطان کو خبر نہ تھی۔ جب سلطان روانہ ہوا تو دیکھا کہ پہلا خیمہ چار کروہ پر ہے لہذا اس روز پہلے خیمے میں نہیں آیا اور ڈیروں پر چلا گیا۔ جب سر پردہ کے اندر آیا تو ایک بڑا (کلوخی)(23) لا کر اپنے سر کے نیچے رکھ کر خیموں سے باہر ہی گرمی میں سو گیا۔ ساتھیوں نے آکر دیکھا کہ گرمی میں مٹی پر پڑا سو رہا ہے۔ بادشاہ نے کہا ''اسطرح سفر کو لمبا کیوں کر رہے ہو'' انہوں نے عرض کیا کہ ''بادشاہ صاحب! ہم پانی کی کمی کی وجہ سے اسطرح کوچ کر رہے ہیں''۔ جب یہ

بات سنی تو دلگیر ہو کر بولا کہ خدا بھلا کرے کیونکہ انہوں نے بہت بدترین ظلم کیا ہے۔ چاہیے تھا کہ ٹھہر جاتے اور دف بجاتے کہ لوگ پانی کا انتظام کر کے روانہ ہوں۔ اب چاہیے کہ بارہ ہزار روپے خیرات کرو"۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔(24)

مدت حکومت: کہتے ہیں کہ چوالیس سال و سات ماہ وبیس دن اور چار گھڑی بادشاہی کی۔(25)

کوٹلہ فیروز شاہ (دہلی)

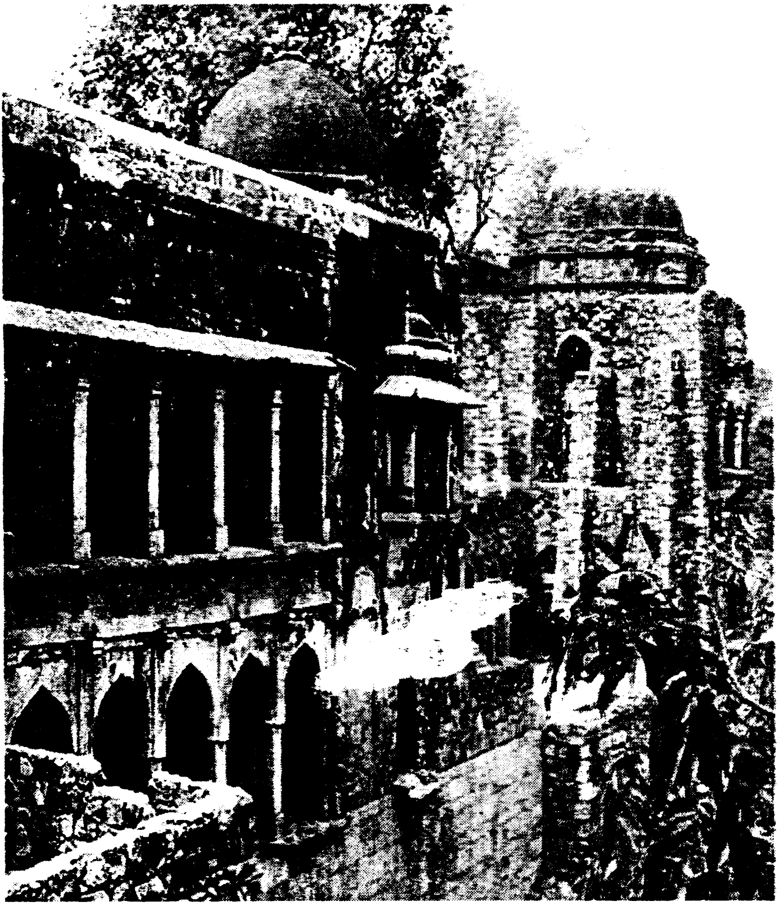

حکایت نمبر 15:

سلطان سکندر پسر بہلول کے بادشاہی پانے کا ذکر

کہتے ہیں کہ سلطان بہلول کے ساتھ چار بیٹے تھے (1) ان میں بڑا باربک شاہ تھا اور تین دوسرے تھے اور پانچواں بیٹا کہ جس کا نام سکندر تھا وہ دہلی میں تھا۔ باربک شاہ جو سلطان بہلول کے ساتھ تھا۔ اس نے میاں اخان کو لکھا کہ سلطان بہلول نے وفات پائی ہے تو اپنی فوج کے ساتھ میرے پاس آجا۔ لہذا میاں اخان جلدی سے باربک شاہ سے آکر ملا اور باربک شاہ کے نام کا خطبہ پڑھ کر بادشاہی دیدی۔ پھر باربک شاہ نے کہا کہ سکندر دہلی میں ہے۔ وہ بھی خطبہ پڑھ رہا ہے میاں اخان نے کہا میں اسے نکال دونگا۔ آخر الامر امراء کے بیٹے جو سکندر کے ساتھ تھے ان میں میاں اخان کے بھی دو بیٹے تھے۔ پھر میاں اخان نے کہا کہ "میں اسے نکال دونگا۔ تو دہلی کی جانب کوچ کر"۔ باربک شاہ نے کوچ کیا آخر سکندر بھی باربک شاہ کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں دونوں بھائیوں میں جنگ ہوگئی آخر سکندر کو فتح ہوئی اور دریا خان و نصیر خان جو دونوں میاں اخان کے بیٹے تھے انہوں نے عین جنگ میں جا کر میاں اخان کو پکڑ کر گھوڑے سے اتار دیا اور سلطان سکندر کے پاس لے (3) آئے باربک شاہ شکست کھا کر گجرات کو چلا گیا اور وہیں وفات پائی (4) اور میاں اخان پکڑا گیا۔

میاں اخان سے صلح:

جب ڈیرہ لگایا گیا تو میاں اخان کو ڈیرے میں رکھا گیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو سکندر شاہ میاں اخان کے پاس گیا اور کمر سے تلوار کھول کر میاں اخان کے آگے رکھ دی اور کہا کہ اگر میں اس کے قابل نہیں ہوں تو آپ جسکو چاہیں بادشاہی دیدیں۔ خان نے کہا کہ اگر نصیب میری امیدوں کے مطابق ہوتا تو میدان میں فتح میری ہوتی۔ میں تو برائی کر رہا تھا۔ تجھے خدا تعالیٰ نے (حکومت) دیدی ہے۔ پھر سلطان سکندر نے کہا کہ تلوار اپنے ہاتھ سے میری کمر پر باندھو۔ میاں اخان نے اپنے ہاتھ سے سلطان سکندر کی کمر پر تلوار باندھی۔ کہتے ہیں کہ اسی روز اسے جونپور واپس دے کر اور حاکم مقرر کر کے خود واپس لوٹ آیا۔ (5)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 16:

سلطان سکندر کا بیانہ جانا اور فریادی کی دادرسائی

کہتے ہیں کہ احمد خان جلوانی جو چوتھائی حصے کا مالک تھا اور بیانہ میں تھا وہ فوت ہوگیا۔ سلطان سکندر نے سنا تو بیانہ کی جانب کوچ کیا۔ جب بیانہ میں پہنچا تو احمد خان جلوانی کے بیٹوں سے کہا ''یہ روہ نہیں ہے کہ ہر کلی اور قبیلے پر الگ الگ حاکم ہوگا یہ بادشاہی ہے'' (1)۔ یہ بات کہہ کر انکو الگ الگ جاگیریں دے کر بھیج دیا۔

قبیلہ جادو پر حملہ:

اور خود بیانہ میں ٹھہر گیا کیونکہ پہاڑوں میں ہر جگہ بڑے بڑے راجے تھے مثلاً راجہ جو بیانہ سے مغرب کی جانب تھا اور بیانہ کے قریب ہی جادوان راجپوت تھے اور گوالیار میں راجہ مان تھا جو قوم تورتور سے تھا اسی طرح سے مختلف راجے تھے۔ ایک روز چوگان کے میدان میں سلطان سکندر چوگان بازی میں مشغول تھا (2) کہ ایک شخص فریادی آیا اور شریعت کی دوہائی دی کہ ان جادو لوگوں نے ہمارے عیال واطفال کو قید کرلیا اور تباہ کردیا ہے۔ جب سلطان سکندر نے سنا تو اسی جگہ سے جادو کی جانب متوجہ ہوا اور کہا کہ مجھے شرع کی دوہائی دی ہے اس لیے میرا غصہ کم نہیں ہورہا اور اسی طرح جادو کے پہاڑوں میں گھس گیا۔

جب پہاڑوں میں پہنچا تو جادو لوگوں کو قتل کر کے برباد کیا اور وہ مسلمان جو فریادی تھا اسپر نوازش فرما کر وہی جگہ اسکی جاگیر مقرر کردی اور خود قصبہ سوی سور سے ہوتا ہوا واپس بیانہ آگیا۔ (3)

راجہ باندھو کا مسئلہ:

کہتے ہیں کہ راجہ باندھو، بیر بہان نامی تھا جو رام چندر کلاں کا باپ تھا۔ اس نے اپنی

طاقت اور زور سے جو کچھ ملک اسکے بھتیجے کا تھا اپنے قبضے میں کرلیا۔ آخر کار وہ بھتیجا سلطان سکندر لودھی کے پاس چلا گیا۔ اسی دوران بیر بہان بھی سلطان سکندر کے پاس چلا گیا۔ جب اس جگہ اپنے بھتیجے کو دیکھا تو کہا کہ تو یہ جگہ ''کھو'' دینے کے لیے چلا آیا ہے۔ اس نے جواب میں کہا کہ ہاں! مجھ سے یہ بھی بعید نہیں ہے اور اگر میرا ملک وعلاقہ مجھے مل گیا تو دو چیزیں عقل سے وابستہ ہیں: بولنے کے وقت دم سادھ لینا اور خاموشی کے وقت بولنا۔ جب اس نے جواب سنا تو دل میں کہا کہ یہ اچھا نہیں ہے کہ یہ شخص یہاں رہے۔ لہذا بہت سے دلاسے اس بھتیجے کو دے کر اور اپنے دین کی قسم دلا کر اپنے ساتھ لے گیا اور ملک کا جو علاقہ اس کے حصے کا تھا وہ اسے دیدیا۔ (4)

قلعہ بیانہ (راجستھان ۔ انڈیا)

حکایت نمبر 17:

ملک ٹھٹھہ حاصل کرنے کا طریقہ

جب سلطان سکندر بیانہ میں رہا تو اس نے ٹھٹھہ (1) کی جانب فوجیں روانہ کیں اور کہا کہ جس روز فتح ہو تو ایسا کرنا کہ اسی روز خبر پہنچ جائے۔ آخر فوجیں جو روانہ ہوئیں وہ جگہ جگہ (کاہ) (2) کے تودے لگاتی جاتیں۔ آخر جب فتح ہوئی تو (کاہ) کے ایک تودے کو آگ لگا دی گئی جس سے سارے تودے جلنے لگے۔ اس آگ سے اسی روز معلوم ہو گیا کہ فتح ہو گئی ہے (3)۔ قصہ یہ کہ جب بابر بادشاہ ہند میں آئے تو ملک قندھار میں ارغون تھے انکو وہاں سے ملک بدر کر کے ملک ٹھٹھہ دے دیا۔ (4)

☆☆☆☆☆☆

نقشه سنده

حکایت نمبر 18:

جنوب سے سلطان حسین کی جانب سے ایک امیر کا مبارا خان کے خلاف آنا اور اس کا شکست کھانا

کہتے ہیں کہ میاں مبارا خان گنگ سے نیچے آ کر قلعہ گھیری کرہ (1) کے راجاؤں پر حملے کرتا تھا۔ چنارہ (2) بھی قریب تھا۔ اس کا بھی ارادہ کیا۔ یہ خبر بہار میں سلطان حسین کو پہنچی۔ سلطان حسین کا ایک راجپوت امیر جو جونپور میں تھا دریائے جونپور سے چنارہ تک وہ سارے ملک کا حاکم تھا اور سلطان حسین کا ایک خواجہ بھی چنارہ میں تھا۔ اس خواجہ نے سلطان کو لکھا کہ مبارا خان ہم پر حملے کر رہا ہے۔ پس سلطان حسین نے ایک فوج تیار کر کے اس راجپوت کے پاس بھیجی کہ اگر مبارا خان تیرے قابو میں آ جائے تو جنگ کرنا۔ لہذا اس راجپوت نے اپنا سارا لشکر تیار کر کے کھڑا کر دیا اور ایک بیڑہ پان (3) اور ایک رومال اپنے ہاتھ میں لیکر اپنے سپاہیوں سے کہا کہ جو کوئی میرے ساتھ مرنا چاہتا ہے وہ یہ بیڑہ اور رومال باندھ لے۔ سارے سپاہیوں نے بیڑہ اور رومال پکڑ لیا کہ ہم تیرے ساتھ مرینگے۔ آخر یہ راجپوت فوجیں خود تیار ہو گئیں۔ ان کے آگے اور عقب میں پیادے تیر و تفنگ کے ساتھ روانہ ہوئے اور پیادوں کے پیچھے مست ہاتھی اور ہاتھیوں کے پیچھے خود اپنی فوج تیار کر کے روانہ ہوا۔ کوچ در کوچ مبارا خان کے خلاف جا رہا تھا یہاں تک کہ چنارہ سے مغرب کی جانب مبارا خان سے جنگ ہو گئی۔ ایسی جنگ ہوئی کہ خود مبارا خان بھی زخمی ہو گیا اور بہت سے افغان سپاہی وغیرہ مارے گئے اور مبارا خان کے لشکر کو شکست ہوئی (4) اور مبارا خان شکست کھا کر جا رہا تھا کہ راستے میں ایک راجہ جس کا نام بہید تھا (5) اس نے اسے گرفتار کر لیا۔ (6)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 19:

سلطان سکندر کی راجہ بھید پر اور اس سلطان پر چڑھائی جو بہار میں تھا

راجہ بھید پر حملہ:

کہتے ہیں کہ جب مبارا خان کی شکست اور اسکے بھید کی قید میں چلے جانے کی خبر سلطان سکندر کو ملی تو وہ چوگان کے میدان میں تھا۔ خبر ملتے ہی وہ بہار کی جانب متوجہ ہوا یہاں تک کہ خیموں میں پہنچ گیا۔ چوگان اسی طرح اسکے کندھے پر تھی۔ جب کالپی کے نزدیک پہنچا تو دریائے جمنا عبور کر کے گھورہ (1) کی جانب متوجہ ہوا کیونکہ گھورہ ملک باندھو میں ہے۔ اسی راہ سے ہوتا ہوا راجہ بھید پر آن پڑا۔ جب راجہ بھید نے سنا کہ سلطان سکندر مبارا خان کی وجہ سے ہمارے خلاف آرہا ہے تو مبارا خان کو چھوڑ دیا اور خود بھی اپنے گھروں کو چھوڑ کر پہاڑوں میں چلا گیا (2)۔ مبارا خان جب بھید کی قید سے آزاد ہوا تو جونپور پہنچا اور چند روز میں مر گیا۔ (3)

سلطان حسین پر حملہ:

اور سلطان سکندر اسی طرح پہاڑوں سے ہوتا ہوا شمال کی جانب روہداس (4) کے پاس دریا سونرا (5) عبور کر کے سلطان حسین کے خلاف بہار کے قریب آ گیا۔ سلطان حسین میں مقابلے کی ہمت نہ تھی کیونکہ سلطان سکندر کے ساتھ بہت دنیا (لوگ) تھی۔ اس وجہ سے سلطان حسین بہار چھوڑ کر گور کی طرف چلا گیا۔ (6)

آزہمایوں کی شرمندگی:

جب سلطان سکندر تیزی سے سلطان حسین پر چڑھ دوڑا۔ تو اکثر بڑے امراء مثلاً آزہمایوں وغیرہ پیچھے رہ گئے اور اسکے پاس نہ پہنچ سکے۔ وہ شرمندگی کی وجہ سے باندھو کے پہاڑوں میں داخل ہو کر دکن کی جانب چلے گئے اور جب تک سلطان سکندر بہار میں چھ سات سال کے عرصے تک رہا تو شرمندگی کی وجہ سے سکندر کے سامنے نہیں آئے۔ آخر جب سلطان سکندر نے

ملک بہار سے چل کر بیانہ آ کر پڑاؤ کیا تو اس وقت آز ہمایوں بیانہ آ کر ایک مسجد میں بیٹھ گیا۔ یہ خبر سلطان سکندر کو پہنچی۔ سلطان سکندر نے کہلا بھیجا کہ آپ جو ہمارے ملک سے چلے گئے تھے اب کیوں آئے ہیں؟ آز ہمایوں نے جواب دیا کہ جس ملک میں بھی گئے وہاں آپ کا ڈر ہمیں ملا۔لہذا میں مسجد میں آ کر بیٹھ گیا ہوں کہ یہ خدا کا گھر ہے یہاں کسی کا عمل و علاقہ نہیں ہے۔اس جواب سے بادشاہ مہربان ہو گیا اور اپنے پاس بلالیا۔اور آز ہمایوں کو پہاڑوں میں جو بہت سے ہاتھی ملے تھے وہ اس نے سلطان سکندر کے حضور پیش کر دیئے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ مجھے یہ (کاومیشان)(7) کیا دکھاتا ہے اگر تو ہمارے ملک میں ہوتا تو باون ہزار افغانان پیدا ہو جاتے اور آز ہمایوں کا منصب باون ہزاری تھا(8)۔ پھر بادشاہ نے فرمایا کہ اس مسافری میں تمہارے ساتھ کس شخص اور کس چیز نے وفاداری کی۔ آز ہمایوں نے جواب دیا کہ لوگوں میں (اصیلان)(9) نے اور گھوڑوں میں سے ترکی (گھوڑوں) نے اور غلے میں سے گیہوں نے کہ جسے ہم کھاتے تھے اور ہمارے گھوڑے بھی کھاتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 20:

سلطان سکندر کا بہار آنا اور اولیاء وعلما سے ملاقات کرنا

جب سلطان سکندر بہار آئے تو تمام اولیاء اور علماء سے ملاقات کی اور میاں شیخ فخرالدین زاہدی (1) کہ جن کا قبیلہ بہت بڑا اور سرفراز تھا اور بنگالی بادشاہ انکے مرید تھے۔ ان کا گھر موضع سدہ (2) میں تھا اور انکی روش یہ تھی کہ جب انکے گھر میں کوئی بڑا شخص آتا تھا تو اسکو شربت پلاتے تھے۔ جب سلطان سکندر شیخ مذکور کے گھر گیا تو مصری اور چینی تیار نہ تھی انکے خادموں میں سے ایک نے شیخ کو اشارہ کیا کہ مصری اور چینی موجود نہ ہے۔ شیخ نے انگلی سے اشارہ کر دیا کہ شیرنی سے چینی کھرچ کر شربت تیار کر کے لے آؤ۔ خدمتگاروں نے ایسا ہی کیا اور شربت (طیار) (3) کر کے لے آئے۔ سلطان سکندر اور ان تمام لوگوں نے جو اس کے ساتھ تھے شربت پیا۔ جب سلطان سکندر شیخ سے رخصت ہوا تو شیخ مذکور نے اپنے ایک خادم کو سلطان کے ساتھ کر دیا دیکھے کہ سلطان ہمارے حق میں کیا کہتا ہے۔ جب سلطان سکندر روانہ ہوا تو سلطان سکندر نے مولانا جمالی (4) سے کہا کہ ”ان لوگوں میں اس شیخ زادہ کی طرح کوئی نہیں ہے لیکن ایک عیب اس میں ہے کہ جاہل ہے۔ جب بات کر رہا تھا تو بولا کہ میں آپ کو غیبتاً یاد کرتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جاہل ہے کیونکہ لفظ غیبتاً کہنے کا فرق نہیں سمجھتا“ (5)۔ پھر سلطان سکندر بہار میں رکا۔

اور وہ ہمیشہ نماز جمعہ کے لیے حاضر ہوتا تھا۔ ایک روز دیر ہوگئی۔ میاں بدی حقانی (6) بھی مسجد میں حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ تکبیر کہو اور نماز پڑھاؤ۔ لہذا نماز جمعہ ادا کی گئی۔ جب بادشاہ آیا تو مولانا جمالی نے دیکھا کہ نماز ہوگئی ہے۔ (مصلیان) (7) سے کہا کہ اے لوگوں! چاہیے تھا کہ بادشاہ بھی ہوتے۔ اور نماز جمعہ میں موجود ہوتے۔ اتنی دیر رک جانا چاہیے تھا کہ بادشاہ آجائیں۔ بندگی میاں حقانی نے سنا تو فرمایا کہ ہم نماز خدا کے لیے پڑھتے ہیں۔ لوگوں کے لیے نہیں پڑھتے۔ سلطان سکندر نے مولانا سے کہا اے مولانا! آپ خاموش ہو جائیں۔ پھر سلطان سکندر نے میاں بدی سے کہا کہ آپ نے اچھا کیا کہ نماز پڑھا دی۔ غلطی ہماری جانب سے تھی۔

پھر وہ ایک سال وہاں رہا۔ تمام علماء اور اولیاء مثلاً شیخ بدی حقانی و شیخ بدن منیری (8) و شیخ بدی طیب (9) و شیخ فخر الدین اور تمام مستحق لوگوں کو نقد دیا (10) اور مدد معاش دے کر بہار سے روانہ ہو گیا۔ (11)

بہار کی گورنری:

پھر نصیر خان و دریا خان کو بلا کر نصیر خان سے کہا کہ ہم ملک بہار تجھے دیتے ہیں۔ نصیر خان نے عرض کیا کہ بادشاہ! اگر کوئی چلا جاتا ہے اور اسکے گھر میں الوبھی ہوتا ہے تو وہ اس کو بھی اپنے گھر سے نہیں نکالتا۔ جونپور ہمارے باپ کو ملا تھا۔ بادشاہ ہم سے جونپور لے لیں (12) سلطان نے فرمایا کہ مبارا خان میرا یار تھا جب ایک جانور روتا ہے تو سارے جانور نہیں کھاتے بلکہ فروخت کی ایک مقدار کھاتے ہیں پھر نصیر خان نے دریا خان سے کہا کہ میں نے غلطی کی ہے۔ اگر بادشاہ بہار میں تجھے ایک گاؤں بھی دیدے تو تو لے لے۔ آخر بادشاہ نے دریا خان کو دے دیا تو دریا خان نے قبول کر لیا۔

مخدوم پور میں قیام:

پھر سلطان سکندر بہار سے آ کر مخدوم پور گاؤں (13) جو (فیر) (14) سے مشرق کی جانب گنگ کے کنارے ہے ڈیرہ ڈالا اور گاؤں میں پانچ چھ سال تک رہا۔ اکثر کشتی پر سوار ہو کر روانہ ہوتا اور شکار کرتا۔ اسکے بعد بیانہ کی جانب روانہ ہو گیا اور بیانہ میں تخت گاہ بنائی۔

سیور پر حملہ:

اور ان دنوں جب سلطان سکندر بیانہ میں تھا تو ملک بہار کے پہاڑوں میں ایک جگہ ہے کہ جس کا نام سیور ہے (15) اس میں ایک زناردار راجہ تھا اس کا پیشوا مہتر قاضی عثمانی تھا آخر الامر راجہ اور قاضی میں عداوت ہو گئی۔ راجہ نے قاضی کے سارے قبیلے کو قتل کر دیا۔ ایک شخص رہ گیا جو اس جگہ سے بھاگ کر سلطان سکندر کے پاس آ کر فریادی ہو کر اور گلے میں ایک زنار باندھ کر دربار میں کھڑا ہو گیا۔ جب بادشاہ نے دیکھا تو پوچھا کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا کہ پہلے میں مسلمان تھا عثمانی تھا اب زناردار ہو گیا ہوں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ کس وجہ سے؟ اس نے کہا کہ راجہ

سیورزنا ردار نے ہمارا سارا قبیلہ قتل کر دیا ہے۔ میں ایک شخص بچا ہوں جو اس جگہ بادشاہ کے حضور دادخواہی کے لیے آیا ہوں۔ بادشاہ نے تیس ہزار سوار افغانان اسکے ہمراہ کر دیئے کہ تو جا، تو بھی اس راجہ کے سارے قبیلے کو قتل کر دے۔ آخر وہ تیس ہزار سواروں کے ساتھ سیور آیا اور اسکے سارے قبیلے کو قتل کر دیا۔ صرف ایک شخص کو چھوڑا کہ میں بھی اپنے قبیلے میں ایک شخص رہ گیا تھا۔ اس قبیلے میں بھی ایک شخص باقی بچے۔ آخر وہی ایک شخص جو رہ گیا وہ راجہ ہو گیا اور وہ قاضی زادہ مہتر (سردار) ہو گیا جیسا کہ شروع سے چلا آرہا تھا وہ اس زمانے تک ہیں۔ (16)

☆☆☆☆☆☆

صوبہ جات الہ آباد جونپور و آگرہ

حکایت نمبر 21:

جمنا کے کنارے شہر آگرہ آباد کرنا

(سکندر لودھی)

کہتے ہیں کہ اس زمانے مٰن جمنا کے کنارے کے نزدیک کہ زمین میں بہت سے گڑھے تھے اور جنگلات تھے۔ اس وجہ سے چوری اور ڈاکے ہوا کرتے تھے۔ یہ اطلاع سلطان سکندر کو ہوئی پس اسنے خود آ کر جمنا کے کنارے شہر کے لیے جگہ کا انتخاب کیا اس جگہ کے راجہ سے کہا کہ دریا کے اس جانب زمین اچھی اور وسیع ہے یا دریا کے اس جانب۔ پس اس راجہ نے اپنی زبان سے کہا کہ دریا کے اس جانب زمین آگری۔ ہے یعنی بہت زیادہ ہے۔ پس جمنا سے مغرب کی جانب آگرہ کے نام سے شہر آباد کیا گیا اور جمنا سے مغرب کی جانب بھی سکندر کے نام سے آبادی قائم کی گئی۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 22:

سلطان حسین کا بہار کو واپس آنا اور شکست کھانا اور وفات پانا

شیخ الہداد اور سلطان سکندر:

سلطان حسین جو بہار سے بھاگ کر گور میں نصیب شاہ کے پاس چلا گیا تھا اور اکثر اولیاء جو سلطان حسین کے ساتھ گور چلے گئے تھے اور بندگی میاں شیخ الہداد بھی سلطان کے ساتھ چلے گئے تھے اور پھر بہار کی جانب سے واپس لوٹ کر جونپور واپس آ گئے تھے۔ جب سلطان سکندر بہار آیا تو اکثر اولیاء مثلاً شیخ بدی حقانی وغیرہ سے ملاقات کی۔ مگر شیخ الہداد سے ملاقات کا بہت اشتیاق تھا۔ جب وہ مخدوم پور سے جونپور روانہ ہوا تو جونپور میں شیخ الہداد سے ملاقات ہوئی۔ جب جونپور میں پہنچا تو جونپور میں ایک بڑا مخادیم (1) تھا۔ اس مخادیم مذکور نے سلطان سکندر کی شیخ الہداد سے ملاقات کے اشتیاق کی خبر سنی تھی۔ جب اس نے سنا کہ سلطان سکندر پہلے شیخ الہداد سے ملاقات کے لیے اس کے گھر جائے گا تو بڑے فریب و چالاکی سے شیخ الہداد کی دعوت کر کے انکو اپنے گھر لے آیا اور کہا کہ آپکے کپڑے میلے ہو گئے ہیں اگر وہ دے دیں تو ہاتھ کے ہاتھ دھو کر لے آؤں۔ پھر انکو ایک جگہ تنہا بٹھا دیا اور ایک پرانا کپڑا سر پر باندھنے کے لیے دے دیا تھا۔ ایک تہبند اور ایک جوڑی کپڑے جو شیخ الہداد کے جسم پر تھے وہ دھوبی کے گھر بھیج دیئے۔ جب سلطان سکندر شہر جونپور میں داخل ہوا تو پوچھنے والا شیخ الہداد کے گھر گیا اور پوچھا کہ شیخ الہداد کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ فلاں مخادیم نے دعوت کی ہے وہاں گئے ہیں۔ سلطان سکندر نے اس مخادیم کے گھر پر جا کر پوچھا کہ شیخ الہداد کہاں ہیں؟ اس مخادیم نے فریب سے کہا کہ یہاں شیخ الہداد کوئی نہیں ہے البتہ بچوں کا ایک معلم الہداد نامی ہے۔ یہ بات کہہ کر شیخ الہداد کو اسی طرح سے ننگے بدن لے آیا اور بادشاہ سے ملاقات کروادی۔ سلطان اپنی فراست سے جان گیا کہ اس مخادیم نے دھوکہ کیا ہے۔ لہذا بادشاہ اس جگہ سے بہت دل گیر ہو کر اٹھ گیا۔ امیر حسین نے فرمایا ہے کہ عشق کی فاتحہ اخلاص ہے لیکن اسکے لیے جو خود اخلاص ہے۔

9

بیت

منافق اگر کلمہ گفتہ چہ سود — کہ ایمان را اصل اخلاص بود (2)

بیت

یکی جز بہ نیکی زمینی سپرد — ہمین از بزندی فرو نیز مرد
یکی بد کند نیک پیش آیدش — جہان بندہ تخت خویش؟ آیدش
از و دور بادا افران یزدی — مکافات بدر از یزدان بدی
بدی را مکن خفیہ اندر جہان — بدونیک ہرگز نماند نہان
سخن تا کہ باشد میان دوتن — سہ تن درمیانِ جہان انجمن (3)

حضرت مخدوم شیخ سعدی نے فرمایا ہے کہ:

مثنوی

واز رنج درم ز دوستانم — کا خلاق بدم حسن نمایند
عیبم ہنر و کمال بینند — خارم گل ویاسمن نمایند
کودشمن شوخ وچشم ناپاک — تا عیب مرا یمن نمایند (4)

قصہ یہ کہ سلطان بیانہ کی جانب روانہ ہوئے اور شیخ الہداد سادہ آدمی تھے انکو کچھ سمجھ نہ آیا۔ جب ایک عرصہ گذر گیا تو شیخ الہداد کو اس مخادیم کے فریب کی خبر ہوئی۔ فرمایا کہ حق تعالیٰ منافقوں سے اس شہر کو پناہ دے۔ یہ بات فرما کر اپنے قبیلے کو پھر سے بہار کی جانب روانہ کر دیا اور خود اس حدیث سرورؐ پر عمل کرتے ہوئے بادشاہ کی جانب روانہ ہوئے "قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" اتقو بمقام اللھم۔ (5) غرض کے مسلمان کو چاہیے کہ منافق کی صحبت سے دور رہے کیونکہ صحبت بہت متوثر ہوتی ہے جیسا کہ حضرت مخدوم شیخ سعدی نے فرمایا ہے۔

قطعہ

پسر نوح بابدان بنشت — خاندان بنوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزی چند — پی نیکان گرفت مردم (6)

اور منافق پہلے دوستی دکھاتا ہے۔ اور پھر دوستی کے جال میں قید کر کے چھری حلق پر چلاتا

ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ حافظ نے فرمایا ہے کہ:

بیت

مرغ کم حوصلہ را گو غم خود خور کہ برو رحم آنکس کہ نہد دام چہ خواہد بودن

اذا رائیت الرجل لُجو جاً شعر معجباً برائیہ فقد تمت حسارتہ (7)

منافق اکثر چاپلوس ہوتا ہے اور اپنی چاپلوسی سے ایسا گمان ظاہر کرتا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ میں ہی کرتا ہوں۔ اور اس حوالے سے حدیث سرورؐ میں بھی آیا ہے اور نیز حضرت خواجہ نظام الدین گنجوی نے فرمایا ہے کہ:

A۔ اور پھر منافقوں کی علامت کے بارے میں حضرت خواجہ فرید عطار نے فرمایا ہے۔

بیت

از ین آشنایان دُزدان خو دو روئی نگر یک زبانی مجو

بمعیار این چار سورہ روی نسنجید دو جو تا ندزد و جوی

زمن رخت این ہمرہان دور باد زبانم از ین نکتہ معذور یاد (8)

A۔ اور پھر منافقوں کی علامت کے بارے میں حضرت خواجہ فرید عطار نے فرمایا ہے۔

بیت

سہ علامت بر منافق ظاہر است زآن سبب مقہور قہرِ قاہر است

نیست در وعدہ منافق را وفا زآن نباشد در رخش نور و صفا

وعدہ ہای او ہمہ باشد خلاف قول او نبود بغیر از کذب ولاف

مومنان را کم اعانت میکند ہم امانت را خیانت میکند

تو مپنداری منافق را آمین نیست بد بخت تر از و در روی زمین

از منافق ای پسر پرہیز کن تیغ را از بہر قتلش تیز کن

با منافق ہر کہ ہمرہ میشود منزل او در تہ چہ میشود (9)

پھر کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ:

رباعی

دو روی مجوی و مشو دو زبان کہ ایشان بعالم حزین میشوند

قلم دو زبان است و کاغذ دو روی کہ ایشان سیہ روی زین میشوند (10)

قصہ یہ کہ جب شیخ الہداد نے حضور میں جا کر ملاقات کی تو بادشاہ نے بہت مہربانی فرمائی۔ اور چند دیہات طالب علموں کے خرچے کے لیے بہار کے نواح میں عطاء کیے۔ پھر میاں جی بادشاہ سے رخصت ہوکر بہار کی جانب آ کر قیام پذیر ہو گئے۔

سلطان حسین اور نصیب شاہ

قصہ یہ کہ سلطان حسین گور چلا گیا۔ نصیب شاہ نے سلطان حسین کو بلایا اور خود ایک چبوترہ عطر و عنبر سے تیار کر کے اس پر بیٹھ گیا۔ جب سلطان حسین آیا تو دور کھڑا ہو کر بولا کہ ادب کرنا چاہیے کہ حضرت صلوۃ اللہ نے خوشبو کو سینے پر ملا تھا۔ نصیب شاہ چبوترے سے نیچے آیا اور سلطان حسین سے ملاقات کی اور (دو لچہ) پر بیٹھ گئے اور بہت سی علمی باتیں کیں کیونکہ سلطان حسین عالم تھا۔ جب سلطان حسین کو وداع کیا تو کہل گانو (11) اسے کھانے کے اخراجات کے لیے دیا کہ آپ وہاں جا کر رہیں۔ میں بھی اس کوشش میں ہوں کہ جب موقع لگے تو اس وقت تمہیں لشکر دے دونگا۔ اس طرح سے چند سال گزر گئے کہ سلطان حسین نے نصیب شاہ کو لکھا کہ چند سال ہو گئے ہیں کہ مجھے بہار کی خبر نہیں ملی ہے۔ اگر آپ مدد کریں تو میں بہار کی خبر لوں۔ نصیب شاہ نے جواب میں لکھا کہ ابھی سلطان سکندر (زندہ) ہے اور اسکے امراء جگہ جگہ مضبوط ہیں۔ ابھی یہ مناسب نہیں ہے کہ اس جانب روانہ ہوں۔ (12)

سلطان حسین کا بہار پر حملہ:

پھر سلطان حسین نے خود طے کر کے اپنی ایک فوج کے ساتھ بہار کی جانب کوچ کیا اور دریا خان کے قلعے پر حملہ کیا۔ سلطان حسین نے قلعہ کے اردگرد خیمے لگا کر قلعہ توڑنے کا ارادہ کیا اور وہ ہمیشہ تیر و تفنگ (13) کرتا تھا۔ اسی دوران دریا خان نے یہ خبر سلطان سکندر کو لکھ بھیجی۔ اس خبر کے ملتے ہی سلطان سکندر نے تمام امراء مثلاً آزہمایوں وغیرہ کو کہ جو مشرق کی طرف موجود تھے انکو لکھا کہ آپ سب دریا خان کی مدد کریں۔ کہتے ہیں کہ 90 ہزار سوار دریا خان کی مدد کے لیے آ گئے۔

سلطان قلعہ توڑنے کی کوشش میں تھا لیکن قلعہ کی خندق میں پانی بہت گہرا تھا۔ سلطان حسین نے فرمایا کہ یہ پانی کس طرح سے ختم کیا جائے۔ پھر وہ کے ایک چودھری نے کہا میں ختم کر دوں گا۔ یہ بات کہہ کر بیلداروں اور کسانوں کو بہار بلا کر راتوں رات ایک نہر کھدوائی اور سارا پانی

خندق سے نکال دیا۔ افغانان تلوار اور آتش باری کی قوت پر قلعہ پکڑے بیٹھے تھے۔

اس دوران آز ہمایوں سروانی 90 ہزار سواروں کے ساتھ مدد کے لیے پہنچ گیا۔ پھر سلطان حسین قلعہ چھوڑ کر کہل گانو چلا گیا۔ جب وہاں پہنچا تو نصیب شاہ کو خبر ہوئی اور وہ بہت دل گیر ہوا کہ غلط وقت پر اس نے اس طرح کیا ہے۔(14)

سلطان حسین اور اس کے بیٹے کی وفات:

قصہ یہ کہ سلطان حسین کا بیٹا بہت قوی اور زور آور تھا کہ اس زمانے میں کسی کو اس سے مقابلے کی ہمت نہیں تھی۔ سلطان سکندر کو یہ خبر لگ گئی کہ سلطان حسین کا بیٹا اتنا زور آور اور نیک خصلتوں کا حامل ہے۔ سلطان سکندر نے فرمایا کہ میں نے سلطان حسین کو گندم سے آٹا بنا دیا تھا لیکن آٹا سے پھر گندم پیدا ہوگئی۔ پھر اسی دوران ایک کشتی گیر (یعنی پہلوان) کہ جس کا نام کہو شامال (15) تھا وہ بہت طاقتور تھا۔ اس نے سلطان سکندر کے حضور عرض کیا کہ آپ کیوں ڈرتے ہیں سلطان حسین کا وہ بیٹا اکثر طاقتوروں سے کشتی لڑتا ہے۔ مجھے حکم کیجئے کہ میں جا کر اس سے کشتی لڑ کر اسے قتل کر دوں۔ بادشاہ نے اسے بھیج دیا۔ جب یہ کشتی گیر گیا تو سلطان حسین کے بیٹے سے بولا کہ میں تیرے سر میں تیل ملوں گا اور تو میرے سر میں مل۔ آخر وہ کشتی گیر سلطان حسین کے بیٹے کے سر میں پوری طاقت سے تیل ملنے لگا چند دنوں میں سلطان کا بیٹا معذور ہو گیا۔ اس کے بعد فرصت پا کر اس کشتی گیر کے سر میں اتنے زور سے تیل ملا گیا کہ اس کا دماغ کان کے راستے باہر آ گیا پھر وہ مر گیا۔ جب مر گیا تو حکم دیا کہ اس کو تین دن تک پڑا رہنے دو پھر دور کر دینا۔ اس کے چند دن بعد سلطان حسین کا بیٹا بھی مر گیا (16)۔ یہ خبر سن کر چند روز میں سلطان حسین کو بھی موت آ گئی اور وہ بھی مر گیا۔ (17)

بیت

چو خواہد شدن عالم از ما تہی ——— گدائی بسی بہ ز شاہنشہی (18)

بیت

بنشین بر لب جوی و گذر عمر بہ بین ——— این اشارت ز جہان گذران ما را بس (19)

حکایت نمبر 23:

لشکر دریا خان اور حسین فرملی کے باپ کے راجہ سیب سنگھ کے خلاف جانے اور سلطان سکندر کے وفات پانے کا ذکر

ترہٹ پر قبضہ:

کہتے ہیں کہ سلطان سکندر بیانہ میں ٹھہرا ہوا تھا اور دریا خان بہار میں تھا۔ دریا خان نے میاں حسین فرملی کے باپ سے جو سارن میں تھا طے کرلیا کہ بہار سے دریا خان اپنا لشکر دریا گنگ کے اس جانب اتارے گا۔ اور سارن سے میاں حسین فرملی کا باپ دریا کے اس پار آئے گا اور دونوں لشکر جا کر راجہ سیب سنگھ سے جنگ کریںگے۔ آخران دونوں آدمیوں کے لشکروں کو فتح ہوئی اور سیب سنگھ کا بیٹا مارا گیا اور سیب سنگھ بھاگ گیا(1)۔ یوں ملک ترہت قبضے میں آ گیا۔ میاں حسین فرملی اور دریا خان نے سلطان سکندر کو لکھا کہ بادشاہ کے نصیب سے سارا ملک ترہت ہاتھ آ گیا ہے۔ جب سلطان سکندر نے سنا تو بہت دل گیر ہوا۔ اس نے کہا کہ ہمارے اور ساداتوں کے درمیان ایک دیوار تھی اب ہماری نظر سادات کے گھر میں جائے گی (2) اور جب سلطان سکندر غصہ ہوا تو میان حسین فرملی اور دریا خان کے لشکر ملک ترہت چھوڑ آئے۔ جب نصیب شاہ نے دیکھا کہ یہ ملک اس طرح سے خستہ حال ہے تو اپنی بہن کے شوہر جس کا نام مخدوم عالم تھا اس کو ایک فوج کے ساتھ بھیجا۔ وہ وہاں گیا اور حاجی پور آ کر بیٹھ گیا(3)۔ جب سلطان سکندر نے سنا تو حاجی پور سے دریائے کوسی تک تمام ملک نصیب شاہ کو دیدیا۔(4)

مدت بادشاہت:

سلطان سکندر نے اسی طرح سے پینتیس 35 سال اور 9 ماہ اور تیرہ روز اور چوبیس گھڑی بادشاہی کی۔(5)

مثنویات

نماند ہمی نیک و بد پائیدار　　ہمان بہ کہ نیکی بود یادگار

چنینیم یک سر کروہی ہمہ　　تو خواہی شبان باش خواہی رمہ (6)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 24:

خانشہ کا دختر خوندگار روم کو دیووں سے منگوانا سلطان کو خبر ہونا (1)

کہتے ہیں کہ سلطان سکندر لودھی کے دور میں شہر آگرہ میں خانشہ نام کا ایک مولوی تھا جو بچوں کو تعلیم دیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے مٹی کا گھر بنالیا تو اس کو ایک (چراغ) پتھر کا ملا۔ جب اس چراغ کو جلایا تو دیو آکر حاضر ہو گئے۔ جب اس مولانا نے ان دیوؤں کو دیکھا تو ڈر کر پوچھا کہ تم کون ہو۔ انہوں نے کہا کہ یہ چراغ حضرت سلیمان کا ہے اور ہم موکل ہیں (2)۔ اگر کوئی اس چراغ کو روشن کرتا ہے تو ہم دونوں حاضر ہو جاتے ہیں اور جس بھی کسی کام کا اور مہم کا حکم دے تو ہم وہ کرینگے۔ پھر مولانا نے ان دونوں کو کوئی کام کرنے کو کہا تو انہوں نے وہ کر دیا۔ جب مولانا ذرا بہادر ہوا اور ان دیوؤں کا عادی ہو گیا تو ان سے مشکل کام کروالیتا یہاں تک کہ دولت مند اور مالدار ہو گیا اور محل تیار کرالیے اور شراب خوری شروع کر دی۔ اسی دوران ایک دن ان دیوؤں سے پوچھا کہ اس دنیا میں کونسی لڑکی اتنی صاحب جمال ہے کہ اس کی طرح کی کوئی دوسری نہ تو ہے اور نہ ہی ہوگی۔ ان دیوؤں نے کہا کہ ہاں! خوندگار روم (3) کی بیٹی ہے کہ اس کی طرح کی صاحب جمال دونوں عالموں میں موجود نہیں ہے۔ پھر اس مولانا نے حکم دیا کہ اس لڑکی کو لے آؤ۔ وہ دیو اس دختر کو دو تین ساعتوں میں لے آئے اور مولانا نے اسے ساری رات اپنے گھر میں رکھا۔ جب رات کی دو گھڑی رہ گئی تو دیوؤں سے کہا کہ اس لڑکی کو واپس گھر میں چھوڑ کر آجاؤ۔ اسی طرح سے ہر رات کو حکم دیتا اور دیو اس لڑکی کو لے آتے جب صبح ہونے لگتی تو واپس اس کے گھر میں چھوڑ دیتے۔ جب اس لڑکی اس کے گھر میں اسکی کنیزیں اور دائی نہیں پاتیں تو اس سے پوچھتیں کہ تو رات کہاں گزارتی ہے اور کہاں جاتی ہے یہاں تک کہ سلطان روم کو بھی خبر کر دی کہ ایسی بات ہے۔ لہذا خوندگار روم بھی جستجو میں لگا۔ اس نے ہر چند کوشش کی مگر لڑکی کو گھر میں نہیں رکھ سکا۔ آخر اس لڑکی سے پوچھا کہ تو کہاں جاتی ہے۔ اور کس طرح جاتی ہے۔ پھر اس (لڑکی) نے کہا کہ ایک حویلی ہے۔ وہاں مجھے لے جایا جاتا ہے اور اس حویلی میں ایک آدمی ہے وہ ساری رات مجھے اپنے پاس رکھتا ہے اور جب صبح قریب ہوتی ہے تو مجھے واپس یہاں لے آتے ہیں۔ لیکن مجھے آنے

جانے کی خبر نہیں ہوتی۔اس سے کہا کہ تو اس (شخص) سے اس کا نام اور مقام پوچھ کر آ۔اس لڑکی نے کہا کہ کیسے پوچھوں کیونکہ مجھے اس کی زبان سمجھ نہیں آتی اور وہ بھی میری زبان نہیں سمجھتا۔جب کچھ عرصہ گزر گیا۔تو اس لڑکی نے اسے مولانا سے تھوڑی سی ہندی زبان سمجھ لی جب ہندی زبان سیکھ لی (4) تو کنیزوں اور دایہ سے کہا کہ تھوڑی زبان مجھے آ گئی ہے۔دایہ نے یہ خبر سلطان روم کو دی۔سلطان روم نے خود آ کر اس لڑکی سے کہا کہ اب اس شخص کا نام اور مقام پوچھ کر آ۔لڑکی پرانے طریقے سے ہی اس مولانا کے گھر سے ہو کر آئی تو خوندگار روم سے کہا کہ اس شخص کا نام خانشہ ہے بچوں کو پڑھاتا ہے شہر آگرہ میں ہوتا ہے اور شہر آگرہ ملک ہندوستان میں ہے اور وہاں پر سلطان سکندر ہے اور ان کو حقیقت بھی بتلائی۔جب اس لڑکی نے یہ حقیقت خوندگار روم کے سامنے بتائی تو خوندگار روم نے کہا کہ ملک ہند میں پان پیدا ہوتا ہے اس جگہ سے پان لیکر آ۔لڑکی پھر گئی اور اس جگہ سے پان لا کر خوندگار روم کو دیا (5)۔جب خوندگار روم اس بات کی مکمل حقیقت سے خبر دار ہو گیا تو اس نے دو وکیل سلطان سکندر کے پاس بھیجے اور اس لڑکی کی ایک ایک حقیقت لکھ دی اور یہ بھی لکھا کہ ہم وہ لڑکی آپکو دیتے ہیں ہمیں اس حقیقت سے آگاہ ہو کر مطلع کیا جائے۔جب روم کے وکلاء سلطان لودھی کے پاس آئے اور اس حقیقت سے خبردار کیا تو اس نے کھوج لگائی۔آخر خانشہ کا گھر مل گیا۔پھر خانشہ کی بیوی اپنے اشک کی وجہ سے جاسوس ہو گئی۔پھر جس وقت خانشہ شراب پی کر بے ہوش پڑا سو رہا تھا تو اس وقت اچانک سلطان سکندر اور میاں بھوا بھاگ کر اس کے گھر میں گھس گئے۔پھر اس چراغ کو توڑ کر خانشہ کو گرفتار کر لیا اور اسی وقت اسکو قتل کر دیا اور اس لڑکی کو پوری عزت کے ساتھ گھر لے آئے۔جب وہ لڑکی گھر میں آ گئی تو پھر بہت سی پیشکشیں دے کر خوندگار روم کے پاس بھیج دیا۔جب وہ لڑکی پہنچ گئی تو خوندگار روم نے بہت تعریف کی اور سلطان سکندر کو فرمان خلافت لکھ بھیجا (6) آخر الامر سلطان سکندر نے وہ چراغ توڑ کر دریائے جمنا میں پھینک دیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 25:

مولانا جمالی جو سکندر سے دل گیر ہو کر چلے گئے تھے

مولانا جمالی کی ناراضگی:

کہتے ہیں کہ مولانا جمالی (1) اور سلطان سکندر کے درمیان اتنا اتفاق تھا کہ کسی دوسرے کے درمیان نہ تھا۔ آخر الامر میاں حافظ نام کا ایک مولانا تھا۔ اس نے مولانا جمالی اور بادشاہ کے درمیان لگائی بجھائی کی لیکن بادشاہ نے اس روز ساتھ حافظ کا دیا۔ جب مولانا جمالی نے دیکھا کہ میرے اور بادشاہ کے درمیان کوئی بات نہ تھی کہ وہ دوسرے کی جانب داری کرے لہذا مولانا جمالی بادشاہ سے بھاگ کر خراسان کو چلا گیا (2)۔ لیکن قلندروں کی طرح سے زیر ناف کھال باندھتے اور اپنے جسم پر مٹی مل لیتے جیسے کہ قلندر رہوتے ہیں۔

ملا جامی اور مولانا جمالی:

جا کر ملا جامی (3) کے پاس زمین پر بیٹھ گے۔ آخر ملا جامی نے جمالی کی یہ شکل دیکھی تو کہا کہ تیرے اور گدھے کے درمیان کیا فرق ہے۔ مولانا جامی اور جمالی کے درمیان ایک کھال تھی جو بیٹھنے کے لیے بچھائی گئی تھی۔ جمالی نے کہا کہ یہی ایک کھال کا۔ مولانا حاجی نے ایک لمحہ ٹھہر کر کہا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے جمالی نے کہا کہ خاکِ دہلی سے (آیا ہوں)۔ حضرت مولانا حاجی نے پوچھا کہ جمالی کو دیکھا یا سنا ہے جمالی نے کہا کہ ہاں! میں نے اسے دیکھا ہے اور سنا ہے۔ مولانا حاجی نے فرمایا کہ مولانا جمالی کا کوئی شعر یاد ہے؟ تو انہوں نے ایک لمحہ توقف کر کے یہ شعر کہا:

بیت

ماراز خاک کویت پیراہن است برتن آنہم زآب دیدہ صد چاک تا بدامن (4)

پھر مولا جامی نے فرمایا کہ شاید تو ہی جمالی ہوگا۔ پھر جمالی نے کہا کہ ہاں! دہلی میں مجھے بھی جمالی کہتے ہیں۔ مولا جمالی نے عزت کر کے قریب بٹھایا اور ان سے وہ مٹی دور کر کے کپڑے

پہنائے۔ مولا جامی نے کہا کہ یہاں خاک اتنی اچھی نہیں ہے کہ پیراہن بن جائے۔ جمالی نے کہا کہ کیا آگرہ نہیں دیکھا ہے کہ اس جگہ سے مٹی سے شطرنج بناتے ہیں۔ پھر مولا جامی اور جمالی کے درمیان بہت دوستی پیدا ہوگئی اور وہ اکثر جمالی سے امیر خسرو (5) اور حسن دہلی (6) کے اشعار پوچھتے تھے کیونکہ امیر خسرو کے اشعار میں ہندی کے اتنے الفاظ ہیں کہ کوئی شخص ہندی اور فارسی مین فرق نہیں کرسکتا۔ ان اشعار کی وجہ سے امیر خسرو اور حسن دہلی ولایت کے لوگوں میں بہت مشکل سمجھے جاتے تھے لہذا یہ شعر ہیں:

بیت

ماہ نوی اصل وی از سال خاست یک مہ تو گشت بدہ سال راست (7)

پھر امیر نے (؟)(8) کی تعریف کی ہے۔ کہ سال ایک درخت کو کہتے ہیں۔ اور دس سال سے ایک کشتی تیار ہوتی ہے۔ اور یہ اشعار بھی ہیں:

گرمہ شود (برہ و) ستارہ شود بری با خوانِ نعمتِ تو کند کی برابری (9)

یہ تعریف انہوں نے اپنے پیر کے کھانے کی کی ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء (10) اس جگہ (بری رختی) (11) بجاتے ہیں۔ لہذا مولا جامی جمالی سے امیر خسرو کا کلام اور حسن دہلوی کا کلام سمجھتے تھے۔ اس طرح ولایت میں بہت سے لوگ جمالی کے معتقد ہوگئے۔ یہاں تک کہ بادشاہ کو شبہ ہوا کہ ہماری بادشاہی میں فساد پیدا کرے گا (12)۔ لہذا یہ شعر لکھ کر وہ کعبہ کو روانہ ہوگئے:

بیت

دو سہ گز بور پا و پوست یکی دل پر درد یار دوست یکی

این قدر بس بود جمالی را عاشقی مست لاوبالی را (13)

ـطان سکندر سے خط کتابت پھر سکندر نے لوگوں کو دوڑایا اور لکھا کہ آ جایئے ۔ جما‌لی نے ایک جواب لکھا۔ پھر جب سکندر نے سنا کہ مکہ جا رہے ہیں تو یہاں سے یہ لکھا: (14)

بیت

واز مکہ و مدینہ رفتہ گوہر بودی و گنجینہ گشتی باید کہ خود را اینجا برسان بسیار دوری کردہ (15)

تو جمالی نے وہاں سے لکھا کہ اے بادشاہ! ہماری اور تمہاری دوستی دل سے تھی۔ مال وعہدے کے لیے نہ تھی۔ چونکہ ایک رقیب پیدا ہو گیا ہے لہذا میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے اسمیں پیوند نہیں لگ سکتا:

مثنویات

گر چہ دورم از بساط قرب ہمت دور نیست — بندہ شاہ شمائیم وثنا خوان شما (16)

سلطان کی وفات:

جب یہ خط پہنچا تو ان ہی دنوں سلطان سکندر نے وفات پائی۔ (17)

قبر سکندر لودھی (انڈیا۔ لودھی گارڈن دہلی)

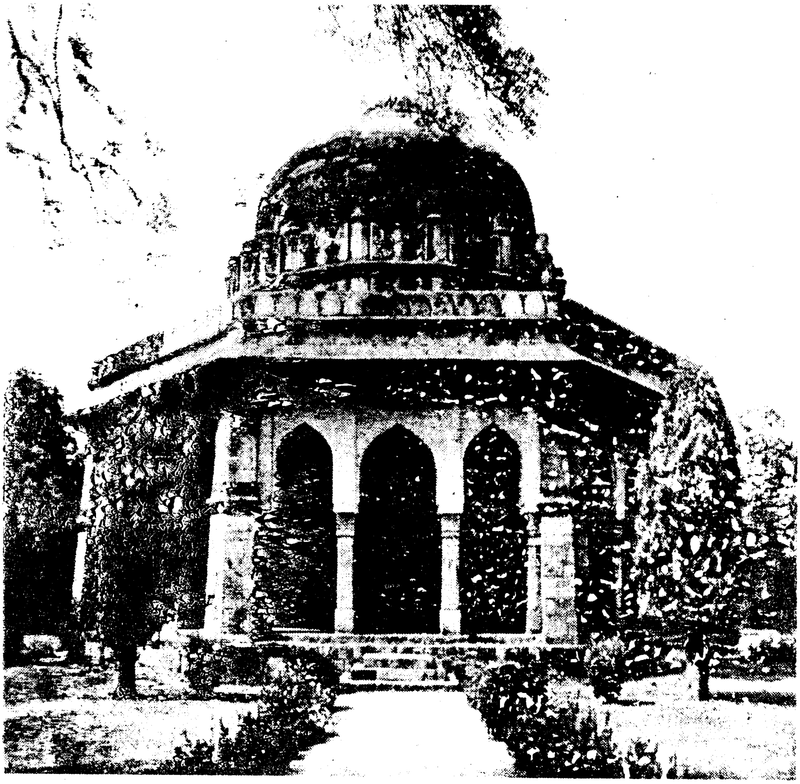

حکایت نمبر 26:

سکندر کے سلوک وعدل کا ذکر(1)

سلطان کا مذہبی رجحان:

کہتے ہیں کہ سلطان سکندر ہمیشہ نماز میں مشغول رہتا تھا اور علماء وفضلاء کی مجلس میں بیٹھتا تھا اور پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کرتا تھا اور نوافل بہت پڑھتا تھا۔ اور نماز تہجد وچاشت و اشراق کبھی نہیں چھوڑی اور اگر کوئی فریادی پاس آتا تو کہتا کہ یہ فریاد کس شخص کی ہے۔ اور اسکے ملک میں کوئی ظلم باقی نہ رہا تھا اور جب تک وہ زندہ تھا تب تک ملک آباد اور غلہ سستا تھا اس کے عہد میں جا بجا اولیاء اللہ وعلماء وفضلاء وشعراء ہوتے تھے۔ وہ خود بہت بلیغ شعر کہتا تھا۔ (1)

انصاف:

اور انصاف میں اتنی موشگافی کرتا کہ کہتے ہیں کہ ایک تاجر آگرہ میں تھا اور اس تاجر نے ایک دوسرے تاجر کے پاس ایک ہنڈیا نفیس اور اعلیٰ جواہرات سے بھر کر مہر کر کے امانت کے طور پر رکھ دی اور چلا گیا۔ جب واپس آیا اس تاجر نے وہ ہنڈیا اس کو دی کہ اپنی امانت جیسی ہوئی خود رکھو ۔ جب اس نے لی اور ہمیانی کا منہ کھولا تو دیکھا کہ جواہر نہیں ہیں۔ لہذا وہ ہنڈیا وہ بادشاہ کے پاس لے گیا اور حقیقت عرض کہا کہ اے بادشاہ! عجیب بات ہے کہ میں نے اپنی ہنڈیا مہر اور نشانی کے ساتھ لی ہے مگر جواہر نہیں ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ یہ جواہریں ہنڈیا میں ہی طرح سے رکھ اور مہر ونشانی کر کے ہمارے حوالے کر دے۔ پھر بادشاہ نے ہنڈیا لی اور اس سے فرمایا کہ اب تو جا اور جب تک میں نہ بلاؤں تو نہ آنا۔ آخر بادشاہ نے وہ ہنڈیا محل کے اندر لے جا کر ایک اچھی جگہ پر رکھ دی۔

سلطان کی عادت:

قصہ سلطان کی عادت یہ تھی کہ جب تک کپڑا پھٹ نہیں جاتا تھا وہ نیا کپڑا نہیں پہنتا تھا

جب تک نیند کا غلبہ نہ ہو وہ سوتا نہیں تھا اور جب تک اشتہا نہ ہو تب تک کھانا نہیں کھاتا تھا اور جب تک اپنے نفس پر قابو رکھتا تھا تب تک بیویوں سے ہم بستری نہ کرتا تھا۔

کہانی کا بقیہ حصہ:۔ پھر ایک روز سفید کپڑے پہنے اور لباس کے جو پہلے بدن پر ہوتا تھا اسے تھوڑا سا پھاڑ کر دھوبی کے گھر بھیج دیا۔ جب دھوبی نے کپڑوں کو دیکھا کہ بادشاہ کا نیا کپڑا پھٹ گیا ہے تو دھوبی اسی وقت رفو گر جو اس کا آشناء تھا وہاں گیا اور ان کپڑوں کو رفو کر دیا۔ جب دھوبی ان کپڑوں کو بادشاہ کے پاس لایا تو بادشاہ نے فرمایا کہ یہ کپڑا جو اس جگہ سے پھٹ گیا تھا کس نے رفو کیا ہے۔ دھوبی نے کہا کہ فلاں رفو گر نے کیا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اس کو ہمارے پاس لاؤ۔ دھوبی جا کر اس رفو گر کو بادشاہ کے پاس لے آیا۔ بادشاہ نے اس رفو گر کو کونے میں لے جا کر ہنڈیا دکھائی کہ تو نے یہ ہنڈیا کہاں سے رفو کی تھی اس رفو گر نے سچ بتا دیا کہ میں نے یہ اس جگہ سے رفو کی ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ پھر سے پھاڑ دے اس رفو گر نے پھاڑ دی بادشاہ نے اس تاجر کو جس کے گھر میں وہ ہنڈیا امانت تھی بلایا وہ تاجر آ گیا پھر بادشاہ نے فرمایا کہ وہ جواہر جو اس ہنڈیا سے نکالے ہیں اسی طرح لے آ کہ کسی دوسرے کو خبر بھی نہ ہو۔ اس تاجر نے اسی طرح جواہرات بادشاہ کو دیدیئے۔ بادشاہ نے وہ جواہرات ہنڈیا میں کر کے اس رفو گر سے فرمایا کہ اسکو اسی طرح رفو کر دے۔ لہذا رفو کر دیا گیا۔ آخر بادشاہ نے اس تاجر اور رفو گر کو رخصت کر دیا اور اس تاجر کو کہا جس کی ہنڈیا تھی طلب کیا اور وہ ہنڈیا اسکے ہاتھ میں دیدی اور کہا کہ دیکھ تیری مہر اور نشانی ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں بادشاہ! میری مہر ہے۔ فرمایا کہ اپنے جواہرات کو دیکھ وہ تیرے ہیں۔ اس نے کھول کر دیکھا اور کہا کہ بادشاہ یہ میرے جواہر ہیں بادشاہ نے فرمایا کہ چور میں تھا کوئی دوسرا نہیں تھا۔ چونکہ تجھے اپنے جواہر مل گئے لہذا اب جا: (3)

بیت

دو یتیم جگر کرد روزی کباب | کہ میگفت گوینده یار باب
دریغا کہ بی ما بسی روزگار | بروید گل و بشگفد نو بہار
کسانی کہ از ما بغیب اندرند | بیآیند و بر خاک ما بگذرند

چو ہر کس نماند جہان پائیدار ہمین بہ کہ نیکی بود یادگار (4)

بیت

قارون ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت نوشیروان نمرد کہ نام نکو گذاشت

''بس نامور کہ زیر زمین دفن کردہ اند کز ہستیش بروی زمین یک نشان نماند

وآن پیر لاشہ را کہ سپردند زیر خاک خاکش چنان بخورد کز واستخوان نماند

زندہ است نام فرخ نوشیروان بخیر گرچہ بسی گذشت کہ نوشیروان نماند

خیری کن ای فلان وغنیمت شمار عمر زان پیشتر کہ بانگ برآید فلان نماند'' (5)

قبر ابراہیم لودھی (پانی پت انڈیا)

حکایت نمبر 27:

سکندر لودھی اور بہلول کے شرم وننگ (یعنی غیرت) کا بیان

بادشاہ کی بیٹیوں کا نکاح:

سلطان سکندر کی شرم کی حقیقت یوں ہے کہ ایک روز دایہ نے آکر میاں بہوا سے عرض کیا کہ بادشاہ کی بیٹیاں لائق (بالغ) ہوگئی ہیں انکی تدبیر (فکر) کرنی چاہیے۔ میاں بہوا نے اس سے کہا کہ جب وہ مسجد کی نماز کے لیے باہر آئے تو اس وقت ساری لڑکیوں کو چادریں پہنا کر بادشاہ کے بستر کے پاس بٹھا دو اور جب بادشاہ مسجد سے نماز پڑھ کر واپس یہاں آئیں تو چاہیے کہ انکو اٹھا کر بھیج دیا جائے۔ قصہ یہ کہ بادشاہ محل سے مسجد میں گئے اور پھر نماز پڑھ کر واپس محل کو روانہ ہوئے تو میاں بہوا ہمراہ ہوگیا اور دروازے پر کوئی اور غیر شخص نہ تھا۔ جب بادشاہ محل میں گیا تو میاں بہوا دروازے پر کھڑا رہ گیا۔ بادشاہ محل میں گیا اور دایہ نے ان لڑکیوں کو اٹھا کر روانہ کر دیا۔ اسی دوران بادشاہ صرف انکو دیکھ کر ہی واپس لوٹا اور دروازے پر واپس آگیا۔ میاں بہوا دروازے پر کھڑا تھا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اے بہوا! یہ لڑکیاں نظر آرہی ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں بادشاہ! بادشاہ کی بیٹیاں ہیں۔ جب اس نے یہ بات سنی تو چہرہ دیوار کی جانب کر کے ایک لمحے کو ساکت رہ گیا اور پھر ٹھنڈی آہ بھر کر کہا کہ اے بہوا اسکی فکر کرو۔ بہوا نے سلطان سکندر کی قوم میں آکر جو قابل قبول اور خوبصورت اور نیک اطوار لڑکے تھے انکو لکھا کہ آجاؤ اور آخر ان کے ساتھ جن کو بادشاہ نے درست قرار دیا انکو بلا کر اسی رات ان لڑکیوں کے نکاح کر کے انکے حوالے کر دیا اور جو جہیز بادشاہانہ (طرز کا) تھا وہ بھی دیدیا۔ (1)

اسمعیل جلوانی سے بحث:

کہتے ہیں کہ جب سلطان سکندر بادشاہ ہوا تو میاں خواجہ اسمعیل جلوانی کو بلا کر اپنی شادی کی بات کی کہ اپنی لڑکی ہمیں دیدو۔ خواجہ اسمعیل نے کہا کہ ہاں! افغانوں کی نسبت افغانوں سے ہے۔ لیکن بادشاہ زرگر کی بیٹی کے بطن سے ہیں اور میری بیٹی افغانوں کے پیٹ سے ہے۔ میں

یہ شادی کیسے کرسکتا ہوں؟ پھر بادشاہ نے کہا کہ اگر آپ مجھے کم ذات کہتے ہیں تو پھر میرے ملک میں کیوں ہیں؟ (2) خواجہ اسمٰعیل سکندر کے ملک سے نکل کر بنگالہ کے بادشاہ کی جانب روانہ ہوگیا۔ آخر سکندر نے اپنی مجلس میں کہا کہ اتنے خوانین اور امراء ہیں اور ایک امیر شرم کی وجہ سے جارہا ہے۔ کوئی ایسا نہیں ہے جو اس سے کہے کہ میرے روٹی پانی میں شریک ہو جاؤ یہاں سے نہ جاؤ۔ اسوقت انکے درمیان سارے امراء کے وکیل حاضر تھے اور محمود خان لودھی شہوخیل (3) کالپی میں تھا اس کا وکیل حاضر تھا۔ اس نے یہ حقیقت محمود خان کو لکھی جب خواجہ اسمٰعیل کالپی پہنچا تو محمود خان نے اس کے پاس آکر کہا کہ اے بھائی تو کس وجہ سے جارہا ہے یہیں پر رہ اور یہ ملک مانند ہو ہے فکر مت کر اور اسے پکڑ کر چند پرگنے اپنی جانب سے اسے دیدیئے۔ اسی دوران بادشاہ نے کہا کہ میں نے اس کا ملک تبدیل نہ کیا ہے اسے چاہیے کہ آجائے اور اپنے ملک کی خبر لے پھر واپس لوٹ کر پرمانڈل چلا گیا اس کی جاگیر پرمانڈل میں تھی۔

افغانوں کی فوجی بھرتیاں:

اور ایک روز سلطان سکندر چوگان بازی کررہا تھا کہ بارہ سوار افغانان نوکری کے لیے آئے۔ انکے درمیان پیادے افغان بھی تھے اور جو سوار تھے انہیں سے ہر ایک نے اپنی کمان بادشاہ کے سامنے پیش کی اور جو افغانان پیادے تھے انہوں نے ہفت (توکہ) پیش کیے۔ سلطان نے ایک ہفت توکہ اپنے ہاتھ میں سے لے لیا اور جنہوں نے کمانیں پیش کی تھیں انکو ارکین حکومت کے سپرد کیا کہ ان کو دور کردیں اور خود محل کے اندر چلا گیا۔ جب اندر گیا تو شہر کے نواح میں ایک دیہات کی ملکیت لکھ کر ہفتہ توکہ والے کو وہاں بھیج دیا۔ جب بادشاہ کا خدمتگار وہ فرمان باہر لایا تو کہا کہ وہ ہفت توکہ والا آدمی کہاں ہے۔ بادشاہ نے ایک گاؤں جاگیر میں لکھ کر عنایت فرمایا ہے۔ (4)

افغان سپاہی کا قصہ:

اس نے آکر وہ فرمان لیا اور اپنی جاگیر پر چلا گیا جب کسان اس شخص کو پیادہ دیکھتے تو ہنستے کہ اس گاؤں کے کیا یہ شخص لائق ہے۔ آخر کار اسے عملداری دی گئی اور وہ تین سال تک اس گاؤں میں رہا اور اسکی ایک حرم بھی تھی۔ اس حرم سے ایک بیٹا پیدا ہوا اور چار ہزار روپیہ اسکے ہاتھ

آیا (یعنی آمدنی ہوئی)۔قصہ یہ کہ وہ اپنے وطن میں اپنے چچا کی بیٹی کا ہاتھ بھی مانگ کر آیا تھا اسی وجہ سے واپس وطن لوٹا اور اپنا نکاح کیا اور سات سال تک اسکے چچا نے اسے نہیں چھوڑا اور اس افغانی سے بھی تین بیٹے پیدا ہوئے۔ جب وہ پیسے جو اپنے ساتھ لے گیا تھا خرچ ہو گئے تو پھر تمام قبیلے کے ساتھ ہند کی طرف روانہ ہوا۔ جب اپنے گاؤں پر آیا تو دیکھا کہ دیہات آبادی کی وجہ سے قصبہ بن گیا ہے اور جس جگہ اس عورت کو چھوڑا تھا وہاں ایک بڑا محل ہے۔ اس نے جو اپنی بری حالت میں آیا تھا سوچا کہ شاید گاؤں کسی دوسرے کو جاگیر میں مل گیا ہے کیونکہ بہت سال گزر گئے ہیں۔ پھر وہ ایک کنویں کے سرے پر گیا کہ جہاں سے لوگ پانی نکال رہے تھے ان سے پوچھا کہ اس گاؤں میں ایک افغان فلاں نام کا تھا اور وہ اپنی حرم کو ایک بیٹے کے ساتھ چھوڑ گیا تھا وہ حرم اور وہ بیٹا کہاں ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ حویلی اسی حرم کی ہے۔ اسی دوران اس کا بیٹا سوار ہو کر چند غلاموں کے ساتھ تیراندازی کے لیے باہر نکلا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ اس افغان کا بیٹا آرہا ہے پھر آہستہ سے دیکھنے کے لیے دروازے پر گیا آخر لوگوں نے پہچان لیا۔ جب اندر گیا تو دیکھا کہ وہی حرم چارپائی پر بیٹھی ہے اور سر سے پاؤں تک سونے کے زیورات پہنے ہوئے ہیں اور دس بارہ ہزار روپیہ خزانہ میں جمع ہو گیا ہے۔ پھر وہ سے جو پرانے کپڑے پہن کر آیا تھا وہ اتار دیئے اور نئے کپڑے سلوا کر پہنے اور چند گھوڑے خرید کر چار بیٹوں کے ساتھ بادشاہ کے پاس گیا۔ جب دربار میں پہنچا تو اندر عرض کہلا بھیجی کہ بادشاہ سلامت! ایک افغان ملاقات کے لیے آیا ہے پھر بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ ہم نے سپاہی رکھ لئے ہیں ابھی ہمارے دربار میں ضرورت نہیں ہے۔ کسی امراء کو کہہ دو کہ اسے سفارش لکھ کر دے دیں۔ اس افغان نے پھر سے عرض کر کے کہلوایا کہ میں بادشاہ کا قدیم نوکر ہوں بہت مدت گزر گئی تھی اسوجہ سے آپکے قدم دیکھنے آیا ہوں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہاں! اس ہفت توکہ کا مالک آیا ہے۔ شاید یہ کہہ رہا ہے کہ اس روز میں ایک تھا اور اب پانچ آدمی ہو گئے ہیں عرض کرنے آیا ہے۔ لہذا اسی پہلے دیہات کے پاس ایک اور دیہات لکھ کر بھیج دیا کہ جا اور اپنی جاگیر پر جا کر رہ۔ ملاقات کی کیا ضرورت ہے جس وقت مجھے کوئی ضرورت پڑے گی میں خود بلاؤں گا (5)۔ اور سلطان سکندر کو جو صاحبِ خارق کہتے ہیں وہ اسی وجہ سے کہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 28:

سلطان سکندر کے فراش کا ذکر

ایک روز سلطان سکندر اپنے خیموں میں تھا کہ بارش اور طوفان آگیا۔ لہذا ساری رات بارش ہوتی رہی اور ہوا چلتی رہی۔ یہاں تک کہ کوئی خیمہ کھڑا نہ رہا۔ دوسرے روز جب بارش اور آندھی ختم ہوگئی اور بادشاہ بار عام پر آیا تو تمام امراء بھی سلام کرنے آئے۔ بادشاہ نے امراء سے پوچھا کہ اس آندھی میں کسی کا خیمہ کھڑا رہا تھا۔ اکثر امراء نے عرض کیا کہ کسی کا خیمہ کھڑا نہیں رہا تھا۔ اسی دوران ایک امیر نے کہا کہ میرا خیمہ کھڑا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ کیسے؟ اس نے کہا کہ ایک فراش (1) ایک (گلیمی) (2) اپنے سر پر رکھ کر اور (میخ کوب) (3) ہاتھ میں پکڑ کر تمام رات کھڑا ہوا تھا اور جب بھی کوئی میخ اپنی جگہ سے نکلتی تو وہ واپس ٹھونک دیتا۔ اس طرح سے وہ ساری رات کھڑا رہا اسی وجہ سے ایک خیمہ کھڑا رہ گیا بادشاہ نے فرمایا کہ اس فراش کو بلاؤ فراش آگیا۔ جب اس فراش کو دیکھا تو کہا کہ یہ فراش مجھے دیدو۔ اس نے کہا کہ بہت اچھا ہے۔ وہ بادشاہ کی خدمت میں آگیا۔

آخر الامر بادشاہ نے اسے اپنے بار برداروں کے اونٹوں پر داروغہ مقرر کر دیا۔ ایک روز بادشاہ نے موسم سرما میں فراش کو اپنے پاس بلایا اور اس وقت وہ فراش بادشاہ کے اونٹوں کی کمریں جو زخمی ہوگئی تھیں انکا علاج کر رہا تھا۔ اسی طرح سے خون میں لتھڑے ہاتھوں سے بادشاہ کے پاس آگیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تیرے ہاتھ خون آلود کیوں ہیں۔ اس نے عرض کیا کہ بادشاہ اونٹ جن کی کمریں زخمی ہوگئیں ہیں انکا علاج کر رہا ہوں۔ پھر ایک (فرج) (4) جو اسکے کندھے پر تھی وہ فرج اسکو بخش دی۔ سلطان کی روش یہ تھی کہ جس کو (فرج) بخش دیتا تھا اس کو بیس ہزار سواروں کی جاگیر دے دیتا تھا۔

(رنتھنبور کے زیریں جو پر گنے تھے وہ مالوہ کی سرحد تک اسکی جاگیر میں دیدیئے اور وہ

فراش خود قلعہ کامن رومی (5) میں چلا گیا۔)

مانڈو پر حملہ:

قصہ یہ کہ ایک روز سلطان غیاث الدین والی مانڈو (6) نے اپنے محل میں اپنی حرموں سے یہ کہا کہ سکندر مسلمان ہے اگر وہ ایسا نہ ہوتا تو میں اسے قید کر کے لے آتا۔ یہ خبر سلطان سکندر کو ہوگئی سلطان سکندر نے فرمایا کہ یہ غیاث الدین عورتوں کے پاس بیٹھا بہت دلاوری بھگارتا ہے۔ اس فراش کا وکیل جو بادشاہ کے پاس حاضر رتھا اس نے یہ خبر اس فراش کو لکھ دی کہ بادشاہ نے یہ بات لکھی ہے۔ جب فراش نے یہ خبر سنی تو غیاث الدین کے خلاف کوچ کیا اور اس دوران اسکے ہمراہیوں نے کہا کہ تم جو کوچ کر رہے ہو تو یہ بادشاہ کے حکم سے کر رہے ہو یا خود سے۔ اس نے کہا کہ میں خود کوچ کر رہا ہوں کیونکہ اس نے ہمارے بادشاہ کے بارے میں ایک خراب بات کہی ہے لہذا اس وجہ سے جا رہا ہوں اگر میں اسکو شکست دونگا تو بہت شہرت ہوگی کہ سلطان سکندر کے ایک فراش نے ماندو کے والی غیاث الدین کو مارا ہے۔ اگر وہ مجھے قتل کر دے گا تو میں اسی طرح سے فراش رہوں گا۔ یوں اس نے اپنی راہ نکال لی۔

قصہ یہ کہ وہ سلطان غیاث الدین کے ملک میں گھس آیا اور راجہ (7) غیاث الدین نے اپنے وکلاء سلطان سکندر کے پاس بھیجے کہ تمہارا فراش ہم پر زیادتی کر رہا ہے وہ تمہارے حکم سے آیا ہے یا خود بخود آیا ہے۔ سلطان سکندر نے چند سوار اسکے پاس کہلا بھیجے کہ اے فلان آدمی! ہمارے خلاف اسی طرح سے بہت سے لوگ مردانگی دکھاتے ہیں۔ یہ خیال مت کر۔ بادشاہ کے حکم سے وہ سواران گئے اور اس فراش کو روک کر واپس آئے اور اسکی جگہ پر بٹھا دیا کہ بادشاہ کا حکم نہیں ہے۔ آخر چند دنوں میں بادشاہ غیاث الدین کو موت آگئی اور وہ مر گیا۔

سلطان غیاث الدین کی موت:

لیکن اس کے مرنے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اس کے محلوں کے درمیان ایک نہر ہے کہ جس گھر میں گزرتی ہے تو پانی وہاں جاتا ہے اور ہر جگہ اونچے بڑے گھرانے اور (چھہ بچہا) یا (چچہ با) (8) ہوتے تھے۔ وہ محلات ابھی تک ہیں۔ آخر ایک روز شراب پی کر اپنی حرموں سے (چھہ بچہا بازی) کر رہا تھا اور اسمیں پانی تھا۔ آخر جب مست اور بیہوش ہوگیا تو اس (چہ بچہ) میں ڈوبنے لگا

آخر ایک حرم نے اسے سر کے بالوں سے پکڑ کر باہر نکالا۔ جب ہوش میں آیا تو حرموں نے کہا کہ بادشاہ ڈوب رہے تھے فلاں حرم نے سر کے بال پکڑ کر باہر نکالا۔ اس نے سلام کیا۔ جب اس نے یہ سنا کہ اس نے سر کے بال کھینچ کر نکالا ہے تو کہا کہ اس کے ہاتھ کاٹ دو۔ آخر اس کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔ ایک دن پھر سے وہ اسی طرح شراب پی کر مست اور بے ہوش ہو کر ڈوب رہا تھا۔ دوسری حرموں نے اس کو اس ڈر سے باہر نہ نکالا کہ ایک حرم کے ہاتھ کاٹ دیئے تھے۔ آخر وہ ڈوب گیا۔ (9)

خواجہ گر نیک میکند رور بد   ہر چہ او میکند باو برسد (10)

اور ایک بزرگ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

ہمانا کہ اندیشہ بد کند   بفر جام بد با تن خود کند

کسی را کہ اندیشہ ناخوش بود   برآن ناخوشی رای او خوش بود

ہمی خویشتن را جلیپا کند   بہ پیش خردمند رسوا کند

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 29:

سلطان سکندر کا میاں حسین فرملی کو اپنے ملک سے دور کرنا

میاں حسین فرملی کا اخراج:

کہتے ہیں کہ میاں حسین فرملی کو ملک سارن میں جاگیر ملی تھی۔ انکے اور صوبے کے حاکم کے درمیان ایک عداوت پیدا ہوگئی (1)۔ اس وجہ سے میاں حسین سلطان سکندر کے پاس چلا گیا۔ آخر وہاں بھی اچھی صحبت نہ رہی۔ ایک روز سلطان چوگان بازی کر رہا تھا کہ میاں حسین اپنی عادت کے مطابق ساری جمعیت کے ساتھ وہاں معذرت کرنے گیا۔ جب سلطان سکندر نے اسکی روش کو دیکھا تو گھر کو چلا گیا۔ وہ اپنی جمعیت کے ساتھ بادشاہ کے قریب ہو گئے۔ اسی دوران نصیر خان نوحانی نے بازار میں ایک لکڑی جسے شابی کہتے ہیں ایک شخص کے ہاتھ پکڑا کر اہتمام کر دیا اور یہ کہ اس لکڑی کی چوٹ سے لوگوں کو بادشاہ سے ایک طرف کو دور کر دو۔ بادشاہ راستہ نکال کر محل میں آگئے اور فرمایا کہ نصیر خان بھی بڑا (لونڈی) (2) ہے غرض کہ نصیر خان کا مجرا بہت اچھا ہوا (3)۔ اس روز سے نصیر خان کا نام لوند ہو گیا۔ قصہ یہ کہ میاں حسین کو حکم ہوا کہ ہمارے ملک سے نکل جاؤ کہ ہم نے تمہیں نوکری سے نکال دیا ہے۔

میاں حسین اور سلطانِ بنگال:

وہ نصیب شاہ بنگالی کے پاس چلا گیا جب نصیب شاہ سے مل گیا تو اس نے بہت سے دلاسے دے کر جاگیر دیدی۔ ایک دن میاں حسین بادشاہ کے حضور میں بیٹھا تھا کہ اپنے ایک خدمت گار کو پانی پلانے کے لیے بلایا اور وہ خدمت گار آبریز میں کہ جسمیں پانی ابالا کرتے ہیں وہی آبریز پیش کر دی۔ جب میاں حسین نے اس آبریز میں پانی پیا تو بنگالی متعجب ہوئے کہ وہ کھال میں پانی پیتا ہے۔ اور بادشاہ سے بھی کہا کہ وہ چرم میں پانی پیتے ہیں۔ اور بادشاہ کو بھی تعجب ہوا۔ لہذا آبریز کو طلب کر کے دیکھا۔ اور پوچھا کہ آپ چرم میں پانی پیتے ہیں۔ میاں حسینی نے کہا کہ ہاں بادشاہ! میں پیتا ہوں۔ بادشاہ نے فرمایا۔ کہ تین سو ساٹھ (کوزہ ساب و کاس) میاں حسین کو

دیئے جائیں۔

سلطان ابراہیم کی بادشاہی:

جب سلطان نے وفات پائی تو سلطان ابراہیم بادشاہی پر بیٹھا۔ اسکی حکومت میں کوئی باغی نہ تھا اور کوئی فساد نہ ہوا تھا۔ اطمینان سے بادشاہی کر رہا تھا۔ لیکن شراب نوشی کا آغاز کر دیا جیسا کہ کسی نے فرمایا ہے کہ:

بنای دولت خود آن کسی خراب کند　　　　که شام می خورد و صبحگاه خواب کند (5)

بڑے لوگوں کو بلا وجہ گالیاں دینا شروع کر دیں بدنہادی اور ظلم وستم شروع کر دیا۔ (6)

نہان گشت کردار فرزانگان　　　　پراگندہ شد کارِ دیوانگان

خوار شد جادوی ارجمند　　　　نہان راستی آشکارا گزند

شدہ بر بری دست دیوان دراز　　　　بہ نیکی نبودی سخن جز بہ راز (7)

سلطان ابراہیم، کالا پہاڑ اور میاں بھوا:

سلطان ابراہیم نے بڑائچ سے محمد کالا پہاڑ (8) کو طلب کیا کہ تم جلدی پہنچ جاؤ۔ محمد کالا پہاڑ بہت قد آور اور سیاہ رنگت تھا۔ جب سلطان ابراہیم کے سامنے آیا تو سلطان نے ازراہ طنز کہا کہ وہ میرے اندر مشک کی مانند ہے۔ اسی دوران میاں بھووہ نے کہ جو سلطان سکندر کا وزیر تھا اور یوں بادشاہی کا انحصار اس پر تھا اس نے کہا کہ بادشاہ! یہ محمد کالا پہاڑ وہ مشک ہے کہ اگر اس کا منہ کھل گیا تو کوئی دوسرا باقی نہ رہے گا۔ اس بات سے بادشاہ بہت دل گیر ہوا اور فرمایا کہ ہمارے درمیان بولنے والا بھووہ کون ہوتا ہے؟

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 30:

ابراہیم کا میاں بھوا کو قتل کرنا

کہتے ہیں کہ سلطان ابراہیم نے راجا مان (1) کے بیٹے پر بہت شفقت کی۔ایک روز فرمایا کہ خزانے سے چند لاکھ روپے اس کو دے دو۔اس پر میاں بھووہ (2) اس کے سامنے آ گیا اور کہا کہ بادشاہان جو خزانے اپنے رکھتے ہیں وہ مصلحت کی غرض سے رکھتے ہیں۔کہ جب اس کی ضرورت پڑے تو استعمال کر لیں۔ایسا نہیں چاہیے کہ خزانہ بلاوجہ خرچ کر دیں۔مجھے حکم کیجئے کہ اس ملک سے پیدا کر کے دے دوں۔پس یہ بات سن کر (بادشاہ) نے غصہ میں آ کر فرمایا کہ اس کو قید کر لیں۔قید کرنے کے بعد اس پر نگرانی رکھی اور چند روز کے بعد اس کو قتل کر دیا اور میاں محمد کالا پہاڑ سے فرمایا کہ تو اپنی جاگیر پر جا جب میں تجھے طلب کروں تو آ جانا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 31:

آز ہمایوں کو طلب کرنا

میاں آز ہمایوں کو کڑہ سے طلب کیا اور بادشاہ (ان دنوں) اکثر بیانہ میں ہوتے تھے اور کبھی کبھی رنتھمبور بھی جاتے تھے میاں آز ہمایوں کو بخار کی وجہ سے شدید مجبوری تھی کہ سلطان ابراہیم کی جانب سے طلبی کا فرمان پہنچ گیا۔ آز ہمایوں کا بیٹا سلیم خان کھوڑہ (1) میں مہم پر گیا ہوا تھا ۔لہذا آز ہمایوں نے بادشاہ کو درخواست لکھ کر روانہ کی کہ یہ بندہ ابھی معذور ہے جیسے ہی فرصت ملے گی تو پایہ تخت دیکھنے پہنچ جاؤں گا۔ جب یہ درخواست بادشاہ کے پاس پہنچی تو غصے میں آ گیا کہ یہ افغان لوگ ہمارے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔ میں طلب کرتا ہوں اور وہ بہانے بھیج رہا ہے۔ اس کے بعد زنجیر روانہ کی۔ جب زنجیر پہنچ گئی تو میاں آز ہمایوں نے زنجیر پہن کر اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں کو بلا کر بٹھایا اور پوچھا کہ میں کس طرح سے کام کروں کہ اپنے چہرے پر سیاہی مل دوں یا یوں کروں کہ سلطان ابراہیم کے چہرے پر قیامت تک کے لیے سیاہی مل دوں۔ ان لوگوں نے کہ اس طرح کرو کہ سلطان ابراہیم کے چہرے پر سیاہی مل جائے۔ پس زنجیر دکھا کر اور اپنے پیر پر باندھ کر ابراہیم کے پاس چلا گیا۔ جب اس کے حضور گیا تو ابراہیم نے کہا کہ اس کو قید کر دیں اور پایزیرھا (2) سے ماریں۔ وہ چند روز برف خانہ میں بند رہا۔ (3)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 32:

ہمایوں کے بیٹوں سلیم خان (وغیرہ) کا باغی ہونا

بغاوت اور جنگ:

جب سلیم خان نے اپنے باپ کی خبر سنی تو کرہ میں باغی ہوگیا اور اپنے رشتہ داروں سے کہا کہ تم نے آز ہمایوں کو ابراہیم کے پاس کیوں جانے دیا۔ اسے ضائع کر دیا۔ اس نے تمام ملک کرہ پر جونپور کی حد تک قبضہ کر لیا۔ آخر سلیم خان دریا خان کا داماد تھا۔ نکاح کے وقت سلیم خان کو ایک مست ہاتھی دیا گیا تھا(1)۔ سلطان ابراہیم نے دریا خان کو لکھا کہ سلیم خان کو وہاں سے نکال دو اور اگر ہاتھ آئے تو قتل کر دو۔ دریا خان نے سلیم خان کے خلاف چڑھائی کی اور آخر کار راستے میں جنگ ہوئی دریا خان کو شکست ہوئی اور دریا خان کا ایک پیر شل تھا۔ اس بنا پر وہ (چنڈول) (2) پر تھا۔ کہاروں نے چنڈول زمین پر پھینکا اور بھاگ گئے۔ دریا خان میدان میں پڑا ہوا تھا کہ سلیم خان اسکے سر پر آ گیا اور کھڑا ہو گیا اور دریا خان سے بات کرنا شروع کی کہ تو نے ہمارے اوپر اس طرح سے کیوں زیادتی کی ہے۔ سلیم خان ابھی بات کر ہی رہا تھا کہ وہ ہاتھی جو دریا خان نے سلیم خان کو دیا تھا تو اس ہاتھی پر دریا خان کا پرانا فیلبان تھا وہ فیلبان ہاتھی کو آگے لایا اور سلیم خان کو ہاتھی سے اوپر اٹھا کر پھینک دیا۔ سلیم خان مارا گیا۔ (3)

سلیم خان کا قتل:

دریا خان نے سلیم خان کا سر کاٹ کر سلطان ابراہیم کے پاس بھیج دیا جب وہ سر ابراہیم کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ اس سر کو آز ہمایوں کے پاس لے جا کر اس سے پوچھو کہ یہ سر کس کا ہے۔ آز ہمایوں اس وقت تلاوت قرآن کر رہا تھا۔ جب سلیم خان کا سر آز ہمایوں کے سامنے لے

گئے اور اس سے پوچھا کہ یہ سر کس کا ہے۔ آزہمایوں نے کہا کہ یہ سر اس شخص کا ہے کہ جب یہ پیدا ہوا تھا تو اس کے گھر رونا پیٹنا ہوا تھا۔ جب مرا ہے تو بادشاہ کے گھر میں خوشیاں ہیں۔

آزہمایوں کی وفات:

پھر اسی روز آزہمایوں کو بھی قتل کر دیا(4)۔ ہر امیر جس کو وہ طلب کرتا تھا وہ اپنی جان کے ڈر سے ابراہیم کے پاس نہیں آتا تھا۔(5)

سکندرہ (آگرہ۔انڈیا)

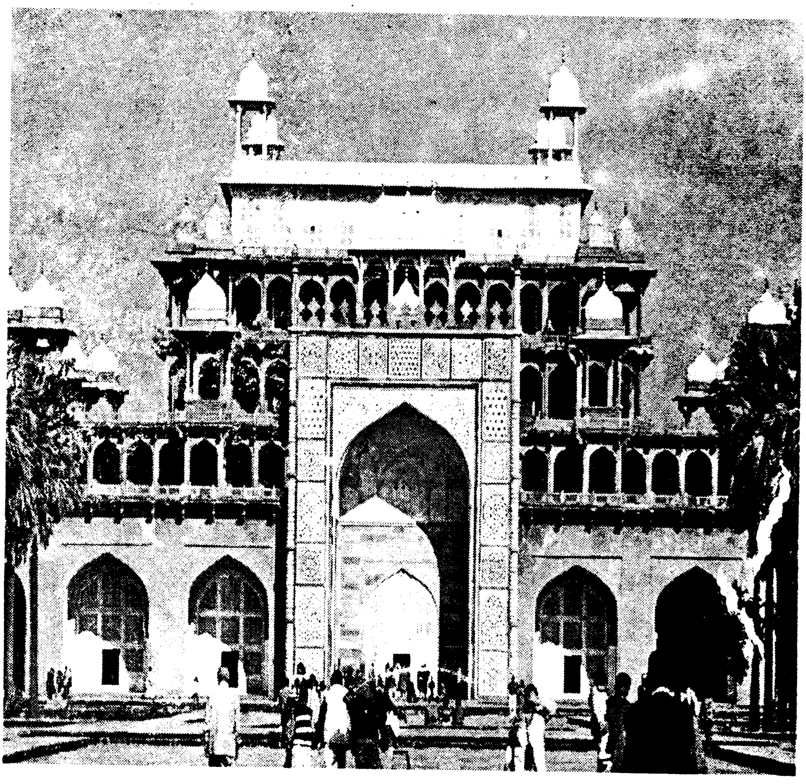

حکایت نمبر 33:

بہار میں نصیر خان اور دریا خان کا باغی ہونا

کہتے ہیں کہ جب ابراہیم نے نصیر خان کو اپنے پاس بلایا تو نصیر خان بھی ڈر کے مارے نہ جا سکا۔ پھر نصیر خان نے دریا خان کے ساتھ جو اس کا بھائی تھا اور بہار میں تھا اس کے ساتھ مصحف کی قسم کھا کر اس سے مل گیا۔ اسی دوران سلطان ابراہیم نے میاں بایزید فرملی (1) کو اور دیگر امراء کو بھی اسکے ساتھ بھیجا کہ آپ جائیں اور نصیر خان کو دفع کریں اور اگر وہ آپکے پاس آجائے تو اس کو قتل کردیں۔ جب میاں بایزید فرملی نصیر خان کے خلاف آیا تو نصیر خان نے اپنے بڑے لڑکے محمد خان جو دریا (1) کہتہ (2) تھا اور میاں شیخ فرید بتنی (3) جو اس کا نائب تھا ان دونوں کو میاں بایزید کے پاس بھیجا کہ آپ جا کر کہیں کہ ہم نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے اگر ہم سے کوئی غلطی ہوگئی ہو تو آپ بیچ میں پڑ کر بادشاہ سے معاف کروادیں۔ جب وہ میاں بایزید کے پاس آگئے تو میاں بایزید نے ان دونوں آدمیوں کو زنجیروں میں باندھ کر عماری پر بٹھا کر بھیجا کیونکہ سلطان ابراہیم نے اسی طرح سے فرمایا تھا۔ یہ خبر نصیر خان کو ہوئی۔ نصیر خان مجبوراً اپنے لشکر کو جنگ کرنے کے لیے میاں بایزید کے خلاف بھیجا اور خود لشکر کے پیچھے وضو کا ایک حوض بنایا وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر اسلحہ پہن لیا۔ میاں بایزید، نصیر خان کے لشکر پر جو آگے گیا ہوا تھا چڑھ دوڑا۔ نصیر خان کے لشکر کو شکست ہوئی۔ نصیر خان جو تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ اس حوض پر اسلحہ پہن رہا تھا وہ اسی حوض پر کھڑا تھا کہ اسی دوران ایک ہاتھی جس پر نصیر خان کے رشتہ داروں میں سے ایک فیل بان تھا آگیا (4) اور اپنے مالک کو گالی دے کر ہاتھی حوض میں ڈال دیا اور کہا کہ میرا وہ صاحب! نامرد تھا۔ اس ہاتھی کا تماشا بھی نہیں دیکھا کہ وہ اچانک بھاگ نکلا۔ نصیر خان نے فیل بان کو کہا کہ اگر تیرے ساتھ کوئی تھا تو تجھ سے اچھا ہی کام ہوتا۔ فیل بان نے کہا کہ کیوں نہیں؟ میں موجود ہوں ہاتھی کو نہلا کر اسکے سامنے لایا۔ نصیر خان نے وہ ہاتھی تین سواروں کے ساتھ میاں بایزید فرملی کے مقابلے کو روانہ کر دیا۔ اسی دوران میاں بایزید کا عقب شکست کھا کر پراگندہ ہوگیا۔ نصیر خان اس ہاتھی کو آگے کر کے اچانک دوڑا۔ پھر قضائے الٰہی سے نصیر خان کو فتح ہوئی۔ میاں بایزید فرملی شکست کھا کر چلا گیا۔ پھر محمد کا درایا کہتہ اور شیخ فرید بتنی بھی مل گئے اور انکے دونوں آدمیوں کے پیروں سے زنجیریں دور کر دیں۔ (5)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 34:

خواجہ اسمعیل جلوانی کی بابت جس سے ابراہیم نے پوچھا تھا کہ افغانان کی بنیاد کس طرح ختم ہوگی

اسمعیل جلوانی کی بغاوت واطاعت:

کہتے ہیں کہ خواجہ اسمعیل جلوانی پر مانڈلی(1) میں رانا کے مقابلے پر تھے اور وہاں کا سارا ملک اور اجمیر ان کی جاگیر میں تھا۔ سلطان ابراہیم نے ان کو چند بار بلایا تھا مگر جان کے خوف سے ہچکچا رہے تھے کیونکہ ابراہیم کی بدسلوکی اور بداعتادی بہت زیادہ دیکھی تھی۔ لہذا وہ بھی باغی ہوگئے اور کثیر فوج جمع کر لی آخر اپنی فوج کے ساتھ ابراہیم پر کوچ کیا۔ سلطان ابراہیم نے خبر سنی کہ خواجہ اسمعیل مقابلے پر آرہے ہیں۔ پس ابراہیم نے بھی اسی طرح سے ان پر کوچ کر کے روانہ ہو کر مقابلہ کیا۔ اسی دوران خبر ملی کہ خواجہ اسمعیل ہم پر شب خون ماریں گے۔ اس بناء پر بادشاہ اپنی تمام فوج کے ساتھ ڈیروں کو چھوڑ کر علیحدہ ہو کر کھڑے ہوگئے آخر خواجہ اسمعیل آئے تو بادشاہ نے اسے ڈیرے میں ہی قید کر دیا۔ جب صبح ہوگئی تو بادشاہ نقارہ بجا کر ان کے مقابلے پر آیا اور تھوڑی سی جنگ ہوئی کہ خواجہ اسمعیل شکست کھا کر واپس مانڈل چلے گئے۔ سلطان ابراہیم کو فتح ہوگئی۔ لہذا وہ فتح کے بعد بیانہ واپس آگیا اور سلطان ابراہیم نے اپنے وکیلوں کو میاں خواجہ اسمعیل کے پاس روانہ کیا اور بہت دلاسے دیئے اور قرآن کو درمیان میں لا کر کہا کہ آپ کو ہم سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہیے۔ البتہ ہمارے پاس آئیے۔ پس جب وکیل گئے اور یہ باتیں جو بادشاہ نے میاں خواجہ میاں اسمعیل کو کہلوائی تھیں انہوں نے بیان کیں۔

بحث:

اور میاں خواجہ اسمعیل بھی بادشاہ کے پاس آگئے تو ایک روز خواجہ اسمعیل بادشاہ کے پاس بیٹھے تھے کہ بادشاہ نے پوچھا کہ اے آنے والے! میں تجھ سے ایک بات پوچھتا ہوں تم سچ جواب دینا۔ خواجہ اسمعیل نے کہا کہ بادشاہ کے سامنے سچ کیوں نہ بولوں گا۔ لہذا پوچھا کہ افغانوں

کی بنیاد کس طرح سے ختم ہو سکتی ہے؟ پس خواجہ اسمعیل نے کہا کہ میں چونکہ درست بات کروں گا لہذا بادشاہ کو تکلیف ہوگی۔ بادشاہ نے قسم کھائی کہ مجھے ہرگز تکلیف نہ ہوگی تم بتاؤ۔ خواجہ اسمعیل نے کہا کہ بادشاہ! افغانوں کی بنیاد آپ ہیں جب آپ کی بنیاد ختم ہو جائے گی تو اسی وقت افغانوں کی بنیاد بھی ختم ہو جائے گی۔ آخر جب خواجہ اسمعیل نے سلطان ابراہیم کی بے اعتمادی کو دن بدن زیادہ ہوتے دیکھا تو پھر سے باغی ہو کر باندھو کی جانب جا کر بیٹھ گئے۔ (2)

بیت

خوی بد در طبیعتی کہ نشست   نرود جز بوقت مرگ از دست (3)

جنگ پانی پت 1526 (ماخوذ از بابرنامہ)

حکایت نمبر 35:

بہار خان کا خطبہ پڑھنے کے ذکر میں

ابراہیم سور اور حسن سور کے حالات:

کہتے ہیں کہ میاں حسن (1) پدر شیر شاہ اپنے باپ کے ساتھ کہ جس کا نام ابراہیم (2) تھا وہ (دونوں) پریشان ہو کر (وطن سے) باہر نکلے (3) اور قصور آ گئے اور وہیں رہ گئے (4) اور میاں حسن کے یہ دو بیٹے پیدا ہوئے (5)۔ شیر شاہ میاں نظام الدین (6) میاں حسن اور ابراہیم سلطان سکندر لودھی کے پاس گئے (7) اور سلطان نے انکو منصب عطا کر کے نارنول میں جاگیر دیدی (8)۔ میاں حسن بادشاہ کے حضور میں رہنے لگا اور ابراہیم جاگیر پر چلا گیا (9)۔ اسی دوران سلطان سکندر کی فوج آنونت گڑھ (10) پر حملہ کر رہی تھی اور جان گڑھ (11) پر اس طرح سے دفاع کر رہی تھی کہ ہر ایک برج کے اوپر ایک آدمی لگا دیا تھا اور طے پایا تھا کہ جب برجی پر بادشاہ کا غلبہ ہو جائے گا تو پھر اچانک سے اس طرح سے ڈھول بجایا جائے کہ ہر ایک فوجی اس برج پر آن پڑے اور استقامت دکھائے۔ آخر جب کسی ایک برج پر فوج کا غلبہ ہو جاتا تھا تو (مخالف) سپاہی آ کر (فوج کی) طاقت میں اضافہ کرتے تھے۔ آخر جب اس طرح سے کرتے دیکھا تو بادشاہ کو خبر کی بادشاہ نے حکم دیا کہ کیا کوئی ایسا تیر انداز ہے کہ جو اس ڈھول (12) کو (13) بجانے لگے تو ایک ساتھ اتنے تیر چلائے کہ وہ ایسا کرنے سے باز رہیں۔ آخر لوگوں نے خبر دی کہ ابراہیم سور کا بیٹا میاں حسن اچھا تیر انداز ہے۔ لہذا بادشاہ نے میاں حسین کو حکم دیا۔ جب بھی میاں حسن نے کسی ڈھولچی کو دیکھا کہ وہ ڈھول بجانا چاہتا ہے تو اس ڈھولچی کے سینے پر تیر مار دیا (14) اور وہ چون کرنے کی آواز بھی نہ نکال سکا۔ لہذا سلطان کی فوج غالب آ گئی اور آنونت گڑھ (کی فوج) کو شکست ہو گئی۔ آخر جب اس فتح سے واپس آئے تو میاں حسن کو سہسرام کی جاگیر دی (15)۔ صوبہ بہار میں دریا خان تھا جو وزیر برہان بھی تھا اور اس نے (بھی میاں حسن کو) خاص پور ٹانڈہ صحنک دیا (16) جو غازی پور سرکار میں ہے انہیں دنوں میں میاں ابراہیم بھی

نارنول میں فوت ہو گیا (18)۔ نصیر خان جو غازی پور میں تھا وہ بہار آ کر دریا خان سے مل گیا۔ آخر کار چند روز میں دونوں بھائی آگے پیچھے فوت ہو گئے۔ (19)

بہادر خان کی حکمرانی اور جنگ حسوہ:

اور بہار خان (بہادر خان) پسر دریا خان حاکم بن گیا۔ اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور بہت سے لوگ اکھٹے کر لیے مثلاً شیر شاہ اور محمد خان چوند ہہ وغیرہ بہت سوں کو جمع کر کے (20) سلطان ابراہیم پر بھی فوج کشی کر دی (وہ لوگ) کوچ بہ کوچ اس جگہ مانک پورہ اور کہرہ پہنچ گئے (21)۔ سلطان ابراہیم بھی افواج تیار کر کے آ گیا۔ حسوہ نام کا ایک گاؤں ہے (23) وہیں پر جنگ ہوئی۔ آخر کار بہار خان شکست کھا کر واپس بہار آ گیا۔ اس وقت کے بعد سے سلطان ابراہیم نے اس گاؤں کا نام فتح پور رکھ دیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 36:

محمد خان چوند یہہ کو قید کرنے اور شیر شاہ کے آغاز کا ذکر

حسن سور کے معاملات:

کہتے ہیں کہ شیر شاہ بہار خان کے ہمراہ تھا۔ اسکے پاس سپاہی تھے۔ اس (جنگ) پر خزانہ خرچ ہو گیا۔ جب وہ بہار خان کے ساتھ شکست خوردہ واپس آیا تو شیر شاہ کا والد میاں حسن بہت دل گیر ہوا کہ تو نے کیوں اس طرح سے خزانہ ضائع کر دیا (1) میں نے تجھے منع کیا تھا کہ انکے ساتھ مت ہو۔ شیر شاہ میاں حسن سے دل گیر ہو گیا۔

شیر شاہ کی ناراضگی:

اور دنیا چھوڑ کر جونپور میں بندگی میاں شیخ ادھن (2) کے حضور میں جا کر بیٹھا گیا۔ شیر شاہ کا بڑا بھائی میاں نظام باپ کے پاس سہسرام میں تھا۔ آخر انہی دنوں میاں حسن نے وفات پائی (3) اور محمد خان چوند یہہ جو پرگنہ چوند میں تھا اور بڑے امراء (میں سے) تھا۔ اس کے ساتھ ہمیشہ تین ہزار سوار اور مست ہاتھی ہوا کرتے تھے۔ میاں حسن سور چھوٹے امراء (میں سے) تھا۔ اس کے ساتھ پانچ سو سواروں کی تعداد ہوتی تھی۔ محمد خان چونچ یہہ اور میاں حسن یک جدی (یعنی ایک دادا کی اولاد) تھے (4)۔ آخر کار میاں حسن کی وفات کے بعد شیر شاہ کے بھائی جو کنیز سے تھے محمد خان چوند یہہ کے پاس چلے گئے۔ محمد خان چوند یہہ نے میاں نظام کو کہلا بھیجا کہ میاں حسن کا سارا خزانہ ہاتھی اور کنیزیں ہمارے حضور میں لے آؤ۔

شیخ ادھن شیر شاہ کو رخصت دینا:

میاں نظام نے شیر شاہ کو لکھا کہ میاں حسن نے وفات پائی ہے اور محمد خان چوند یہہ اس طرح سے کہتا ہے۔ مجھے کار آمدنی نہیں ہے۔ اگر تو آجائے تو گھر میں براجمان ہو ورنہ (گھر) خراب ہو جائے گا۔ میاں شیخ ادھن کو بھی لکھا کہ شفقت فرمایئے اور نصیحت کر کے شیر

شاہ کو بھیج دیجئے ورنہ محمد خان چوند یہہ ہمیں غارت کردے گا۔ جب یہ خط میاں ادھن کے پاس آیا تو میاں ادھن نے شیر شاہ کو طلب کر کے فرمایا کہ آپ جائیے اور اپنے گھر اور اپنی قوم کی خبر لیجئے A-4۔ شیر شاہ نے کہا کہ میرے حضرت دنیا کے کام مجھ پر ٹھنڈے ہو گئے ہیں البتہ حضرت کے فرمانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ پھر بندگی میاں ادھن نے ہاتھ اٹھائے اور خیریت کی فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ جاؤ یہی نیک ساعت ہے۔ پھر رخصت کر دیا۔ (5)

محمد خان کی گرفتاری:

جب شیر شاہ شہر سہسرام میں اپنے گھر پہنچا تو گھر میں پانچ یا چھ لاکھ روپیہ کی مالیت کا خزانہ تھا اور اس دور میں افغانون کے پاس کاروبار بھی نہیں تھا۔ وہ دیہاڑی پر اور جزوی ماہانہ (اجرت) پر نوکری کیا کرتے تھے۔ لہذا شیر شاہ نے مٹی کا قلعہ تیار کر کے سوار اور پیادے بھرتی کرنا شروع کر دیئے (6) اور یہ خبر محمد خان چوند یہہ کو پہنچی کہ شیر شاہ نے آ کر قلعہ تیار کر رہا ہے اور سوار اور پیادے رکھ رہا ہے۔ لہذا یہ خبر سن کر محمد خان نے سہسرام کی جانب شیر شاہ پر چڑھائی کی۔ جب قریب آیا تو شیر شاہ نے میاں نظام کو محمد خان کے حضور بھیجا اور ایک تحفہ (مہمانی) بھی بھیجا اور عرض کیا کہ جو لشکر میں رکھتا ہوں۔ وہ آپکی خوشی کے لیے ہے۔ آپ مجھے اتنی مقدار کی جاگیر دے دیجئے۔ جب محمد خان نے یہ تحفہ (مہمانی) دیکھا تو بہت خوش ہوا اور فرمایا کہ اگر ایسا ہی ہے تو اپنے لشکر کو (محلّہ) (7) دے دے۔ میں لشکر دیکھ کر اتنے مقدار کی جاگیر دیتا ہوں۔ پھر حکم دیا کہ لشکر سے دور ایک چبوترہ تیار کریں اور وہاں پر خیمے لگائیں کہ میں اس چبوترہ پر بیٹھ کر شیخ فرید کا لشکر دیکھونگا۔ پھر شیر شاہ کو کہلا بھیجا کہ اے شیخ فرید! علی الصباح اپنا لشکر تیار کر کے آجا۔ پھر شیر شاہ نے محمد خان کے لشکر میں جو اسکے شناسا تھے ان کو کہلا بھیجا کہ وہ اپنے گھوڑے اور اسلحہ سے ایک روز کے لیے مدد کریں کہ میرا (محلّہ) ہے اس کے بعد میں (محلّہ) (8) دے دونگا۔ جب شناساؤں نے گھوڑے اور اسلحہ بھیج دیا تو شیر شاہ نے پیادہ افغانوں کو سوار کر دیا یہاں تک کہ ایک ہزار سوار ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو تمام لشکر اکٹھا کر کے اس جگہ جہاں محمد خان چبوترے پر بیٹھا تھا اس جگہ آ کر کھڑے ہو گئے اور پیادوں سے کہا کہ تم لوگ چبوترے کے گرد کھڑے رہو جو تلوار نہ کھینچے اسے قتل نہ کرنا۔ لہذا پیادے چبوترے کے گرد کھڑے ہو گئے۔ چونکہ محمد خان اپنے ساتھی لوگوں کے ساتھ بیٹھا تھا تو شیر شاہ نے ایک ساتھ تمام پیادوں سے فرمایا کہ اس محمد خان کو باندھ لیں۔ پیادوں نے چبوترے

پر جا کر محمد خان اور اسکے ساتھیوں کو باندھ دیا۔ اسکے بعد محمد خان چوند یہہ کے ہاتھیوں اور سپاہیوں وغیرہ اور اشیاء کو پکڑ کر محمد خان کو باندھ کر جیل خانے میں ڈال دیا اور خود چوند کی جانب روانہ ہوا۔ اور سہسرام میں (انتظام) میاں نظام کو دیدیا۔(9)

چنار پر قبضہ:

اور سلطان سکندر کا خاص خیل جو قلعہ چنار میں تھا وہ مر دا اور اس کی عورت کہ جن کا نکاح اسی جگہ ہوا تھا۔ وہ عورت اپنے بھائیوں کے ساتھ قلعہ چنار میں تھی البتہ کوئی راستہ نہ تھا۔ لہذا شیر شاہ نے اس عورت کے بھائیوں کو پیغام بھجوادیا کہ وہ عورت جوان ہے۔ چاہیے کہ اس عورت کو اور قلعہ چنار کو میرے حوالے کر دیں۔ وہ (لوگ) عاجز تھے۔ طوع و رغبت سے اس عورت اور قلعہ کو شیر شاہ کے حوالے کر دیا۔ پھر شیر شاہ نے اس قلعہ میں جا کر ایک اچھے راسہ کا انتظام کر کے میاں جعفر خان بتنی کے حوالے کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 37:

کنیت گڑھی کرہ میاں اختیار خان بتنی کے حوالہ کرنے اور نوحانیوں کے شیر شاہ پر چڑھ آنے اور فتح ہونے کا ذکر

کنیت میں اختیار خان بتنی کا تقرر:

ملک کنیت (1) میں گڑھی کرہ جو قلعہ چنار سے مغرب کی جانب دامن کوہ کے نیچے ہے اور جنگل تھا، شیر شاہ نے جس کسی کو بھی اس ملک پر مقرر کیا اسے مگر کسی نے قبول نہ کیا کیونکہ اس ملک میں بہت طاقتور بادشاہ ہوتے تھے اور انکے ڈر سے کسی کو قبول کرنے کا اختیار (ہمت) نہ تھا۔ آخر میاں رعنا بتنی نے اختیار (قبول) کرلیا کہ میں اس جگہ رہوں گا چنانچہ رعنا کا نام اختیار خان (2) رکھا گیا اور توغ و نقارہ دے کر وہ ملک اس کے حوالے کردیا۔

نوحانیوں سے جنگ:

خود شیر شاہ چوند آ گیا۔ جب (چوند) پہنچا تو خبر ملی کہ بہار خان مر گیا ہے اور بہار خان کی ایک حرم ہے کہ جس کا نام دُودُو تھا (3) اور اس حرم سے جلال خان تھا اور تمام نوحانیوں نے جلال خان کو بادشاہ بنا کر بہار میں تخت نشین کر دیا ہے۔ آخر کار چند روز کے بعد نوحانیوں نے شیر شاہ کو لکھا کہ تو نے چنار میں بادشاہی خزانہ پا لیا ہے۔ اور محمد خان کو قید کر دیا ہے اور ہاتھی وگھوڑے اور اسلحہ قبضے میں لے لیا ہے اب جلال خان (ہمارا) بادشاہ ہے تجھے چاہیے کہ یہ سب اشیاء لیکر جلال خان کے حضور میں آیا۔ جب انہوں نے یہ بات لکھی اور بھیج دی تو اس کے بعد تمام نوحانی سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ شیر شاہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب شیر شاہ نے سنا کہ جلال خان تمام نوحانیوں کے ساتھ آیا ہے تو خود بھی پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ بڑھا اور (دریائے) جون سون عبور (4) کر کے جنگ شروع کی۔ آخر کار تمام نوحانیوں کو شکست ہوئی شیر شاہ انکے پیچھے بہار آ گیا اور اسکے بعد جلال خان سے صلح کر لی اور بہار سے لیکر سورج گڑھ تک سارا

ملک دے دیا۔(5)

شیر گڑھ کی تعمیر:

اور خود لوٹ کر سہسرام آ گیا اور اپنے ملک میں جگہ جگہ جاگیر دار اور شقدار مقرر کر دیئے(6)۔اس وقت شیر شاہ کے پاس بارہ ہزار سوار جمع ہو گئے اور سہسرام میں بھی شیر گڑھ کے نام سے پتھر کا قلعہ بنانا شروع کر دیا۔(7)

قلعہ شیر گڑھ نزد دھولپور (انڈیا)

حکایت نمبر 38:

دولت خان خانِ خانان کا بابر بادشاہ کے پاس آنا اور دولت خان و سلطان ابراہیم کا قتل ہونا

سلطان ابراہیم کی دولت خان لودھی سے نا چاقی:

سلطان ابراہیم بیانہ میں شراب خوری کرتا تھا اور جب شراب کے نشے سے باہر آتا تو بزرگ لوگوں کو قتل کرتا:

کمی خود نخواہی کمی کسی بگیر
ممیر کسی را و ہر گز ممبر
مبین چونکہ مور است و آن کرزشت
تو ان بین کہ جان دادنش ناخوشت (1)

اور دولت خان لودی بائی خیل (2) بہت بڑا امیر تھا۔ بادشاہ کے علاوہ کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا اور وہ لاہور میں تھا اور سارا ملک پنجاب ملک کالا کے وقت سے ابراہیم کے دور تک پشت در پشت اس کے قبضے میں تھا (3)۔ اس کے چار بڑے بیٹے ابراہیم کی خدمت میں تھے (4) جب دولت خان نے سنا کہ میاں بھوہ اور اعظم ہمایوں کو قتل کر دیا گیا اور میاں اسمٰعیل جلوانی باغی ہو گئے ہیں اور ہر کوئی جس جگہ ہے اسے اس کے خوف سے نجات نہیں ہے۔ لہٰذا دولت خان نے لاہور سے سلطان ابراہیم کو نصیحتوں کے ساتھ ایک عرضی روانہ کی کہ "اے بادشاہ! آپ کے آباؤ اجداد نے ان افغانوں کو ایک ایک کر کے جمع کر کے نوازشیں کی تھیں آپ یہ کیا سلوک کر رہے ہیں کہ جو لوگوں کو بد دل کر رہے ہیں۔ آپ نے آباؤ اجداد کا طریقہ اپنایئے"۔ جب یہ خط پہنچا تو دولت خان کے دو لڑکوں نے یہ درخواست ہاتھ میں لے کر ابراہیم کے سامنے پیش کی۔ جب وہ درخواست پڑھی تو فرمایا کہ یہ "بردہ قربہ" (5) مجھے نصیحت کرتا ہے۔ ہاں! بزرگوں نے کہا ہے کہ:

چو بخشش نگون بود درکاف کن
نکرد آنچہ گفتند نیکا نش کن
نصیحت مکن آنکہ بد داندت
برنجد بجان و برنجا ندت
اگر خود نباشد عرض درمیان
حذر کن کہ دارد نہیب و زیان (6)

دونوں بیٹے جو یہ درخواست لے کر گئے تھے(ان کے بارے میں)حکم دیا کہ ان دونوں آدمیوں کے سرکاٹ لو۔لہذا ان کو قتل کردیا گیا اور دیگر دو بھائیوں کو جو باہر تھے ان کو قید کرلیا۔

دولت خان کی بابر کو دعوت:

القصہ دولت خان کی بابر بادشاہ سے بڑی دوستی تھی اور بابر بادشاہ دولت خان کو دینی بھائی کہتا تھا اور جو کچھ ہندی تحفہ ہوتا دولت خان بابر بادشاہ کو بھیجتا تھا اور جو بھی ولایت کا تحفہ ہوتا تھا مثلاً گھوڑے وغیرہ بابر بادشاہ دولت خان کو بھیجتا تھا(7)۔چنانچہ جب دولت خان نے اپنے بیٹوں کی خبر سنی تو دولت خان نے بھٹیان کھتری (8) کو بابر بادشاہ کے پاس روانہ کیا" کہ ہمارے چالیس ہزار سوار ہیں۔میں چاہتا ہوں کہ اس ابراہیم کو دور کردوں کیونکہ اس نے بہت برا سلوک روا رکھا ہے۔ساری دنیا کو تکلیف دی ہے اور میرے دو بیٹوں کو قتل کردیا ہے اور دو بیٹوں کو قید خانے میں رکھا ہے۔اگر آپ آکر میرا ساتھ دیں تو ہم اس موذی کو دور کردیں"۔آخر جب بھٹیاں کھتری پہنچا اور یہ پیغام پہنچایا تو بابر بادشاہ نے اپنے ارا کین دولت کو بتایا۔بادشاہ نے کہا کہ بہت زیادہ خرچہ ہے۔بھٹیان نے کہا کہ کتنا خرچہ چاہیے۔(بادشاہ) بولے کہ روزمرہ کے لئے پانچ ہزار روپیہ ہونا چاہیے بھٹیاں نے قبول کرلیا کہ پانچ ہزار روپیہ روز دیں گے۔بابر بادشاہ کو چار ہزار سواروں کے ساتھ لاہور لے آیا۔(9)

بابر لاہور میں:

پھر دولت خان نے بابر بادشاہ سے ملاقات کی اور مہمانی شروع کی جب بابر بادشاہ مطبخ دیکھنے کے لئے آئے تو جس مطبخ پر بھی گئے تو اس مطبخ کو اس کے قول اور قرآن کی باتوں کے مطابق

پایا اور آخر میں جب بادشاہ نے مہمانی (کھانا) کھایا تو بہت داد دی۔ جب چند روز رہ گئے تو دولت خان نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اگر میں اس طرح سے کروں گا تو نام ہمیشہ کو بدنام ہو جائے گا۔ چاہیے بابر بادشاہ کو رخصت کردیں لہذا بہت سا سامان اور مال دے کر رخصت کردیا۔(10)

دلاور خان کا بابر کو مشورہ:

جب بابر بادشاہ لاہور سے کابل کی جانب دو منزل گئے تو دولت خان کا چھوٹا بیٹا کہ جس کی بھائیوں کے درمیان بالکل عزت نہ تھی اور اس کا نام دلاور خان تھا۔ وہ "اونچہ" بھی تھا (11) وہ بابر بادشاہ کے پاس گیا اور بابر بادشاہ کو خبر ہوگئی کہ دولت خان کا بیٹا آیا ہے۔ بادشاہ نے اسے اپنے پاس بلوایا اور فرمایا کہ کیسے آئے؟ ہو اس نے کہا کہ اگر میں ایسی رائے دوں کہ جس رائے سے دہلی آپ کے ہاتھ آجائے تو بادشاہ میرے ساتھ کیا کریں گے۔ اگر عہد کریں کہ یوں کروں گا تو وہ رائے بادشاہ کے سامنے پیش کروں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تمہیں خان خانان بنا دوں گا جیسے کہ تیرے بڑے افغانون کے خان خانان تھے اور عہد کرلیا اور اس (دلاور خان) نے کہا کہ" آپ دولت خان خان خانان کو طلب کریں کہ ایک بار آجاؤ کہ دل بے قرار ہے کہ ایک بار پھر سے ملاقات ہو جائے۔ ایک بار پھر سے ہم نمک ہو لیں تو جائیں۔ دولت خان خان خاناں سادہ آدمی ہے۔ اکیلا آجائے تو آپ اس کو قتل کردیں اور اس کے قتل کردینے سے دہلی ہاتھ آجائے گا۔ ایک سو ستائیس سال سے پانچ پشتوں کا خزانہ (12) آپ کے ہاتھ میں آن پڑے گا"۔

معدوم شد مروت منسوخ شد وفا
این ہر دو نام ماند چون سیمرغ کیمیا (13)

دولت خان کا قتل:

پس بابر بادشاہ نے دولت خان کو طلب کیا اور دولت خان چند آدمیوں کے ساتھ اکیلے ہی جیسے ہی آئے تو ایک دم دولت خان کو قتل کردیا:(14)

بیت

بدنفس مباش بدگمان باش　　　　از فتنہ وشر ور درامان باش

چنان بود کان شوخ فرزنداو
نجست از پدر شرم پیونداو

کہ فرزند بدگو بود نرہ شیر
بخون پدر ہم نباشد دلیر

بخون پدر گشت ہم داشتان
زوانا شنیدم من این داستان

تنگ مایہ ناپاک بیداد گر
بدین چارہ بگرفت نام پدر

اگر در نہانش سخن دیگر است
پژوہندہ را راز با مادر است (15)

کالا پہاڑ کا بابر سے مقابلہ:

جب دولت خان قتل ہو گیا تو بابر بادشاہ نے اس (ناخلف) کو اپنا خان خانان مقرر کر لیا جب یہ خبر سلطان ابراہیم کو پہنچی کہ بابر بادشاہ نے دولت خان کو قتل کر دیا اور جو کچھ اس کا تھا وہ اس کے ہاتھ آ گیا تو محمد کالا پہاڑ کو بلایا کہ تو میرے پاس آ جا کہ میں بابر بادشاہ کی جانب جاتا ہوں۔ محمد خان کالا پہاڑ نے یہ کہلوایا کہ میں اس جگہ آ کر کیا کروں گا۔ اسی جگہ سے بابر بادشاہ پر چڑھائی کرتا ہوں۔ اگر مدد کرنی ہے تو کرو۔ لہٰذا سلطان ابراہیم نے تھوڑی سی مدد روانہ کی۔ جب محمد کالا پہاڑ روانہ ہوا تو راستے میں بابر بادشاہ سے جنگ ہوگئی۔ بابر بادشاہ کے پاس تیس ہزار سوار تھے بابر بادشاہ کو فتح ہوئی اور اسی دوران محمد کالا پہاڑ مارا گیا۔ (16)

جنگ پانی پت:

جب یہ خبر ابراہیم کو پہنچی تو ابراہیم نے خود بابر بادشاہ پر چڑھائی کی اور پانی پت کے درمیان میں مقابلہ ہوا پس دونوں بادشاہوں میں عظیم جنگ ہوئی۔ آخر بابر بادشاہ کو فتح ہوئی اور ابراہیم میدان جنگ میں مارا گیا۔ (17)

بیت

چنانیست آئین آورد گاہ
یکی خاک یابد دیگر تاج و گاہ (18)

اور ابراہیم کے ساتھ دولت خان کے دو بیٹے جو قید خانے میں تھے وہ دونوں بھی جنگ میں حاضر تھے۔ انہوں نے بہت بہادری دکھائی آخر کار ایک لڑکا مارا گیا اور دوسرا سخت زخمی ہوا۔ (19) آخر بابر بادشاہ کے لوگ اسے پکڑ کر بادشاہ کے سامنے لے گئے بادشاہ نے فرمایا کہ خان

خانان کے سامنے لے جاؤ۔ جب اسے اس کے سامنے لے گئے تو ایک ملازم نے اسے دیکھ لیا اور شناخت کر کے رو کر بولا کہ یہ تمہارا بھائی فلاں ہے۔ خان خانان نے کہا کہ اسے میرے سامنے سے دور کر دو اور اس کا سر کاٹ دو۔ آخر قتل کر دیا گیا۔ (20)

مدت حکومت:

اور سلطان ابراہیم نے 20 سال اور 79 روز اور تیرہ گھڑی بادشاہی کی۔ (21)

سلطان ابراہیم کے بیٹے کا قتل:

جب ابراہیم مارا گیا تو اس کا ایک بیٹا جس کی عمر سات سال تھی قید میں آ گیا (22)۔ جب بابر بادشاہ کی خدمت میں لے گئے تو بابر بادشاہ نے آفتابہ طلب کر کے اس کے ہاتھ میں دیا کہ مجھے وضو کراؤ۔ وہ بادشاہ کا بیٹا تھا ایسے کام کبھی نہ دیکھے تھے کہ وضو کراتا۔ پس بادشاہ نے غصے میں آ کر وہی آفتابہ اس کے سر پر مار دیا کہ وہ لڑکا اسی جگہ مر گیا۔ اور ابراہیم لودھی جس نے اتنا برا سلوک کیا اور بزرگ امرا کو اس طرح سے بے عزت کر کے قتل کیا اور رائے دینے والوں کی بات بھی نہ سنی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ حق تعالیٰ اس کو اور اس کی قوم کو تباہ کرنا چاہتا تھا۔ اسی طرح سے اس کے بیٹے کو بھی تکلیف دی اگر عقلمندوں کے پاس جاتا؟ اور مشورہ دینے والوں کی بات سن لیتا تو کون شخص اس طرح سے بے عزت ہو کر اپنا سر کٹواتا ہے؟ اتنے معصوم بچے کو کون قتل کرتا ہے؟ اگر حق تعالیٰ کو اسے اور اسکی قوم کو قائم رکھنا ہوتا تو اسے اسکے باپ سلطان سکندر کا شیوہ دیتا۔ اس لئے کہ سلطان سکندر نے عین جنگ میں مبارخان کو پکڑا اور اس وقت عزت کے ساتھ جونپور روانہ کر دیا (23)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 39:

بابر بادشاہ کا کالپی آنا اور بایزید فرملی اور اسمعیل خان جلوانی کا شکست کھانا

رانا سانگا کی شکست:

جب بابر بادشاہ فتح کر کے آگرہ آیا تو پھر آگرہ سے مشرق کی جانب روانہ ہوا۔ جب کالپی کے نزدیک آیا تو میاں بایزید فرملی اور خواجہ اسمعیل جلوانی بابر بادشاہ سے ملے۔ اسی دوران خبر ملی کہ رانا سانگا ایک لاکھ نوے ہزار سواروں کے ساتھ آگرہ آ رہا ہے۔ لہذا وہ (بابر) لوٹ کر آگرہ آ گیا اور 80 اسی ہزار سواروں کے ساتھ رانا سانگا کی جانب رخ کیا۔ آخرالامر بیان سے مشرق کی طرف سات کروہ کے فاصلے پر مقابلہ ہوا بابر بادشاہ نے مٹی کا قلعہ بنایا اور خود اسکے دروازے پر بیٹھ گیا اور کسی کو اندر نہیں آنے دیتا۔ آخر کار دس بارہ ہزار عراقی سواروں کو بھیجا کہ (کاہ کش اور ہیزم کش)(1) کی طرح رانا کے لشکر سے الگ ہو جاؤ اور اس کو پکڑ کر زندہ لے آؤ۔ پھر وہ سوار دو آدمیوں کو پکڑ کر لے آئے۔ بابر نے ان دونوں آدمیوں سے اس پورے لشکر کا حال پوچھا۔ اپنے سواروں کو حکم دیا کہ آپ باہر رہیں اور (صرف) تیر اندازی کریں اور جنگمیں تلوار بازی ہرگز نہ کریں۔ القصہ۔ ناگوریوں کے خانزادے مسلمان تھے جو رانا سانگا کے ساتھ چالیس ہزار (کی تعداد میں) تھے۔ البتہ ہندی راجپوت، خانزادوں کی بالکل عزت واحترام نہ کرتے تھے اور ہمیشہ یہ کہتے تھے۔ کہ تم راجپوت نہیں ہو۔ تم لوگ (ماوی)(2) ہو اور بالکل عزت نہ کرتے تھے اس وجہ سے وہ خانزادے بیزار اور تنگ دل تھے۔ جب بابر بادشاہ کے لشکر نے تیر اندازی شروع کر دی تو

رانا سانگا بھی اپنے لشکر کے ساتھ مستعد ہو کر انکے سامنے کھڑا ہو گیا۔ جب دونوں لشکر گتھم گتھا ہو گئے تو ناگوری خانزادے رانا سانگا کو چھوڑ کر اپنے ملک کو روانہ ہو گئے۔ لہذا رانا سانگا کے لشکر میں شکست پھیل گئی۔ رانا سانگا شکست کھا کر رنتھبور چلا گیا اور وہاں پر پھر سے فوج اکھٹی کر کے بابر بادشاہ پر چڑھ آیا۔ بادشاہ نے بھی دریائے جمنا کو درمیان میں ڈال دیا۔ لہذا رانا ۔سانگا اسی طرف دامن کوہ میں ہو کر ابر چہ اور بہنذیر چلا گیا(3)۔ بابر بادشاہ نے بھی کاپلی کے نزد جمنا پر ڈیرے ڈالے۔ پھر وزیروں نے رانا سانگا کے بیٹے سے اتفاق کیا۔ کہ رانا دیوانہ ہو گیا ہے۔ کہ اس طرح سے کر رہا ہے۔ رانا کو زہر دیدیا اور رانا مر گیا۔ وزیروں نے اس بیٹے کو رانا بنایا اور چتوڑ کو روانہ ہو گئے۔ اور بابر بادشاہ واپس آگرہ آ گیا۔(4)

رانا سانگا

حکایت نمبر 40:

میاں بایزید فرملی کا بابر بادشاہ سے بھاگنا اور ملک قنوج اور بانگرمو اور لکھنئو کا قبضے میں آنا

میاں بایزید کا فرار:

کہتے ہیں کہ ایک رات میاں بایزید بابر بادشاہ کے دربار سے اپنے خیموں کی جانب آرہا تھا تو راستے میں ایک بوڑھی افغانی عورت نے کہا بایزید ہم یہ بھیک کیوں مانگ رہے ہیں۔اس پر بایزید نے بہت افسوس کیا اور اسی رات بابر بادشاہ سے فرار ہو کر قنوج آ گیا اور ملک قنوج و لکھنئو و بانگرمو (1) پر قبضہ کر کے اپنے تصرف میں لے آیا۔

مغلوں کا بایزید پر حملہ

پھر بادشاہ نے بڑی افواج بایزید کے خلاف لگا دیں کہ جس طرح سے بھی ہو سکے اسے دفع کریں۔لہذا بابر بادشاہ کی افواج بانگرمو کی جانب گئیں اور مٹی کا قلعہ بنایا۔بایزید فرملی نے بھی اسکے مقابلے پر قلعہ تیار کیا اور دونوں فریقوں میں ہمیشہ تیر و تفنگ کی لڑائی ہوئی۔مگر بابر بادشاہ کی فوجوں کا ہاتھ بایزید تک نہیں پہنچا۔آخر دونوں فریق نے صلح پر اتفاق کر لیا کہ اس جگہ سے ہم حدود مقرر کر دیتے ہیں اور صلح کی یہ بات بابر بادشاہ کو لکھ بھیجی۔جب بابر بادشاہ نے یہ خبر سنی تو غصے میں آ گیا اور اسی وقت کوچ کیا اور سارے مغلوں کے ساتھ اچانک بایزید کے قلعے پر پہنچ گیا اور بایزید قلعہ کی حفاظت نہ کر سکا اور قلعہ چھوڑ کر حاجی پور کی جانب بھاگ گیا اور مخدوم عالم بنگالی کے حضور آ گیا۔اسکے تعاقب میں بابر بادشاہ کی افواج جونپور آ گئیں اور بادشاہ خود اٹھ کر آگرہ چلا گیا

مغلوں اور بنگالیوں کی جنگ:

جب مغل جونپور آ گئے تو آرام کرنے لگے۔پھر اکٹھے ہو کر بنگالیوں کی جانب کوچ کیا

جب دریائے سرور (2) پر پہنچے تو شیر شاہ بھی ہزار سواروں کے ساتھ بایزید کے ہمراہ ہوگیا (2)۔ پھر مخدوم عالم و بایزید نے دریائے سرور جا کر قلعہ تیار کیا مغلوں نے بھی آ کر انکے مقابلے پر قلعہ تیار کر کے جنگ شروع کر دی۔ روزانہ جنگیں ہوتی تھیں۔ مخدوم عالم اور بایزید فرملی نے شیر شاہ کو آگے کیا۔ آخر کار مخدوم عالم اور مغلوں کے دمیان صلح طے پا گئی۔

شیر شاہ کی چال:

شیر شاہ اکیلا رہ گیا اور میاں بایزید کے دربار میں گیا اور دربانوں سے کہا کہ میاں بایزید کو خبر کریں کہ شیر شاہ دربار پر کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ بعض باتیں حضور سے متعلق ہیں اسوقت میاں بایزید لیٹا ہوا تھا کہ دربانوں نے خبر دی۔ لہذا شیر شاہ کو اندر بلالیا. چنانچہ شیر شاہ (اندر) جا کر اس کے نزدیک ہو کر بیٹھ گیا اور ملازموں کو دور کر کے کہنے لگا کہ یہ کیا سنا جا رہا ہے کہ بنگالیوں اور مغلوں کے درمیان صلح ہوگئی۔ میاں بایزید نے کہا کہ ہاں صلح ہوگئی ہے۔ شیر شاہ نے کہا آپ نے بھی صلح کر لی ہے میاں بایزید نے کہا کہ میں کیا کروں حاکم تو بنگالی ہیں۔ وہ ہی صلح کر رہے ہیں۔ شیر شاہ نے کہا کہ اگر صلح ہوگئی تو یہ خزانہ جو کہ تم کو ملا ہے صلح کے بعد واپس چلا جائے گا. میاں بایزید نے کہا کہ میں کیا کروں۔ شیر شاہ نے کہا کہ تیار ہو جائیں اور مخدوم عالم کو کہلا بھیجے کہ مغل دھوکہ کر رہے ہیں اور وہ جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ ہم مقابلے کو جاتے ہیں آپ ہماری مدد کیجئے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہماری فتح ہوگئی تو جو ملک (ہمارے) ہاتھ آئے گا وہ ہمارا ہوگا اور اگر فتح مغلوں کی ہوگی تو ہم بنگالیوں کے ساتھ چلے جائیں گے۔ بنگالی خزانہ دینگے اور ہم کھائیں گے۔ لہذا میاں بایزید نے تیار ہو کر بنگالیوں کو یہی کہلا بھیجا کہ مغل دھوکہ کر رہے ہیں اور اس لیے ہم جنگ کے لیے کھڑے ہیں ہماری مدد کرو۔ جب یہ پیغام مخدوم عالم کو پہنچا تو وہ ہنسا اور بولا کہ تم خود یہ کام کرو (4)

بایزید کی فتح:

لہذا بڑی سخت جنگ ہوئی۔ جب مغل جونپور آگئے تو علی خان ماہونی پسر خانی فرملی

(5) جو (سلطان) سکندر (لودھی) کا امیر تھا اور جب بابر بادشاہ آ گیا تھا تو وہ بابر بادشاہ کے ساتھ ہو گیا تھا۔ مغل جو جونپور میں تعینات تھے۔ علی خان ماہونی کو بھی تعینات کر دیا گیا پھر علی خان ماہونی نے میاں بایزید فرملی کے ساتھ زبردست جنگ کی اور چار سو ساتھیوں کے ساتھ قتل ہو گیا۔ جب اٹھے (الگ ہوئے) تو اندھیرا ہو گیا تھا کہ کسی کو کوئی نظر نہ آتا تھا چنانچہ مغل خود جونپور کو بھاگ گئے اور مخدوم عالم اور افغان حاجی پور کی جانب روانہ ہوئے کہ کسی کو کسی کی خبر نہ ملتی تھی۔ جب دھول بیٹھ گئی تو راستے میں ہی مخدوم عالم کو خبر ملی کہ مغل بھی شکست کھا کر جونپور کی جانب چلے گئے ہیں۔ اس پر مخدوم عالم اور میاں بایزید اس جگہ واپس آئے جہاں ڈیرہ لگایا تھا اور جونپور کی جانب بڑھے ایک دو روز رک کر اور آرام کر کے حاجی پور کی جانب روانہ ہوئے۔ (6)

بابر کا حملہ:

جب مغلوں کی شکست کی خبر بابر بادشاہ کو ملی تو بادشاہ خود آگرہ سے کوچ کر کے جونپور کی جانب آئے اور مرزا ہمایوں کو بڑی فوج دے کر سکندر پور خریدہ روانہ کیا اور اس جگہ بہت سے سادات اور شیخ زادے سکونت پذیر تھے کہ بہت بڑا شہر تھا مثلاً قاضی نصیر الدین کنہندی اور بہت سے علماء و فقراء بھی تھے۔ جب مرزا سکندر پور پہنچا تو ہر قوم کہ جو وہاں تھی اسکے چھوٹے بڑے سب کو قتل کر دیا (8) اور بابر بادشاہ نے شیر شاہ کو بھی لکھا کہ تو جلد ہمارے حضور آ ورنہ میں تجھے بھی برباد کر دوں گا۔ اس پر شیر شاہ نے بہانے کہلا بھیجے اور خود نہ گیا (9)۔ اس دوران مخدوم عالم اور بایزید فرملی کو خبر ملی کہ مرزا ہمایوں نے سکندر پور خریدہ آ کر وہاں کے تمام لوگوں خواہ کوئی بھی تھے قتل کر دیا ہے اور بابر بادشاہ بھی جونپور سے کوچ کرتا آ رہا ہے۔

بایزید کا حملہ:

اس پر میاں بایزید فرملی کو غیرت آئی اور مخدوم عالم کی مجلس اٹھ کر سوار ہوا اور دریائے کزدک (10) کے کنارے آ گیا۔ جب تک کہ کشتی آتی وہ گھوڑے کو اندر ڈال کر دریا کے اس

پار ہو گیا۔ جب مخدوم عالم نے یہ خبر سنی تو تمام افغانوں کو اجازت دیدی۔ یہاں تک کہ میاں کے پاس دس بارہ ہزار سوار جمع ہو گئے۔ میاں بایزید فرملی بہت تیزی سے گورکھپور ہوتا ہوا بہرائچ چلا گیا اور بہرائچ سے لکھنو گیا اور لکھنو سے قنوج گیا اور قنوج سے ہوتا ہوا اٹاوہ گیا۔ جب اتنی (ترکبازی) کی تو بابر بادشاہ کو بھی خبر ہوگئی کہ بایزید تعاقب کرتا ہوا آگرہ گیا ہے۔ لہذا بابر بادشاہ نے محمد زمان کو جو امرائے کلان میں سے تھا جونپور میں چھوڑ کر خود واپس بایزید فرملی کا رخ کیا۔ جب بایزید نے سنا کہ بابر بادشاہ نزدیک آگئے ہیں تو دریائے جمنا پار کر کے کالپی کی طرف ہو کر باندھو چلا گیا اور باندھو سے ہوتا ہوا سہرانو آ گیا اور سہرانو سے سارن پہنچا۔ (11)

سوکھا روضہ سہسرام (بہار) جہاں حسن خان سور دفن ہیں

نقشہ بنگال

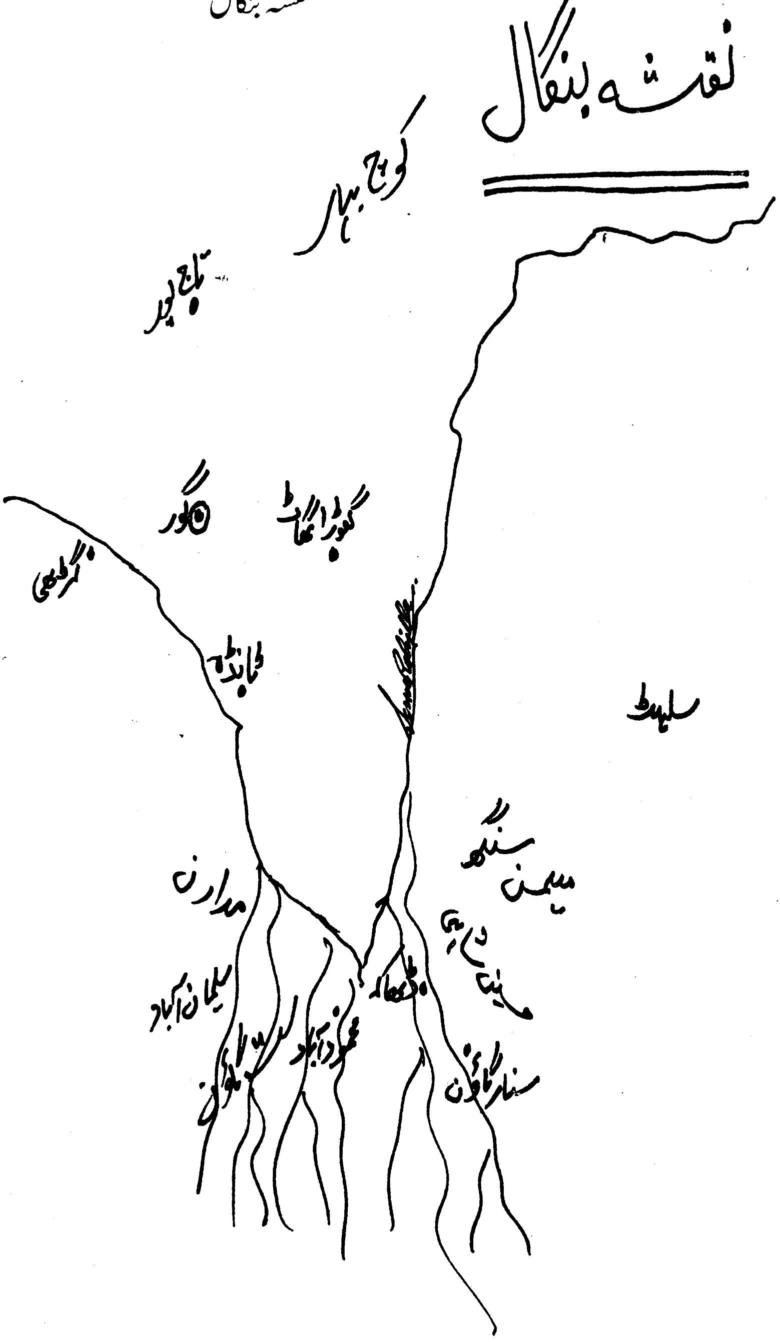
نقشہ بنگال
کوچ بہار
تاج پور
گور
گھوڑا گھاٹ
گڑھی
ٹانڈہ
سلہٹ
میمن سنگھ
مدارن
ڈھاکہ
سلیمان آباد
محمود آباد
سنار گاؤں

حکایت نمبر 41:

بابر بادشاہ کا جونپور، بنگالیوں اور افغانیوں پر لوٹ آنا

جلال خان کی دغابازی:

کہتے ہیں کہ جلال خان نوحانی کو شیر شاہ نے بہار کے چند پر گنے دیدیئے تھے۔ پھر جلال خان نے چند روز ٹھہر کر نوحانیوں کو اکٹھا کرنا شروع کر دیا اور محمد زمان کو جو جونپور کے بڑے امراء میں سے تھا اس محمد زمان کو درخواست لکھ بھیجی کہ میں بابر بادشاہ کے ساتھ ہوں آپ ہماری مدد کیجئے۔ اس پر محمد زمان نے گرگین بہادر کو چار ہزار سوار اور بڑے لوگوں (امراء) کے ساتھ جلال خان کے حضور بھیجا۔ جب گرگین بہادر آیا تو بہار کے جو پر گنے شیر شاہ کے قبضے میں تھے وہ شیر شاہ کے قبضے سے نکال کر اپنے قبضے میں لے آیا۔ جب شیر شاہ نے سنا تو میاں بایزید فرملی اور ببن خان کو لکھا کہ جلال خان مغلوں کو بہار میں گھسا لایا ہے اور مغلوں سے مل گیا ہے۔ ابھی تک انہیں استقلال نہ ملا ہے اگر آپ چاہتے ہیں تو میں انکو سامنے سے دور کر دو اور جلال خان کو بھی لکھا

بیت

جلال از کند کودکی کار خام عجب نیست از کودکی تا تمام (1)

اے جلال خان! تو بچہ ہے نوحانی جو تیرے ساتھ ہیں وہ بے ننگ اور ناموس ہیں کہ تجھے یہ جگہ اس لیے دی ہے کہ تو مغلوں کو اپنے گھر میں گھسیڑ لائے۔ کہ بزرگوں نے کہا ہے:

ہر کہ آورد گرگ در خانہ خانہ خویش کرد ویرانہ (2)

اس طرح کی بہت سی باتیں کہہ کر بھیجا مگر (اس نے) شیر شاہ کی نصیحت نہ سنی۔

شیر شاہ کی نوحانیوں اور مغلوں پر فتح:

القصہ جلال خان کے واسطے سے محمد زمان نے بابر بادشاہ کو بہت سی سفارشیں بھیجیں بادشاہ، محمد زمان کو لکھتا تھا کہ تجھے اچھے طریقے سے جلال خان کی مدد کرنی چاہیے۔ اگر تجھے جانا بھی پڑے تو تجھے جانا بھی چاہیے۔ اسی دوران سارن سے میاں بایزید فرملی اور ببن خان آگئے اور

شہسرانو سے شیر شاہ۔ تینوں آدمی اکھٹے ہو کر نوحانیوں سے جنگ کرنے آئے۔ جب بہار کے قریب پہنچے تو نوحانی بھی آئے۔ دونوں فریقین کے درمیان بڑی سخت جنگ ہوئی۔ نوحانی اور مغل مارے گئے۔ نوحانی شکست کھا کر بہار کے قلعے میں آگئے اور نوحانیوں نے جنوبی دروازے (سے داخلہ) اختیار کیا اور گرگین نے شمال دروازہ سے اور شیر شاہ قلعہ کا محاصرہ کر کے بیٹھ گیا اور میاں بایزید اور ببن خان کو رخصت کر دیا کہ آپ اپنے ملک کو جائیں کہ اس جگہ سے مغل قریب ہیں۔ (3)

شیر شاہ کے خاندان کی آمد:

اور اپنے امراء کو سہسرانو کے لیے رخصت کیا اور میاں شیخ نظام کو اپنے قبیلے کے ساتھ طلب کیا کہ بنگالیوں نے مجھے مونگیر (4) کے نزدیک تو اگڑھی (5) کی جگہ دی ہے۔ جب میاں نظام قبیلے کو لایا تو قبیلے کو میاں نظام کے ساتھ تو اگڑھی میں بھیج دیا اور خود قلعہ توڑنے کی فکر میں لگ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 42:

محمد زمان و گرگین بہادر اور جلال خان نوحانی کے بیان میں

جب شیر شاہ قلعہ کا محاصرہ کر کے بیٹھا تو میاں جلال خان و گرگین بہادر نے محمد زمان کو لکھا کہ ہم زندگی سے ناامید ہو گئے ہیں کیونکہ چند روز میں شیر شاہ قلعہ فتح کر لے گا اور ہمیں قتل کر دے گا۔لہذا محمد زمان بیس ہزار سوار لیکر تیزی سے شیر شاہ پر چڑھ آیا۔اور شیر شاہ بے خبر بیٹھا تھا کہ اچانک وہ بہار کے قریب آ گیا۔پھر شیر شاہ بھی تیار ہو گیا اور محمد زمان کے مقابلے پر گیا اور پیچھے سے جلال خان اور گرگین بہادر قلعہ سے باہر آ گئے اور چاہ بساری (1) میں شدید جنگ ہوئی۔اور بہت سے افغان مارے گئے۔بڑے لوگوں (سرداروں) میں جلال خان سور کا باپ میاں جلو بھی مارا گیا (2) اور میاں قاسم محمود کا باپ رکن خان (3) جو شیر شاہ کے ہمراہ تھا وہ مغلوں کی فوج دیکھ کر منہ موڑ کر بھاگ نکلا۔لہذا شیر شاہ شکست کھا کر مونگیر کو چلا گیا۔

شیخ علی بتنی کا ذکر:(4)

آخر میں میاں حاجی برادر شیخ علی بتنی میدان میں زخمی پڑا تھا۔شیخ علی نے میدان سے نکالنے کا ارادہ کیا لیکن چونکہ میاں حاجی کو بہت سے زخم آئے تھے لہذا وہ وہیں فوت ہو گیا۔چونکہ شیخ علی اپنے بھائی کو اٹھانے کا قصد کر رہا تھا۔لہذا اس کا گھوڑا بھی بھاگ گیا۔اتنے میں مغل آ گئے جب دیکھا کہ مغل آ رہے ہیں تو اپنی کمان ہاتھ میں پکڑی اور ترکش اس میں لگا کر بیٹھ گیا۔جب مغلوں نے تیر و کمان دیکھا تو دور سے کھڑے ہو کر کہا کہ خدا کی قسم ہے تو ہاتھ سے تیر و کمان رکھ دے ہم تجھے قتل نہ کرینگے تجھے محمد زمان کے سامنے لے جائیں گے اور وہ جو چاہے گا وہی کرے گا۔لہذا شیخ علی نے تیر و کمان ہاتھ سے رکھ دیا۔لہذا مغل اس کو محمد زمان کے پاس لے آئے اور جو کوئی بھی محمد زمان کے آگے لایا جاتا تو محمد خان پوچھتا کہ تو کون ہے وہ شخص جان کے ڈر سے کہتا کہ میں سید ہوں۔تو وہ حکم دیتا کہ اس کو قتل کر دو۔جب شیخ علی کو لے کر گئے تو اس نے پوچھا کہ تو کون ہے۔اس نے کہا کہ میں افغان ہوں۔محمد زمان نے کہا کہ جان کے خوف سے جھوٹ بولنا جائز ہے

تو نے کیوں سچ بولا۔ شیخ علی نے کہا کہ موت کے وقت جھوٹ بولنے کی طاقت نہیں ہے۔ محمد زمان نے کہا کہ اسے ابھی رکھو جب شیخ علی کو بٹھایا تو چند لمحوں میں کھانا آ گیا تو شیخ علی کو بھی بھیج دیا کہ میں کبھی مسلمانوں کا حق نہیں کھاتا ہوں۔ لہذا کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ جب محمد زمان کھانے سے فارغ ہوا تو ایک تھیلا منگوایا اور اس سے (پستانی)(5) باہر نکالا تو گلاس آگے کر دیا اور خنجر کے دستے میں پانی نکال کر فرمایا کہ یہ شیخ کو دیدو کیونکہ یہ پستان میری ماں نے اپنی زراعت سے کابل سے بھیجا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب نماز مغرب کا وقت آیا تو شیخ علی کو امام مقرر کیا کہ نماز پڑھائے۔ شیخ علی قاری و عالم تھے۔ قرات سننے سے بہت خوش وقت ہوا کہ تو اب سے میرا دینی بھائی ہے اگر تو ہمارے پاس رہ جائے تو تجھ سے بہت نیکی کرونگا۔ پھر علی نے کہا ہم دو بھائی تھے میرا چھوٹا بھائی مارا گیا ہے اور میرا باپ بہت بوڑھا ہے اور مونگیر میں (فرتوت)(6) ہے اگر میں اسکی خبر نہ لونگا تو مجھے اس کی اطلاع بھی نہ ملے گی کہ اس کے ساتھ کیا ہوا۔ لہذا (محمد زمان نے) اس کو رخصت کر دیا اور ایک خط اپنے دستخطوں کے ساتھ چوکیداروں کو لکھ کر دے دیا اور اس جنگ میں افغانوں میں سے کسی کو نہیں چھوڑا مگر صرف شیخ علی بتنی کو۔(7)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 43:

برمزید کور کے بیان میں جو مغلوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا

برمزید کور کی بہادری:

جب محمد زمان کو فتح ہوئی تو فتح کے بعد برمزید کور جو شیر شاہ کا خاص خیل تھا(1) اور کچھ دیگر افغانی عورتیں مغلوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئیں۔ آخر ہر ایک کو باندھ کر لے گئے اور عورتوں کے درمیان ایک عورت کے پاس بچہ تھا۔ ایک مغل نے اس عورت سے کہا کہ بچے کو زمین پر پھینک دے۔ لہذا اسوقت جان کے خوف سے اسے پھینک دیا۔ پھر اس مغل نے اس بچے کو نیزے کی نوک پر چڑھا کر اپنے خیمے میں جو دریائے سنبلہ کے پاس تھا اس جگہ لے گیا(2)۔ اور محمد زمان کا ڈیرہ بھی اسی دریا پر تھا۔ آخر اس مغل نے برمزید کور کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ان افغانوں کے ساتھ رکھا اور خود بستر پر لیٹ کر سو گیا۔ جب رات کا ایک پہر گزر گیا تو انکے درمیان ایک عورت نے کہا کہ مجھے ایک چوب مل گئی ہے۔ برمزید نے کہا کہ جلد آ اور میرے ہاتھ سے یہ بند کھول دے۔ جب ہاتھ کھل گئے تو چوب کو ہاتھ میں پکڑ کر اس مغل کو جو اس چارپائی پر سو رہا تھا اس کے سینے میں مار دیا اور خود چھلانگ مار کر دریا میں کود گیا اور ان دنوں میں دریائے سنبلہ (3) بھری ہوئی تھی یوں دھوکہ دے کر بھاگ گیا۔

شیر شاہ کا راجہ کدھور پر حملہ:

غرض کہ چونکہ میاں رکن خان نوحانی جنگ کے وقت لڑے بغیر شیر شاہ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ کر کدھور (4) چلا گیا تھا لہذا راجہ کدھور نے چاہا کہ جو کچھ مال اس کے ہاتھ میں ہے وہ اس سے چھین لیں۔ اسیر میاں رکن خان نے شیر شاہ کو مونگیر میں لکھا کہ افغانوں کی شرم تمہارے ہاتھ میں ہے یہ کافر چاہتا ہے کہ مجھے لوٹ لے اور جسم پر کوئی کپڑا بھی نہ چھوڑے۔ لہذا شیر شاہ چھ ہزار سواروں کے ساتھ راجہ کدھور کے سر پر چڑھ دوڑا اور رکن خان کو آزاد کرا لیا اور وہ راجہ شیر شاہ سے ملا اور چند ہاتھیوں کی نذر گزاری (5)۔ پھر شیر شاہ نے رکن خان کے قبیلے کو لا کر اپنے قبیلے میں رکھا۔

نصیب شاہ کو پیغام:

اور نصیب شاہ بنگالی کو پیغام بھجوایا کہ میں آپ کے ساتھ ہوں اور جلال خان نے بہار میں مغلوں کو لا کر ہم سے جنگ کی ہے۔ہم میں مقابلے کی طاقت نہ ہے کیونکہ ہمارے پاس لشکر تھوڑا ہے اور انکے پاس بہت زیادہ ہے۔اس شکست کی وجہ سے ہم یہاں آئے ہیں۔لہذا چند روز تو اگڑھی میں (رہنے کی) اجازت دیجئیے۔

قلعہ روہتاس (بہار۔انڈیا)

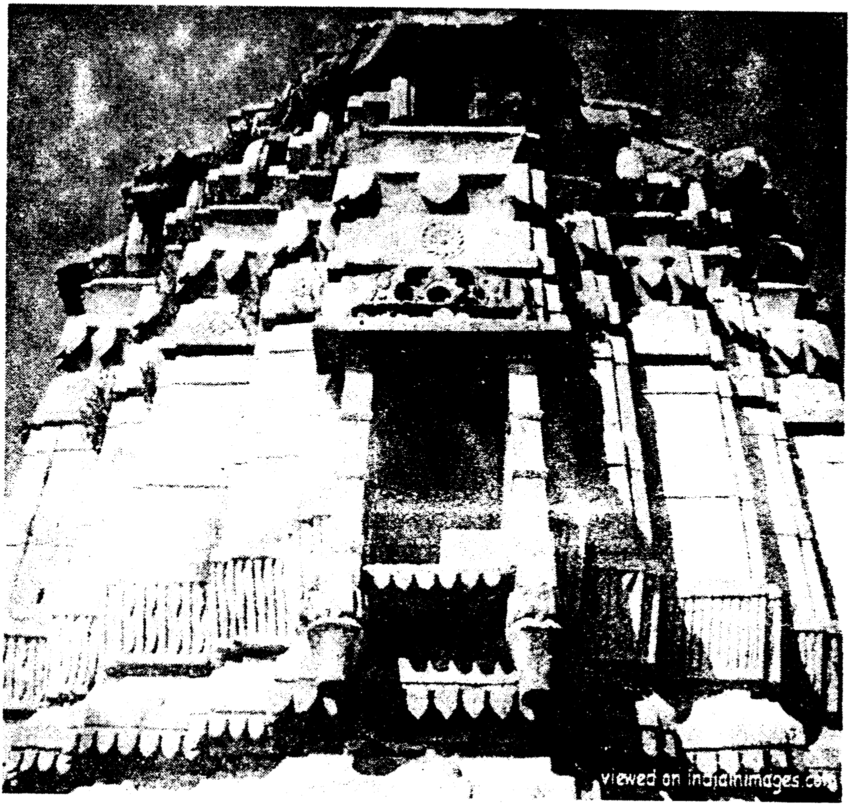

حکایت نمبر 44:

شیر شاہ کا سیور آنا اور مغلوں کا فرار

شیر شاہ کا مغلوں پر حملہ:

جب محمد زمان بڑے امراء کو سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ بہار میں چھوڑ کر خود جونپور چلا گیا تو شیر خان کو خبر ملی کہ محمد زمان جونپور جا رہا ہے۔ تو وہ کدھور سے ہوتا ہوا سیور آیا اور وہاں ایک دو ہزار مغل جو چپہ (1) جا رہے تھے اور اس جگہ آموں کا ایک باغ تھا اور وہ اس باغ میں خیمہ لگا کر پڑے ہوئے تھے اور دیگر امراء چھ ہزار سواروں کے ساتھ سردی کے موسم کی وجہ سے موسم کے علاقے میں یعنی سہسرام کو جا رہے تھے۔ آخر دریائے جون سون کے درمیان تمام لشکر خیمے لگا کر پڑا ہوا تھا۔ اسی دوران اللہ کی رضا سے پہاڑوں پر بارش ہوگئی۔ رات کو اچانک جون سون دونوں کناروں سے لبالب بھر گیا اور سارا لشکر ڈوب گیا۔ جب شیر شاہ نے سنا کہ دو ہزار مغل جو چپہ میں رکے ہوئے ہیں تو اچانک دوڑا اور مغل جو گرمی کی وجہ سے ہتھیار جسم سے اتارے برہنہ ہوئے درختوں کے سائے میں بیٹھے تھے کہ دو پہر دن کے گزرے ہونگے کہ شیر شاہ پہنچ گیا۔ مغل اسلحہ پہن نہ سکے اسی طرح سے بھاگ نکلے۔ بعض جو اس جگہ سے بھاگ کر پہاڑوں پر آ گئے تو وہاں پر راستہ تنگ تھا وہ گر گر کر مر گئے (2)۔ وہ (شیر شاہ) بہار سے درکی (3) آ گیا پھر شیر شاہ پرگنہ جرہ میں گیا۔ وہاں پہاڑ میں ایک قلعہ کو مرمت کیا۔ (4)

بنگال میں افغانوں پر ظلم:

اسی دوران میاں نظام جو تو اگڑھی میں قبائل کے ساتھ تھا۔ وہاں سے میاں نظام نے خط لکھا کہ اس جگہ بنگالیوں نے افغانوں پر اور افغانوں کے قبائل پر اتنے ظلم شروع کر دیئے ہیں کہ

اس جگہ رہنا مشکل ہوگیا ہے۔اس لئے کہ افغان لوگوں میں سے مردوں کو قلعے تیار کرنے اور خندقیں کھودنے اور حوض کھودنے میں سارا دن لگائے رہتے ہیں اور جو افغانی بھی انکے ہاتھ پڑ جائے کسی کو نہیں چھوڑے اور سارا دن شام تک محنت لیتے ہیں اور یہاں تک کہ انکے اوپر ایک بال بھی نہیں چھوڑے۔مٹی کی وجہ سے جو وہ اپنے سروں پر لے جاتے ہیں اور اسی طرح سے حوض بناتے ہیں اور جو کوئی گھوڑے کے استعمال کے لیے دیا جامہ اور کوئی دوسری چیز فروخت کرنے بازار چلا جاتا ہے تو اسے بہت بری طرح مارتے ہیں اور تکلیف دیتے ہیں اور وہ چیز اس سے بہ زور چھین لیتے ہیں۔شیر شاہ نے میاں نظام کو لکھا کہ اگر ایسا ہے تو پھر آپ اپنے قبائل کو اور افغانوں کے قبائل کو کدھور کے راستے جرہ میں لے آئیں۔(5)

شیخ خلیل اللہ کے والد کا قتل:

کہتے ہیں کہ جب حضرت شیخ خلیل اللہ کے والد اپنے قبائل کے ساتھ بنارس سے آگے برائی کے میدان (6) میں چوکی لگائے ہوئے تھے۔پھر چاشت کے وقت شیخ ویس کے جو شیخ خلیل اللہ (7) کے والد تھے (چاشت کی نماز کے لیے) مصلحہ بچھا کر کھڑے ہوئے ہی تھے کہ اسی دوران مغل لوٹیرے آگئے۔میاں ویس کو دیکھا کہ مصلحہ پر کھڑے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں تو آگے بڑھ کر اسی مصلے پر قتل کر دیا۔ساتھ ان کا ایک بھتیجا بھی تھا اس کو بھی قتل کر دیا۔اسی دن سے ان کے قبیلے افغانوں کے قبائل کے ساتھ ہو گئے تھے کیونکہ انکے دوسرے بھائی شیر شاہ کے نوکر تھے۔چونکہ آخرالامر شیر شاہ کے افغان قبائل جو تو اگڑی میں تھے نکالے گئے لوگ تھے۔لہذا میاں شیخ خلیل اللہ کا بھتیجا جو میاں خداداد تھا۔اس کا باپ مارا گیا تھا اس نے ایک غنیمت نکال دی اور اس کے ذریعے سے ایک گھوڑا جو اس کے پاس تھا بیچنے کے لیے مونگیر روانہ کر دیا۔آخرکار بنگالیوں نے ان لوگوں میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا جو گھوڑا بیچنے گئے تھے اور اس گھوڑے کو اسی طرح سے لے گئے۔مونگیر میں ایک عالم تھے انکے سامنے میاں شیخ خلیل اللہ ''تارک شدہ'' پڑھتے تھے۔وہ

بنگالیوں کے اس طرح سے ظلم دیکھتے۔ان دنوں مونگیر پر حسین خان بنگالی نے قبضہ کرلیا اور جس جگہ میاں شیخ خلیل اللہ پڑھایا کرتے تھے اس جگہ پڑھنے کے لیئے (حسین خان) کا لڑکا آگیا اور انہی علماء کے پاس پڑھنے لگا اور حسین خان کا بیٹا جو آکر پڑھائی کرتا تھا میاں خلیل اسکو کہتے کہ تمہارے آدمی اس طرح ظلم کرتے ہیں۔لوگ جو آفت زدہ ہوکر تمہارے پاس آگئے ہیں۔ان غریبوں اور مظلوموں کی آہ کہاں جائے گی۔اس پر وہ غصے میں آکر بولا کہ مظلوموں کی آہ مظلوموں کے سر پر جائے گی۔اس وقت اگر علماء موجود نہ ہوتے تو شیخ قتل کردیا جاتا۔انہی دنوں شیر شاہ نے قبائل کو جرہ کی جانب بلایا اور وہاں سے سہسرام بھیج دیا۔(وہاں) پہاڑ پر ایک گاؤں ہے جس کا نام بھورکوندہ (8) ہے وہاں پر لے گیا۔

شیر شاہ کی نوحانیوں سے جنگ:

اگر چہ جلال خان اور تمام نوحانیوں کو شیر شاہ سے سخت دشمنی تھی۔جب وہ بنگالیوں کے پاس آتے تھے تو بنگالی نوحانیوں کے بزرگوں (سرداروں) کو بھی قتل کردیتے تھے۔یہاں تک کہ جلال خان کے قبیلے کے چودہ افراد قتل کر دیئے تھے لیکن انکو شیر شاہ سے اتنی نفرت تھی اور وہ اتنے بزدل تھے کہ شیر شاہ کے ساتھ ہرگز نہیں ملتے تھے اور پھر بنگالیوں کے پاس چلے جاتے تھے۔

بیت

چراغی را کہ ایزد برفروزد ہر آنکو تف زند ریشش بسوزد (9)

نوحانیوں کے دل میں اتنی دشمنی تھی کہ جو کوئی بھی شیر شاہ سے الگ ہوجاتا تھا وہ انکے ساتھ مل جاتا تھا۔القصہ وہ اس جگہ سے چھ ہزار سواروں کے ساتھ بہار کی جانب آیا۔جب بہار پہنچا تو جو افغان شکست خوردہ ہوکر الگ ہوگئے تھے وہ واپس آکر مل گئے اور جلال خان اور تمام نوحانیوں نے مغلوں سے مل کر دوبارہ قلعہ بہار پر قبضہ کرلیا۔شیر شاہ بھی محاصرہ کر کے بیٹھ گیا اور قلعہ میں سراغ لگانے کی کوشش شروع کردی اور میاں نظام الدین تو اگڑھی سے قبیلے کے بارہ ہزار سواروں کے

ساتھ آکر شیر شاہ کے پیچھے گیا۔ پھر میاں نظام بارہ ہزار سواروں کے ساتھ شیر شاہ کے [redacted] اہ بہار آ گیا۔ اور ساتھ میں قاضی کا قبیلہ بھی گیا اور سہسرام سے بھی کچھ امداد آ گئی۔ جب جلال خان اور نوحانیوں نے دیکھا کہ قلعہ ہمارے ہاتھ میں نہیں رہے گا کیونکہ شیر شاہ نے خوب راہ نکال لی ہے تو رات کو اکیلے ہی بھاگ نکلے اور علی الصباح شیر شاہ نے ان نوحانیوں اور مغلوں کو قید کر لیا جو قلعہ میں رہ گئے تھے (10)۔ پھر نصیب شاہ بنگالی نے شیر شاہ کو لکھ بھیجا کہ تم نے جن نوحانیوں اور مغلوں کو گرفتار کر لیا ہے ان کو ہمارے پاس بھیج دو۔ میاں نظام نے شیر شاہ سے کہا کہ اگر آپ مغلوں کو نصیب شاہ کے پاس بھیج رہے ہیں تو یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ انکے گھر میں افغان ہیں۔ لہذا مصلحت اسمیں ہے کہ تمام مغلوں کو قتل کر دیں اور نوحانیوں کو نصیب شاہ کے پاس بھیج دیں (11)۔ پھر شیر شاہ نے بڑے لوگوں کو ایک جمعیت کے ساتھ قلعہ میں چھوڑا اور وہ خود اور میاں نظام سہسرام کی جانب روانہ ہو گئے اور (بعد میں) بہور کونڈہ پہاڑ پر جہاں پر قبیلے کو رکھا ہوا تھا اس جگہ سے میاں نظام کو قبیلے کے پاس بہور کونڈ بھیج دیا اور خود سہسرام میں ہی رہ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 45:

محمود پسر سلطان سکندر کا نصیب شاہ بنگالی کے بھائی محمود کے ساتھ ہمایوں بادشاہ پر چڑھائی کرنا

کہتے ہیں کہ شیر شاہ کو بابر بادشاہ کی وفات کی خبر مل گئی تھی (1)۔ اسی دوران میاں بایزید فرملی اور ببن خان نے شیر شاہ کو لکھا کہ سکندر کا چھوٹا لڑکا جو محمود خان تھا اب جوان ہو گیا ہے (2) اور وقت ہے کہ اگر آپ مدد کریں تو ہم دہلی پر حملہ آور ہوں۔ اور میں نے نصیب شاہ بنگالی کو بھی لکھا ہے۔ پھر نصیب شاہ نے اپنے چھوٹے بھائی محمود کو بھیجا کہ تو جا اور محمود خان پسر سلطان سکندر کے ساتھ ہو جا۔ لہذا محمود برادر نصیب شاہ محمود پسر سلطان سکندر کے ساتھ ہو گیا اور بایزید ببن خان اور تمام افغان تیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ ہمایوں بادشاہ پر چڑھ آئے اور دریاباد (3) کے پاس سرکار لکھنو میں ایک گاؤں ہے جس کا نام دورہ ہے (4) ہمایوں بادشاہ آگرہ سے اس گاؤں میں آیا اور سلطان محمود پسر سلطان سکندر حاجی پور سے آ کر ٹھہر گیا۔

بایزید کا قتل:

آخر میاں بایزید نے بارہ ہزار سواروں کو (مغل) لشکر کے ارد گرد لگا دیا۔ مغل جو تھوڑے سے سرداروں کو تیر اندازی کے لیے لائے تھے۔ ان پر نظر بایزید کی پڑی۔ آخر میاں بایزید نے دس ہزار سواروں کے ساتھ مغل کا رخ کیا مغلوں نے پیٹھ دکھائی۔ آگے مغل اور پیچھے میاں بایزید۔ اس طرح سے مغل اپنے کثیر لشکر میں میاں بایزید کو کھینچ لائے۔ آخر سارے مغل لشکر نے میاں بایزید کا گھیرا کر لیا اور قتل کر دیا جب میاں بایزید مارا گیا تو دونوں محمود اور تمام لشکر شکست کھا کر حاجی پور آ گئے۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 46:

ہمایوں بادشاہ کا قلعہ چنارہ پر پہلی بار حملہ کرنا اور شیر شاہ و نصیب شاہ کو طلب کرنا اور ہمایوں بادشاہ کا شیر شاہ سے صلح کرنا

راجی نور جی اور شیخ غوث:

جب ہمایوں بادشاہ مانک پور پہنچا تو کشتی پر سوار ہو کر چنارہ کی جانب آ گیا۔ اور قلعہ چنارہ پر حملہ کر ڈالا اور بادشاہ کے ساتھ میاں شیخ بہلول (1) اور میاں شیخ محمد غوث (2) جیسے علماء و فضلاء تھے۔ جب مانک پور سے کشتی پر بیٹھ کر آیا اور بندگی حضرت راجی نور (3) کو بھی ساتھ لے آیا تھا۔ ان دنوں علماء و فضلاء راجی نور سے عقیدت رکھتے تھے اور میاں شیخ محمد غوث باری تعالیٰ کی وحدانیت کی اثبات کی بات کرتے تھے اور انکی مجلس میں اکثر یہی بات ہوتی تھی۔ غرض کہ راجی نور بڑی کشتی پر کہ اس کشتی میں خیمے وغیرہ اور بار برداری کی اشیاء بھی تھیں اس کشتی پر بیٹھے تھے۔ ایک روز میاں شیخ محمد غوث چھوٹی کشتی پر بیٹھ کر راجی نور کے پاس آ گئے۔ اسی دوران شمال کی جانب سے ایک بڑی بارش آ گئی میاں محمد غوث نے راجی نور سے فرمایا کہ راجی نور بارش آ رہی ہے بہتر ہے کہ ہم اپنی کشتی پر بیٹھے کنارے پر چلے جائیں۔ راجی نور نے جواب دیا کہ میاں محمد غوث! آپ اکثر اوقات اثبات وحدانیت کی بات کرتے ہیں اگر ابھی ہم ڈوبتے ہیں تو کیا غرق ہونگے۔ آخر کار میاں محمد غوث سے رہا نہ گیا اور چھوٹی کشتی پر بیٹھے ہوئے ہی کنارے کی طرف چلے گئے اور اس روز بارش سے بہت سے لوگ غرق ہو گئے لیکن وہ کشتی کہ جس پر راجی نور بیٹھے تھے اس کشتی کے لوگوں کو خبر بھی نہ ہوئی کہ بارش آئی بھی ہے یا نہیں۔ (4)

چنارہ پر حملہ:

القصہ ہمایوں بادشاہ چنارہ کا بہت ارادہ کر رہے تھے لیکن کچھ بن نہ پڑتا تھا کیونکہ شیر شاہ نے چنارہ کا انتظام بہت اچھی طرح سے کیا ہوا تھا اور اپنے بیٹے جلال خان کو اور جلال خان

جلور (بن جلو) (5) اور بہت سے بڑے لوگوں کو وہاں رکھا ہوا تھا۔ پھر اس نے نصیب شاہ بنگالی کو بھی لکھا۔ نصیب شاہ اپنی تمام بری و بحری فوج کے ساتھ حاجی پور میں آ کر بیٹھ گیا اور شیر شاہ کو بھی طلب کر لیا کہ تو بھی آ جا ہم تجھے لشکر اور خزانہ دے کر روانہ کرینگے کہ تو سہسرام میں اپنے کام میں لگا رہے اور میرے تیرے سر پر بیٹھا ہوں۔ پھر شیر شاہ اکیلا حاجی پور جا کر نصیب شاہ سے ملا۔

بنگالیوں کی شیر شاہ سے بددیانتی:

آخر قطب شاہ جو نصیب شاہ کا دیرینہ دوست تھا اور اسے راجہ بودھ (6) کہتے تھے۔ جب قطب شاہ نے شیر شاہ کو دیکھا تو کہا کہ اسے قتل کر دینا چاہیے۔ نصیب شاہ نے فرمایا کہ ابھی ہمایوں شاہ چنار پر حملہ آور ہے اگر میں اسکو قتل کرتا ہوں تو اس کا 7 تمام لشکر جو چنارہ میں ہے ہمایوں بادشاہ سے مل جائے گا اور میرے سارے ملک پر قبضہ کر لے گا اور مجھے بھی پکڑ لے گا اور قتل کر دے گا۔ پھر نصیب شاہ نے چند پرگنے سہسرام کے شیر شاہ کو لکھ دیئے۔ جب شیر شاہ نے اس جگہ مجلس دیکھی تو کہا کہ میرے لئے بس اتنا کافی ہے۔ جلدی سے اس جگہ سے نکل کر سہسرام میں اپنے لشکر میں آ گیا اپنے لشکر کے ساتھ جگہ جگہ مشقت برداشت کی۔ آخر کار ہمایوں بادشاہ نے گیارہ ماہ تک قلعہ کا محاصرہ رکھا لیکن کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اسی دوران دو بھائی مہامرزا اور مرزا آفاق تھے جو مرزا حسین بیقرہ کے نواسے تھے جو پہلے بادشاہ کی ولایت میں تھا ان دونوں بھائیوں نے لکھنو کے پیچھے حملہ کیا اور بہت تباہی مچائی۔ (7)

شیر شاہ سے صلح:

آخر کار ہمایوں بادشاہ نے شیر شاہ سے صلح کر لی۔ کہنے لگے کہ جو اجناس بنگالہ سے آتی تھیں وہ آ کر پہنچیں اور ولایت سے جو گھوڑے وغیرہ آئینگے وہ تیرے پاس پہنچ جائیں گے۔ ایک امیر کہ جس کا نام فرزین تھا اس کو چھ ہزار سواروں کے ساتھ بنارس میں چھوڑ دیا کہ تو تاجروں کو حفاظت کے ساتھ دونوں جانب پہنچائے گا (8) اور خود لوٹ کر مہامرزا و مرزا آفاق کی جانب روانہ ہو گئے۔

مرزا کا شیر شاہ کے پاس آنا:

مہامرزا بادشاہ ہمایوں سے جنگ کرنے کے قابل نہ تھا۔ اس جگہ سے بھاگ کر نصیب

شاہ بنگالی کے پاس چلا گیا اور مرزا آفاق شیر شاہ کے پاس آ گیا۔ کہنے لگا کہ میں نے دنیا کو ترک کر دیا ہے اور دنیا کا کام مجھ پر سرد ہو گیا ہے۔ لہذا شیر شاہ نے مرزا آفاق کے لیے ایک لاکھ روپیہ سالانہ مقرر کر کے اس جگہ جہاں اس کا قبیلہ تھا اسے جگہ دے دی۔ آخر شیر شاہ کے لوگوں نے کہا کہ مغل کو اپنے گھر میں جگہ نہ دے تو شیر شاہ نے کہا کہ تم نہیں جانتے یہ آدمی نہیں ہے بلکہ فرشتہ ہے۔ اس کی برکت سے بہت سے کام ہاتھ میں پڑیں گے۔ چونکہ ہمایوں بادشاہ لکھنؤ کی طرف ہوتا ہوا آگرہ چلا گیا تو نصیب شاہ حاجی پور سے اٹھ کہ گور کو چلا گیا۔ (9)

قلعہ چنار

حکایت نمبر 47:

نصیب شاہ کی شیر شاہ پر چڑھائی

جب نصیب شاہ گور روانہ ہو گیا تو قطب شاہ آیا قطب شاہ پچاس ہزار سواروں اور پانچ سو ہاتھیوں کے ساتھ نصیب شاہ سے رخصت ہو کر گنگا کو عبور کر کے شیر شاہ پر چڑھ آیا کہ اس کو ابھی قتل کر دیں کیونکہ یہ کمزور ہو گیا ہے۔ جب پٹنہ آیا تو دو فوجیں الگ الگ کر دیں۔ ایک مغرب کی جانب سون سے روانہ کی اور ایک لشکر مشرق کی طرف شیر شاہ کے خلاف روانہ کیا اور خود پیچھے پیچھے راستہ بناتا چلا۔ جب شیر شاہ نے سنا تو قطب شاہ کو صلح کا خط لکھا کہ میں نے تمہیں باپ کی طرح سمجھا تھا۔ آپ کو مجھ پر اس طرح سے حملہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر قطب شاہ غصے میں آ گیا اور ایک فوج تیزی سے روانہ ہوئی کہ ہم شیر شاہ کو پہلے قتل کر دیں تو ہمارا نام ہو گا۔ لہذا شیر شاہ نے آگے بڑھ کر اس فوج کو مارا اس فوج پر حملے سے بہت سی چیزیں ہاتھی گھوڑے وغیرہ ہاتھ آئے۔ اسی دوران دوبارہ سنا کہ دوسری فوج بھی کوتھولی (1) پہنچ گئی ہے۔ لہذا شیر شاہ نے اسی وقت سون عبور کر کے اس فوج پر حملہ کر دیا۔ آخر فتح ہوئی۔ فتح کے بعد کنارے کی جانب مغرب کو ہو کر قصبہ سہار (2) آیا کہ اسی دوران قطب بھی راہ کھو جتا ارول (3) پہنچ گیا۔ پھر دونوں فریقین (دریائے) سون کی ریت میں آکر لڑنے لگے۔ آخر قطب شاہ زخمی ہو کر میدان کے بیچ میں گر پڑا۔ جب فاتح ہو گیا تو شیر شاہ گھوڑے سے اتر آیا۔ قطب شاہ کا سر اپنے زانو پر رکھا کہ ہماری غلطی نہیں تھی اور آپ کو بھی یہ اچھی طرح معلوم ہے۔ پھر قطب شاہ کو اٹھا کر خیموں میں لایا اور وہ اسی جگہ فوت ہو گیا (4)۔ شیر شاہ اس جگہ سے فاتح ہو کر بشیر پور (5) آکر بیٹھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 48:

شیر شاہ کا عبدالرشید کو اجین پر مقرر کرنا

شیر شاہ اور میدان جی صالح:

کہتے ہیں کہ اجین (1) کے جنگل میں مہارتہ نامی راجہ (چرو) تھا۔(2) کبھی وہ راستوں کو خراب کرتا اور کبھی شیر شاہ کے آدمیوں پر حملہ کرتا تھا۔ شیر شاہ کا ایک لڑکا عبدالرشید (3)نامی تھا جو بہت صالح تھا اور اہل شرع اور متقی تھا۔ اسی دور میں صالح نام کا ایک فقیر تھا۔ شیر شاہ کو اس سے بہت محبت تھی اور اکثر اوقات (اسکے ساتھ) سماع (قوالی) میں رہتا تھا(4)۔ ایک روز صالح پر عبدالرشید کی نظر پڑی اس کو دیکھ کر کہا کہ ''اے ناصالح'' اس نے کہا کہ ''اے نارشید''۔ اسی دوران شیر شاہ نے رشید کو لشکر دے کر راجہ اجین کی طرف رخصت کر دیا غرض کہ پرگنہ چوند میں ایک دیہات ہے کہ جس کا نام محسوی (5) ہے اس گاؤں میں ایک دانشمند اور بزرگ سادات تھا۔ وہ بھی شیر شاہ کے ساتھ تھا۔ شیر شاہ نے اس سادات سے کہا کہ میرا برخوردار عبدالرشید طالب علم دوست ہے تمہیں چاہیے کہ اپنے بیٹے کو کہیں کہ وہ عبدالرشید کے ساتھ رہے۔ لہذا میدان شاہ نے قبول کر کے اپنا بیٹا عبدالرشید کے ساتھ کر دیا کہ جس کا نام محمد سعید تھا۔ پھر عبدالرشید اجین کو رخصت ہوا۔

عبدالرشید و سعید خان کا قتل:

جب عبدالرشید پہنچا تو دف بجانے والے جنگل میں نظر آئے۔ پھر عبدالرشید تنہا ہو کر گھوڑے کو باندھ کر جنگل میں نکل گیا۔ عبدالرشید کے پیچھے میدان کا بیٹا بھی چلا گیا۔ یہ دونوں شخص شہید ہو گئے جب فوجیں بھاگ کر آگے آئیں تو دونوں کو مردہ پایا۔ یہ خبر شیر شاہ کو پہنچی۔(6)

شیر شاہ کی فاتحہ خوانی:

شیر شاہ گنگا کے کنارے کھڑا تھا۔ لوگ آتے تھے اور فاتحہ پڑھتے تھے (7)۔ میدان بھی

فاتحہ پڑھنے جاتا تھا۔البتہ جگہ جگہ ٹھہر جاتا تھا کیونکہ میرے بیٹے کوشیر شاہ نے خاص طور پر اسکو(عبدالرشید کو) دیا تھا۔اسی شرم سے (شیر شاہ کے) حضور میں جانے کی ہمت نہ تھی۔جب شیر شاہ نے دیکھا کہ میدان شرم کی وجہ سے جگہ جگہ ٹھہر کر آرہا ہےتو قطب خان سے کہا کہ میدان جیو کی شرم تو دیکھو کہ شرم کرنا بھی نہیں آتا۔میدان کا وہی ایک بیٹا تھا۔اور عبدالرشید تین بھائی تھے جوایک ماں سے تھے۔ان میں سب سے بڑا عبدالطیف اسکے بعد عبدالجلیل جو بعد میں اسلام شاہ بنا اور اسکے بعد عبدالرشید اور دو بہنیں بھی تھی (8)۔جب میدان جیوشیر شاہ کے پاس آیا تو بولا کہ فاتحہ پڑھ لیں۔شیر شاہ نے فاتحہ پڑھی۔شیر شاہ کو میدان جیو کے بیٹے کی خبر بھی مل گئی تھی۔اس نے کہا کہ میدان جیو فاتحہ پڑھ لیں۔بولا کہ الحمدللہ۔آخر فاتحہ پڑھ لی۔

نابالغ بچے کے مراتب:

شیر شاہ نے پوچھا کہ اس بیٹے سے تمہارا کوئی اور بیٹا (یعنی پوتا) ہے۔میدان نے کہا کہ ہاں ایک سال کی عمر کا ہے۔ہم اس بچے کو دائیوں کے پاس لے جاتے ہیں۔میدان جیو نے بہانہ پیش کیا۔آخر شیر شاہ نے ضد کی اور لوگ دوڑائے کہ اس بچے کو لے آئیں۔شیر شاہ نے اسی وقت اس بچے کو عبدالرشید کا طاس ونقارہ منصب ومراتب عطا کیا اور اس کا باپ جو قتل ہو گیا تھا اور جس کا نام محمد سعید تھا اس بچے کا نام سعید خان رکھ کر اسے (گھر کی جانب) روانہ کر دیا۔(9)

☆☆☆☆☆☆

نقشہ وسطی ہند

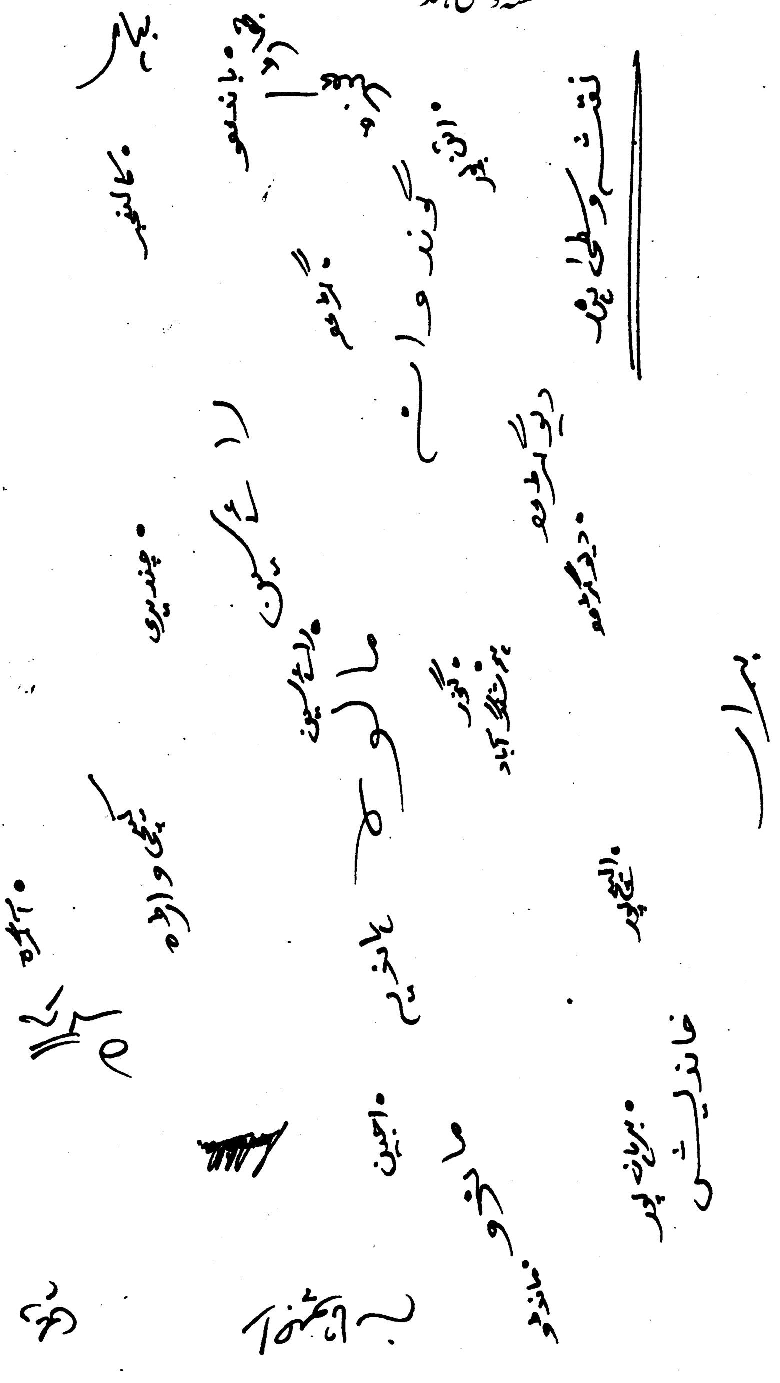

حکایت نمبر 49:

مخدوم عالم کا سلطان محمود بنگالی سے باغی ہونا

کہتے ہیں کہ شیر شاہ کو یہ خبر ملی کہ نصیب شاہ مر گیا اور اس کے بھائی محمود نے نصیب شاہ کے دونوں بیٹوں کو قتل کر دیا اور حاجی پور میں مخدوم عالم تھا۔ وہ یہ خبر سن کر سلطان محمود سے باغی ہو گیا کہ نصیب شاہ کے بیٹوں کو ناحق قتل کیا ہے۔ غرض محمود اور نصیب شاہ کی ماں نصیب شاہ کو کہتی تھی کہ اے نصیب شاہ! تو مجھے قتل کر دے۔ نصیب شاہ کہتا کہ تو ایسا کیوں کہتی ہے۔ تو وہ کہتی کہ مجھے یقین ہے کہ تو محمود کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس لیئے تجھے چاہیے کہ پہلے مجھے قتل کر دے اس کے بعد محمود کو۔ تو نصیب شاہ کہتا کہ اے میری ماں! میں محمود کو ہرگز قتل نہ کرونگا تو خاطر جمع رکھ۔ سلطان محمود زاہدوں کا مرید ہو کر بہت ریاضت کش ہو گیا تھا۔ ایسی ریاضتیں کرتا کہ اس کی شکل ہمیشہ زرد رہتی تھی اور ہڈیوں کے علاوہ (اسکے جسم میں) کچھ نہ تھا۔ جب حجرے میں بیٹھتا تو نصیب شاہ آ کر اسکے حجرہ کے دروازے پر بیٹھتا اور محمود سے باتیں کرتا اور پھر ہنس کر چلا جاتا اور اپنے ساتھی لوگوں سے کہتا کہ میرے خاندان کی خرابی اسی آدمی سے ہو گی اور لوگوں کو اس بات کا گواہ بناتا۔ (1)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 50:

شاہ جلال سرخ

کہتے ہیں کہ گجرات میں شاہ جلال، سرخ پیر کی خدمت میں تھا اور وہ پیر اپنے زمانے کا عالم تھا۔ ایک روز شاہ جلال اپنے پیر کی کتابوں میں سے ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ کہ اچانک ایک درست حرف کو کاٹ دیا۔ آخر وہی کتاب مدرسے میں پیر کے سامنے آ گئی۔ جب اس کتاب کو کھولا تو اچانک نظر کیمیا اثر اسی صرف پر پڑ گئی۔ فرمایا کہ نہ جانے کس سر کٹے نے اس حرف کو درست کاٹا ہے۔ اس پر شاہ جلال سرخ اٹھا اور بولا یہ غلطی اس بندہ سے واقع ہوئی ہے۔ فرمایا کہ تو بنگالہ کی طرف جاتا کہ یہ حقیقت ظاہر ہو۔ شاہ جلال اس جگہ سے اپنے قبیلے کے ساتھ گور آ گیا اور ان دنوں گور میں حبش بادشاہ تھا اور وہ بادشاہ بہت صالح تھا اور اس کے نیکی کی باتوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ جو کوئی اس کے سامنے آ کر کہتا کہ میں نے خواب میں سید عالم ﷺ کو دیکھا ہے تو اس کو بہت زیادہ انعام دیتا اور کہتا کہ مجھے بھی اس بندہ نے ایک کام کا حکم دیا ہے۔ پھر وہ شخص اس بات کے مطابق کوئی کام کہہ دیتا۔ (1)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 51:

سید اشرف

ابتدائی حالات:

یوں کہتے ہیں کہ سید اشرف پہلے رہوی کے ساکن تھے اور رہوی ایک دیہات کا نام ہے جو شہر بہار کے قریب ہے اور سید اشرف کی ماں کے دو بیٹے تھے۔ایک سید اشرف اور دوسرا سید قطب۔ جب اس دور میں ملک بہار میں قحط پڑا تو انکی ماں ان دونوں چھوٹوں کو لے کر بنگالہ چلی گئی۔اور ایک گاؤں میں جہاں پر ایک زناردار ی مقدم تھا اس کے گھر میں پڑ گئی۔وہ مقدم رحم وشفقت کرتا اور اپنے بچھڑے چرانے کے لیے ان دونوں بچوں کے سپرد کر دیتا۔ایک روز سید اشرف بچھڑے چرانے گیا تھا کہ اس جگہ بچھڑے گم ہوگئے۔وہ ڈر کے مارے ایک درخت کے سائے میں سو گیا۔جب سورج اونچا ہوا اور اسکے چہرے پر دھوپ پڑی تو ایک سانپ سوراخ سے نکلا اور اپنا سایہ سید اشرف کے سر پر ڈال کر کھڑا ہو گیا۔وہ زناردار سید اشرف اور بچھڑوں کا پتہ کرنے آرہا تھا۔اس نے دیکھا کہ ایک سانپ اپنا سر اس کے سر پر ڈالے کھڑا ہے۔ جب نزدیک ہوا تو وہ سانپ سوراخ کی طرف چلا گیا اور اس زناردار نے نزدیک تر جا کر اسے بیدار کیا۔اس نے اسکے ڈر سے رونا شروع کر دیا اور زناردار نے دلاسہ دے کر کہا کہ مجھے بچھڑے مل گئے ہیں تو خاموش ہو جا۔پھر اسے خاموش کرا کر اپنے گھر لے گیا اور وہاں اسے کچھ کھلا دیا۔اس دن سے جب سے ایسا (واقعہ دیکھا تھا) اس پر بہت شفقت کرنے لگا اور سید اشرف سے بھی کہتا کہ اگر تو بادشاہ ہو گیا تو میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔سید اشرف نے کہا کہ جو کچھ تو کہے گا۔زناردار نے کہا کہ یہ گاؤں میری ملکیت کر دینا۔اس نے قبول کر لیا کہ میں ایسا ہی کرونگا۔پھر کہا کہ تو لکھ کر دے دے۔ سید اشرف نے کہا کہ یہ تحریر لے لے اس زناردار نے اس سے لکھوائی ہوئی وہ تحریر لے لی اور وہ تحریر اپنے پاس رکھ لی (1)۔جب اسید اشرف جوان ہو گیا تو وہ جو کہ تلوار استعمال کرتے ہیں اس کے ساتھ ہو لیے اس نے بھی تلوار کا استعمال سیکھ لیا ایک روز تیرہ افراد کو اپنے ساتھیوں کو کہا کہ

دوستوں میں چاہتا ہوں کہ شہر جا کر نوکری کروں۔

گور آمد:

آخر شہر گور کی جانب چلا گیا اور کوتوال کے گھر میں اپنے دوستوں کے ساتھ نوکر ہو گیا۔ پھر سید اشرف نے 13 دوستوں کے ساتھ اتفاق کیا اور دیگر ایک گروہ کو بھی ساتھ ملا کر حبشی بادشاہ کے گھر چلے گئے۔ بادشاہ بے خبر تھا کہ وہ لوگ اندر ہیں انکو جو ملا اس کو قتل کر دیا۔ آخر حبشی بادشاہ اپنے گھر سے بھاگ کر شاہ جلال سرخ کے گھر آ گیا۔(2)

سید اشرف کی بادشاہی:

یوں سید اشرف تخت نشین ہو گیا اور جو بھی امیر آتا وہ سید اشرف کو سلام کرتا۔ جب تخت نشین ہو گیا تو حبشی بادشاہ کی تلاش کی کہ وہ حبشی کہاں ہے۔ آخر خبر ملی کہ شاہ جلال سرخ کے گھر میں چھپا ہوا پڑا ہے۔ پھر اس نے لوگ دوڑائے کہ اگر حبشی کو پالیں تو اسی جگہ اس کا سر کاٹ کر لے آئیں اور شاہ جلال سرخ کو گرفتار کر کے لے آئیں۔ چونکہ اس حبشی بادشاہ کی خبر تھی لہذا وہیں اسکا سر کاٹ لیا اور شاہ جلال سرخ کو گرفتار کر لائے۔(3)

شاہ جلال سرخ کا قتل:

سید اشرف نے کہا کہ آپ تو درویش ہیں آپ کو کیا پڑا تھا کہ اس حرام خور کی اپنے گھر میں حفاظت کر رہے تھے۔ جلال شاہ سرخ نے غصے میں آ کر فرمایا کہ حرام خور تو تو ہے کیونکہ بادشاہ عالم کو جو ظل اللہ تھا قتل کر دیا اور پھر اسے حرام خور کہتا ہے۔ اس پر سید اشرف غصے میں آ گیا اور پیکدانی کو اٹھا کر شاہ جلال سرخ کے منہ پر دے مارا۔ اس پر شاہ جلال کے چہرے سے خون نکل آیا فرمایا الحمد اللہ میرے پیر کا فرمان غلط نہیں ہوا۔ پھر سید اشرف نے کہا کہ شاہ کو لے جاؤ اور سارے قبیلے کے ساتھ اسے قتل کر دو۔ چنانچہ شاہ جلال کو لے جا کر قبیلے کو قتل کرنے لگے۔ شاہ جلال کا ایک چھوٹا لڑکا جان کے ڈر سے گھر میں رونے لگا۔ شاہ جلال نے اس بیٹے کو کچھ پڑھایا اور اس کے کان کے پاس منہ لا کر کوئی بات کہی اس پر بیٹا خود چل کر گیا اور اپنا سر کٹوا لیا۔ اس کے بعد شاہ جلال کو بھی قتل کر دیا گیا۔ (بادشاہ نے) شاہ جلال کے بارے میں کہ جو ساری رات بیٹے اور عورتوں اور پورے قبیلے کے ساتھ قتل ہوتا رہا تھ حکم فرمایا تھا کہ انکو کوئی شخص دفن نہ کرے اور نگہبان مقرر کر

دیئے تھے ۔ان دنوں سردیوں کے دن تھے ۔جب رات ہوگئی اور وہ بیٹا جو الگ گرا پڑا تھا اس نے آواز دی کہ اے بابا سردی ہے اور میں برہنہ ہوں ۔فرمایا کہ نزدیک آجا اور میرے دامن کے نیچے ہو جا۔ پس وہ بچہ اٹھ کر آیا اور اپنے باپ کے دامن کے نیچے ہو گیا ۔جب نگہبانوں نے یہ ظاہری خارق دیکھی تو بادشاہ سے حقیقت بیان کی ۔بادشاہ نے فرمایا کہ انکو دفن کر دیں تا کہ وہ قبر میں رہیں ۔قتل کے وقت شاہ جلال نے بہت سی باتیں کہیں تھیں ۔مثلاً یہ بیت:

بیت

درین شہر ہم می نماند ولی نہ دین محمد نہ مہر علی (4)

کہتے ہیں کہ گور کو شاہ جلال کی نقش رانی ہے اور اب بھی گور کی آب و ہوا خراب ہے ۔(5)

مے فروش کے گھر کی تباہی:

چونکہ سید اشرف کو ملک بنگال ملنا مسلم تھا ۔لہذا وہ بادشاہی پر بیٹھ گیا ۔پھر سلطان علاء الدین خطاب کر لیا ۔سلطان علاء الدین کے محل گنگ کے کنارے تھے ۔ایک روز محلوں میں بیٹھا تھا کہ گنگ کی طرف نظر کی کہ ایک مردہ گنگ میں جا رہا ہے اور کبھی ڈوب جاتا ہے اور کبھی باہر آجاتا ہے ۔جب دیکھا تو کہا کہ لگتا ہے کہ کوئی فریادی جا رہا ہے ۔لہذا کشتیاں دوڑائیں کہا کہ باہر نکال کر لائیں جب باہر نکالا تو دیکھا کہ اسکے گلے میں ایک گڑھا بندھا ہوا ہے ۔کہا کہ اس گڑھے کو اسکے گلے سے الگ کرو اور مغرب کی جانب لے جاؤ ۔جہاں پر کلالان ہوتے ہیں ۔وہ پہچانیں گے کہ کس شخص نے یہ گڑھا تیار کیا ہے آخر ایک جگہ ایک گڑھا ساز نے اس گڑھے کو شناخت کر لیا ۔بولا کہ یہ گڑھا میں نے تیار کیا ہے پھر پوچھا کہ کس کو فروخت کیا تھا ۔بولا کہ ایک شراب فروش کے ہاتھ بیچا تھا ۔آخر بادشاہ نے جس کو حق ملا ہوا تھا اس مے فروش کا گھر مکمل طور پر برباد کر دیا اور ہر مبلغ کو جو وہاں سے ملا تھا اس سے تحقیق کرتا کہ وہ جگہ جہاں اس کا گھر تھا گھر میں بھیج دیا ۔

مخدوم کا پس منظر: اس کے بعد سید اشرف ایک دن بیٹھا ہوا تھا ۔فرمایا کہ کوئی ہے جو بچوں کو تعلیم دے ۔لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہاں! ایک مولاہ (6) ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم میں سادات ہوں اور حضرت غوث الثقلین (7) کی اولاد ہوں اور میرے ساتھ ایک چھوٹا بچہ بھی ہے ۔فرمایا کہ اس مولا کو حضور میں لے آئیں ۔جب وہ مولا آگیا تو سید اشرف نے کہا کہ اپنا

حسب ونسب خود بیان کر کہ کہاں سے آیا ہے۔اس نے کہا کہ میں سادات ہوں اور شہر گیلان سے آیا ہوں اور ہم دو بھائی تھے ایک شہر چھوسی (8) میں رہ گیا اور جب میری بیوی شہر چھوسی میں مرگئی تو میں اس بیٹے کو ہاتھ میں لیکر اس جگہ آ گیا ہوں اور حضرت غوث الثقلین کے فرزندان میں سے ہوں ۔آخرالامر جب سید اشرف نے اس کے بیٹے کو دیکھا تو کہا کہ یہ بیٹا خوبصورت ہے۔ پھر کہا کہ یہ بیٹا مجھ کو دے دے اس سادات کو اچھی جگہ عطا کی اور ایک محل مقرر کر دیا کہ یہاں رہو اور روزمرہ (یعنی خرچہ) بھی مقرر کر دیا تا کہ دل مطمئن رہے اور اس بچے کو معلمان کے سپرد کر دیا کہ اسے پڑھائی و تیر اندازی اور چوگان بازی کی تعلیم دیں اور اس کا نام مخدوم عالم رکھ دیا۔ آخر وہ ایک نیک خصلت اور پسندیدہ جوان نکلا۔ پھر اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کر دیا اور اسے بڑا امیر بنا دیا۔

میاں بیوی کا دلچسپ جھگڑا:

القصہ ایک کنیز خوبصورت مخدوم عالم کے میں تھی۔ایک روز اس سے اپنی خدمت کر وائی۔ جب مخدوم عالم کی بیوی کو خبر ہوئی تو اس کنیز کے سر کے بال کاٹ کر اسے قتل کر دیا۔ آخر اس وجہ سے شوہر اور بیوی کے درمیان پھوٹ پڑ گئی۔اس کی بیوی۔ نے کہا کہ ہاں! تو مولا کا بیٹا ہے کہ تیرا باپ دربدر مارا پھرتا تھا۔اب تو ایسا ہو گیا ہے کہ ہماری کنیز پر نظر رکھتا ہے۔مخدوم عالم نے غصہ کر کے کہا کہ تو تو وہ ہے کہ جس کا باپ کوتوال خانے کا پیادہ تھا۔ جب ان کے درمیان شور اٹھا تو خواجہ سراؤں نے جا کر سید اشرف کو خبر دی کہ میاں بیوی کے درمیان لڑائی جھگڑا ہو رہا ہے۔سید اشرف نے خود مخدوم عالم کے گھر آیا اور پہلے مخدوم عالم کے پاس گیا کہ تو مولانا کا بیٹا ہے اگر چہ میں کوتوال خانے کا پیادہ ہوں لیکن حق سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے بادشاہی کے اس مرتبے تک پہنچایا ہے مگر تیری زبان اس لائق ہے کہ تو اس طرح کی غلط باتیں بولے؟ اسی طرح سے مخدوم عالم کو بہت ملامت کیا اور اس جگہ سے اٹھ کر اپنی بیٹی کے پاس آیا اور اپنی بیٹی کو بھی اسی طرح سے ملامت کرنا شروع کیا کہ میں کوتوال خانے کا نوکر تھا۔ مجھے یہ مرتبہ حق تعالیٰ نے دیا ہے کہ مجھے بادشاہ بنا دیا ہے اور تجھے کیا طاقت ہے کہ تو اپنے شوہر سے اس طرح ناپسندیدہ باتیں بولتی ہے اور اسے پسر مولا اور پسر گدا کہتی ہے کہ حضرت غوث الثقلین کا نام خراب کرتی ہے۔کیا کروں کے اگر فرزندی کا حق نہ ہوتا تو تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔غرض کہ دونوں کو اسی طرح سے ملامت کر کے اپنے محلوں کی جانب چلا گیا (9)۔اور اس جگہ سے ہر دایہ جو خوش شکل ہوتی اور کسی طرف سے بھی آتی تھی وہ مخدوم

عالم کے پاس بھیج دیتا اور چونکہ مخدوم عالم اپنے دوستوں اور محرم عورتوں کے ساتھ ایک کونے میں بیٹھتا تھا لہٰذا یہ شعر بہت پڑھتا تھا۔

بیت

باغمش خوش بوده ام شب گر چہ درزاری شت یادمی کردم از آن شبہا کہ دریاری گذشت (10)

اور یہ واقعہ اپنے دوستوں کے سامنے کہتا کہ شاہزادی مجھ پر اس طرح سے ظلم کرتی ہے اور اس کنیز کی زلف جو ایک صندوقچی میں رکھی تھی اس صندوقچی کو طلب کرتا اور وہ زلف دوستوں کو دکھاتا پھر کچھ عرصے بعد سید اشرف کو موت آگئی اور وہ مر گیا۔

بیت

جہان برآب نہادہ است زندگی برباد خوش آن کسی کہ دریں دیر خام دل نہاد (11)

سید اشرف کا بڑا بیٹا جس کا نام نصیب شاہ تھا بادشاہ ہوا اس کا چھوٹا بھائی تھا کہ جس کا نام محمود تھا۔ جب نصیب شاہ مر گیا تو محمود بھتیجوں کو قتل کر کے خود بادشاہ ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆

نقشہ بہار

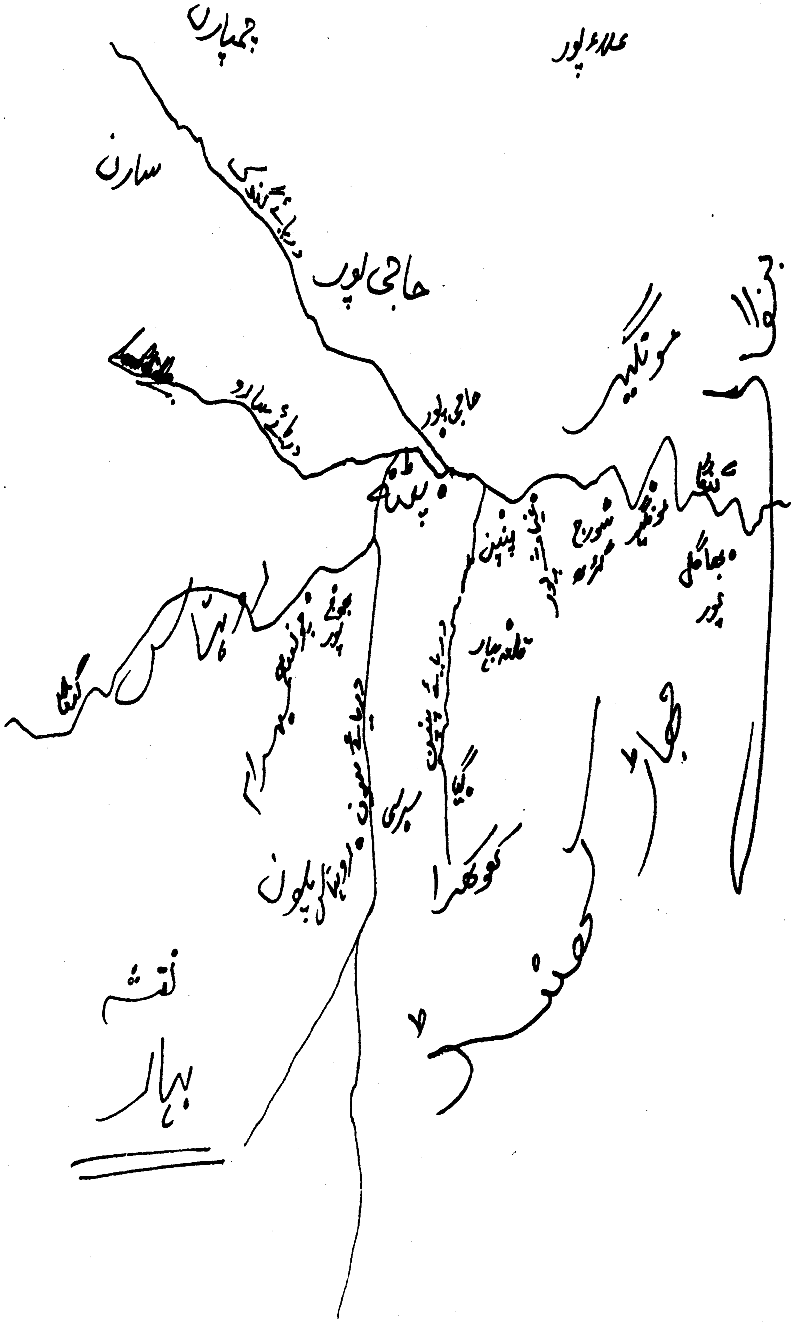
چمپارن
سارن
دریائے گنڈک
حاجی پور
دریائے سارو
حاجی پور
مونگیر
پٹنہ
پنپن
بھاگل پور
قلعہ بہار
دریائے پنپن
دریائے سون
سہسرام
گیا
کوکھرا
جھارکھنڈ
نقشہ بہار

حکایت نمبر 52:

سلطان محمود کی بادشاہی اور مخدوم عالم کا قتل۔ مخدوم عالم کی راہ سلوک

مخدوم عالم کا قتل:

سلطان محمود اپنے بھتیجوں کو قتل کر کے گور میں بادشاہی کر رہا تھا۔ چونکہ مخدوم عالم سلطان محمود سے باغی ہو گیا لہذا سلطان نے مخدوم عالم کے خلاف فوجیں روانہ کیں۔ پھر فوجیں حاجی پور آ کر مخدوم عالم سے جنگ کرنے لگیں۔ آخر کار مخدوم عالم میدان میں مارا گیا۔ اور سلطان محمود کی افواج نے حاجی پور پر قبضہ کر لیا اور جنگی کشتیاں گنگ اور (گندک) (1) میں ڈال دیں۔

بی پری کا شیر شاہ کو خط:

بی پری نام محمد کالا پہاڑ کی بیوی تھی اور اس کا سارا قبیلہ حاجی پور میں تھا۔ محمد کالا پہاڑ سلطان بہلول کا بھانجا تھا (2) اور بی پری سلطان بہلول کی بھتیجی تھی (3)۔ غرض کے بی پری کے پاس بہت سے خزانے تھے۔ جب بی پری نے دیکھا کہ بنگالیوں نے حاجی پور کا گھیرا کر لیا ہے اور شیر شاہ اس کا خوب انتظام کر سکتا ہے۔ اس لیے شیر شاہ کو لکھا کہ تو ہماری قوم میں لائق ہے اور میرے پاس یہ خزانہ ہے اگر یہ خزانہ تیرے کام آ جائے تو اچھا ہے۔

شیر شاہ کی چال:

جب خطوط شیر شاہ کے پاس پہنچے تو شیر شاہ نے دیکھا کہ میرا زور نہیں چلتا کیونکہ جنگی کشتیوں سے حاجی پور کا محاصرہ کر لیا ہے۔ کسی بھی طرح ہاتھ نہیں پڑے گا۔ لہذا (سوچا کہ) سلطان محمود بنگالی کو لکھوں گا کہ تمہارے جو امراء حاجی پور میں ہیں وہ مغلوں سے مل گئے ہیں۔ آپ انکی فکر کیجئے اور اگر آپ کو اعتبار نہ ہو تو آپ انکو لکھئے کہ اگر کھانا اس جگہ کھائیں تو ہاتھ

اس جگہ دھوئیں۔اگر آپ کے پاس حاضر ہو جائیں تو اچھا ہے ورنہ نہیں۔یقین جانیئے مغلوں سے مل چکے ہیں۔اس لیے چاہیے کہ جلد ان کا تدراک کیا جائے (4)۔غرض کے سلطان محمود نے اپنے امراء کو کہ جو حاجی پور میں تھے فرمان لکھا کہ اگر آپ کھانا ادھر کھائیں تو ہاتھ یہاں آ کر دھوئیں۔چاہیے کہ جلد از جلد یہاں آ جائیں۔جب سلطان محمود کا فرمان انکو ملا تو وہ تمام جنگیں کشتیوں کے ساتھ گور کی جانب روانہ ہو گئے۔اسی دوران شیر شاہ تیار تھا وہ اچانک حاجی پور آ گیا اور بی پری اور کالا پہاڑ کے سارے قبیلے کو پٹنہ لے آیا اور پٹنہ سے سہسرام پہنچ گیا اور کالا پہاڑ کے قبیلے کو اس جگہ رکھا کہ جہاں پر اس کا اپنا قبیلہ تھا۔

کہتے ہیں کہ مخدوم عالم حضرت میر (5) کی اولاد سے تھا اور اتنا بے پناہ خوبصورت تھا کہ اس زمانے میں کوئی جوان شخص جمال میں اس کے مقابلے کا نہ تھا اور بے حد خوبیوں کا مالک تھا۔چنانچہ جب عرس صلواۃ اللہ کرتا تھا تو حضرت میر قدس اللہ سرہ کا عرس بھی کرتا تھا۔

مخدوم عالم کے محاسن:

چنانچہ لوگوں کو جو کہ مجلس میں تشریف رکھتے تھے انہی میں سے ہر ایک کے لیے پانچ خادم مقرر کئے ہوئے تھے۔ایک حاضر ہو کر کھانا کھلاتا اور ایک مکھیاں بھگاتا اور تین کے ہاتھوں میں پانی ہوتا تھا۔اس ترتیب سے کہ ایک کے ہاتھ میں خوشبو والا پانی اور دوسرے کے ہاتھ میں مصری کا شربت اور تیسرے کے ہاتھ میں (دوغ)(6) کہ اگر کھا کہ پانی طلب کرے تو تینوں آدمی آگے آتے تھے۔اس کو جس چیز کی طلب ہوتی تھی وہ پی لیتا تھا۔اور دبیر (رختہا)(7) پکڑ کر کھڑا ہوتا تھا کہ پہلے یہ (رخت) لے لیں بعدازاں شام تک اسی طرح (رختہا) کھاتے رہتے تھے اور (خوانچہ)(8) لایا جاتا تھا۔جب سفرہ بچھایا جاتا تو اس سفرہ (9) سے اتنی خوشبو آتی تھی کہ کسی کو معلوم بھی نہ ہوتا تھا کہ (غالیہ)(10) کہاں ہے اور جب کھانے کا (رخت) سامنے رکھا جاتا تھا اور کھانے والا ایک لقمہ کھاتا اور پھر جب وہ دوسری بار ہاتھ کھانے کی جانب لے جاتا تو جو کھانا کھا رہا ہوتا تھا اس کے برتن کو کھانے والے کے سامنے سے اٹھاتا اور وہ کھانے والا کہتا کہ برتن کیوں اٹھانے ہو میں کھانا کھا رہا ہوں۔اس پر وہ کھلانے والا کہتا ہے ہمارا سلام قبول کیجئے۔یوں جلدی سے دوسرا (رخت) آگے رکھ دیتے اس طرح سے ایک لقمہ کھانے دیتے اور دوسری بار (رخت کے) برتن اٹھاتے۔اور جلدی سے اگلا برتن رکھ دیتے۔اس طرح سے (رخت) کے

حکایت نمبر 53:

محمود کا قطب شاہ کے بیٹے کو شیر شاہ کے خلاف روانہ کرنا اور شیر شاہ کی فتح ہونا

بنگال میں افغانوں کا قتل عام:

چونکہ سلطان محمود کی بادشاہی مضبوط ہو گئی تھی لہذا جگہ جگہ اس کے امراء کو بھی استقلال مل گیا تھا۔ ان دنوں تباہ شدہ افغانان ملک بنگالہ میں جا کر آرام کر رہے تھے اور بعض بھیک مانگتے تھے (1) اور بعض سپاہی بھرتی ہو گئے تھے۔ آخر کار سلطان محمود نے حکم دیا کہ تمام افغانوں کو قتل کر دیا جائے اور کسی شخص کو نہ چھوڑا جائے۔ پس جوان مرد، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل کر دیا گیا۔ اس عرصے میں میاں شیخ عبدالکریم سور جو میاں شیخ عبدالرحیم (2) کے بڑے بھائی تھے۔ وہ اس خواجہ سرا کے دربار میں تھے۔ جو محمود کے پاس موجود تمام خواجہ سراؤں کا سردار تھا۔ وہ اسکے دربار میں ہوتے تھے اور علماء کے پاس جا کر پڑھائی کرتے تھے۔ وہ خواجہ سرا میاں عبدالکریم پر بہت شفقت اور مہربانی کیا کرتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ شیخ عبدالکریم کو اب نہیں رکھ سکتا کیونکہ بادشاہ نے حکم صادر کر دیا ہے کہ کسی افغان کو نہ چھوڑا جائے تو اس نے میاں شیخ عبدالکریم کو کشتی میں سوار کر کے اور اس کشتی میں بہت سارا سامان لاد کر اس کے نیچے (کے حصے میں) گھوڑے رکھ دیئے۔ اس طرح سے اس کو مونگیر پہنچا دیا اس طرح سے میاں شیخ عبدالکریم زندہ سلامت آ گئے مگر بچوں کو غلام کر لیا۔

پسر قطب شاہ (3) کا شیر شاہ پر حملہ:

آخر قطب شاہ کے بیٹے کو (سلطان محمود نے) فوجیں دے کر شیر شاہ کے خلاف مقرر کیا۔ اور دوسرے امراء جو پسر قطب شاہ کے ساتھ تھے وہ امراء بارش کے وقت آگے بڑھ کر پنپن پل (4) کے پاس مٹی کا قلعہ بنا کر بیٹھے تھے اور شیر شاہ بھی قلعہ کے نزدیک آ کر انکے مقابلہ

ہوا۔ بنگالی امراء کے پاس بہت سی جنگی کشتیاں تھیں۔ رات تاریک ہوگئی تھی کہ بنگالی امرا متفق ہوئے کہ بہت سے آدمی کشتیوں پر بٹھا کر شیر شاہ کے لشکر کے عقب میں انکو لے آئے اور چلہ پٹنہ سے(5) ایک نہر کھود کر نکال کر اسے گنگ میں ڈالا جس کو پنپن خورد (6) کہتے ہیں۔علی الصباح شیر شاہ کو خبر ہوگئی۔

شیر شاہ کی چال:

شیر شاہ نے قطب خان کو جو وزیر تھا۔طلب کر کے اپنے پاس بٹھایا اور مشورہ کرنے لگا۔ شیر شاہ نے کہا چونکہ یہ نہر ہمارے پیچھے آگئی ہے اس لیے میں بغیر جنگ کے جاتا ہوں۔قطب خان نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔اسی دوران شیر شاہ نے کہا کہ ہم ہتھیار پہن کر سوار ہوکر نقارہ بجائیں گے اور میں شہرت دونگا کہ میں اسی وقت بنگالیوں کے قلعہ کو توڑنے والا ہوں۔ چونکہ ہمارے لوگ تیار ہوکر کھڑے ہونگے۔اس وقت اس جگہ سے دریا پار ہوجاؤں گا جہاں سے وہ پایاب ہے۔قطب خان نے کہا کہ اس طرح نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس طرح تو ہمارا نام بدنام ہوجائے گا۔شیر شاہ نے کہا کہ اے کم عقل ابھی تو ایک جگہ راستہ ہے اس جگہ شرم نہیں کرنی چاہیے۔ چنانچہ جیسا کہا گیا تھا اسی طرح سے لشکر کو تیار کر کے نقارہ بجایا کہ میں بنگالیوں کے قلعہ پر جاتا ہوں۔ جب لشکر مقابل ہوکر کھڑا ہوگیا تو اچانک واپس لوٹ کا اپنا لشکر دریا پار کر دیا اور اس جگہ سے ”بہلواری“ میں آکر بارش (کا موسم) گزارا۔ برسات گزر گئی اور دونوں پنپن (دریاؤں) کا پانی خشک ہوگیا۔ پھر شیر شاہ تیار ہوکر بنگالیوں پر آگیا۔ بنگالی ٹھہر نہ سکے اور منہ موڑ کر بھاگے اور حاتم خان پسر قطب خان جو پیچھے تھا وہ آکر موضع سہتو (7) میں مٹی کا قلعہ بنا کر بیٹھ گیا کہ اسی دوران بنگالی شیر شاہ سے بھاگ کر حاتم خان کے پاس چلے گئے اور شیر شاہ نے بنگالیوں کے تعاقب میں لگ کر غیاث پور میں قلعہ گلی بنایا اور اپنے (اردوی)(8) کو قلعہ میں چھوڑ کر خود تمام لشکر کے ساتھ اسلحہ پہن کر حاتم خان پر چڑھ دوڑا۔ پھر حاتم خان کا قلعہ توڑ دیا حاتم خان بھاگ کر قصبہ موضع تیکرہ (9) چلا گیا اور تیکرہ میں بنگالیوں نے بہت انتظام کیا ہوا تھا اور شیر شاہ موضع سہتو سے اٹھ کر قصبہ

(10) بار کو چلا گیا۔

خواص خان کی فتح:

مذکورہ قصبہ میں راہ جوڑ کر لشکر کو گنگا پار کیا۔ آخر کار ملک سارن جو سارا فرملیوں کو دے دیا گیا تھا مثلاً میاں معروف فرملی (11) وغیرہ وہ سارن میں تھا۔ شیر شاہ نے شاہ محمد (12) سے کہا کہ آپ کو دریائے گندک کو عبور کر کے دریا کے اس پار چلے جانا چاہیے۔ اور قصبہ بار میں خواص خان کو اور میاں آز ہمایوں نیازی اور جلال خان کو بڑا لشکر دے کر گنگ کے باہر کر دیا۔ جب وہ دریا کے اس طرف ہوئے تو سارن سے میاں معروف فرملی اور شاہ محمد بھی اس جانب ہو کر آ گئے اور خواص خان سے مل گئے۔ خواص خان کے پاس تیس ہزار سوار اکھٹے ہو گئے۔ پھر ساری جمعیت کے ساتھ تیگرہ کو کوچ کیا اور بنگالیوں کے پاس ایک لاکھ سوار تھے۔ آخر خواص خان اور بنگالیوں کے درمیان شدید جنگ ہوئی۔ بنگالی شکست کھا کر بھاگ نکلے اور خواص خان نے فتح پائی۔ پھر شیر شاہ کو عرضداشت لکھی کہ بخت بادشاہ کی تائید سے ہمیں فتح ہوئی ہے اور بہت سی چیزیں ہاتھی وگھوڑے وغیرہ ہمیں غنیمت میں ملے ہیں۔ میاں صدر جہاں وکیل نصیب شاہ میدان میں زخمی پڑا تھا جو ہماری قید میں آ گیا ہے۔

شیر شاہ نے صدر جہاں کو طلب کیا کہ جلد ہمارے حضور بھیج دو۔ جب میاں صدر جہاں آ گیا تو شیر شاہ نے بہت تعظیم وتکریم کی اور میاں صدر جہاں ایک رائے زن وعاقل شخص تھا اور موصوف میں ساری خوبیاں موجود تھیں اور نصیب شاہ کے دور میں وکالت کے عہدے پر میاں صدر جہاں مقرر تھا۔ پھر خواص نے یہ فتح حاصل کر کے دریائے کوسی (13) جا کر ٹھہراؤ کیا۔

☆☆☆☆☆☆

3

حکایت نمبر 54:

شیر شاہ کا گور کی جانب جانا اور سلطان سے نعل بندی لینا

فتح سورج گڑھ:

چونکہ شیر شاہ کو بنگالیوں پر فتح ہوگئی تھی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے تو شیر شاہ نے قصبہ بار سے خواص خان کلان کو اور آز ہمایوں اور میاں معروف فرملی وغیرہ کو تیس ہزار سواروں کے ساتھ تیگڑہ رخصت کر دیا۔ بنگالیوں نے بھی سورج گڑھ میں مٹی کا قلعہ بنایا اور انکے پاس بہت سے لوگ تھے اور خوب تیاری کر لی تھی۔ چنانچہ ایک فوج چار ہزار سواروں کی بنگالیوں کے خلاف سورج گڑھ بھیجی کہ تم لوگ جا کر قلعہ مسمار کر دو اور بنگالیوں کو وہاں سے دور کر دو۔ چنانچہ فوج سورج گڑھ گئی مگر بنگالیوں کو دور نہ کر سکی کیونکہ انہوں نے خوب تیاری کر رکھی تھی۔ چنانچہ انہوں نے شیر شاہ کو لکھا کہ وہ بہت طاقت ور ہیں اور ہمارا ہاتھ ان تک نہیں پہنچ سکتا۔ پھر عیسیٰ خان نیازی کو شیر شاہ نے بھیجا کہ جا اور اس قلعے کو مسمار کر اور بنگالیوں کو دور کر دے۔ جب عیسیٰ خان سورج گڑھ آیا تو وہاں خوب تیاری کر کے قلعہ پر چڑھائی کی۔ جب دروازے پر پہنچا تو عیسیٰ خان کا ایک بھائی دروازے پر مارا گیا اور وہاں گر گیا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ فلاں قتل ہو گیا ہے۔ عیسیٰ خان نے کہا جاؤ اور اس کے سینے کے سامنے ہو کر دروازے میں داخل ہو جاؤ۔ یوں عیسیٰ خان نے طاقت کے ذریعے قلعہ کو شکست دی اور نیازیوں نے بے شمار قتل عام کیا اور وہ قلعہ مسمار کر دیا۔ (1)

فتح بنگال:

عیسیٰ خان نے یہ خبر شیر شاہ کو لکھی شیر شاہ نے خود مونگیر جا کر پتھر کے قلعہ پر حملہ کیا لیکن قلعہ مونگیر کو شکست دینے میں تہہ گڑھی جو دوسرا (قلعہ) تھا اس تہہ گڑھی کے لوگ بھاگ نکلے۔ آخر شیر شاہ نے گور کی جانب کوچ کیا۔ صدر جہان سے پوچھا کہ ایک گڑھ راستے کے درمیان قلب کی جگہ ہے اس کی کیا تدبیر نکالی جائے۔ صدر جہان نے کہا کہ تو قلعہ توڑنے میں بے موجب لوگوں کو

ضائع کر رہا ہے۔ شیر شاہ نے کہا کہ کیا کرنا چاہیے اس نے کہا کہ دو دن کے لیے کھانے اور پانی کا انتظام کرو اور گڑھی کو شمال کی جانب سے چھوڑ دو اور پہاڑوں میں روانہ ہو جاؤ۔ دو روز میں راج محل پہنچ جاؤ گے شیر شاہ نے اسی طرح سے کیا اور پہاڑوں سے ہوتا ہوا دو روز میں راج محل پہنچ گیا اور راج محل کی جانب سے گور کو روانہ ہوا۔ یوں ایک قریبی راستے سے گور روانہ ہوئے (2)۔ نصیب شاہ کے لوگوں نے نصیب شاہ کی بیٹی لا کر شیر شاہ کو دے دی اور خود شیر شاہ سے مل گئے اور کہا کہ نصیب شاہ نے شاہ زادوں کو ناحق قتل کیا ہے تو ہمیں ہمارا حق دلا۔ پھر شیر شاہ دریائے گنگ کو عبور کر کے گور کا محاصرہ کر کے بیٹھ گیا۔ سلطان محمود نے شیر شاہ سے عاجزی کی اور کہا میں نے اپنے بھتیجوں کو قتل کیا ہے اور میں آل رسول ہوں۔ مجھ سے درگزر کیجئے اور صلح کیجئے۔ شیر شاہ نے صلح کر لی اور سلطان محمود نے کوسی سے حاجی پور تک اور گڑھی سے مانگیر تک تمام ملک شیر شاہ کو دیدیا اور کہا کہ نو لاکھ روپے نعل بندی (خراج) دیتا ہوں۔ تین لاکھ اور چھ لاکھ روپے کا انتظام کر کے اس بات پر اقرار کر کے عہد نامہ لکھا اور رقم قطب خان کو اسی جگہ دے کر واپس سہسرام روانہ ہو گیا۔ اور اس دور میں شیر شاہ کے پاس ساٹھ ہزار سوار جمع ہو گئے تھے۔ غرض کہ شیر شاہ میاں نظام کو برکونده پہاڑ پر قبیلے کے پاس چھوڑ کا گور چلا گیا تھا۔ جب اس جگہ سے واپس آیا تو دیکھا کہ میاں نظام سفر کر رہا ہے۔ پھر طے کیا کہ اپنے قبیلے کو قلعہ رہداس (3) بھیج دیں اور پہلے بھی ایک دو بار رہداس میں رکھا تھا اور پھر راجہ کو اور اس کی عورت کو اور اس کے پیشوا کو خوش کیا تھا۔ (4)

قلعہ رو ہداس پر قبضہ:

جب راجہ مذکور نے قلعہ رہداس پر جگہ دی تو افغانوں کے سارے قبائل قلعہ میں چلے گئے۔ جب افغانوں کے قبائل نے وہاں جا کر اطمینان حاصل کر لیا تو ایک دن رات کو کم و بیش ایک سو سوار ساتھ لے کر قلعہ کی جانب روانہ ہوا۔ اور دوسرے لشکر کو کہہ دیا کہ تم پیچھے سے آؤ اور راجہ کے آدمی بے خبر تھے کہ شاید یہ سوار جو آتے ہیں وہ شیر شاہ کے قبیلے کے ہیں شیر شاہ خود نہیں ہے۔ یوں شیر شاہ اچانک قلعے میں گھس آیا۔ دروازے پر کھڑا ہو کر اس نے راجہ کے آدمیوں کو پکڑ کر قید کر کے انکے سروں پر کپڑے باندھ دیئے۔ اسی دوران شیر شاہ کا لشکر جو عقب میں تھا وہ بھی آ گیا۔ لہذا سارے سپاہی قلعہ کے اندر آ گئے۔ خود محل میں چلا گیا۔ غرض کے شیر شاہ کے جانے سے افغانوں کے قبائل جو ساٹھ ہزار سوار تھے سارے پہاڑ پر پھیل گئے اور شیر شاہ کے جانے سے بہت

رش ہو گیا جب ظہر کی نماز کا وقت آیا تو میاں شیخ بھوا چشتی (5) نے پہلے تو نماز کی اذان دی۔

راجہ روہداس سے حسن سلوک:

جب شیر شاہ نماز سے فارغ ہوا تو راجہ اور رانی کو سلام کہلوایا (7)۔ راجہ نے نماز کی اذان سن کر اپنی بیوی کو قلعہ سے نیچے بھیج دیا اور خود شیر شاہ کے پاس آ کر کہا قلعہ پہلے بھی اسی بادشاہ کا تھا اب بھی مبارک ہو اور خود بھی رخصت لے کر قلعہ کے نیچے آ گیا اس پر شیر شاہ خوش ہوا اور دریائے سون کے اس پار راجہ کے ملک سے بہت زیادہ دو چند علاقہ راجہ کو عنایت فرمایا (8) قلعہ روہداس جو راجہ بہر ہری (9) نے بنایا تھا اسے ختم کر کے اس کے گرد پتھر کے چار قلعے بنائے اور پہاڑ کھود کر گہری خندق تیار کی۔ (10)

قلعہ روہتاس (بہار۔ انڈیا)

حکایت نمبر 55:

محمد زمان کا خواجہ اسمعیل جلوانی کو قتل کرنا

جب شیر شاہ سہسرام آیا تو سنا کہ میاں خواجہ اسمعیل جلوانی محمد زمان کے پاس گیا ہے اور غازی پور کا سارا ملک ہمایوں بادشاہ کو دیدیا ہے اور ہر افغانی کہ جو اس جانب آیا ہے وہ خواجہ اسمعیل کے پاس ٹھہر جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بیس ہزار پیادے اور سوار جمع ہو گئے ہیں۔

شیر شاہ کی چال:

شیر شاہ نے میاں خواجہ اسمعیل جلوانی کو لکھا کہ میں بنگال سے آیا ہوں اور آپ نے فرمایا تھا کہ ادھر ہم ہیں اور ادھر تم۔ ابھی میں اس جانب سے آیا ہوں چاہیے کہ آپ بھی اس طرف سے آجایئے اور ہم جونپور سے مغلوں کو نکال دیتے ہیں۔ اور یہ خط اس طرح سے بھیجا کہ مغلوں کے ہاتھ پر پڑ جائے۔ آخر وہ خط مغلوں کے ہاتھ لگ گیا اور مغلوں نے وہ خط محمد زمان کو بھیج دیا۔(1)

خواجہ اسمعیل کا قتل:

محمد زمان نے میاں خواجہ اسمعیل کو طلب کیا کہ مجھے آپ سے کوئی بات کرنی ہے جلد آیئے۔ میاں خواجہ اسمعیل کو اس بات کی خبر نہ تھی وہ اکیلا ہی محمد زمان کے پاس چلا گیا اور محمد زمان نے اسے فوراً قتل کر دیا۔ پھر میاں خواجہ اسمعیل کے بیٹے راو حسین نے شیر شاہ کو لکھا کہ میاں خواجہ اسمعیل کو مغلوں نے قتل کر دیا ہے۔ میں آپ کے پاس آرہا ہوں۔ شیر شاہ نے کہلا بھیجا کہ مجھے نہیں معلوم کہ آپ کیوں آرہے ہیں۔ میاں راو حسین نے کہلا بھیجا کہ میں نے ہمیشہ لودیوں کی خدمت کی ہے۔ اس لیے آپ کے پاس آرہا ہوں۔ شیر شاہ نے ایک بار ہی اتنی کشتیاں بھیجیں کہ میاں راو حسین اپنے پورے قبیلے کے ساتھ کشتیوں پر سوار ہو کر آگیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 56:

شیر شاہ کا فرزین کو قتل کرنا جو بنارس میں تھا

کہتے ہیں کہ تین سو افغان تاجران ولایت سے دو ہزار گھوڑے لا رہے تھے (1) جب وہ بنارس پہنچے تو فرزین کو کہ جسے ہمایوں بادشاہ نے بنارس میں تاجروں کو پہنچانے کے لیے رکھا تھا۔اس نے ان تمام تاجروں کو قید کر لیا اور انکے ہاتھ سے سارے گھوڑے چھین لیئے۔اور تمام افغانوں کو قتل کر کے سولی چڑھا دیا۔اسی دوران رانا پرتاب (2) نے ہمایوں بادشاہ کو عرضداشت لکھی کہ میں دہلی کے تابع ہوں اور سلطان بہادر (3) مجھ پر زیادتی کر رہا ہے بادشاہ ہماری خبر لیں ۔یہ خبر سن کر ہمایوں بادشاہ ایک لاکھ سواروں کے ساتھ چینوڑ (4) روانہ ہو گیا۔جب ہمایوں بادشاہ چیتوڑ کی جانب چلا گیا تو شیر شاہ نے اسی دوران فرصت پا کر تیزی سے بنارس کی جانب چڑھائی کی۔جب شیر شاہ نے دریائے گنگ کو عبور کر لیا تو فرزین نے چھ ہزار سواروں کے ساتھ شہر کی کوچہ بندی کر لی۔اور شیر شاہ نے محاصرہ کر لیا۔آخر چند روز میں کوچہ ہا کو توڑ کر شہر میں داخل ہو گیا اور فرزین بھاگ کر ایک شخص کی حویلی میں چھپ گیا۔لہذا اسے حویلی سے نکال کر قتل کیا اور جو بھی شخص اسکے ہاتھ آیا اسے قتل کر کے واپس سہسرام آ گیا۔(5)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 57:

شیر شاہ کا اپنے بیٹے جلال خان کو دوبارہ گور کو بھیجنا

شیر شاہ نے قطب خان کو چھ لاکھ روپے کے لیے جو گور میں سلطان محمود کے پاس تھا لانے کے لیے کہا۔قطب خان نے عرضداشت لکھی کہ سلطان محمود کی روش خراب لگتی ہے اور وہ کچھ نہیں دینا چاہتا۔اسی دوران ایک روز سلطان محمود نے قطب خان کو بلا کر کہا کہ تو پیر آدمی ہے (1) اس لیے میں نے تجھے رکھ لیا۔فی الحال جا اور اس جگہ سے دفع ہو جا ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔آخر کار قطب خان شیر شاہ کے پاس آ گیا اور سلطان محمود نے مہا مرزا، جلال خان نوحانی وغیرہ کو بڑا لشکر دے کر حاجی پور کی جانب روانہ کیا۔مہا مرزا بڑی تیزی سے حاجی پور گیا۔شیر شاہ کا ایک غلام تھا اس کو لوگ کہتے تھے کہ بہت بڑا لشکر آ رہا ہے تو شیر شاہ کے پاس چلا جا۔اس غلام نے کہا کہ میں (اسے) کیا منہ دکھاؤں گا۔لہٰذا وہ جنگ لڑتا ہوا مارا گیا۔یہ خبر شیر شاہ کو پہنچی۔شیر شاہ نے اپنے بیٹے جلال خان کو اور خواص خان کلاں و آز ہمایوں ان سب کو تیس ہزار سواروں کے ساتھ حکم دیا کہ حاجی پور کے نیچے گنگ عبور کر کے دریا کے اس پار ہو جاؤ اور گور پر چڑھائی کر دو۔چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔جب انہوں نے گنگ عبور کیا تو مہا مرزا حاجی پور سے بھاگ گیا۔آگے آگے مہا مرزا اور پیچھے پیچھے جلال خان۔اس طرح گور تک پہنچ گئے۔پھر سلطان محمود نے قلعہ میں پناہ لی اور جلال خان نے محاصرہ کر لیا۔ہر روز جنگیں ہوتیں مگر قلعہ گور بہت مضبوط تھا۔(2)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 58:

سلطان مظفر گجراتی کی بادشاہی کے ذکر میں

سلطان مظفر کی فتح مانڈو:

کہتے ہیں کہ سلطان مظفر کلاں گجرات میں بادشاہ تھا اور بادشاہی مل جائے تو وہ نہیں چھوڑتا بلکہ وہی بادشاہ رہ جاتا ہے اور رہ جانے والے رہ جاتے ہیں اور والیان کو (ولایت) عطا کی جاتی تھی۔ بات اس طرح سے تھی کہ سلطان محمود مانڈو جو کھتریوں (1) کا حاکم تھا وہ کھتری سلطان پر غالب آ گئے۔ اور سلطان کو محل میں قید کرلیا اور بادشاہی کرنا شروع کردیا۔ ایک روز ناودان (2) کے راستے سے ایک دو وزیروں کے ساتھ جو مسلمان تھے باہر آ کر سلطان مظفر گجراتی (3) کے پاس جا کر فریادی ہوا کہ ہمارے ملک کو کھتریوں نے لے لیا ہے۔ سلطان مظفر سپاہی تیار کر کے مانڈو کی طرف گیا اور تیزی سے مانڈو جا کر قلعہ کو شکست دے کر سارے کھتریوں کو قتل کر دیا میاں سلطان محمود نے اپنے وزیروں سے کہا کہ معلوم نہیں کہ سلطان مظفر ہمیں یہ ملک لوٹائے گا یا نہیں۔ وزیر عقلمند تھا بولا کہ یہ بات بہت آسان اور سادہ ہے ایک لمحے میں معلوم ہو جائے گا۔ چنانچہ اس روز وہ وزیر بادشاہ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ سلطان محمود عرض کر رہے ہیں۔ بادشاہ مجھے ایک حویلی عطا کردی کہ میں اس حویلی میں اپنے اہل خانہ رکھ لوں۔ سلطان مظفر نے فرمایا کہ میری غرض یہ نہ تھی بلکہ میں تو خدا کے واسطے آیا تھا۔ لہذا اسی وقت حکم دیا کہ کوچ کریں اور اٹھ کر گجرات کی جانب روانہ ہو گیا۔

اور سلطان مظفر کے پاس ایک لاکھ اسی ہزار سواروں کا ملک تھا اور اسی ہزار اس کے ساتھ تھے اور ہر سوار کے پاس دو عراقی گھوڑے تھے اور انکی کمروں میں سونے کے کمر بند بندھے ہوئے تھے کہ اگر کوئی مہم پیش آ جائے تو ایک دو سال تک درخواست نہ کرتے تھے۔

شیخ زادے کی جلاوطنی:

قصہ یہ ہے کہ گجرات میں وقائع نویس شیخ زادے (4) تھے۔ ایک شیخ زادہ سلطان مظفر

کے پاس آیا اور کہا کہ ایک بات ہے۔ جس میں بادشاہ کا فائدہ ہے۔ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ بول۔ اس نے کہا کہ بادشاہ کے پاس اسوقت ایک لاکھ اسی ہزار سواروں کا ملک ہے۔ ایسا ہے کہ میں ایک لاکھ سوار بادشاہ کے حضور رکھوں اور باقی ملک کو بادشاہ کے خزانے میں دیتا ہوں کہ ہر سال خزانہ جمع ہو جائے۔ بادشاہ نے معتبر وزیروں سے فرمایا کہ آپ سمجھتے ہیں کہ یہ کیا کہتا ہے؟ جو سمجھیں وہ علی الصباح مجھے سامنے کہہ دیا جائے۔ جب صبح کو وزیران آئے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اس بات سے کیا سمجھے۔ وزیروں نے عرض کیا کہ یہ شخص جو بات بھی کرتا ہے اس میں بادشاہ کی کفایت اور دولت خواہی ہے۔ بادشاہ نے پھر فرمایا کہ پھر سے سمجھو اور پھر آؤ۔ اسی طرح سے تین چار روز تک وزیر آتے رہے اور کہتے رہے جب چوتھے روز آئے تو باشاہ نے پھر اسی طرح پوچھا کہ آپ کیا سمجھے۔ وزیروں نے کہا کہ یہ آدمی بادشاہ کی دولت خواہی چاہتا ہے لیکن بادشاہ کیا سمجھے ہیں؟ بادشاہ نے فرمایا کہ آپ نے مجھ سے کبھی نہ پوچھا اگر مجھ سے پوچھتے تو مصرع۔

درختی خبیث است بیخش برآر (5)

اس پر وزیروں نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اس کی جان بخشی کی جائے اور ملک بدر کیا جائے۔ لہذا بادشاہ نے اسے اسکے جان و مال کے ساتھ اپنے ملک سے نکال دیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 59:

سلطان بہادر پسر سلطان مظفر کہ جس نے سلہدی کے امیر کو قتل کر دیا تھا

سلطان بہادر (1) بعض ناشائستہ کام کرتا تھا اور سلطان مظفر اسے منع کرتا تھا اور دل گیر ہو جاتا تھا۔ آخر سلطان بہادر نے اپنے دوستوں کے ساتھ اتفاق کیا کہ بادشاہ ہمیشہ مجھ سے دل گیر رہتا ہے چاہیے کہ میں ملک میں سیر کروں۔ چنانچہ وہ اپنے دوستوں کے مانڈو کی جانب آیا اور مانڈو سے قلعہ رائے سین (2) کو چلے گئے اور اس قلعہ کے راجہ کا نام سلہدی (3) تھا اور اس کے چھوٹے بھائی کا نام تاج خان (4) تھا۔ جب سلطان بہادر قلعہ رائے سین گیا اور سلہدی نے آگے بڑھ کر بہت تعظیم و تکریم کی اور اپنے شہر میں لایا اور بیٹھنے کی اچھی جگہ سلطان بہادر کے لیے مقرر کر دی اور سلہدی نے اپنے لوگوں سے بھی کہا کہ ایک روز ہر شخص مہمانی کرے۔ پس امرائے کلاں نے اپنی جانب سے بھی سلہدی کی جانب سے مہمانی کا آغاز کیا اور مجلس میں پاطران (رقاصائیں) اور دف بجانے والیاں رقص کے لیے لائے آخر وہ ناچنے لگیں۔ وہ امیر جس نے مہمان نوازی کی تھی ہنس کر بولا کہ اے شہزادے یہ پاطر (رقاصہ) جو بہت اچھا گانا گا رہی ہے کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون عورت ہے۔ سلطان نے پوچھا کہ کون عورت ہے۔ اس پر اس نے خود کہا کہ یہ چندیری (5) کی سیدزادی ہے۔ جب سلطان بہادر نے یہ بات سنی تو کمر سے تلوار کھول کر اس امیر کو اس طرح سے مارا کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر گیا۔ پھر لوگوں نے سلطان کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ آخر سلہدی کے لوگ جو سلطان بہادر کے ساتھ تھے ان لوگوں کے بیچ میں آ گئے اور سلطان بہادر کو باہر کر دیا۔ سلہدی نے کہا کہ یہ بادشاہ کا بیٹا ہے اسے اس جگہ نہیں رکھنا چاہیے۔ لہذا بہت سی چیزیں تحفتاً دے کر رخصت کر دیا لہذا سلطان بہادر اس جگہ سے سلطان ابراہیم لودھی کے پاس آ گیا (6)۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 60:

سلطان کا وفات پانا اور بادشاہ بہادر کا رائے سین جانا اور سلہدی کو مسلمان کرنا

سلطان بہادر کی تخت نشینی:

جب سلطان بہادر ابراہیم کے پاس تھا تو خط آئے کہ سلطان مظفر فوت ہو گیا آپ جلد سے جلد اس جگہ آ جائیے۔ سلطان بہادر اسی وقت روانہ ہو گیا اور بہت تیزی سے احمد آباد آ گیا اور تخت نشین ہو گیا۔ چند دن کے بعد وہی شیخ زادہ کہ جسے سلطان مظفر نے اپنے ملک سے نکال دیا تھا وہ سلطان بہادر کے پاس آ گیا اور وہی بات سلطان سے عرض کی جس کی وجہ سے اسے ملک بدر کیا گیا تھا۔ سلطان نے قبول کر لیا اور شیخ زادہ کو اس کام پر لگا دیا اس نے آسامیاں پر کر دیں۔ اس وجہ سے لشکری بہت پریشان ہو گئے کہ جب کوئی عراقی کے لیے جاتا تو اس کے (یابو) گھوڑا مشکل ہو جاتا اور پناہ گزین اس حد تک پریشان ہو گئے کہ مہینہ پورا نہیں ہوتا تھا کہ مہاجرین ہو کر قرض پکڑتے تھے (1)۔ اس طرح سے بہت سا لشکر اکٹھا ہو گیا۔

سلطان بہادر کا دکن پر حملہ:

آخر کمان ہائی آتش بازی (2) سلطان کے سامنے تھیں۔ اسی دوران سلطان بہادر اپنے سارے لشکر کے ساتھ اور عرابہ و آتش بازی کے ساتھ نظام شاہ کے خلاف دکھن کی جانب متوجہ ہوا۔ جب دولت آباد پہنچا تو نظام شاہ اور عادل شاہ اور قطب شاہ شاہان دکن سلطان بہادر کی خدمت میں آئے۔ آخر تینوں بادشاہ سلطان بہادر کے لشکر میں آ گئے۔ لیکن وکلاء ہمیشہ سلطان بہادر کے حضور آ گئے (3)۔ ایک روز سلطان نے تینوں بادشاہوں کے وکلاء سے پوچھا کہ (بزان) جو آپ کی بات کا تکیہ ہے وہ (بزان) آپکے کیا کام آتی ہے؟ وکلاء نے کہا کہ آپکے (امال) کو دعا دیتے ہیں اور امال گجراتیوں کا تکیہ کلام ہے۔ اس بات سے سلطان بہادر بہت زیادہ خوش ہوا اور تینوں بادشاہوں کو رخصت کر دیا اور خود اٹھ کر برہان پور (4) آ گیا اور برہان پور کا بادشاہ سلطان بہادر کا بھانجا تھا۔ (5)

قلعہ رائے سین کی فتح:

اسی دوران قلعہ رائے سین کو یاد کیا کہ میں نے وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ قلعہ رائے سین کے تمام لوگوں کو غارت کر دونگا۔ لہذا قلعہ رائے سین پر اپنے تمام لشکر اور عرابہ آتش بازی کے ساتھ روانہ ہوا جب رائے سین کے قریب پہنچا تو رائے سلہدی خود آ کر سلطان بہادر کے قدموں میں گر پڑا۔ سلطان نے کہا کہ یہ خود آیا ہے اس لیے اسے قتل کرنا مناسب نہیں ہے۔ اسے قید میں رکھا جائے۔ لہذا قید کر کے اسے جیل میں ڈال دیا۔ جب قید کر دیا تو سلطان بہادر نے سلہدی سے کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ سلہدی نے کہا کہ میرا بند بند جدا کر دیجئے اور نظارہ کیجئے کہ کس طرح سے جان دیتا ہوں۔ غرض کہ میں مسلمان نہیں ہونگا۔ سلطان حیران ہوا اور فرمایا کہ یہ کس طرح سے مسلمان ہوگا۔ پھر (مہاندان) (6) نے آ کر کہا کہ ہم مسلمان کر دینگے۔ سلطان بہادر نے کہا کہ جاؤ مسلمان کرو۔ (مہاندان) گئے اور سلہدی کے قید خانے کے اردگرد اکھٹے ہو گئے اور اسے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اس پر سلہدی پریشان ہو گیا کہ آپ کس لیے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تیرے لیئے آئے ہیں تو مسلمان ہو جا ورنہ تجھے ہم رسوا کر دینگے۔ اس نے کہا کہ اگر تم لوگ مجھ سے دور ہو جاؤ تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ جب سلطان بہادر نے یہ بات سنی تو سیخ (بریان) (7) کر کے بھاگ کر آیا اور وہ سیخ سلہدی کو کھلا کر مسلمان کر دیا اور نماز کے احکام وارکان اسے سکھلائے۔ اس سلہدی نے ہدایت الہٰی سے اچھے طریقے سے نماز پڑھنا سیکھ لیا اور ہر وقت نماز اور مصلے پر بیٹھا رہتا اور سلہدی کہ بھائی کا نام تاج خان تھا اس کو سلطان نے ہر طرح سے دلاسے دیئے۔ مگر وہ سلطان بہادر کے حضور نہ آیا اور مضبوطی سے قلعہ بند رہا اس پر سلطان بہادر نے سلہدی سے فرمایا کہ تو جا اور اسکو سمجھا کر لے آ۔ میں اسے کچھ نقصان ہیں پہنچاؤنگا۔ جب سلہدی گیا تو مردوں اور عورتوں میں سے کوئی شخص سلہدی کے سامنے نہ آیا اور وہ کہنے لگے کہ تو مسلمان ہو گیا ہے۔ آخر ایک روز سلہدی کی عورتوں نے بہت سی لکڑیاں اکھٹی کیں اور ان میں آگ جلا دی۔ جب آگ جل گئی تو خود کو اس آگ میں ڈال کر (کود کر) جلا لیا۔ پھر سلہدی نے سلطان بہادر کو کہلا بھیجا ہماری ساری عورتیں جل گئی ہیں اور میرے پاس کوئی مرد یا عورت نہیں آتا ہے۔ اس پر سلطان بہادر نے بھاگ کر خود قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس میں نقب کر کے اندر چلا گیا اور جس کسی کو پایا اسے قتل کر دیا۔ تاج خان دروازے پر مارا گیا۔ اسی دوران میاں سلہدی نماز پڑھ رہا تھا کہ وہ بھی مارا گیا۔ سلہدی کا ایک بیٹا تھا جس کا نام پورن تھا اس کو پہلے ہی قلعہ بدر کر دیا تھا۔ (8)

☆☆☆☆☆☆

نقشہ گجرات

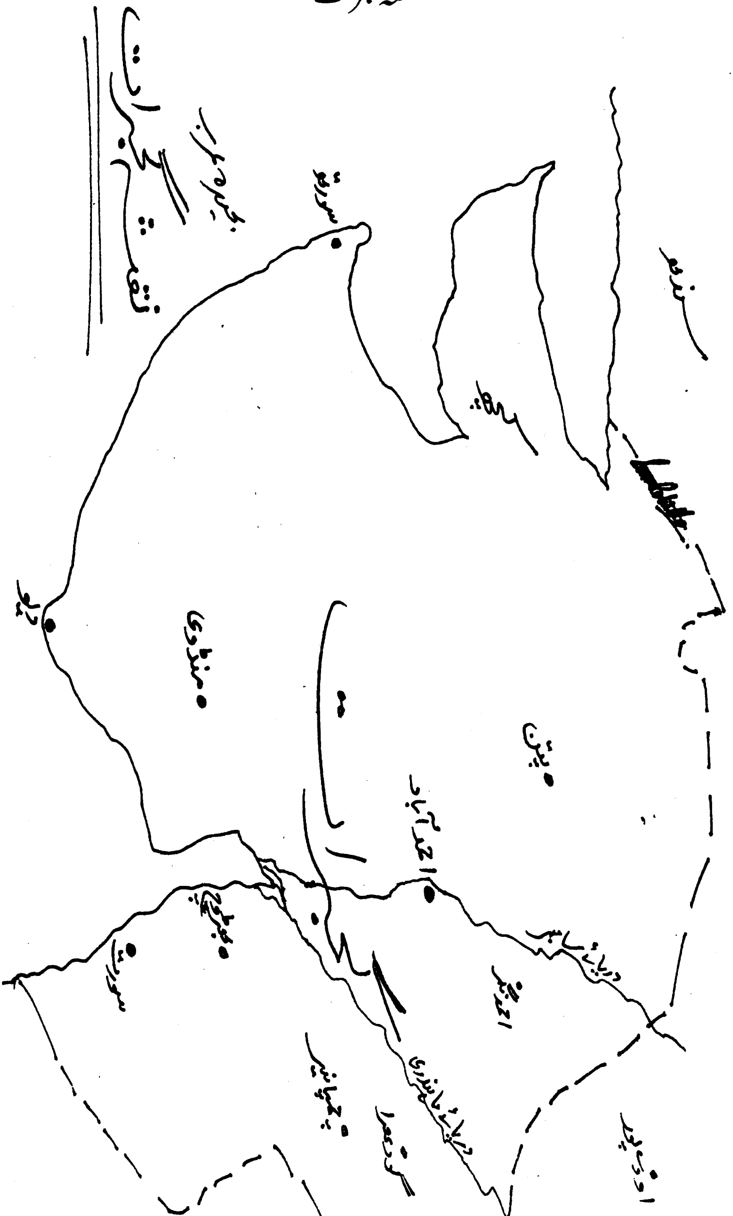
نقشہ گجرات
بحیرہ عرب
سندھ
کچھ
سورٹھ
گجرات
پٹن
احمد آباد
احمد نگر
دریائے سابر
منڈوی
دیو
گودھرا
چانپانیر
بھروچ
سورت
اودے پور

حکایت نمبر 61:

سلطان بہادر کا چیتوڑ کی طرف آنا اور ہمایوں بادشاہ کا اس کے سر پر آنا اور اس کا بھاگ جانا

قلعہ فتح کرنے کے بعد سلطان بہادر نے کہا کہ جس کام سے آیا تھا وہ کام نہیں ہوا۔ پھر اسے خبر ملی کہ اس راجہ سلہدی کے بیٹوں میں سے ایک ہے۔ لوگوں نے کہا کہ دو آدمی چیتوڑ میں ہیں۔ سلطان بہادر چیتوڑ کی جانب روانہ ہوگیا اور راجہ چیتوڑ جو رانا تھا نے سنا کہ سلطان بہادر میرے خلاف آرہا ہے تو ہمایوں بادشاہ کو لکھا کہ میں دہلی کے تابع ہوں سلطان بہادر ہم پر چڑھائی کر رہا ہے۔ جب ہمایوں بادشاہ نے یہ خبر سنی تو چیتوڑ کی جانب روانہ ہوگیا اور ہمایوں بادشاہ کے چیتوڑ جانے کا واقعہ یوں تھا کہ جو اوپر دوسری جگہ پر بیان کر دیا گیا ہے (1)۔ ہمایوں بادشاہ راستے میں تھا کہ اس کو سلطان بہادر نے لکھا کہ میں سلام کرنے آرہا ہوں تم کافروں کی مدد کو آرہے ہو۔ ہمایوں بادشاہ نے جواب لکھا کہ تو اپنا کام کر میں اس وقت تیرے خلاف نہیں آیا ہوں جب تو اپنے کام سے فارغ ہو جائے گا تو پھر تیرے پاس آوں گا۔ یہ جواب کہلا بھیجا اور راستے میں ٹھہر گیا۔ پھر ان دو آدمیوں جنکی وجہ سے سلطان بہادر آئے تھے ان دو آدمیوں نے کہا کہ ہماری وجہ سے یہ دنیا خراب ہوگی ہمیں چاہیے کہ اس کے پاس چلے جائیں۔ اس لیے وہ دونوں سلطان بہادر کے حضور میں آگئے۔ سلطان بہادر نے جان بخشی کر کے رخصت کر دیا اور خود اٹھ کر گجرات کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب مندسور پہنچا تو ہمایوں بادشاہ نے سنا کہ سلطان بہادر جاتا ہے تو ہمایوں بادشاہ اس پر دوڑا۔ بہت تیزی سے آکر مندسور (2) میں مقابلہ ہوا لیکن سلطان بہادر کے پاس بہت سے عرابہ اور آتش بازی تھی اس وجہ سے ہمایوں بادشاہ نے اپنے لشکر سے کہا کہ وہ قضاقی کریں اور انکے لشکر میں غلہ پہنچنے کی راہ بند کر دیں۔ آخر اسی طرح سے قضاقی کی اور غلہ کی راہ کو بند کیا آخر چند روز میں وہ اتنا عاجز آگئے کہ سلطان بہادر کے مطبخ میں بھی غلہ نہ ملتا تھا اور سلطان بہادر کے لشکر میں یابو سواران تھے۔ جبکہ ہمایوں کا لشکر آسودہ حال اور اس میں عراقی سواران تھے۔ اس بنا پر میدان میں

جنگ کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے تمام عرابہ آتشبازی اور خیمے چھوڑ کر منہ فرار کی جانب موڑ لیا اور بھاگ کر احمد آباد چلے گئے اور انکے پیچھے ہمایوں بادشاہ بھی چلا۔ سلطان بہادر احمد آباد میں بھی نہیں رہ سکتا تھا اس جگہ سے بھاگ کر تروجہ (3) چلا گیا اور پھر بہروجہ سے بچھول (4) چلا گیا اور ہمایوں بادشاہ اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بکلانہ (5) سے ہوتا ہوا برہان پور چلا گیا۔ برہانپور کے بادشاہ نے ہمایوں کو پیشکش دی۔ اس لیے وہ برہان پور سے رک گیا اور چلا گیا۔ پھر ملوخان بادشاہ مانڈو نے ہمایوں بادشاہ کے حضور آکر پیشکش گزاری۔ پھر ہمایوں بادشاہ ملوخان کو مانڈو میں چھوڑ کر آگرہ کی جانب آگیا۔

قلعہ چیتوڑ

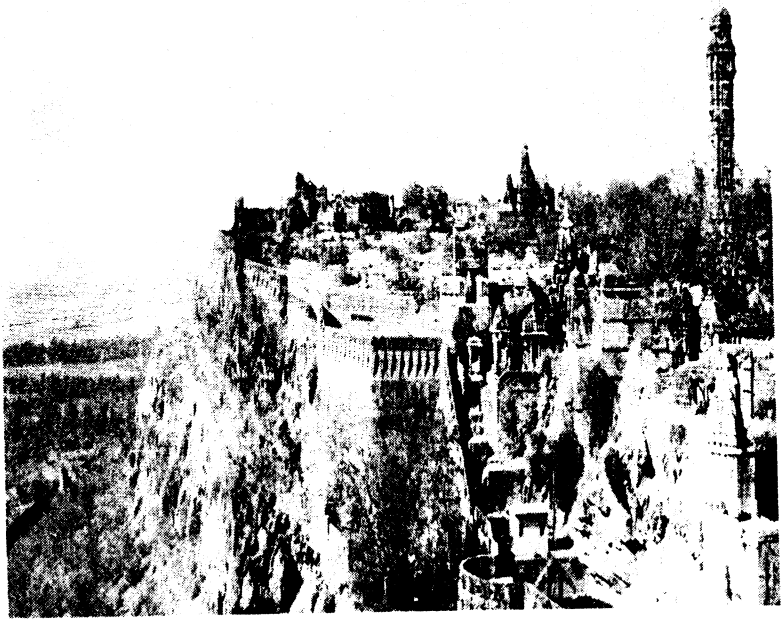

حکایت نمبر 62:

(سلطان) بہادر کا احمد آباد آنا اور فرنگیوں کے ہاتھوں قتل ہونا

جب ہمایوں بادشاہ آگرہ کی جانب چلا گیا تو تمام گجراتیوں نے جمع ہو کر غلغلہ کیا کہ سلطان بہادر احمد آباد آئے۔ اور یہ شہرت کر دی کہ احمد آباد میں جو مغل تھے انکو قتل کر دیا ہے۔ اور سلطان بہادر کو لکھا کہ آپ جلد یہاں آجایئے۔ پھر سلطان بہادر بہت تیزی سے آکر پھر سے بادشاہی کرنے لگا۔ آخر ایک روز اکیلا فرنگیوں کو دیکھنے دیو (1) نامی جگہ گیا وہ تماشا دیکھ رہا تھا کہ ایک فرنگی نے سلطان کی عزت نہ کی۔ سلطان نے غصے میں آکر اس فرنگی کو ایک گھونسہ مار دیا اس پر فرنگیوں نے اکھٹے ہو کر اسی جگہ سلطان کو قتل کر دیا (2) اور سلطان بہادر کے اوپر بھی میاں قاضی محمود (3) کی بدُ عا تھی کیونکہ سلطان بہادر نے قاضی جیو سے بددل ہو کر کہا تھا کہ تجھے ولی سے (کہلی) (4) کردونگا۔ قاضی نے فرمایا کہ ٹھہر! تجھے (سکہاء) (5) سے پیروں میں گزاروں گا۔

ہیچ قومی راخدا رسوانکرد بیت تا دل مرد خدا نا در بدرد (6)

بیت

گنج قارون کہ فرو میرو داز قصر ہنوز خواندہ باشی همہ از غیرت درویشان است (7)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 63:

گجراتیوں کا گجرات میں بادشاہی حاصل کرنا، سلطان حسین کا جونپور میں اور بہنکرہ کا گور میں اور شیر شاہ

سلطان محمود گجراتی:

جب سلطان بہادر کی وفات کے بعد سلطان محمود گجرات میں تخت نشین ہوا تو مملکت کے حامی پرانے لوگوں نے اس کو خبر دی کہ تمہارے آباؤ اجداد بادشاہان جنہوں نے تمہیں سونے کے ستون کھڑے کر دیئے ہیں فلاں جگہ سے آئے تھے۔ سلطان محمود انعمائیدین کو اس جگہ سے باہر لے آیا اور وزیروں سے پوچھا کہ یہ ستون کس نے تیار کئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپکے آباؤ اجداد نے۔ فرمایا کہ انکو میرے آباؤ اجداد نے نہیں کھایا ان ستونوں کی ملکیت نے ان کو کھا لیا ہے۔ میں ان ستونوں کو کھا جاؤں گا۔ آخر کار ستونوں کو نکال کر دیا۔ سلطان محمود کا طریقہ یہ تھا کہ سردیوں میں ایک (گلیم)(1) اور ایک قباء اور ایک جفت پاپوش ہر فقیر کو دیا کرتا تھا اور لنگر کا کھانا سردیوں میں دوگنا کر دیتا کیونکہ موسم سرما میں اشتہا بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ عرض کے سخاوت و جوانمردی میں بے نظیر اور بی ہمتا تھا۔

گجراتی بادشاہوں کی اصل:

گجراتیوں نے پانچ پشتوں تک بادشاہی کی ہے۔ ان میں پہلا سلطان احمد جس نے احمد آباد کی بنیاد رکھی ہے۔ اسکے بعد سلطان محمود کہ جس کا خطاب بیکرہ تھا اس کے بعد سلطان مظفر اس کے بعد سلطان بہادر اور اس کے بعد سلطان محمود کہ جس کی تعریف کر دی گئی ہے۔ اور وہ لوگ اپنے حسب ونسب میں کلال تھے یعنی شراب فروش تھے۔(2)

اور انکے بادشاہی حاصل کرنے کا واقعہ یوں ہے کہ سلطان احمد کی بہن بہت خوبصورت تھی اور حسن کے زیور سے سجی ہوئی تھی۔ شروع میں وہ کافر تھے۔(3)

سلطان فیروز شاہ اور کلال لڑکی کا عشق:

قصہ یہ ہے کہ سلطان احمد کی بہن اپنے مذہب کے طریقے کے مطابق غسل کرنے دریائے جمنا کے کنارے گئی تھی اور سلطان فیروز شاہ کو جو بادشاہ تھا اسی راستے سے شکار کے لیے سوار آرہا تھا کہ اچانک اس جمیلہ عورت کے حسن و جمال پر نظر پڑی وہ اترا اور اس کے (عشق میں) مبتلاء ہوگیا اور اس کے عشق کے جام میں پھنس گیا اور اسے دیکھنے کی غرض سے ہر روز سوار ہوتا۔ اور اس کے دیدار کا بہانہ اس طرح کیا کہ جمنا کے کنارے اینٹوں کی ایک دیوار کھڑی کرنا شروع کردی اور اس بہانے سے اسکے دیدار کو جاتا تھا۔ سلطان کا وزیر جس کا نام خان جہان تھا نے اپنی فراست سے جان لیا کہ یہ دیوار کھڑی کرنے کی کونسی جگہ ہے اور جان گیا کہ اس خوبصورت عورت کے حسن پر فریفتہ ہوگیا ہے۔ اگر اس کے ماں باپ کو خوش کردیں تو وہ طوع و رغبت سے خود اسے دینگے۔ جب سلطان علی الصباح اس کا دیدار کرنے سوار ہوا تو خان جہان نے عرض کیا کہ بادشاہ سلامت دیوار موجود ہے۔ بادشاہ نے کہا کس طرح کھڑی ہوگئی۔ عرض کیا کہ کھڑی ہوگئی۔ پھر فرمایا کہ "شاید آپ زبردستی لائیں گے میں طاقت نہیں چاہتا اگر آپ زبردستی لائے تو میں آپ سب کو قتل کردوں گا۔ پھر عرض کیا کہ بادشاہ سلامت میں اس کو زبردستی نہیں لاؤنگا۔ بادشاہ سلامت میں اس کے ماں باپ کو خوش کر کے آیا ہوں۔ سلطان اس (عورت) کو محل میں لے آیا۔ جب ایک عرصہ گزر گیا تو اس عورت نے بادشاہ سے کہا کہ میرے بھائی کو ایک ملک دیدیں اور بادشاہ نے وہ ملک دے دیا۔ غرض کہ سلطان کی عادت یہ تھی کہ جب تہجد کی نماز کے وقت بیدار ہوتا تو نماز کے بعد جو کچھ اپنے ہاتھ سے لکھتا تو کوئی اس تحریر سے انکار نہ کرسکتا تھا اور جو کچھ کسی کو عطاء کردیتا تو واپس نہ لیتا تھا۔ (4)

والیانِ جونپور کی اصلیت

غرض کہ ایک روز اسی وقت اس عورت کے بھائی کو عہد نامہ لکھ کر دے دیا کہ تو جا کر یہ حاکم جونپور کو دے دے اور اس خط میں یہ لکھا کہ جو شخص تجھ کو یہ خط دے تو اس کو ملک جونپور دے کر اپنی جگہ پر بٹھا کر آجا۔ جب عورت کے بھائی جونپور پہنچے تو علی الصباح حاکم جونپور کے دربار میں جا کر دیکھا کہ ایک سقاء جو جونپور کے حاکم کا غلام تھا اور پانی محل کے اندر لے جاتا تھا۔ تو وہ تحریر

اس سقے کے ہاتھ میں دیکر کہا کہ تو جا کر یہ خط حاکم کے ہاتھ میں دے دے۔ جب وہ سقہ محل کے اندر گیا تو خط حاکم کے ہاتھ میں دے دیا۔ حاکم مذکورہ نے اس سقے کو اپنی جگہ پر بٹھا دیا اور جونپور کا ملک دے کر سلطان کے پاس آ گیا۔ سلطان نے جب یہ بات سنی تو کہا کہ جس کو خدا تعالیٰ دیدے اسی کو ملتا ہے(5)۔ اور اس سقے کا نام مکھا تھا ملک داؤ دمکھا نے جونپور میں چار پشتوں تک بادشاہی کی ہے۔ پہلے مکھا اسکے بعد سلطان ابراہیم اس کے بعد اس کا بیٹا جو قلعقرہ تھا اس کے بعد سلطان حسین اور اس کا لقب شرقی پڑ گیا تھا اسی لئے بعض شرقی بادشاہان کہلاتے ہیں لہذا سلطان حسین شرقی کہتے ہیں(6)۔ جب اس محل کی عورت کو بات پتہ چلی تو سلطان مظفر فیروز شاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ نے میرے بھائی کو ملک کی کوئی جگہ نہ دی ہے سلطان نے اس کے بھائیوں کو ملک گجرات دیدیا اور وہ گجرات کے بادشاہ بن گئے اور انکے ساتھ لشکر کر کے گجرات کی جانب روانہ کر دیا اور سلطان احمد نام رکھا اس دور سے ان کلالون کو گجرات کی بادشاہی مل گئی اور سلطان احمد کی اصل ونسل سے جو بھی بادشاہ پیدا ہوتا تو وہ سب ہی نیک بخت اور سخی اور جوانمرد ہوتے تھے۔ چنانچہ سلطان محمود غریبوں کو قبائیں بخشتا تھا۔

سلطان محمود گجراتی کی سخاوت:

اور یہ بات یوں ہے کہ موسم سرما میں سلطان محمود بیٹھا ہوا تھا کہ غرباء اپنی عادت کے مطابق فریاد لیکر آئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کسی چیز کہ فریاد کرتے ہیں۔ وزیروں نے عرض کیا وہ سردی کی وجہ سے فریاد کرتے ہیں۔ لہذا انکو حکم دیا کہ انہیں قبائیں دی جائیں۔ حکومتی آدمیوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد دوسرے روز اسی جبلت کے مطابق فریاد کرتے ہوئے آ گئے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اب پھر کس لیے فریاد کرتے ہیں۔ وزیروں نے کہا کہ بادشاہ کو دعا دیتے ہیں۔ غرض کے سلطان محمود نے اپنی اس دنیا کی جوان مردی اور سخاوت سے اس جہان فانی میں جوان مردی کا نیک نام پیدا کیا جیسا کہ حضرت خواجہ حافظ فرماتے ہیں:

بیت

برین رواق زبرجد نوشتہ اند بزر — کہ ہر نکوئی اہل کرم نخواہد ماند(7)

گور کے بادشاہوں کی اصلیت:

اور سلطان فیروز شاہ نے اس طرح سے تین بادشاہیاں عطا کی تھیں۔ ایک جونپور کی اور دوسری گجرات کی جس کا ذکر اوپر گزر گیا ہے۔ اور تیسری بادشاہی گور میں بہنکرہ کی اور گور کی بادشاہی عطا کرنے کا واقعہ یوں ہے کہ ایک زناردار کا بیٹا مسلمان ہو کر فیروز شاہ کی خدمت میں آیا اور اس کے ذمہ یہ خدمت تھی کہ وہ طشت اور آفتابہ اپنے ہاتھ میں لے کر بادشاہ کو وضو کرایا کرتا تھا۔ ایک بار بادشاہ نے اسے گور کا حاکم بنا کر رخصت کر دیا۔ جب گور پہنچا تو تھوڑے ہی عرصے میں اس جگہ ٹھہر گیا۔ اس نے بہت سا انتظام کر لیا اور بہت سے ہاتھی اور بے شمار جنگی کشتیاں اور بڑا لشکر جمع کر لیا پھر اس نے گور میں بادشاہی کا دعوی کیا اور بادشاہ بن گیا اور سرکشی شروع کر دی۔ یہ بات سلطان فیروز شاہ کو پتہ چلی جب سلطان نے دیکھا کہ وہ طاقتور ہو گیا ہے تو خود اس پر کوچ کرتا ہوا آہستہ آہستہ شہر بہار آ گیا۔ اس زمانے میں بہار میں بہت سے اولیاء اللہ موجود تھے ان میں حضرت مخدوم شیخ شرف الدین (8) اور حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوش (9) بڑے بزرگ اولیاء تھے۔ یہ دونوں اولیاء خالہ زاد بھائی تھے۔ اور سلطان پریشان ہو گیا کہ یہ دونوں عزیز ہیں۔ پہلے کس سے ملاقات کی جائے؟ آخر یہ طے پایا کہ میں سوار ہو کر اپنے گھوڑے کی لگام چھوڑ دوں گا۔ جہاں بھی گھوڑا لے جائے گا میں اسی عزیز سے ملاقات کروں گا۔ لہذا سوار ہو گئے اور گھوڑے کی لگام چھوڑ دی۔ گھوڑا آہستہ آہستہ چلتا ہوا حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوش کے دربار پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ سلطان گھوڑے سے نیچے اتر کر اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت شیخ پیر پھیلائے بیٹھے ہیں۔ سلطان پابوسی کر کے بیٹھ گیا اور اسی دوران وزیروں نے شیخ سے عرض کیا کہ بہنکرہ نامی ایک غلام نے گور میں بہت فساد کیا ہوا ہے اور بادشاہی کا دعوی کیا ہے اور اسی وجہ سے بادشاہ بہنکرہ کے خلاف جا رہے ہیں۔ حضرت فاتحہ پڑھیں کہ فتح ہو گی۔ اس پر حضرت مخدوم نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا کہ دعا کریں فتح فیروز سلامتی بہنکرہ۔ یہ بات فرما کر فاتحہ پڑھی اور سلطان کی رخصتی کے وقت حضرت مخدوم نے تھوڑی سی (برنج)(10) اور ایک پیچیدہ بوریا سلطان کو عطاء کیا۔ اور جو سپاہی ساتھ تھے انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ تلوار کو ہم چلاتے ہیں اور (بادشاہ) درویشوں سے فتح مانگتا ہے۔ حضرت شیخ جیو پھر وہ بات ظاہر ہو گئی جو انکے دم میں تھی۔ لہذا کہا کہ ان سپاہیوں کو اپنی تلوار سے قتل کر دو۔ جب س نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھا تو تلوار نیام سے باہر ہی نہیں نکلی۔ سلطان رخصت ہو کر حضرت

مخدوم شیخ شرف الدین کے پاس گیا حضرت شیخ شرف الدین نے بہت تعظیم دکھا کر بادشاہ کو بٹھایا ۔بادشاہ خوش ہو گیا۔اسی دوران وزیروں نے حضرت مخدوم سے عرض کیا کہ حضرت شیخ احمد نے بادشاہ کو تھوڑی سی برنج اور ایک پیچیدہ بوریائی بخشی ہے۔حضرت مخدوم نے فرمایا کہ بہت اچھا کیا کیونکہ دشمنوں کو تکلیف دہ دے دیا ہے اور تمہارا ملک جو بوریئے کی طرح تھا وہ پیچیدہ کر دیا ہے۔ اور حضرت مخدوم شیخ شرف الدین نے بادشاہ کے لیےایک پرندہ یعنی (ماکیان) پکائی تھی(11)۔ اور سلطان فیروز شاہ کی عادت یہ تھی کہ وہم کی وجہ سے (ماکیان) نہیں کھاتا تھا۔جب مرغی سلطان کے سامنے آئی تو وزیروں نے کہا کہ بادشاہ مرغی نہیں کھاتا۔حضرت مخدوم نے فرمایا کہ کھالو کیوں کہ سنت سرور (کائناتﷺ) ہے(12)اور اس مرغی سے اس کی مجبوری دور ہو جائے گی۔سلطان فیروز شاہ نے مجبوری کو تھوڑا سا منہ میں رکھ لیا کیونکہ حضرت مخدوم کے فرمانے سے (ماکیان) کھانا لازم ہے۔پھر حضرت مخدوم سے رخصت لی اور بنگال کی جانب روانہ ہوا۔یہاں تک کہ مقام کہل گانو تک پہنچا۔بہنکرہ بھی جنگ کی تیاری کر کے گور سے آکر گڑھی پور کے مقام پر پہنچا۔جب سلطان اپنی عادت کے مطابق نماز تہجد کے لیے بیدار ہوا تو اسی دوران لوگوں نے خبر دی کہ بہنکرہ دروازے پر آیا ہے۔سلطان نے پوچھا کہ کس طرح سے آیا ہے۔کہا کہ اپنی سابقہ عادت کے مطابق طشت اور آفتابہ سر پر لیکر آیا ہے۔لہذا اس کو اندر بلالیا۔بہنکرہ نے اپنی عادت کے مطابق وضو کرایا۔جب سلطان تہجد کی نماز سے فارغ ہوا تو فرمایا کہ ملک بنگالہ تجھے دے دیا ہے اور خود کہل گانو سے ہی واپس ہو گیا۔پھر روانگی کے وقت بہنکرہ نے عرض کیا کہ بادشاہ سلامت بہار کا شہر اور ملک کس کا ہے۔بادشاہ نے فرمایا کہ ہمارا ہے۔بہنکرہ نے عرض کیا کہ بادشاہ سلامت تواریخ میں دیکھنا چاہیے کہ کیا لکھا ہے اگر بہار میں بنگالہ کی جانب سے اسلام پھیلا ہے تو ہمارا ہے اور اگر دہلی کی جانب سے اسلام پھیلا ہے تو پھر بادشاہ بھی وہیں کا ہے۔جب تواریخ میں دیکھا کہ بنگال کی جانب سے (پھیلا) ہے تو بہار بھی اس کو دے کر دہلی روانہ ہو گیا اس طرح سے تینوں بادشاہیاں بخش دی تھیں۔(13)

بیت

سخا نماند سخن طے کنم ندیم وحکیم بیار بادہ بشادی روح حاتم طی(14)

لوگوں کو چاہیے کہ مصلحت کی مقدار کے مطابق مال جمع کریں اور اگر مصلحت سے زیادہ رکھیں گے تو خوشی زیادہ ہو گی۔اور حضرت مخدوم شیخ شرف الدین نے فرمایا کہ جو کوئی اس بناء پر مال

طلب کرے کہ دست حاجت کسی کے آگے نہ پھیلائے تو قیامت کے دن اس آدمی کا چہرہ اس طرح سے چمکے گا جیسے چودھویں کی رات کا (چاند) ہوتا ہے۔ دنیا ارمان باز ہے۔ اس کی زیان کاری سے اسے ایمان مت بناؤ۔

بیت

ماری است این جہان و جہان جوی مار گیر — واز مار گیر مار بر آرد گہی دمار
پیوند عمر بستہ بموی است ہوش دار — غم خوار خویش باش غم روزگار چیست
بیا کہ قصر امل سخت سست بنیاد است — بیار بادہ کہ بنیاد عمر بر باد ست (15)

حضرت مولوی نے فرمایا ہے کہ:

بر زمین دیگران خانہ مکن — کار خود کن کار بیگانہ مکن
کیست بیگانہ تن خاکی تو — کز برای اوست غمنا کی تو (16)

حضرت مخدوم شیخ سعدی نے فرمایا ہے کہ:

وآن پیر لاشہ را کہ سپردند زیر خاک — خاکش چنان بخورد کز او استخوان نماند
زندہ است نام فرخ نوشیروان بخیر — گر چہ بسی گذشت کہ نوشیروان نماند
خیری کن ای فلان وغنیمت شمار عمر — زان پیشتر کہ بانگ برآید فلان نماند (17)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 64:

ہمایوں بادشاہ کا دوسری بار قلعہ چنارہ پر آنا اور قلعہ چنارہ کو توڑ ڈالنا

سلطان محمود بنگالی کا ہمایوں کو خط:

جب ہمایوں بادشاہ شیر شاہ سے صلح کر کے آگرہ جا رہا تھا تو گور سے سلطان محمود نے عرضداشت ہمایوں بادشاہ کو لکھی کہ میں سادات ہوں اور افغان مجھ پر زیادتی کر رہے ہیں اور اپنے بیٹے جلال خان کو میرے خلاف بھیج دیا ہے اور ہمارے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور میں تنگ آ گیا ہوں بادشاہ ہماری مدد کریں۔ جب یہ درخواست ہمایوں بادشاہ کو ملی تو بادشاہ گور کی جانب کوچ کر کے جونپور آ گیا۔(1)

شیر شاہ کی چال:

اوران دونوں شیر شاہ روہداس میں افغانوں کے قبائل کے ساتھ تیاری کر رہا تھا۔ اسی دوران خبر سنی کہ ہمایوں بادشاہ جونپور آ گیا ہے۔ لہذا شیر شاہ نے ایک عرضداشت اختیار خان بتنی اور جعفر خان بتنی کے نام لکھی کہ "چنارہ ان کا ہو گیا"۔ یہ تحریر اختیار خان و جعفر خان کو بھیجی کہ تم لوگ یہ عرضداشت ہمایوں بادشاہ کو بھیج دو کہ ہم چنارہ بادشاہ کو دے رہے ہیں آپ یہاں آ کر قبضہ لے لیں اور ہم بھی بادشاہ سے مل گئے ہیں اگر ہمایوں بادشاہ یہ کہے کہ تم لوگ ادھر آ کر دے دو تو تم کو سرفراز کروں گا۔ تو تم لوگ جواب دینا کہ بادشاہ عالم چنارہ ہند کا عظیم قلعہ ہے غلطی ہو جائے گی۔ بادشاہ خود آئیں اور عزت دے کر قلعہ لے لیں۔ ہم بھی ملاقات کر لیں گے۔ لہذا اختیار خان و جعفر خان نے یہ عرضداشت ہمایوں بادشاہ کو روانہ کر دی اور ہمایوں بادشاہ نے فرمایا کہ آپ یہاں آ کر قلعہ مجھے دیدیں میں آپ کو سرفراز بھی کرونگا۔ اس پر انہوں نے وہی جواب دیا کہ چنارہ ایک عظیم قلعہ ہے بادشاہ خود آ کر عزت دے کر لے لیں ہم سرفراز ہو جائیں گے اور ہم نے بادشاہ کی خدمتگاری اختیار کر لی ہے۔(2)

چنارہ پر حملہ:

پس ہمایوں بادشاہ نے جونپور سے آ کر چنارہ کے نیچے ڈیرہ ڈالا اور اختیار خان و جعفر

خان کو کہلا بھیجا کہ آپ آئیں اور ہمایوں بادشاہ کے وکیل نے جو اس آمد و رفت میں تھا اور وہ وکیل بہت پستہ اور حقیر تھا۔ جب دیکھا کہ افغانان پیش و پس کر رہے ہیں تو کہنے لگا کہ تمہارے جیسے قلعچیان افغانان کیسے لوگ ہیں کہ ہمایوں بادشاہ کو طلب کر لیا اور پھر پیش و پس کر رہے ہیں۔ جعفر خان بتنی کا بیٹا جس کا نام اسمٰعیل خان تھا اس نے غصے میں آ کر اس وکیل کو کمر بند سے پکڑ کر اس طرح زمین پر پٹخا کہ وہ اسی جگہ مر گیا۔ لہذا اس کو اسی جگہ قلعہ سے پھینک دیا اور آتش بازی کی کمانیں ٹھیک کر کے ہمایوں بادشاہ کے لشکر پر تفنگ (3) پھینکنا شروع کر دیئے۔ پھر ہمایوں بادشاہ نے مجبوراً قلعہ چنارہ پر حملہ کر دیا۔

خواص خان کا قتل:

اسی دوران شیر شاہ کو خبر ملی کہ خواص خان فلاں گھوڑے اور ہتھیاروں کے ساتھ قلعہ گور پر حملہ آور ہوا ہے اور وہاں سے گر کر خندق میں ڈوب گیا (4)۔ لہذا اس کا چھوٹا بھائی جس کا نام شہاب خان تھا اس کو خواص خان کر کے فوجیں ساتھ دے کر گور کو روانہ کیا (5) جب خواص خان گور پہنچا تو کہا کہ جب تک قلعہ گور فتح نہ کرونگا دوسرا کپڑا نہیں پہنوں گا۔ غرض کہ ہمایوں بادشاہ نے چار ماہ تک قلعہ چنارہ پر حملہ جاری رکھا لیکن چنارہ میں صحیح داؤ نہ لگ رہا تھا کیونکہ شیر شاہ کو گور میں اور روہداس میں کام پڑ گیا تھا۔ اس وجہ سے گولے اور آتش بازی خرچ ہو گئی۔ پھر اختیار خان اور جعفر خان نے ہمایوں بادشاہ کو عرض کہلا بھیجی کہ اگر بادشاہ جان بخشی کر دیں تو ہم قلعہ دے دیں گے۔ ہمایوں بادشاہ نے وعدہ کہلا بھیجا کہ میں نے جان بخشی کر دی ہے۔ وہ قلعہ سے نیچے اتر آئے اور ہمایوں بادشاہ کے آدمیوں نے اختیار خان و جعفر خان کو لا کر بادشاہ کے حضور پیش کر کے چھوڑ دیا۔ مگر اسمٰعیل کو پکڑ کر اسے اس وکیل کی ماں کے پاس لے گئے کہ اس نے تیرے بیٹے کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلے اس کو قتل کر دے۔ جب اس مغلانی نے اسمٰعیل خان کو دیکھا تو دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں چھپا لیں اور کہا کہ میرے بیٹے کے مقدر میں یہی تھا کہ اس کے مرنے سے ہمارا حال یہ ہو جائے اگر میں اس کو قتل کرونگی تو اس کی ماں کا حال کیا ہوگا۔ اور اسمٰعیل خان بہت خوبصورت اور بڑا جوان شخص تھا آخر مغلان نے اس کو چھوڑ دیا۔ (6)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 65:

میاں شیخ بہلول کے ذکر میں

جب ہمایوں بادشاہ نے چنارہ پر حملہ کر دیا تو اس وقت شیر شاہ نے میاں شیخ علی بتنی کو میاں شیخ بہلول کی خدمت میں روانہ کیا اور شیخ علی اور میاں شیخ بہلول کے درمیان قدیم تعلق تھا۔ جب میاں شیخ علی، میاں شیخ بہلول کے پاس گئے اور شیر شاہ کی بات عرض کی میاں شیخ بہلول نے فرمایا کہ ہم اس طرح سے دعوت کرتے ہیں کہ چنارہ فتح ہو جائے گا اور تمہارے ہونے کی وجہ سے میں یہ کام بھی کردوں گا۔ جب میاں شیخ علی، میاں شیخ بہلول سے رخصت ہو کر آئے۔ تو میاں شیخ دادن سروانی (1) نے شہر سہسرام کے راستے سے علیحدہ ہو کر مغرب کی جانب گھر بنایا ہوا تھا اور شیخ علی بھی اسی راستے سے آرہے تھے کہ نماز عصر کا وقت آ گیا۔ لہذا شیخ دادن کے پاس جا کر نماز ادا کی۔ اسی دوران ایک باغبان نے (ضمیران)(2) کے پھول میاں شیخ دادن کے سامنے رکھے۔ جب میاں شیخ دادن وظیفے سے فارغ ہوئے تو پوچھا کہ شیخ علی آپ جو میاں شیخ بہلول کے پاس گئے تھے تو انہوں نے کیا فرمایا ہے۔ شیخ علی نے کہا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس طرح دعوت کی ہے کہ چنارہ فتح ہو جائے گا اور آپ کے ہونے کی وجہ سے بھی میں کام کردوں گا۔ اس پر میاں شیخ دادن نے فرمایا کہ ان کا یہ نام رہ جائے گا اور صوفی کے لیے قل ھو اللہ کافی ہے۔ یہ بات فرما کر (ضمیران) کا ایک پھول لیا اور فرمایا کہ "یہی نہ بہلول" پھر انگلی سے مسل کر دور کر دیا۔

غرض کہ جب ہمایوں بادشاہ نے سنا کہ مرزا عسکری آگرہ میں اپنا خطبہ پڑھنے والا ہے تو میاں شیخ بہلول کو ہمایوں بادشاہ نے نصیحت کرنے کے لیے مرزا عسکری کے پاس بھیجا۔ جب میاں شیخ بہلول نے جا کر نصیحت کرنا شروع کیا تو مرزا عسکری نے کہا کہ وہ گور میں خطبہ پڑھ لے گا۔ میں اس جگہ پر خطبہ پڑھوں گا۔ اس پر میاں شیخ بہلول نے فرمایا کہ ہمایوں بادشاہ کی زندگی میں اپنے نام کا خطبہ پڑھنا اس کے منہ پر مٹی ڈالنا ہے۔ اسے جوتوں (کی جانب) سے شکست دینی چاہیے۔ مرزا نے کہا کہ اے غدار! ہندوستانی میں گالی دیتا ہے لہذا تلوار نکال کر اس کا سر اڑا دیا(3) اور کہتے ہیں کہ میاں شیخ دادن کے والد میاں شیخ دکوہ سروانی(4) بہت بڑے امراء میں سے گزرے ہیں۔ میاں شیخ دادن بچپن سے تارک (الدنیا) ہو کر راہ حق میں آ گئے تھے اور اصلیت میں دنیا کی جانب رغبت نہ کرتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 66:

ہمایوں بادشاہ کا شیر شاہ کے خلاف آنا۔ قلعہ چنارہ کو شکست دینا اور شیر شاہ کا صلح کرنا

جب ہمایوں بادشاہ نے چنارہ فتح کر لیا تو شیر شاہ پھر چڑھ آیا اور شیر شاہ بھی تیس ہزار سواروں کے ساتھ شیر گڑھ کے نیچے دریا کے کنارے مٹی کا قلعہ بنانے لگا۔ وہ ہمیشہ ہمایوں بادشاہ سے جنگ کرتا مگر میدان میں نکل کر تیر اور گولے سے جنگ نہیں کرتا تھا۔ اس نے ہمایوں بادشاہ کے پاس وکیلوں کو بھیجا کہ بادشاہ مجھ سے صلح کر لیں اور جو کچھ گور کے بادشاہ دیتے ہیں وہ ہم بھی دینگے۔ ابھی میں اس زمانے میں چھ لاکھ روپیہ دونگا اور چار لاکھ اس کے علاوہ تب بھیج دوں گا کہ جب بادشاہ بنارس جائیں گے۔ اس پر ہمایوں بادشاہ نے فرمایا کہ تو نے فرزین کو قتل کیوں کیا۔ اس پر شیر شاہ نے وہ عہد نامہ جو ہمایوں بادشاہ نے لکھ کر دیا تھا کہ فرزین دونوں جانب سے تاجروں کو حفاظت سے پہنچائے گا۔ ہمایوں بادشاہ کے پاس وہی بھیج دیا اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ اس نے تاجروں کو قتل کر دیا تھا۔ اس کو بادشاہ کے فرمان کی خلاف ورزی کرنے پر میں نے قتل کر دیا ہے (1) اس پر ہمایوں بادشاہ نے صلح کر لی اور آہستہ آہستہ آگرہ کی جانب روانہ ہو گیا اور پھر نئے سرے سے عہد نامہ لکھ کر دیدیا۔ اسی دوران گور فتح ہو گیا اور سلطان محمود وہاں سے بھاگ کر ہمایوں بادشاہ کے ساتھ شامل ہو گیا اور کہا کہ بادشاہ کہاں جا رہے ہیں؟ گور میں اپنا ایک (سفلہ)(2) بیٹا بھیج دیا ہے وہاں دیوار میں سارا خزانہ ہے۔ چاہیے کہ وہیں سے گور کی جانب متوجہ ہوں۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 67:

ہمایوں بادشاہ کا گور کی جانب جانا

گور کو روانگی:

جب سلطان محمود بادشاہ کے پاس آیا تو بادشاہ تین لاکھ سواروں کے ساتھ گور کی جانب روانہ ہوا۔ شیر شاہ نے راستے میں جگہ جگہ گھوڑے رکھے ہوئے تھے۔ آخر انکو خرید کر گھوڑوں پر سوار ہو کر گور کی جانب روانہ ہوا۔ اور جس جگہ بھی گھوڑا تھک جاتا تو اسی جگہ دوسرے گھوڑے پر سوار ہو جاتا۔ اسی طرح سے ایک دن رات میں کرہ جرہ (1) پہنچ گیا اور وہ دن گزار دیا اور جب رات ہوئی تو پھر روانہ ہو گیا پھر سلمان آباد (2) پر سورج گڑھ کی طرف سے صبح صادق ہو گئی اور سیف خان سروانی (3) اپنے قبیلے کے ہزار سواروں کے ساتھ سلیمان آباد میں تھا۔ اور سلیمان آباد اسکا تہانہ تھا (4)۔ شیر شاہ نے سیف خان سے کہا کہ اگر ہمایوں بادشاہ ہماری خبر سنے گا کہ شیر شاہ گور کی جانب جا رہا ہے تو ہمارے پیچھے فوجیں لگا دے گا۔ اگر وہ تھوڑا لشکر لائے تو تو جنگ کرنا اگر بڑا لشکر آئے تو تو کدہور چلے جانا اور آخر اس طرح سے شیر شاہ دن کی دو گھڑی گزر رہے ہوں گے کہ مونگیر کو چلا گیا اور اس جگہ سے کشتی پر بیٹھ کر مغرب کی نماز کے وقت گور پہنچا گیا۔

سیف سروانی کی جنگ:

جب ہمایوں بادشاہ نے سنا کہ شیر شاہ گور کی جانب جا رہا ہے تو پانچ ہزار سوار مقرر کر کے شیر شاہ کے پیچھے دوڑائے کہ وہ جہاں بھی ملے اسے قتل کر دیں۔ اس کے بعد پانچ ہزار سوار اور دوڑائے۔ پانچ ہزار سوار جو پہلے دوڑائے تھے وہ سلیمان آباد پہنچے۔ جب سیف خان کے لوگوں نے دیکھا کہ بڑی فوج آ رہی ہے تو سیف خان سے کہا کہ بڑی فوج آئی ہے تو کدہور کو چلا جا۔ اس پر سیف خان نے کہا کہ میں تو جنگ کروں گا لوگوں نے پھر کہا کہ کیا کر رہا ہے۔ بہت بڑی فوج ہے اس نے پھر کہا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ:

دو دل یک شود بشکند کوہ را   پراگندگی آرد ابنوہ را (5)

ہم جو ہزار آدمی ہیں ان سے جنگ کر سکتے ہیں۔ لہذا سیف خان نے ان سے جنگ کی ایسی جنگ ہوئی کہ دونوں فریق تھک کر کھڑے ہو جاتے اور پھر سے جنگ کرنے لگتے۔ اسی طرح ہو رہا تھا کہ پیچھے سے دوسرے پانچ ہزار سوار بھی آ گئے۔ سیف خان اور اس کے سارے بھائی میدان میں کھیت ہوئے۔ اسی دوران شمال کی جانب سے اتنی آندھی طوفان آیا کہ دن کی روشنی تاریکی بن گئی۔ اسی دوران سیف خان کے غلامان موقع پا کر سیف خان کو اٹھا کر کدھر لے گئے۔ جو کوئی جا سکتا تھا وہ اٹھ کر جنگل میں چلا گیا۔ جنگل قریب تھا۔ جب ہمایوں بادشاہ پہنچا تو فرمایا کہ تم نے یہ کیا کیا ہے کہ شیر شاہ کو جانے دیا اور اس اکیلے کو نہ پکڑا۔ لوگوں نے کہا کہ "اے بادشاہ اس جگہ ایک افغان بچہ (5) نے عجب کام کیا ہے"۔ جب ہمایوں بادشاہ نے جھک کر ہر شخص اور ہر گھوڑے پر نظر کی تو اسے زخمی پایا۔ (7)

قلعہ گڑھی پر قبضہ

پھر ہمایوں بادشاہ اس جگہ سے کہل گانو پہنچا۔ آخر کار جب شیر شاہ گور پہنچا گیا تو اپنے ۔۔ کے جلال خان کو اور جلال خان جلو اور آز ہمایوں اور عیسیٰ خان نیازی کو بارہ ہزار سوار اور پانچ سو ہاتھی ۔ ے کر روانہ کیا کہ تم جا کر قلعہ گڑھی پر قبضہ کرو۔ تا کہ میں گنگ کو عبور کر لوں اور دریا کے اس پار ہو کر بشیر پورا طائی (8) پہنچ جاؤں لہذا انہوں نے آ کر گڑھی پر قبضہ کر لیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 68:

جلال خان کا ہمایوں بادشاہ کی فوج سے گڑھی کے دروازے پر جنگ کرنا اور جلال خان کی فتح ہونا

جنگ گڑھی:

جہانگیر قلی خان اور علی خان (1) نامی دونوں بھائی جو ہمایوں بادشاہ کے پیشرو تھے اور بڑے امراء میں سے تھے اور وہ دونوں بھائیوں نے چالیس ہزار سواروں کے ساتھ ہمایوں بادشاہ کا پیش خانہ چودہ گدھوں پر اٹھائے پہاڑی پر گڑھی کے نزدیک آ کر خیمے لگائے۔ جب صبح ہوئی تو مغلوں نے آ کر گڑھی کے دروازے پر تیر چلانا شروع کیے۔ آخر جلال خان وجلال خان جلو اور آز ہمایوں اور عیسیٰ خان نے مجلس منعقد کی کہ شیر شاہ نے جنگ کرنے سے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ اگر جنگ کی تو تمہاری عورتوں کو سولی چڑھا دونگا اب کیا کرنا چاہیے۔ جلال خان جلو نے کہا کہ (اوج گاہ) پر حملہ ہوا ہے ابھی تو امراء آئے ہیں۔ اگر جنگ نہ کرینگے تو اس وقت کہ جب بادشاہ خود آ جائے گا۔ اور سارے پہاڑ اور صحرا سواروں سے بھر جائیں گے تو کیا۔ اس وقت ہم جنگ کرینگے؟ پھر ہتھیار پہن کر تیار ہو کے گھڑھی کا دروازہ کھول کر باہر چلے گئے۔ ایک جانب پہاڑ اور ایک جانب گنگ تھی اور گنگ کے کنارے پر جنگل بہت گھنا تھا اور راستہ بہت تنگ تھا۔ اس راہ میں جنگ ہوگئی۔

افغانوں کی بہادری:

اتنی جنگ ہوئی کہ جو تلوار جلال خان کے ہاتھ میں تھی بہت زیادہ چلانے کی وجہ سے ٹوٹ گئی۔ دوسری تلوار کھینچ لی۔ شمشیر پھر ٹوٹ گئی۔ اسی دوران ایک افغانی سے کہا کہ مجھے اپنی تلوار دے۔ اس افغان نے اپنے گھوڑے مہمیز لگا کر کہا کہ مارا۔ اے خان! اسے تیرے بدلے مارتا ہوں۔ جلال خان جلو جب ہر اس شخص کے پاس جا کر جو گھوڑے پر جا رہا ہوتا تھا تو اس شخص کو

گریبان سے پکڑ کر گھوڑے سے گرا دیتا اور افغانوں کو گواہ بنا تا کہ لوگوں گواہ رہنا کہ میں ہاتھ سے جنگ کررہا ہوں۔

افغانوں کی فتح:

آخر افغانوں کو فتح ہوئی اور سارے گھوڑے اور خیمے اور گدھے وغیرہ مال غنیمت میں آئے اور جہانگیر قلی خان وعلی خان دونوں جنگ سے شکست خوردہ بھاگ کر ہمایوں بادشاہ کے حضور کہل گانو پہنچ گئے (2)۔ افغانوں نے سارے خچر اور خیمے کشتی پر رکھ کر شیر شاہ کے پاس گور بھیج دیئے (3)۔ شیر شاہ نے کہا کہ سبحان اللہ تعالیٰ جس نے خزانے دیئے ہیں اور سامان اٹھانے کے لیے خچر بھی بھیج دیئے۔

شیر شاہ کا گور چھوڑنا:

شیر شاہ نے سارے خزانے گدھوں اور ہاتھیوں پر لاد کر عطائی کی جانب روانہ ہوا۔ اپنے میر بحران (4) کو کہا کہ کشتیاں چھوڑ کر ہمارے ساتھ ہو جائیں۔ میر بحران نے جواب دیا کہ ہم آپ کے نوکر نہیں ہیں۔ ہم کشتیاں پٹنے میں ڈبو دیں گے یا اپنے سر کٹوا دیں گے (5)۔ پھر میر بحران شیر شاہ کو کشتیوں میں بٹھا کر پٹنہ کر روانہ ہوا۔ راستے میں جنگیں کر کے حاجی پور پہنچے (6)۔ شیر شاہ عطائی پور سے بردوان (7) پہنچا اور بردوان سے پٹن دیری (8) پہنچا۔ جلال خان وجلال خان جلو اور آز ہمایوں اور عیسیٰ خان سے کہلا بھیجا کہ تم لوگ گڑھی چھوڑ کر ہمارے پاس آ جاؤ کیونکہ میں چند روز یہاں پر قیام کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ وہ گڑھی چھوڑ کر شیر شاہ کے پاس آ گئے۔

ہمایوں کا گور پر قبضہ:

جب ہمایوں بادشاہ کو خبر ملی کہ شیر شاہ گور کو چھوڑ کر چلا گیا تو ہمایوں بادشاہ گور چلا گیا۔ جب محلوں کے اندر گیا تو بہت خوش ہوا اور فرمایا (مصرع)۔

مصرع

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند (9)

اس وقت ایک مصاحب بیٹھا ہوا تھا اس نے یہ مصرع پڑھا:

چنان نماند و چنین نیز ہم نخواہد ماند (10)

جب چند روز رہ گئے تو ایک زمیندار کا دولہ (11) ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ بادشاہ نے دولہ محل کے اندر بھیج دیا اور خود بھی محل کے اندر چلا گیا۔ جب اس کو دیکھا تو بہت خوش ہوا ۔چنانچہ ایک ہفتہ تک باہر نہیں آیا۔ ایک ہفتے بعد جب باہر آیا تو اپنے امراء اور مصاحب کی جانب نظر کر کے یہ رباعی پڑھی:

رباعی

یاران دلم ربود زمن طرفہ آہکی — وآہک مگو باوج ملاحت چو ماہکی
مقصود عاشقت بہر صورتی کہ ہست — دلبر اگر سفید بود یا سیاہکی (12)

ہمایوں کی عیاشی:

سپاہیان جنہوں نے ولایت سے ہند تک (13) بہت سا ملک قبضے میں کیا تھا بولے کہ گور کی طرح کی ہم نے کوئی جگہ نہیں دیکھی ہے۔ اس زمانے میں شہر گور کی آبادکاری کی لمبائی بائیس کروہ تک پھیلی ہوئی تھی اور چوڑائی سات کروہ تھی۔ اور بزرگوں نے گور کا نام جنت آباد رکھا تھا اور وہاں اتنی مساجد تھیں کہ کوئی گن نہیں سکتا تھا اور شہر آباد تھا (14)۔ ہمایوں بادشاہ نے فرمایا کہ کوئی مجھے بری خبر نہ سنائے اور ان محلوں میں عیش و نشاط شروع کیا اور مونگیر میں خان خانان کو چھوڑ آیا تھا خان خانان پسر دولت خان لودھی بائی خیل کہ جس نے باپ کو قتل کر دیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 69:

خواص خان کا خان خانان لودھی کو مونگیر میں گرفتار کرنا

شیر شاہ گور سے پہاڑوں میں سے ہوتا ہوا شیر پور کے باہر پہنچ گیا اور پھر سہسرام آ گیا اور اس جگہ سے جو مال واشیاء ملی تھیں وہ قلعہ روہداس بھیج دیں۔ اسی دوران سنا کہ خان خانان پسر دولت خان لودی مونگیر میں ہے۔ لہذا خواص خان کو دوڑایا کہ تو کدھور جا کر راجہ کدھور کی گوشمال کر کے خان خانان پر ہاتھ ڈال اور اس کو پکڑنے میں کوئی غلطی نہیں کرنا۔ لہذا خواص خان نے راجہ کدھور پر چڑھائی کی اور راجہ کدھور بھاگ گیا۔ پھر لوٹ کر آیا اور خواص خان سے ملاقات کی۔ چند ہاتھی اسے پیش کش میں دیئے۔ خواص خان نے راجہ کدھور کو کدھور میں چھوڑا اور خود مونگیر کی جانب متوجہ ہوا۔ جب مونگیر کے قریب پہنچا تو رات کو میاں پنچور ترک (1) کو شمالی دروازے کی جانب دوڑایا اور خود جنوبی دروازے پر ہو گیا۔ جب خواص خان دروازے پر پہنچا تو دروازہ کھلا ہوا تھا کہ اچانک خواص خان قلعہ میں داخل ہو گیا اور خان خانان جو رات کے دو پہروں تک مجلس کرتا تھا اور رقاصاؤں کو رقص کروا کر سو گیا تھا اور بعض لوگ سوئے پڑے تھے اور بعض لوگ جاگ رہے تھے کہ خواص خان دو سپاہیوں کے ساتھ جن میں سے ایک سور تھا (2) اور دوسرا غالب خان بتنی تھا (3) انکے ساتھ خان خانان کے محل میں آ گیا۔ اسی دوران شور اٹھا۔ خان خانان نے سر اٹھا کر کہا کہ یہ کیا غلغلہ ہے۔ کنیزوں نے کہا کہ خواص خان آیا ہے۔ کہا کہ ہمارا ہاتھی دروازے پر لے جاؤ۔ اسی دوران خواص خان اس کے سر پر جا پہنچا اور اپنے سپاہیوں سے فرمایا کہ اس غدار کو پکڑ لو۔ پھر دونوں سپاہیوں نے اس کو پکڑ کر اس کے دونوں ہاتھ کو کمر پر لا کر باندھ دیا۔ اور جو کچھ خان خانان کی دولت تھی یعنی ہاتھی، گھوڑے، نقدی وہ سب خواص خان کے ہاتھ آئی۔ خان خانان کو اس کے اہل وعیال کے ساتھ لوگوں کے حوالے کر دیا کہ شیر شاہ کے حضور لے جائیں۔ اسی دوران وہ موقع پا کر بھاگ نکلا۔ لہذا اسے پھر پکڑ لائے۔ شیر شاہ نے فرمایا کہ اس موذی کا سر کاٹ دو۔ لہذا اس کا سر کاٹ دیا۔ (4)

بیت

کسی کہ تخم بدی کاشت چشم نیکی داشت   دماغ بیہودہ پخت وخیال باطل داشت (5)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 70:

خواص خان کا ہمایوں بادشاہ کے خزانوں پر قبضہ کرنا اور شیر شاہ کے پاس بھیجنا

ہمایوں بادشاہ کو گور میں خبر ہوئی کہ چبوتروں میں بہت سا مال دفن ہے۔ جب چبوتروں کو کھودا گیا تو انکی تہہ سے بہت سے خزانے نکلے۔ آخر پانچ سو گدھوں پر خزانے لاد کر اور بہت سے لوگ ہمراہ کر کے کہا کہ چوپارن (1) کی جانب سے روانہ ہو کر یہ خزنے آگرے لے جائیں۔ مونگیر میں یہ خبر خواص خان کو مل گئی کہ چوپارن کی جانب سے بہت خزانے آگرہ لے جائے جارہے ہیں۔ لہذا خواص خان مونگیر کے نیچے سے گنگ کو عبور کر کے ان فوجوں کے پیچھے دوڑا جو خزانے آگرہ لے جارہی تھیں۔ جب چوپارن پہنچے تو ان افواج کے ساتھ ذرا سی جنگ ہوئی اور وہ تمام خزانے جن میں اشرفی اور سونے کے علاوہ اور کچھ نہ تھا وہ خواص خان کے ہاتھ آئے۔ لہذا وہ خزانے قبضے میں لیکر شیر شاہ کے پاس سہسرام بھیج دیئے۔(2)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 71:

شیر شاہ کا محمد زمان کو قتل کرنا اور تمام ملک جونپور کا ہاتھ میں آجانا

ہمایوں بادشاہ جونپور میں عیش و عشرت کر رہا تھا کہ شیر شاہ نے سہرام سے جونپور کی جانب محمد زمان پر چڑھائی کی۔ جب بنارس سے آگے گیا تو محمد زمان بھی جونپور سے شیر شاہ کی جانب جنگ کی تیاری کر کے آگیا۔ اور کہا کہ ایک بار میں نے اس شیر شاہ کو چوٹ لگائی ہے اس بار میں پھر چوٹ لگاؤ نگا۔ جب نزدیک ہوا تو محمد زمان اپنے چند سواروں کے ساتھ (قرولی) (1) کے لیے آگے آیا۔ دیکھا کہ پیادے شیر شاہ کے لشکر کے پاس سے جا رہے ہیں ان پیادوں پر اپنا گھوڑا دوڑایا اور پیادوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اسی دوران قضائے الٰہی سے اس کا گھوڑا گر گیا اور وہ خود بھی زمین پر آن گرا۔ جب ان پیادوں نے جو اس کے قریب تھے دیکھا کہ محمد زمان گھوڑے سے گر گیا ہے۔ تو ان پیادوں نے محمد زمان کو گھیر کر باندھ لیا اور شیر شاہ کے حضور لے آئے۔ جب شیر شاہ نے اسے دیکھا تو کہا کہ اس کا سر کاٹ دو (2)۔ جب محمد زمان کا سر کاٹ دیا تو اس کا سارا لشکر جنگ سے منہ موڑ کر بھاگ نکلا۔

ہندال کا تعاقب:

پھر شیر شاہ جونپور گیا اس جگہ سنا کہ مرزا ہندال بہرائچ میں شکار کر رہا ہے۔ شیر شاہ نے میاں راؤ حسین کو مرزا کی جانب دوڑایا کہ اسے بھاگنے نہیں دو اور گرفتار کر لو۔ جب مرزا ہندال کو خبر ہوئی کہ شیر شاہ پھر چڑھائی کر رہا ہے اور اس کی افواج قریب پہنچ گئیں ہیں تو مرزا آگرہ کی جانب چلا گیا اور جب میاں راؤ حسین بہرائچ پہنچا تو مرزا کو نہیں پایا۔

میاں راؤ حسین کے پیچھے شیر شاہ بھی آتا تھا جب اس نے دیکھا کہ مرزا ہاتھ نہیں آیا تو میاں راؤ حسین کو گالیاں دینے لگا (3) تو نے اس کو پکڑنے میں سستی کی ہے۔

شیر شاہ کا قبضہ: 16

پھر شیر شاہ لکھنو ہوتا ہوا بانگر مو جا بیٹھا اور فوجیں قنوج اور شمس آباد کی جانب بھیج دیں اور خود بانگر مئو میں بیٹھ کر ملک کا انتظام کرنے لگا۔ اسی دوران گڑھی سے لیکر آگرہ تک کوئی شخص نہ تھا۔ سارا ملک شیر شاہ کے قبضے میں آ گیا۔ ہمایوں بادشاہ نے منع کر دیا تھا کہ مجھے بری خبر نہیں سنانا آخر مغلوں کو ضرورت ہوئی (یعنی مجبور ہو گئے) اسی وجہ سے ہمایوں بادشاہ کو خبر دی کہ شیر شاہ تمام ملک اپنے قبضے میں لے آیا ہے۔(4)

قدیم مسجد (جونپور۔انڈیا)

حکایت نمبر 72:

ہمایوں بادشاہ کو خبر ہونا کہ شیر شاہ نے پورے ملک پر قبضہ کرلیا ہے اور جہانگیر قلی خان کو گور میں چھوڑ کر آگرہ کی جانب شیر شاہ کے خلاف آنا اور شیر شاہ کا فاتح ہونا

سلطان محمود بنگالی کے گھرانے کا قتل:

جس وقت ہمایوں بادشاہ گور میں تھے اس وقت سلطان محمود کو فرمایا کہ آپ نے جو اپنے آدمی ادھر ادھر پراگندہ کر دیئے ہیں ان سب لوگوں کو جمع کر کے آپ اس جگہ رکیئے اور میں جاؤں گا۔لہذا سلطان محمود نے ایسا ہی کیا۔سب لوگوں کو بلا کر گور میں جمع کرلیا کہ ایک روز سلطان محمود ہمایوں بادشاہ کی مجلس سے کھانا کھا کر اپنے گھر آ گیا۔جب اپنے گھر آیا تو اسی روز مر گیا۔آخر کار جب مغلوں نے ہمایوں بادشاہ کو شیر شاہ کی خبر پہنچائی تو بادشاہ نے جہانگیر قلی خان کو بہت سے آدمی دے کر گور میں چھوڑا۔جہانگیر قلی خان نے عرض کیا کہ میں سلطان محمود کے رشتہ داروں اور اسکے بھائی حاتم خان وغیرہ جیسے لوگوں سے مطمئن نہیں ہوں۔بادشاہ نے فرمایا کہ ان سب لوگوں کو دور کر دو لہذا حاتم خان کو اور سلطان محمود کے گھر والوں کو قتل کر دیا(1) اور جہانگیر قلی کو بہت سے مراتب دیئے۔نیز مشعلیں بھی دن میں روشن کر کے دیدیں یعنی یہ سب بڑا مرتبہ ہے(اور اس سے کہا کہ)اگر تجھے مصلحت نظر آئے تو اپنے نام کا خطبہ بھی پڑھ لینا۔پھر جہانگیر قلی خان کو گور میں چھوڑ کر آگرہ کی جانب روانہ ہوا۔(2)

شیر شاہ ہمایوں کے مقابل

جب شیر شاہ کو خبر ملی کہ ہمایوں بادشاہ نے دریائے سہیا(3) کے کنارے ڈیرہ لگایا ہے تو شیر شاہ بھی بانگر مئو سے روانہ ہوا اور سہسرام سے آکر ہمایوں بادشاہ کے مقابلے پر ڈیرہ لگایا۔اور شیر

شاہ کا پیشرو (یعنی ہراول) برمدید کور تھا۔اس نے ہمایوں بادشاہ کے قریب تر شیر شاہ کا ڈیرہ تیار کیا۔ جب شیر شاہ نے آکر دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا کیا ہے۔لہذا جلدی سے مٹی کا قلعہ تیار کرنا شروع کر دیا اور ایک چھوٹی نہر انکے درمیان میں تھی۔اس نے کہا کہ کوئی ہے جو اس نہر پر حفاظت کرے تاکہ میں قلعہ کو درست کرلوں۔میاں بیرک بتنی (4) نے کہا کہ میں اس نہر پر حفاظت کرونگا۔لہذا اس نے تیراندازوں اور گولی بازوں کے ساتھ اس نہر پر قبضہ رکھا اور ہمایوں بادشاہ سو رہا تھا۔جب دن کا ایک پہر گزر گیا تو وہ جاگ گیا اور فرمایا کہ یہ کیا شور شرابہ ہے۔لوگوں نے کہا کہ شیر شاہ آ گیا۔ فرمایا کہاں ہے۔کہنے لگے کہ یہیں نزدیک تر خیمہ لگالیا ہے اس پر ہمایوں بادشاہ خود گھوڑے پر سوار ہوا اور جو فوجیں اس کے پاس تھیں وہ نہر کے کنارے پر پہنچ گئیں۔میاں بیرک جو نہر پر قبضہ کئے کھڑا تھا اس نے اچانک اتنی تیز تیراندازی اور گولہ باری کی کہ گویا بارش ہو رہی ہے۔ چنانچہ ہمایوں بادشاہ کی افواج کنارے پر کھڑی نہ رہ سکیں اور پسپا ہوگئیں۔پھر دوبارہ طاقت حاصل کر کے حملہ کیا مگر دوبارہ ٹھہر نہ سکیں۔اسی طرح چند بار حملہ کیا لیکن میاں بیرک پر ہاتھ نہ پڑا۔اسی دوران شیر شاہ نے میاں بیرک کو کہلا بھیجا کہ قلعہ تیار ہو گیا ہے۔آپ اس جگہ آجائیے۔پس میاں بیرک لوٹ کر اپنے قلعے میں آ گیا اور ہمایوں بادشاہ کی افواج لوٹ کر اپنے خیمے میں چلی گئیں اور ہمایوں بادشاہ کے لشکر اور شیر شاہ کے درمیان تین نہریں تھیں اور بارش کے وقت اکثر جگہ ڈوب جاتی تھی اور جگہ جگہ کیچڑ ہو جاتی اور ایک چھوٹی نہر جسے کانکی کہتے تھے وہ گنگ سے نکلی تھی ہمایوں بادشاہ کا ڈیرہ اس نہر پر تھا۔وہ نہر گہری تھی۔آخر کار شیر شاہ اور ہمایوں بادشاہ کے درمیان تیر و تلوار کی جنگ ہوتی رہتی۔

فتح خان نیازی کا قصہ:

قصہ یہ کہ میاں فتح خان اور عیسیٰ خان جو دونوں شیر خان نیازی کے بیٹے تھے اور آز ہمایوں نیازی کے پانچ بھائی جو میاں میرداد کے بیٹے تھے اور میاں فتح خان و عیسیٰ خان دو برادر جو شیر شاہ کے دربار میں جگہ پا گئے تھے۔اتنی ہی مقدار کی جگہ آز ہمایوں نیازی نے اپنے پانچ بھائیوں کے ساتھ پائی (5)۔ایک روز شیر شاہ چند افغانوں کے ساتھ اپنے لشکر کے ارد گرد گھوم رہا تھا کہ ہمایوں بادشاہ کے چند سپاہیوں نے تیراندازی شروع کر دی اور جو پیادے شیر شاہ کے لشکر سے باہر تھے ان کو تیروں سے مارنا شروع کر دیا۔اسی دوران شیر شاہ کے اوپر ایک طاقتور فوج چڑھ

آئی چنانچہ شیر شاہ نے لوگوں کو اپنے لشکر میں دوڑایا کہ تم کیا سو رہے ہو۔ یہاں جنگ ہو رہی ہے۔ یہ آدمی جو خبر دینے گیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ میاں فتح خان آ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ تم کیا آہستہ جا رہے ہو یہاں شیر شاہ پر مصیبت آن پڑی ہے۔ اسی دوران عیسیٰ خان نے تمسخر سے کہا کہ یہ آدمی کہاں جا رہا ہے۔ جب اس بوتیار بہری (6) کو دیکھا کہ آواز لگاتا ہوا جا رہا ہے۔ آخر جب فتح خان شیر شاہ کے پاس پہنچا تو بولا کہ یہ کیا شور شرابہ ہے۔ جس پر شیر شاہ نے اسے بیٹی کی گالی دے کر (7) کہا کہ ہم تو حیرت زدہ کھڑے ہیں کہ تم اپنے گھروں میں تھے۔ فتح خان نے کہا کہ یہی بیٹی کی گالی اس پر ہے جو تجھے دوبارہ شکل دکھائے۔ یہ کہا اور اپنے گھوڑے کو چابک مار کر ہمایوں بادشاہ کے لشکر میں پہنچ گیا اور وہاں (لڑتا ہوا) مارا گیا۔ آخر ہر طرف سے لشکری آ کر شیر شاہ کے ساتھ ہو گئے۔ شیر شاہ طاقتور ہو کر کھڑا ہو گیا۔ عیسیٰ خان نے قسم کھائی کہ جب تک فتح خان کا توتہ (8) (لاش) نہیں لاؤں گا یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ اسی دوران آز ہمایوں آ گیا۔ آز ہمایوں اور فتح خان یک جدی تھے (9)۔ لہذا سارے نیازی جمع ہو کر اس جگہ کو روانہ ہوئے جہاں پر فتح خان گرا پڑا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ گرا ہوا ہے لیکن چونکہ اس کا سر کاٹا ہوا تھا لہذا شناخت نہیں کر سکتے تھے۔ میاں آز ہمایوں نے کہا کہ میں اور فتح خان بچپن میں کشتی کرتے تھے ان دنوں میں میں نے فتح خان کی ران میں ایک زخم دیکھا تھا اگر ازار کو پھاڑ دیا جائے اور اس زخم کو دیکھ لیں تو شناخت کر کے اس جگہ سے لے آئیں گے۔

شیر شاہ کی نصیحت:

شیر شاہ نے کہلا بھیجا کہ بالکل ماتم نہیں کرو ورنہ دشمن کے لشکر میں مشہور ہو جائے گا کہ ان کا بڑا آدمی مار دیا ہے۔

میاں ابو کی بہادری:

اسی دوران ہمایوں بادشاہ کی فوجیں آ کر کھڑی ہو گئیں اور شیر شاہ بھی کھڑا تھا کہ میاں ابو سیدانی (10) نے فرمایا کہ آپ جلال خان کے ساتھ کھڑے ہو جائیں۔ اسی دوران ہمایوں بادشاہ کے سپاہی آگے بڑھ کر تیر اندازی کرتے اور واپس لوٹ جاتے اور میاں ابو بھی تیر اندازی کرتا۔ جلال خان نے فرمایا کہ میاں ابو ایسا کیوں ہے کہ آپ بھی تیر اندازی کرتے ہیں اور واپس

آ جاتے ہیں۔ میاں ابو نے کہا کہ مجھ سے یہ بات کسی نے نہیں پوچھی مگر تیرے جیسے (ماخولیہ) نے (11)۔لہذا اپنے گھوڑے کو چابک مار کر ہمایوں بادشاہ کی افواج کے درمیان کود پڑا۔وہاں گھوڑا مارا گیا اور خود شدید زخمی ہو گیا اور کہتے ہیں کہ ہمایوں بادشاہ کے دربار پر جا کر گر گیا تھا کہ اسے زندہ بادشاہ کے حضور لے گئے۔بادشاہ نے فرمایا کہ تو شیر خان کا بیراگی (12) ہے۔ میاں ابو نے کہا کہ نہیں میں تو غریب سپاہی ہوں جہاں بیراگی لوگ پہنچ جاتے ہیں وہاں ہم جیسے لوگ کیسے پہنچ سکتے ہیں۔جب شیر شاہ نے جلالا خان کو دیکھا تو گالی دے کر بولا کہ تو نے ابو کو مروا دیا ہے۔(13)

میاں شہاب الدین کا ذکر:

قصہ یہ کہ میاں شیخ شہاب الدین زاہدی کی نسبت (14) دریا خان نوحانی کے گھر میں تھی۔اس وجہ سے نوحانی شیخ کے ساتھ ہو کر ایک کثیر مجمع اکٹھا کر کے ہمایوں بادشاہ سے مل گئے۔ جب بادشاہ نے شیخ کو اپنے سامنے بلایا تو شیخ بادشاہ کے پاس چلے گئے۔جب بادشاہ کی نظر پڑی کہ شیخ آرہے ہیں تو تخت پر کھڑا ہو گیا۔میاں شیخ شہاب الدین اس طرح آہستہ آہستہ آرہے تھے کہ پیر سے پیر جدا نہ ہوتا تھا۔اسی طرح چلتے ہوئے ہمایوں بادشاہ کے تخت سے جا ملے اور تخت پر بیٹھ گئے۔جب بادشاہ نے انکو رخصت کیا تو بڑے امراء نے ایک دوسرے سے یہ کہنا شروع کیا کہ آج مجلس بہت خراب ہو گئی۔بادشاہ نے فرمایا کہ جو شخص ان چار خصلتوں میں سے ایک بھی رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ بادشاہ کے زانو سے اپنا زانو ملا کر بیٹھے۔اور اس شیخ میں یہ چاروں خصلتیں ہیں ایک یہ کہ میر زادہ ہے۔دوسرے یہ کہ بہت خوبصورت ہے۔تیسرے یہ کہ دانشمند ہے۔چوتھے یہ کہ سخی ہے۔اور یوں وہ بادشاہ کے پاس آبیٹھے ہیں۔

شیر شاہ کی محنت کا اعتراف:

آخر چار ماہ تک ہمایوں بادشاہ شیر شاہ کے ساتھ الجھا رہا تھا اور بہت جنگیں کیں۔ ایک روز ہمایوں بادشاہ نے ایک عقلمند وکیل شیر شاہ کے پاس روانہ کیا۔جب وہ شیر شاہ کے پاس آیا تو اس نے دیکھا کہ شیر شاہ قلعہ گلی کی خندق میں کھڑا ہے اور وہیں کھڑا ہوا کھانا کھا رہا ہے اور جو کچھ بادشاہ نے فرمایا تھا اس کی ایک ایک بات کہی اور جواب مل گیا۔پھر وہ (وکیل) ہمایوں بادشاہ

کے پاس واپس گیا اور ہمایوں بادشاہ نے پوچھا کہ شیر شاہ کو کس طرح سے پایا۔ وکیل نے جو کچھ دیکھا تھا وہ کہہ دیا اور یہ بھی عرض کیا کہ بادشاہ! وہ آدمی بہت محنت کر رہا ہے اور جو شخص محنت کرتا ہے اس کا کام مکمل ہو جاتا ہے (15)۔ اسی دوران ایک دن شیر شاہ قلعہ کے نیچے تھا کہ خواص خان قلعہ سے نیچے آ کر کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے اسے گالیاں دے کر (16) کہا اے (گیدی) (17) تو قلعے کے نیچے آ کر مجلس لگا کر کھانا کھا رہا ہے۔ مجھے سات روز ہو گئے ہیں گھوڑے کو کھڑا کر کے بھی لقمہ منہ میں نہیں ڈالا ہے۔ اس پر خواص خان نے برتن کو الٹ کر زمین پر مار دیا اور اسی طرح گالیاں دیتا ہوا چلا گیا (18) پھر دوبارہ ایک دن علی الصباح قلعہ کے نیچے تھا کہ دیکھا کہ ایک سپاہی نیزہ راستے میں مارتا ہوا جاتا ہے اور اسی طریقے سے کھڑا ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ کسی آدمی کی کون (19) میں نیزہ مارتا جا رہا ہے اور اسے خبر بھی نہیں ہو رہی۔

جنگ کا فیصلہ:

وہ قلعہ اسلام شاہ (20) کا تھا۔ اسلام شاہ نے چاہا کہ باہر جا کر جنگ کروں مگر شیر شاہ کے حکم کے بغیر کوئی باہر نہیں جا سکتا تھا۔ شیر شاہ نے اپنے امراء مثلاً اختیار خان بتنی و میاں معروف فرملی اور آز ہمایوں نیازی کے ساتھ مشاورت کی کہ اس مرتبہ جنگ کرنی چاہیے کہ نہیں۔ امراء نے کہا کہ جنگ کرنی چاہیے اور شیر شاہ نے جواب میں کہا کہ اس مرتبہ جنگ نہیں کرنی چاہیے کیونکہ مغل عقلمند ہیں اور ایک دوسرے سے مخلص ہیں اور ان میں اتحاد ہے۔ اس بار جنگ مناسب نہیں ہے۔ امراء نے جواب میں شیر شاہ سے کہا کہ ابھی امراء خود کو الگ الگ مقامات پر جدا کر کے جا رہے ہیں اور انکی جمعیت پراگندہ ہوگئی ہے۔ اگر اس بار ہم جنگ نہیں کرینگے تو کیا پھر جب اکٹھے ہو کر آرام سے آئیں گے تو اس وقت ہم جنگ کرینگے۔ غرض کہ رات سے صبح تک یہی باتیں کرتے رہے (21) کہ صبح کے وقت ایک ڈور (22) نے شیر شاہ کے خیموں کے پیچھے سے افغانی زبان (23) میں ایک شعر کہا کہ ''اے شیر شاہ! جب تک تو میدان میں لوگوں کے درمیان پہاڑ کی طرح کھڑا نہ ہوگا تب تک افغانوں کی بات اونچی نہ ہوگی'' (24)۔ اس پر شیر شاہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا کہ فاتحہ پڑھو کیونکہ اسی ڈور میں مجھے جنگ کے لیے تیار کر دیا ہے۔ پھر خبر ملی کہ اسی دوران ہمایوں بادشاہ کی نہر پایاب ہوگئی ہے۔ لوگوں نے کہا بشگال (25) چلی گئی اور وہ نہر پایاب ہوگئی۔ لہذا

قرار دیا کہ میں بیس ہزار سواروں اور تمام ہاتھیوں کے ساتھ مغرب سے ہو کر ہمایوں بادشاہ پر آ ونگا۔ جلال خان جلو سے کہا کہ تو تمام لشکر لیکر ہمایوں بادشاہ کے سامنے ہوتا کہ میں مغرب کی جانب سے ہو کر ہمایوں بادشاہ کے ڈیرے میں چلا جاؤں۔

شیر شاہ کا حملہ:

جب آدھی رات گذر گئی تو شیر شاہ اس جگہ سے تیاری کر کے بیس ہزار سوار اور تمام ہاتھی لیکر مغرب کی جانب روانہ ہو گیا اور جلال خان جلو پچاس ہزار سواروں کے ساتھ ہمایوں بادشاہ کے لشکر میں پہنچا۔ پھر ایسے ہی جنگ ہوئی چونکہ جنگ کرنے والے سحر کے وقت ہمایوں بادشاہ کے لشکر میں پہنچ گئے تو اس کے ساتھ سات سو سوار رہ گئے تھے۔ بہت سے امراء مارے گئے اور جو لوگ باقی بچے وہ زخمی ہو گئے۔ جب جلال خان جلو ہمایوں باد اہ کے ڈیرے پر کھڑا تھا تو مغل سواران عراقی میں سے ہزار سوار اسلحہ پہنے اور نیزے ہاتھ میں لئے ہمایوں بادشاہ کے ڈیرے کے عقب میں جلال خان جلو کے مقابلے پر آ گئے۔ جلال خان جلو نے کہا کہ چاہیے کہ ان کو بکھیر دوں۔ لوگوں نے کچھ جواب نہ دیا کیونکہ ساری رات میں وہ خود اور انکے گھوڑے بھی زخمی ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے طاقت نہ تھی۔ جلال خان نے اپنا گھوڑا مغلوں کی طرف تیزی سے دوڑایا۔ جب ساتھیوں نے دیکھا کہ وہ جا رہا ہے تو سب لوگ گھوڑے دوڑا کر جلال خان جلو سے مل گئے۔ جب مغلوں نے دیکھا کہ وہ ہمارے اوپر آ رہے ہیں تو تمام مغلوں نے تلواروں کے خوف سے دریائے گانگی (26) میں چھلانگیں لگا دیں۔ اور اس نہر میں ڈوب گئے کیوں کہ تمام لوگ سلاح پہنے ہوئے تھے۔ لہذا وہ تیر نہ سکتے تھے اور گھوڑے تیر کر کنارے پر آ گئے۔

میاں بایو میکلی کا قصہ:

قصہ یہ کہ میاں بایو میکلی (27) کو دولت مل گئی۔ اس بات کی حقیقت یوں ہے کہ میاں بایو ایک افغان منصب دار کا نوکر تھا اور وہ منصب دار جلال خان جلو سے متعلق تھا۔ جب جلال خان جلو نے ہمایوں بادشاہ پر حملہ کیا تو اس وقت وہ منصب دار مارا گیا اور اس کے مراتب جلال خان جلو

کے سامنے لائے گئے۔قصہ یہ کے اس جنگ میں ایک عراقی گھوڑا جو (کمیت) رنگ کا تھا میاں بایو کے ہاتھ لگا اور اسی دوران ایک اور افغان نے شراکت داری کا دعوٰے کر دیا کہ میں بھی اس گھوڑے میں شراکت دار ہوں۔آخر یہ جھگڑا جلال خان جلو کے سامنے پیش ہوا۔جب خان مذکور نے میاں بایو سے پوچھا کہ تجھے یہ گھوڑا کہاں سے ملا تو میاں بایو نے کہا کہ میں نے یہ گھوڑا اس جگہ پایا کہ جب صاحب فتح کر کے ہمایوں بادشاہ کے ڈیرے کے پاس کھڑے تھے کہ بادشاہ کے ڈیرے کے پیچھے سے ہزار سوار مغل آ گئے۔صاحب نے حکم دیا کہ آؤ ساتھیوں ہم انکے مقابلے کو جائیں مگر کسی نے جواب نہ دیا۔چند مرتبہ حکم دیا جب کسی نے جواب نہ دیا تو خود گھوڑا دوڑایا۔جب مغلوں کی جانب دوڑے تو وہ اچانک بھاگ نکلے راستہ تنگ تھا۔سب لوگ نہر میں گر کر ڈوب گئے اس وقت یہ عراقی گھوڑا مجھے ملا۔جلال خان جلو نے فرمایا کہ اے افغان تو نے ایک ایسی جگہ پر حاضری بیان کی ہے کہ اگر تو نے یہ پایا ہے یا نہیں پایا ہے تو بھی میں تجھے بخشتا ہوں۔

ہمایوں کا فرار اور سقہ:

آخر جب جلال خان جلو ہمایوں بادشاہ کے ڈیرے پر واپس آیا اور کھڑا تھا تو ہمایوں بادشاہ ایک دوسری راہ سے گانگی کے کنارے چلا گیا۔اسی دوران ایک سقا تھا (28)۔اس نے مشک میں ہوا بھر کر دے دیا۔ہمایوں بادشاہ اسی پر تیر کر دریا کے اس پار ہو گیا اور اس جگہ گنگن کا کنارہ اونچا تھا اوپر نہ جا سکتا تھا اور انکا خان (29) پہلے اس کنارے پر جا کر بیٹھ گیا اور پھر اپنے کپڑے لٹکائے تو بادشاہ ان کپڑوں کو پکڑ کر کنارے کے اوپر چلا گیا۔اس جگہ گھوڑا پہنچ گیا۔اس پر سوار ہو کر آگرہ روانہ ہو گیا۔

شیر شاہ کا مغلیہ حرم کا احترام کرنا

اور جلال خان جلو اسی طرح سے ڈیرے پر کھڑا تھا کہ شیر شاہ کا لشکر نظر آیا۔لوگوں نے کہا کہ شیر شاہ بھی آ گیا ہے۔جب شیر شاہ آیا تو خواجہ سراؤں کو محل کے اندر بھیجا کہ مغلوں کے تمام اہل خانہ کو اکھٹا کر دو۔خواجہ سرا اندر جا کر بیگم بادشاہ کو اور تمام مغلوں کو باہر لے آئے۔پھر شیر شاہ

نے بڑی بیگم کو بہت نشان کئے اور کہا کہ تو میری دینی بہن ہے۔ پھر عماری پر بٹھا کر اپنے ڈیرے کی جانب روانہ کر دیا اور سلطان محمود کی عورتوں اور بیٹیوں کو اور اس کے گھر والوں کو بھی پایا۔ ان سب کو بھی عماری پر بٹھا کر ڈیرہ کی جانب روانہ کر دیا۔ آخر شیر شاہ نے ڈیرے پر آ کر تیاری کر کے سب عورتوں کو روہداس بھیج دیا۔ (30)

شیخ شہاب الدین کا قتل:

کہتے ہیں کہ اس جنگ میں میاں شیخ شہاب الدین بھی حاضر تھے جب ہمایوں بادشاہ شکست کھا کر آگرہ روانہ ہوا تو لوگوں نے شیخ سے کہا کہ آپ بھی چلے جائیں۔ آخر وہ نہیں گئے اور اسی جگہ مارے گئے۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 73:

میاں شیخ علی بتنی

شیخ علی بتنی کا شجرہ بیعت:

جب شیر شاہ نے نہر چوسہا کے درمیان فتح کی خبر پائی تو اس خبر کے سنانے والے (2) فقیر شیخ علی حزیانی (1) نے عرض کیا کہ دنیا کا کام مجھ پر سرد ہو گیا ہے کہ میں یاد حق میں مشغول ہو جاؤں۔ یہ بات کہہ کر اور تلوار کمر سے کھول کر بادشاہ کے سامنے رکھ دی اور مصحف عزیز کو ہاتھ میں لیکر رخصت ہو گئے۔ اور وہ بندگی میاں شیخ معروف (3) کے مرید تھے۔ اور میاں شیخ معروف میاں شیخ الہداد (4) کے اور میاں شیخ الہداد راجی حامد شر مانک پوری (5) کے مرید تھے۔ انکو حضرت میر سید علی قیام (6) سے تلقین (یعنی اجازت) تھی۔ اور جب وہ حضرت میر سید علی قیام کے پاس جاتے تھے تو حضرت میر مودی فرماتے کہ آؤ میرے بھائی۔

شیخ علی کے حالات:

اور شیخ علی تقویٰ اور پرہیز گاری میں ایسے تھے کہ اس زمانے کے لوگ ان کو شیخ علی متقی کہتے تھے اور علم فقہ و تفسیر اور احادیث میں کمال رکھتے تھے کہ جونپور کے لوگ کہا کرتے تھے کہ علم قرات میں شیخ علی کے جیسا کوئی نہیں ہے۔ اور انکی عمر ایک سو بیس سال سے زیادہ ہو گئی۔ اتنا ہوش نہ رہا تھا کہ کسی کے بیٹوں کو پہچان سکتے اور دنیا کا شعور بالکل نہ تھا مگر نماز کا ہوش تھا اور وضو کرنے میں بہت مستعد تھے اور وہ دو باتیں کرتے تھے کہ مجھے کعبہ لے جاؤ یا مسجد۔ کو میرے بھائی شیخ خلیل کے پاس لے جاؤ۔ جب وضو کراتے تو دو یا تین آدمی بغلیں پکڑ کر مسجد کی جانب لیجاتے اور خود قدم اٹھا اور رکھ نہ سکتے تھے اور جب مسجد کے اندر آتے تھے تو کہتے تھے کہ مسجد میں آئے ہیں۔ نماز پڑھ لیں۔ پھر کھڑے ہو کر تمام نماز پورے احکام وارکان کے ساتھ پڑھتے اور نماز پڑھنے میں ہی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اور شیخ علی کے تین بیٹے تھے۔ بڑے شیخ محمود اسکے بعد محمد اور اس کے بعد شیخ اسمعیل۔

شیخ محمود کے حالات:

اور شیخ محمود نے اس وقت سے دنیا کو ترک کر دیا تھا اور دربار پر کسی دنیاداری کے لیے نہیں گئے اور درہم (7) و دنیا انکی نظر میں سفال (8) سے بھی کم تھے۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو بیٹھنے کی طاقت نہ تھی تو لیٹ کر نماز پڑھتے تھے اور اپنے سینے پر (کلوخی)(9) رکھ لیتی تھی۔ اور تیمم کر کے نماز کا وقت گزارا۔ یہاں تک کہ وفات پا گئے۔ پھر وفات کے بعد شیخ کے سینے سے مٹی کا ڈھیلا جدا کر دیا گیا اور غسل کے وقت لوگوں نے دیکھا کہ عادت کے مطابق تسبیح انکی انگلیوں میں پھنسی ہوئی ہے۔ لہذا انگلیوں کو سیدھا کر کے تسبیح کو بھی الگ کر دیا گیا اور مقام شمس آباد (10) میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

شیخ محمد کے حالات:

اور دوسرے بھائی جو شیخ محمد تھے وہ سپاہگری کرتے تھے اور اگر کسی مہم پر جاتے تھے تو (آدوقہ)(10-A) جو کسی وجہ سے حلال تھا ہمراہ رکھتے تھے اور وہی حلال کھاتے تھے اور اپنی زندگی بھر کسی مشتبہ شے کی جانب ہاتھ نہیں بڑھایا اور اگر انکی مجلس میں کوئی آ گیا تو آپ خود اس کو نصیحت نہ کرتے تھے بلکہ انکی تاثیر صحبت اور صلاح سے وہ خود برائی چھوڑ دیتا تھا۔ اور خدا کے حکم کے مطابق نماز اور روزے پورے کرتے اور شیخ محمد مذکور ہمیشہ تہجد کے وقت اٹھتے تھے۔ اور جب تک کہ زندہ تھے اپنے ہاتھ سے وضو کرتے تھے اور کسی کی مدد نہ لیتے تھے۔ ایک رات اپنی مستقل عادت کے مطابق تہجد کی نماز کے لیے اٹھے اور اس کے بعد سر سے پیر تک چادر اوڑھ کر سو گئے۔ جب فجر کا وقت ہوا۔ لوگوں نے خلاف عادت سوتے دیکھا کہنے لگے کہ فجر کا وقت ہے اور شیخ بیدار نہ ہوئے ہیں۔ جب اٹھانا چاہا تو دیکھا کہ وہ جوارِ حق سے ملے ہوئے ہیں۔

شیخ اسمعیل مصنف افسانہ شاہان کا والد:

اور ان کا تیسرا بھائی اس فقیر مصنف افسانہ شاہان کا ولی نعمت تھا۔ ان کا نام شیخ اسمعیل تھا انکو نماز سے بہت عشق تھا۔ لہذا اگر نماز میں ہوتے تھے اور بارش یا طوفان آ جاتا تو جلدی نہ کرتے تھے۔ اور آہستگی کے ساتھ نماز کے احکام وارکان پورے کرتے تھے اور روزانہ ہزار بار سید عالم ﷺ پر درود پاک بھیجتے تھے اور اکثر اوقات وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ انکے دو بیٹے تھے

۔ایک یہ بندہ دوسرے شیخ عبدالکریم اور بھائی عبدالکریم رحلت کے وقت ولی نعمت کے سر کے قریب بیٹھے تھے کہ شیخ نے نماز عشاء شروع کی ۔جب نماز وتر تک پہنچے تو موت کی فراموشی ظاہر ہوگئی۔پھر تمام وتر پڑھے اور پھر نئے سرے سے شروع کر دیئے۔شیخ عبدالکریم نے تاکیداً کہا کہ وتر پڑھ لئے ہیں۔حق سبحانہ تعالیٰ قبول کرے اور اسی طرح سے نماز پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ وتر میں نے نہیں پڑھے ہیں۔اور انکی پرانی عادت یہ تھی کہ دس بار درود پڑھتے اور انگلیوں پر شمار کر کے چہرے پر مل لیتے تھے۔پھر اپنی اسی عادت کے مطابق درود پڑھ کر ہاتھ اپنے چہرے پر مل لیا اور ایک ٹھنڈا سانس لیا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

شیخ عبدالکریم کے حالات

جب میرے والد فوت ہوگئے تو برادر شیخ عبدالکریم کو کعبہ کا اشتیاق اتنا پیدا ہوا کہ ہر وقت روتے تھے۔مگر کوئی کہتا کہ کعبہ کی طرف مت جایئے۔یہیں رہیے کہ آپ سے بہت سے لوگ مستفید ہونگے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم ،عمل کے ساتھ دیا ہے۔اور فقہ میں بہت مہارت تھی اور دوسرا علم بھی اور اصل اور تفسیر اور احادیث بھی پڑھی تھیں۔لہذا اتنا روتے تھے کہ لوگ سمجھتے تھے کہ اسی جگہ جان دیدے گا اور خان عالم (11) اور استاد میاں شیخ عبدالرحمٰن (11) اور میاں شیخ محی الدین (13) سب دوستوں نے رخصت کر دیا کیوں کہ یہ آدمی اپنے شوق کی وجہ سے ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔لہذا کعبہ کی جانب چلے گئے جیسے ہی وہاں پہنچے تو فوت ہوگئے۔

بیت

آنچہ درمدت ہجر تو کشیدم ہیہات   دریکی نامہ محالست کہ تحریر کنم (14)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 74:

بندگی میاں بدن منیری

بندگی میاں بدن منیری بہت بڑے عالم تھے اور میاں الہداد کے شاگرد تھے اور ان ہی بندگی میاں شیخ الہداد کے مرید بھی تھے اور میاں مذکور کو بہار خان کے پاس منصب وزارت حاصل تھا۔ اور تمام معاملات کا دارومدار انہی پر تھا۔ اسی وجہ سے شیر شاہ سے جدا تھے۔ جب ہمایوں بادشاہ گور کی جانب شیر شاہ پر چڑھ آنے کو روانہ ہوا تو وہ آ کر ہمایوں بادشاہ سے ملے اور بادشاہ نے مجلس سجائی ہوئی تھی کہ اس میں تمام مقرب علما و فضلاء حاضر تھے اور انکے درمیاں حافظ سارنی (1) بھی میاں بدن منیری کے ساتھ حاضر تھے۔ ہمایوں بادشاہ کی مجلس میں علم کی بحث ہو رہی تھی۔ آخر ولایتی علماء نے کہا کہ اس حافظ کے پاس ایک علم ہے اور میاں حافظ انکی باتوں میں آ گئے۔ اس بناء پر بولے کہ یہ حافظ یہ چیز جانتا ہے اور بندگی میاں بدن سے کہا کہ یہ (درازک)(2) کچھ نہیں جانتا اور میاں بدن کا قد لمبا تھا۔ جب علماء نے یہ بات سنی تو حافظ سے کہا کہ یہ تو دریا ہے کہ جب موج میں آ جائے تو دیکھنا۔ یہ باتیں ابھی چل ہی رہی تھیں اور میاں بدن سر جھکائے بیٹھے تھے۔ اسی دوران میاں بدن نے سر اٹھا کر ایک سوال کر دیا کہ کسی کو اس کا جواب نہ آیا۔ پھر خود ہی جواب دے دیا۔ مگر کسی کو معلوم نہ ہو سکا۔ پھر اس کی تردید کر دی۔ اس طرح سے دو مرتبہ خود ہی سوال و جواب کیا۔ انکی بات کی سمجھ کسی کو نہ آئی۔ اس پر ہمایوں بادشاہ نے بہت تحسین دی اور کہا علماء اس آدمی پر آ کر ختم ہو جاتے ہیں۔

ہمایوں کا بدن منیری کا مشورہ رد کرنا:

پھر ہمایوں بادشاہ نے مجلس کے آخر میں پوچھا کہ شیر شاہ گور کی جانب گیا ہے اور میں بھی اس کے پیچھے جاتا ہوں آپ مجھے اس بات پر رائے دیں کہ میں کیا کروں۔ میاں بدن نے کہا کہ آپ اس طرف سے جائیے مگر ایک بڑی فوج کوہ جھارکند (3) کی جانب سے روانہ کیجئے۔ وہ

خود دریا میں جا کر ڈوب جائے گا۔ لیکن ہمایوں بادشاہ نے یہ بات قبول نہ کی کہ یہ علماء ہیں مشورے کی باتوں میں انکو دخل نہیں ہوتا۔

شیر شاہ کا شیخ بدن سے حسنِ سلوک:

ہمرائیوں اور افغانوں نے خبر شیر شاہ کو دیدی۔ شیر شاہ نے قسم کھائی کہ جب اس کا بدن ہاتھ میں آجائے گا تو میں اس کا گوشت جسم سے جدا کردونگا۔ جب شیر شاہ نے دریائے سہیا کے میدان میں فتح پائی تو میاں بدن مجبور ہو کر شیر شاہ سے جا کر مل گئے۔ شیر شاہ نے فرمایا کہ کیا کروں کہ خود ہی آگیا ہے اور دوسرے یہ کہ اور کوئی ماں اس زمانے میں ایسا عالم کہاں پیدا کرے گی یہ بات کہہ کر بارہ ہزار بیگہ زمین مزروعہ دیکر رخصت کر دیا اور کہا کہ اے بابا! اب بھی اپنے غصے کو دور کر لے۔(4)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 75:

خواص خان کا جہانگیر قلی خان کے خلاف چڑھائی کرنا جو گور میں تھا اور حاجی خان و میرزا عسکری اور قطب خان پسر شیر شاہ و میاں معروف فرملی

گور پر شیر شاہ کا قبضہ:

دریائے سیہا کی فتح کے بعد شیر شاہ نے خواص خان کو جہانگیر قلی خان کے خلاف گور کی جانب رخصت کیا اور خود بانگر مو روانہ ہو گیا۔ جب خواص خان گور پہنچا تو جہانگیر قلی خان اور علی خان دونوں بھائیوں نے خواص خان سے جنگ کی۔ آخر دونوں بھائی شکست کھا کر سونار گاؤں کی جانب بھاگ گئے۔ خواص خان نے انکے پیچھے فوجیں دوڑائیں اور اس جگہ سے پکڑ کر لائے گئے۔ پھر خواص خان نے ان دونون بھائیوں کو قتل کر دیا۔ اور یہ خبر شیر شاہ کو لکھ دی۔ (1)

خواص خان کی اوجین روانگی:

جب شیر شاہ نے یہ خبر سنی تو خواص خان کو لکھا کہ تو گور میں کسی کو چھوڑ کر چوپارن کی جانب جا۔ راجہ اوجین کہ جس نے (اسکے) بیٹے عبدالرشید کو قتل کیا تھا وہ اس جگہ سے بھاگ کر چوپارن میں ہے۔ اس کے پکڑنے میں کوئی غفلت نہ کرنا۔ لہذا خواص خان نے گور میں اپنے آدمیوں کو چھوڑا اور چوپارن چیرو اور مہارتہ پر مہم شروع کی۔ (2)

حاجی خان کی مرزا عسکری کے خلاف روانگی:

غرض کہ شیر شاہ نے جو بانگر مئو میں تھا۔ اس جگہ سے حاجی خان کو بارہ ہزار سواروں کے ساتھ مرزا عسکری کے خلاف روانہ کیا۔ اور مرزا عسکری کو ہمایوں بادشاہ نے بدایوں میں تیس ہزار سوار دیئے تھے۔

جنگ جہترہ

اور اپنے چھوٹے بیٹے قطب خان کو جہترہ (3) کی جانب روانہ کیا اور میاں معروف فرملی کو اس کا نائب مقرر کر دیا اور کہا کہ مانڈو کے حاکم ملو خان نے مجھے لکھا ہے کہ میں بھی مدد کرتا ہوں اور وہ بھی تمہاری مدد کرے گا۔ جب قطب خان اور میاں معروف فرملی جہترہ کی جانب روانہ ہو گئے اور اس جگہ پہنچے تو ملو خان نے کوئی مدد روانہ نہ کی۔ جب یہ خبر ہمایوں بادشاہ نے سنی تو مرزا عسکری کو لکھا کہ میں تیرا انتظار کروں یا جہترہ کی خبر لوں کہ قطب خان وہاں آ گیا ہے۔ مرزا نے جواب لکھا کہ شیر خان کا کیا (کیدی) (4) یا اس کے غلام کا۔ تو اس کے بیٹے کی خبر لے۔ لہذا ہمایوں بادشاہ نے ایک بہت بڑا لشکر قطب خان کے خلاف روانہ کیا۔ آخر جب ہمایوں بادشاہ کا لشکر قطب خان کے پاس پہنچا تو قطب خان بھی تیار ہو کر انکے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اسی دوران میاں معروف فرملی نے قطب خان سے کہا کہ بہت بڑا لشکر آیا ہے جنگ کرنا مناسب نہ ہے۔ ہمیں چاہیے کہ دامن کوہ کی طرف چلے جائیں۔ قطب خان نے جواب دیا کہ:

بیت

شما آنچہ گوئید ہمینست رای　　　لیکن نجنبد قطب خان ز جای (5)

لہذا جنگ ضرور ہو گی اور اپنی جانب سے فرار نہ دکھائیں گے۔ بہت سے لوگ مارے گئے۔ میاں قطب خان بھی جنگ میں مارا گیا میاں معروف شکست کھا کر شیر شاہ کے پاس آ گیا۔

حاجی خان کی فتح:

اور حاجی خان جو مرزا عسکری کے خلاف گیا تھا اس نے مرزا عسکری سے جنگ کی۔ فتح حاصل کی۔ مرزا شکست کھا کر ہمایوں بادشاہ کے پاس چلا گیا۔

چیرو مہارتہ پر فتح:

اور خواص خان جو چیرو مہارتہ گیا تھا اس نے مہارتہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کا سر کاٹ کر شیر شاہ کے پاس بھیجا۔ پھر شیر شاہ نے خواص خان کو دوبارہ لکھا کہ تو انتظام کر کے آہستہ آہستہ ہمارے پاس آ جا۔

☆☆☆☆☆☆

1

بابر کا مزار ۔ کابل (افغانستان)

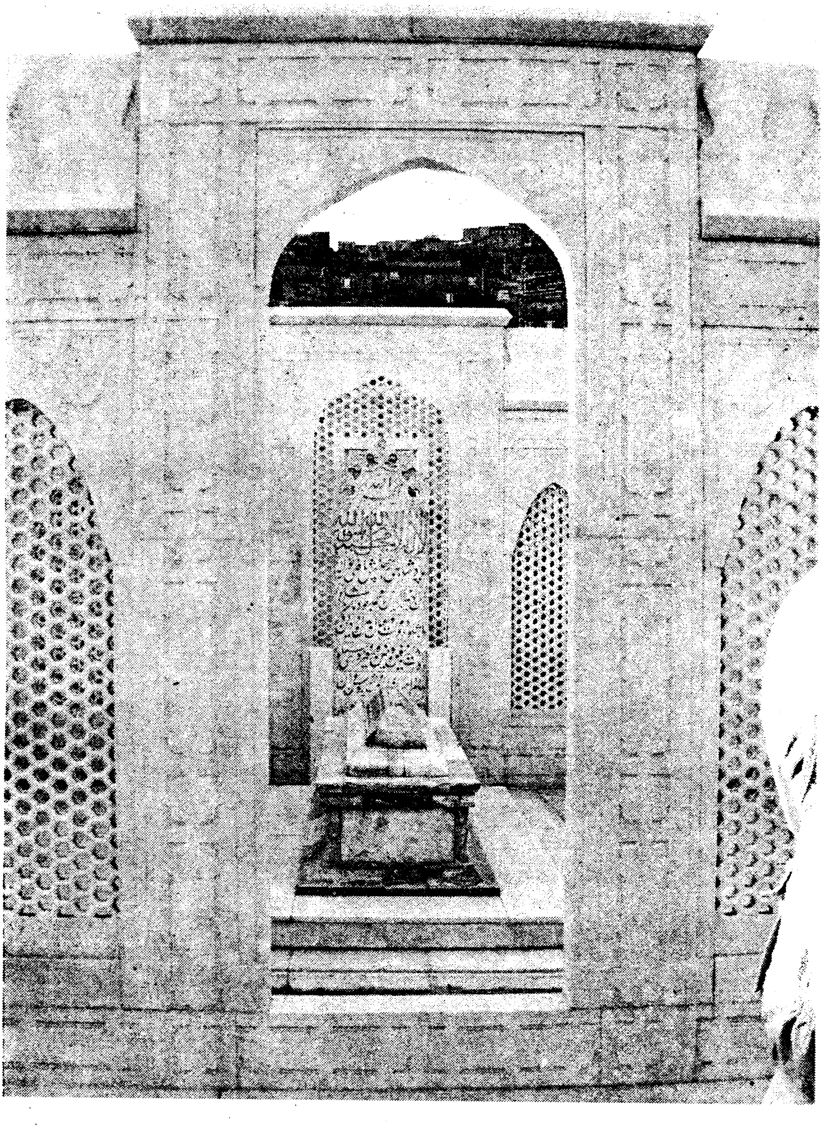

حکایت نمبر 76:

ہمایوں بادشاہ کا میدان قنوج میں جنگ کرنا اور شیر شاہ کی فتح ہونا

مرزا عسکری کا مشورہ:

اس وقت سے کہ جب مرزا عسکری شکست کھا کر ہمایوں بادشاہ کے پاس آ گیا تھا انہوں نے جنگ کرنے کی جلدی کی اور ہمایوں بادشاہ سستی سے کام لے رہتا تھا اور مرزا عسکری نے پھر بادشاہ سے کہا کہ ہمیں ہر جانب سے مدد مل گئی ہے۔ بدخشان کابل اور بلخ سے چھ لاکھ سوار آ کر جمع ہو گئے ہیں۔ اگر ہم اس وقت جنگ نہ کرینگے تو اس وقت کہ جب وہ (سپاہی) بددل ہو کر منتشر ہو جائیں گے، کیا اس وقت ہم جنگ کرینگے۔ ہمیں یہ گمان ہو گیا ہے کہ اس کے بیٹے نے اپنی غلطی سے خود کو قتل کر لیا ہے۔ جانیئے کہ ہم فتح حاصل کر لیں گے۔ اور قطب خان جو مارا گیا تو وہ ایک بچہ تھا۔ ابھی ایک غلام کو شمال کی جانب سے بھیجے گا اور ایک غلام جنوب سے اور خود بیچ میں سے آئے گا اور اس گھر آگرہ میں ہی تمہیں پکڑ لے گا۔

ہمایوں اور شیر شاہ کی فوجوں کی سرگرمیاں:

لہذا ہمایوں بادشاہ نے فاتحہ پڑھ کر کوچ کر دیا۔ آگرہ سے نکل کر ایک دیہات کہ جس کا نام محمد آباد ہے وہاں گنگ کے کنارے خیمے لگائے اور شیر شاہ نے مقابلے پر آ کر ایک مٹی کا قلعہ تیار کر لیا۔ پھر ہمایوں بادشاہ نے گنگ میں کشتیوں کا پل باندھا اور لوہے کے حلقوں سے پل کو بہت مضبوط کر دیا اور پل کے راستے اپنے لشکر کو گزارا۔ شیر شاہ نے بھی اپنا لشکر قلعہ سے نکالا اور ہمایوں بادشاہ کے لشکر کے مقابلے کو گیا اور ہمایوں بادشاہ کی افواج میں مرزا عسکری اور مرزا ہندال مالک تھے اور شیر شاہ نے دیگر دو فوجیں بنائیں۔ ایک شمال کی راہ روانہ کی اور دوسری جنوب کی راہ۔ کیونکہ اس جگہ زمین پھٹی ہوتی تھی مگر اس پھٹی ہوئی زمین پر کسی نے (کمین) (1) بنا دی تھی۔ جب شیر شاہ کی دونوں فوجیں روانہ ہو گئیں تو دیکھا کہ اس شگافتہ زمین میں ایک جگہ بہت بڑی فوج چھپی ہوئی ہے۔ لہذا اس فوج کے اور شیر شاہ کی فوج کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔ پھر ہمایوں

بادشاہ شکست کھا کر اس جگہ سے چلا گیا جہاں ہمایوں بادشاہ کی بڑی فوج تھی۔

جنگ محمد آباد:

قصہ یہ کہ شیر شاہ نے فوجوں کے درمیان ایک ہاتھی کا انتظام کر کے فیل بان کو کہہ دیا تھا کہ تو ہاتھی سے اس پل کو توڑ دے اور ہمایوں بادشاہ کمہا نہائے آتش بازی سے شیر شاہ کے لشکر پر گولے مار رہا تھا۔ جب فیل بان ہاتھی کو لایا تو ایک گولہ اس ہاتھی کے سر پر لگا اور ہاتھی اسی جگہ پر گر گیا اور وہ پل اسی ہاتھی سے کمزور ہو گیا۔ آخر کار جب ہمایوں بادشاہ کی افواج شکست کھا کر اچانک اس پر بھاگیں تو آدھے لشکری اس پل سے گزرے ہونگے کہ وہ پل ٹوٹ گیا۔ کہتے ہیں کہ عیسیٰ خان نیازی نے اس روز اتنی شمشیر زنی کی تھی کہ اپنا گھوڑا گنگ میں ڈال کر اور گیلا ہو کر تلواروں سے مارتا تھا۔ اسی دوران شیر شاہ نے اپنے آدمیوں کو کہلا بھیجا کہ تم لوگ لوگوں کی ضرب کیوں مانگتے ہو۔ واپس لوٹ آؤ۔

قنوج کی جانب:

پھر ہمایوں بادشاہ نے ایک وکیل روانہ کیا کہ میں قنوج کے میدان میں جنگ کرونگا۔ نیز اپنے بھائیوں سے بھی کہا کہ میں نے اس جگہ ایک بار بایزید فرملی کو شکست دی تھی۔ وہ فتح کا میدان ہے۔ پھر دونوں لشکر دونوں کناروں پر ہو کر قنوج کو روانہ ہوئے اور دوران راہ اس طرح سے افغان پوچھتے کہ یہ لشکر کس شخص کا ہے۔ وہ کہتے کہ یہ لشکر مرزا عسکری کا ہے اور مرزا ہندال کا ہے اور پھر وہ پوچھتے کہ یہ لشکر کس شخص کا ہے تو افغان کہتے کہ یہ لشکر شہزادہ عادل شاہ جلال خان کا ہے۔ اسی طرح سے دونوں کناروں پر ہو کر اور آپس میں بات چیت کرتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ قنوج پہنچے یعنی جو جگہ طے پائی تھی۔

سفیروں کا تبادلہ:

ہمایوں بادشاہ نے ایک وکیل بھیجا کہ تم گنگ کا کنارہ عبور کرتے ہو یا میں دریا کے اس پار اس طرف آؤں اور جنگ کروں پھر یا میں گنگ کا کنارہ چھوڑ دوں اور آپ دریا کے اس جانب آ جایئے۔ یہ بات کہلا بھیجا کہ تو بڑا افغان ہے مجھ سے دغا نہ کرنا۔ پھر شیر شاہ نے کہلا بھیجا کہ میں جو بات اور وعدہ کر لیتا ہوں تو ہرگز اس بات سے نہیں پھرتا۔ لیکن آپ ہرگز اپنی بات پر قائم نہیں

رہتے۔لیکن یہ جنگ ہے جو کچھ آپ کے ہاتھ آئے آپ کریں اور جو کچھ میرے ہاتھ آئے گا ہم کرینگے۔ پھراس وکیل نے آکر ہمایوں بادشاہ سے کہا کہ شیر شاہ ایسا کہتا ہے۔ ہمایوں بادشاہ نے پھر سے وکیل بھیجا کہ میں آپ سے ہرگز دغا نہیں کروں گا اور یہ قسم کھاتا ہوں کہ ایک معقول آدمی کو بھیج دیں کہ اس سے صحیح بات پوچھ کر وعدہ کرلوں۔لہذا شیر شاہ نے میاں قاضی نصیرن (2) کو بھیج دیا اور قاضی اکثر ہمایوں بادشاہ کے پاس وکالت کے لیے آتے تھے اور ہمایوں بادشاہ سے واقف بھی تھے ۔ جب قاضی دربار میں پہنچا تو ہمایوں بادشاہ نے اندر بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور کھانا منگوایا اور کھانے میں نان، نمک اور سرکہ لایا گیا۔ جب قاضی نے اس کی جانب ہاتھ بڑھایا اور تھوڑا سا نان و نمک اور سرکہ کھایا تو وہ کھانا قاضی کے سامنے سے اٹھالیا گیا اور بادشاہ نے اپنی زبان سے فرمایا کہ اے قاضی! تو نے چونکہ شیر شاہ کا نمک کھایا ہے اور اسی طرح سے ہمارا نمک بھی کھالیا ہے۔ اب تجھے چاہیے کہ حق کی بات کرے۔قاضی نے کہا کہ جو بات درست ہے وہی کرونگا۔ ہمایوں بادشاہ نے فرمایا کہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ شیر شاہ ہم سے صلح کرلے۔انہوں نے کہا کہ ہاں! اگر آپ شیر شاہ کی نسبت اپنے گھر میں لے آئیں تو اس وقت وہ صلح کرلے گا(3)۔ ہمایوں بادشاہ نے کہا کہ ہاں! بادشاہ کی نسبت بادشاہ سے ہے۔اور میں جانتا ہوں کہ شیر شاہ بادشاہ ہے اور اصل نسل (4) سے ہے ۔لیکن ایک بات بیچ میں ہے کہ وہ تمہارے اختیار میں ہے اور دوسری ایک بات بھی ہے۔قاضی نے کہا کہ اور کچھ نہیں ہے۔ پھر جنگ کی بات طے ہوئی اور اپنا عہد و پیمان کر کے شیر شاہ کو کہلا بھیجا کہ میں راہ دیکھ رہا ہوں۔اس کے بعد شیر شاہ نے مغرب کی جانب ہوکر قلعہ گلی تیار کیا۔ پھر ہمایوں بادشاہ نے مشرق کی جانب ہوکر قلعہ گلی تیار کیا۔

جنگ کے دن کا فیصلہ اور افغانوں کا توہم:

آخر ہمایوں بادشاہ نے ایک وکیل بھیجا کہ ایک روز طے کر لیتے ہیں کہ اس روز جنگ ہو۔ میں نے عاشورے کا دن اختیار کیا ہے (5) کہ بہت اچھا دن ہے۔اور جب شیر شاہ نے سنا کہ ہمایوں بادشاہ نے عاشورہ کو جنگ کا دن قرار دیا ہے اور وہ عاشورہ سہ شنبہ (6) کو پڑھ رہا ہے تو شیر شاہ نے کہلا بھیجا کہ ہم سہ شنبہ کے روز (بول)(7) کی وجہ سے باہر نہیں نکلتے ۔ چاہیے کہ کوئی دوسرا نہ قرار دیا جائے (8)۔اس پر ہمایوں بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ میں عاشورہ کے دن جنگ کرنا چاہتا ہوں ۔آخر شیر شاہ نے قبول کرلیا اور کہا کہ جب تک کہ عاشورہ کا دن آئے اس وقت تک

خواص خان بھی پہنچ جائے پھر شیر شاہ نے دوبارہ کہلا بھیجا کہ یہ کیا بات تھی۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تم اپنے قول پر قائم نہیں رہو گے اور بزرگوں نے کہا ہے کہ:

بیت

اگر دیزہ ابری بود درار　　　کشندہ پسر چوں بود دوستداد (9)

غرض کہ اسی طرح ایک دو بار شیر شاہ نے ہمایوں بادشاہ سے کہا کہ کسی اور دن کو مقرر کیا جائے کیونکہ ہم ان سہ شنبہ کے دن پر بہت شک کرتے ہیں یہاں تک کہ کسی چھوٹے سے کام کے لیے بھی گھر سے باہر نہیں نکلتے۔ آخر جب ہمایوں بادشاہ نے دیکھا کہ وہ اس دن پر شک کرتے ہیں تو طے کیا کہ میں سہ شنبہ کے دن ہی جنگ کرونگا۔ اور اس روز عاشورہ بھی ہے اور اسی بات پر عمل کیا جائیگا۔ کل حرب خدعتہ (10)۔ چنانچہ چند روز عاشورہ کے لیے انتظام کیا گیا اور خواص خان نزدیک آ گیا۔

خواص خان کی فتح:

اسی دوران ہمایوں بادشاہ نے سنا کہ خواص خان آ رہا ہے۔ تو ایک بڑی فوج خواص خان کے خلاف بھیجی کہ اس کو اسی جگہ راستے میں مارا جائے خواص خان بھی بہت جمعیت کے ساتھ آ رہا تھا کہ راستے میں ہی ہمایوں بادشاہ کی فوج مل گئی۔ جب جنگ ہوئی تو خواص خان کو فتح ہو گئی اور وہ شکست کھا کر ہمایوں بادشاہ کے پاس آ گئے۔

جنگ قنوج:

جب عاشورہ کا دن آیا تو دونوں بادشاہ سلاح پہن کر جنگ کے لیے آئے۔ شیر شاہ نے خواص خان کو قلعہ پر مقرر کیا۔ اسی دوران جلال خان پسر شیر شاہ نے کہا کہ میں مقدمہ پر ہونگا شیر شاہ نے بہت منع کیا مگر اس نے خود ضد کی۔ میاں قطب خان و خواص خان اور حاجی خان کو بیس ہزار سواروں کے ساتھ یلتمش (التمش) کر دیا اور اس نے کہا کہ جب کسی پر (دشمن کا) غلبہ ہو تو ہمیں خبر کرے۔ لہذا خواص خان نے ہر فوج کے پیچھے اپنا ایک سوار مقرر کر دیا تھا۔ اسی دوران ہمایوں بادشاہ کی جانب سے گولے آ رہے تھے تو اس کا بڑا بیٹا سجاولخان (11) شیر شاہ کو پان کھلاتا ہوا جا رہا تھا کہ ایک گولہ آ کر اس کے سر پر لگا اور اس کا ایک (پارہ) (12) ٹوٹ کر اڑ کر شیر شاہ کے

بازو پر لگا۔ چونکہ سخت چوٹ لگی۔ لہذا اسی دوران شور اٹھا کہ شیر شاہ کو گولہ لگ گیا ہے۔ لہذا وہ سوار جس کو خواص خان نے شیر شاہ کے پاس سے خبر لانے کو رکھا تھا وہ بھاگ کر خواص خان کے پاس آیا اور کہا کہ شیر شاہ کو گولہ لگ گیا ہے اور وہ گر گیا ہے۔ لہذا خواص خان نے میاں قطب خان کے کان میں یہ بات کہہ دی۔ میاں قطب خان نے کہا کہ اے (گیدی) (13) غلام! مجھے تیری تقویت بہت زیادہ تھی اور وہ (فرتوت) بوڑھا تھا (14)۔ تیرے جیسا مرد تو زندہ ہے۔ اس پر خواص خان نے کہا کہ اے خان! تو خاطر جمع رکھ میں اسی میدان میں کام دکھاؤں گا یا پھر اپنا سر دے دونگا۔

شیر شاہ نے ایک بڑے ہاتھی پر عماری بنائی اور ایک آدمی مقرر کر دیا تھا کہ تو ہر فوجی کو میری اطلاع کر دے۔ لہذا وہ شخص جو عماری پر تھا اس نے اعلان کیا کہ خوش ہو جاؤ۔ بڑے شہزادے عادل خان نے اپنی فوج کو حرکت دی۔ ہمایوں بادشاہ (سمیت) تینوں بھائیوں نے اتفاق کیا کہ ہماری فتح شیر شاہ کو مارنے میں ہے۔ لہذا تینوں بھائی شیر شاہ کے مقدمے پر حملہ آور ہوئے۔ اسی دوران شیر شاہ کا مقدمہ پسپا ہو گیا۔ شیر شاہ کے بیٹے جلال خان نے جب دیکھا کہ ہماری فوج پسپا ہو گئی ہے تو گھوڑے سے اتر کر کھڑا ہو گیا۔ اور وہ آدمی جو اس ہاتھی پر تھا اس نے کہا کہ ہائے ہائے! بادشاہ کا مقدمہ کمزور ہو گیا۔ اسی دوران اِس جانب سے خواص خان حملہ آور ہوا اور اُس جانب سے شیر شاہ نے قدم بڑھایا۔ وہ آدمی جو ہاتھی پر تھا وہ بولا کہ خوش ہو جاؤ! خوش ہو جاؤ! شیر شاہ کا مقدمہ مضبوط ہو گیا ہے۔ ایک فوجی جو آگے آتا تھا وہ قائم رہتا تھا۔ پھر شیر شاہ نے اسی جگہ اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مقدمہ کی مدد کے لیے تیز ہو جاؤ۔ اسی دوران معروف فرملی نے کہا اے بادشاہ! آہستہ آہستہ چلو۔ شیر شاہ نے اسے گالی دے کر کہا کہ تو نے ایک بار میرا بیٹا مروا دیا اور اب پھر کہتا ہے کہ آہستہ آہستہ چلو۔ جب شیر شاہ نے غلبہ حاصل کیا تو فتح ہو گئی۔ اور جو بھی افواج (مدمقابل) تھیں ان سب کو شکست ہو گئی۔

ہمایوں کا فرار:

مگر ہمایوں بادشاہ تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ میدان میں کھڑا تھا۔ میر معید (15) جو کہ ہمایوں بادشاہ کا مصاحب تھا اس سے (بادشاہ نے) فرمایا کہ اے معید! حکومت لٹ گئی۔ معید نے ہمایوں بادشاہ کو کان میں کہا کہ اے بادشاہ! ایسا ہی ہوا ہے۔ لہذا ہمایوں بادشاہ اس جگہ سے لاہور کی جانب روانہ ہو گیا۔ اسی دوران شیر شاہ نے دو عراقی گھوڑے طلب کر کے میاں قاضی نصیرن کو سوار کر کے بھیجا کہ تو جا اور ہمایوں بادشاہ کا حال دیکھ کر آ۔

جلال خان کی جان بخشی:

جب شیر شاہ نے قاضی کو وداع کر کے میدان فتح سے اٹھ کر اپنے ڈیرے پر آ کر اپنے بیٹے جلال خان کو جو مقدمہ پر مقرر تھا۔ اس کو بلایا کہ میں اس کو اپنے سامنے لا کر اس کی کھال جسم سے جدا کروں گا۔ کیونکہ وہ ایک عالم کو برباد کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے منع کر دیا تھا کہ جب اس میں اتنی شجاعت نہ تھی تو مقدمہ (16) کیوں ہوا۔ جلال نے کہا کہ اگر میں نے پیٹھ دکھائی ہوئی ہو تو میری یہی سزا ہے۔ اسی دوران میاں خضر خان بتنی (17) نے روتے ہوئے کہا کہ اے بادشاہ! میں نے جلال خان کو اسی جگہ گھوڑے سے اتر کر میدان میں کھڑا دیکھا تھا۔ جلال خان نے اپنا قدم پیچھے نہیں ہٹایا تھا۔ لہذا اس بات کی شہرت کی وجہ سے اس کی جان بخشی کر دی۔

قاضی نصیرن اور ہمایوں:

قصہ یہ کہ میاں قاضی نصیرن نے ہمایوں شاہ کو دوآب (18) کے درمیان پہنچتے دیکھا کہ ہمایوں بادشاہ ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہے۔ قاضی ہمایوں بادشاہ کے پاس آیا اور اسے سلام کیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ قاضی صاحب! آ جایئے۔ جب قاضی بیٹھ گیا تو بادشاہ نے پوچھا کہ کس لیے آئے ہیں۔ قاضی نے کہا کہ شیر شاہ نے بھیجا ہے کہ بادشاہ کا حال معلوم کرو اور خیریت پوچھ کر آؤ کہ کیا گزری ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اے قاضی! شکر ہے۔ اسی دوران ایک سپاہی نے آدھا تربوز بادشاہ کے سامنے رکھ دیا۔ جب تربوز کا ایک ٹکڑا کھایا تو پیچھے سے (قراولان) (19) بھاگتے ہوئے آئے کہ "بادشاہ کیا سستی سے بیٹھا ہوا ہے، خواص خان آ گیا ہے"۔ ہمایوں بادشاہ نے یہ آدھا تربوز قاضی کے سامنے پھینکا اور فرمایا کہ اے قاضی! شیر خان کو ہمارا سلام کہہ دینا۔ اور پنجاب کی طرف روانہ ہو گیا۔ قاضی اسی طرح درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ خواص خان نے آ کر کہا کہ اے قاضی! بادشاہ کی خبر دو۔ قاضی نے کہا کہ بادشاہ چلا گیا۔ اس تک تم نہیں پہنچ سکتے۔ پھر خواص خان نے افسوس کرتے ہوئے کہا کہ ہماری ساری محنت ضائع ہو گئی۔ ہمایوں بادشاہ لاہور چلا گیا اور شیر شاہ چند روز قنوج میں رہا اور برمزید کور کو بادشاہ کے پیچھے رخصت کر کے کہا کہ تو آہستہ آہستہ جانا۔ (20)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 77:

محمود کی بیٹیوں اور رشتہ داروں کا میر سید محمود بخاری کے بیٹوں کو دیا جانا

فتح قنوج کے بعد ایک روز میر سید محمود بخاری نے (1) شیر شاہ کی دعوت کی۔ شیر شاہ انکے گھر گیا۔ کہتے ہیں کہ کھانے کے اکثر دستر خوان گوشت کے تھے کہ اکثر لوگ ان میں فرق نہ کر سکتے تھے کہ یہ کھانا گوشت کا ہے یا غلے کا۔ ایک ہندی شاعر جسے بہتہ (2) کہتے ہیں بھی وہاں حاضر تھا۔ میران جیو نے فرمایا کہ انکو پان دو۔ جب بادشاہ نے اس پر ہاتھ بڑھایا تو کہا کہ حضرت میر جیو میں ڈرتا ہوں کہ پان بھی گوشت کا نہ ہو۔ آخر شیر شاہ نے سلطان محمود بنگالی کی عورتوں، بیٹیوں اور اس کے رشتہ داروں کے جو بیگم بادشاہ کے ساتھ ملے تھے ان بیٹیوں کے حوالے سے میدان جیو سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیٹیوں کی تمہارے بیٹوں سے شادی کر دوں۔ (3) پھر شیر شاہ نے ہر لڑکی کو الگ الگ جہیز (4) وزیورات دے کر اور نکاح کروا کر میر سید محمود نجاری کے حوالے کر دیا اور اس پیر کے بیٹوں اور عورتوں (5) کو سردار بنا کر گور اور ان دیہاتوں میں جو پتر کہتہ (6) سے متعلق تھے ان سب کو اس ملک میں رخصت کر دیا کہ وہاں جا کر اپنی زندگی بسر کریں۔ اور سلطان محمود کے بیٹے (7) راجا مان سنگھ 8) (کے زمانے تک حیات تھے اور جب وہ مجلس میں آتے تو بغیر پوچھے۔ پتہ نہ چلتا تھا کہ شہزادے ہیں۔

ہمایوں کا میر سید ناصر پر ظلم کرنا:

غرض کہ جس وقت بادشاہ آگرہ میں تھے اور شیر شاہ بانگر مئو میں تھا تو اس وقت میر سید ناصر بخاری (9) اولیاء اللہ ہمایوں بادشاہ کے پاس تھے۔ ایک بار ہمایوں بادشاہ مجلس میں بیٹھا تھا۔ لوگ اسی طرح سے باتیں کر رہے تھے کہ افغانان کافر کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ آخر ایک روز میران سید ناصر بھی حاضر تھے کہ ہمایوں بادشاہ نے یہی بات کہی۔ اس پر میران سید ناصر نے فرمایا کہ بادشاہ! مسلمان کو کافر نہیں کہنا چاہیے۔ اس پر بادشاہ نے غصے میں آ کر کہا کہ اس کے دونوں

کان کاٹ کر دریائے جمنا میں ڈال دو کہ ڈوب جائے۔لہذا اسی طرح کیا گیا کہ دونوں کان کاٹ کر میران کو دریائے جمنا میں پھینک دیا(10)۔میران جیو غوطے کھاتے ہوئے باہر آگئے اور خادموں کے ساتھ شیر شاہ کے پاس بانگر مئو آگئے۔شیر شاہ نے ایک روزینہ مقرر کر کے رو ہداس بھیج دیا۔

شیر شاہ کا غدار افغانوں کو قتل کرنا:

اُس دور میں اس طرح بتاتے ہیں کہ جب ہمایوں بادشاہ میدان قنوج سے شکست کھا کر بھاگا تو گنگ کے کنارے سوردن (11) کے مقام پر پہنچا۔اس جگہ افغانان آباد تھے۔ان افغانوں میں سے کو ایک سید شمس آبادی نے خبر دی کہ ہمایوں بادشاہ آیا ہے۔بہتر ہے کہ گنگن کو عبور کرا دیں تا کہ تمہارا نام ہمیشہ کے لیے زندہ رہ جائے۔لہذا ان افغانوں اور اس سید شمس آبادی نے متفق ہو کر ہمایوں بادشاہ کو پار کرا دیا۔جب شیر شاہ وہاں پہنچا تو اسی وجہ سے تمام افغانوں کو قتل کر کے انکے کان کاٹ دیئے اور آنکھیں پھوڑ دیں(12) غرض کہ بادشاہی کہ کاموں میں نہ کوئی سید ہوتا ہے نہ علوی۔چنانچہ خواجہ نظامی گنجی نے فرمایا ہے کہ:

خطرہاست در کار شاہان بسی — کہ بادشاہ خویشی ندادر کسی(13)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 78:

شیر شاہ کا قنوج کی طرف سے لاہور جانا

شیر شاہ اور چالاک بوڑھا:

جب شیر شاہ نے سلطان محمود کی بیٹیاں اور اس کے رشتہ دار میر سید محمود بخاری کے بیٹوں کو دیدیئے تو لاہور کی جانب روانہ ہوا اور راستے میں اکثر شکار کرتا جاتا تھا (1) ایک بار باز کو ایک جگہ ہاتھ سے پکڑ کر (3) اور قید کر کے چلا کہ ایک شیخ مٹی کی دیگ میں میٹھا (2) ڈال کر شیر شاہ کے پاس لایا جب اس نے چاہا کہ بادشاہ کے پاس چلا جائے تو لوگوں نے روکا کہ اے شیخ کہا جارہا ہے۔ کھڑا رہ کیونکہ بادشاہ شکار کو جاتا ہے۔ شیخ نے بلند آواز میں کہا کہ یہ لوگ مجھے کیوں روکتے ہیں حالانکہ میں گنج شکر (4) کی اولاد ہوں اور بادشاہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ جب شیر شاہ نے سنا تو اپنے پیچھے دیکھا۔ دیکھا کہ ایک آدمی آرہا ہے۔ لہذا باز کو دوسرے شخص کے ہاتھ میں دیدیا اور شیخ نے جاکر بادشاہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور بوسہ لیا اور بادشاہ کو دعا دی اور وہ شکر پیش کر کے کہا کہ میں حضرت گنج شکر کی اولاد سے ہوں اور وہ گاؤں گنج شکر کی اولاد کا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک خط لکھ دو۔ لہذا اجودبیر (5) اسکے ساتھ تھے انکو حکم دیا کہ اس کو لکھ دو اور خود شکار کے لئے روانہ ہوگیا۔ چند قدم گیا تھا کہ پھر لوٹ کر فرمایا کہ فرمان میں پورے قبیلے (یعنی خاندان) کا اندراج کردو کیونکہ شیخ بہت شوخ ہے۔ کسی دوسرے کو نہیں دے گا اور خود سارا کھا جائے گا۔ (6)

بیت

کلان ملکیانان مارسترگ — دہن باز چون اژدہای بزرگ

چہ خوش گفت فردوسی پاک زاد چہ — کہ بدمرد راروی نیکی مباد (7)

بیت

این سرکہ جنبان ہم خورند وستم — کزا ایروی سپہر باشد یک خم (کذا) (8)

مصنف کی جعلی صوفیاء اور مولویوں پر تنقید:(9)

ایسے فسادی لوگ روغن اور پانی کو ایک جگہ ہی جوش دیتے ہیں اور (نسازند)(10) اسی لئے حضرت مخدوم شیخ سعدی نے فرمایا ہے کہ:

بیت

گربہ مسکین اگر برداشتی تخم کنجشک کز جہان برداشتی(11)

پھر کوہ بھاگل پور(12) میں ایک بلی پیدا ہوگئی پر شپرک ہوتا ہے۔(13) اسی طرح سے اسے بھی پر لگ گئے اور وہ اڑتے اڑتے ایک درخت سے دوسرے درخت پر چلی جاتی تھی۔ اور جانوروں کے بچوں کو جو درخت پر ہوتے تھے ان بچوں کو کھا جاتی تھی اور اسی زمانے میں جو بزرگان پیدا ہوگئے ہیں۔ وہ ظاہراً اپنے نام پر فقیری ڈال لیتے ہیں۔ اور نان دہی کی شہرت دنیا میں حاصل کر لیتے ہیں۔ اور ایک خانقاہ اور ایک مسجد بنا لیتے ہیں۔ لیکن اپنے اندر یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جیسا دنیا میں کوئی اور نہیں ہے۔ اور اسی بارے میں حضرت مولانا جلال رومی فرماتے ہیں۔

بیت

کبر زشت واز گدایان زشت تر روز سرد و برف وآنکہ جامہ تر(14)

اور انہوں نے کوئی علم نہیں سیکھا ہوتا مگر یتیموں اور بیواؤں اور غریبوں کا حق کھاتے ہیں اور اپنے بیٹوں کو بھی (علم) نہیں سکھاتے مگر حق تعالیٰ کے اسی علم سے گھروں اور مسجدوں کو خراب کرتے ہیں۔ مولوی صاحب پھر فرماتے ہیں:

صاحب مسجد جو مسجد قلب بود دانہا در دام ریزی نیست جود

گوشت کاندر شت تو ماہی ریاست انچنیں لقمہ بہ بخشش نی سخاست(15)

البتہ بزرگوں نے سخاوت کے بار میں کہا ہے کہ اگر سیدھے ہاتھ کو دو تو الٹے ہاتھ کو خبر بھی نہ ہو اور اگر الٹے ہاتھ کو دو تو سیدھے ہاتھ کو خبر بھی نہ ہو۔ چنانچہ خاقانی(16) نے کہا ہے کہ:

بیت

سخا بہر جزا کردن رباخواری است در ہمت کہ یک بدہی وآنکہ وہ جزا خواہی زیز دانش(17)

بیت

یکی کردبی آبروی بسی چہ غم دارد از آبروی کسی(18)

ای ہنر ہا نہادہ بر کف دست عیب ہارا گرفتہ زیر بغل

تا چہ خواہی خریدن ای مغرور روز درماندگی بیم دغل (19)

بزرگوں کی جگہ پر تکیہ نہیں لگانا چاہیے کیونکہ انکے اکثر کام اس طرح کے ہوتے ہیں کہ حقیقت میں وہ دین محمدیؐ پر التفات نہیں رکھتے۔ چنانچہ شیخ سعدی نے فرمایا ہے کہ:

بیت

نہ بینی درایشان زسنت اثر　　　مگر خواب پیشین دنان سحر (20)

بیت

خوی بد در طبیعتی کہ نشست　　　نرود جز بوقت مرگ از دست (21)

اور کہتے ہیں کہ ملک شام (22) و پیکون (23) میں جنگل میں ایک درخت پیدا ہوا ہے۔ اس درخت کو جھیم جیو (24) کہتے ہیں۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ جو کوئی اس کے سائے میں جاتا ہے واپس نہیں آیا اور اسی جگہ بیٹھ کر مر جاتا ہے۔ اور کسی تو اس درخت سے سے ہوا آتی ہے اور وہ جا کر اسی درخت کے نیچے بیٹھ کر مر جاتا ہے اور ہر جانور کہ جس کو اس درخت سے ہوا آتی ہے یا وہ اس جگہ بیٹھا ہے تو اس جگہ بیٹھ کر مر جاتا ہے اور ہر چور اور راہ زن جو قتل کے لائق ہوتا اس کو کہتے ہیں کہ جا اور اس جھیم جیو کے پتے لے آ تو تجھے چھوڑ دینگے۔ لہذا وہ جا کر اس کے پتے لاتا ہے اور اس پتے کو رکھتا ہے اور اس کو مادہ ہتھنی کی ران کے نیچے کرتے ہیں۔ جب جنگلی ہاتھیوں کا گلہ اس مادہ ہتنی کے پاس لے جاتے ہیں اور ہر مست ہاتھی کہ جو اس مادہ ہتنی کو سونگھتا ہے۔ تو وہ ہاتھی اس مادہ ہتنی کے ساتھ شہر میں آجاتا ہے۔ ہاتھیوں کا سارا گلہ اس کے ساتھ آتا ہے۔ پھر ان جنگلی ہاتھیوں میں ہر ایک ہاتھی جو کار آمد ہوتا ہے اسے پکڑ لیتے ہیں اور باقیوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ (25)

انوکھے چشمے کا ذکر:

دوسری بات یہ بتاتے ہیں کہ شمالی پہاڑوں میں حوض کا جتنا ایک پانی کا چشمہ بہتا ہے چونکہ جانور اس کا پانی پیتے ہیں لہذا پانی پینے وہاں جاتے ہیں جب وہاں جاتے ہیں تو یہ آب فروش انہیں پکڑ لیتے ہیں۔ جب پانی نیچے ہوتا ہے تو جانور بھی نیچے چلا جاتا ہے اور جب اچانک پانی اوپر ہوتا ہے تو جانور غرق ہو جاتا ہے۔ ایک دو لمحوں میں اسکی ہڈیاں خشک ہو کر باہر پڑی ہوتی ہیں۔ (26)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 79:

شیر شاہ کا ملتان کی طرف جانا

شیر شاہ کا مرزا کامران سے ہمایوں کا مطالبہ کرنا:

جب مرزا کامران کو لاہور میں خبر ملی کہ شیر شاہ اس طرف آ رہا ہے تو اس نے شیر شاہ کی جانب ایک وکیل بھیجا کہ میں تمہارے خلاف نہیں آیا تھا کیونکہ تو مسلمان تھا۔ اس لیے چاہیے کہ تو بھی میرے خلاف نہ آ کیونکہ میں بھی مسلمان ہوں۔ جب اس وکیل نے شیر شاہ کے پاس آ کر یہ بات کہی تو شیر شاہ نے کہلا بھیجا کہ میرا دشمن ہمایوں بادشاہ ہے۔ وہ تیرے پاس ہے۔ تو اسے میرے پاس بھیج دے۔ میں تیرے خلاف نہیں آؤنگا۔ جب وہ وکیل گیا اور شیر شاہ کی بات مرزا کامران اور ہمایوں بادشاہ کے سامنے کہی تو ہمایوں بادشاہ نے فرمایا کہ چونکہ ہم اس سے میدان میں مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیے محض باتوں سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آخر مرزا کامران کابل کی جانب چلا گیا (1) اور ہمایوں بادشاہ اور مرزا عسکری و مرزا ہندال تینوں بھائی راجہ جودھ پور کی جانب چلے گئے۔ اس جگہ رائے سین و پوربیہ اور مالدیو وغیرہ راجہ تھے۔ پھر اس نے مالدیو کے پاس اپنا وکیل بھیجا ہمیں جگہ دیں تا کہ ہم چند روز رہ سکیں۔ آخر مالدیو نے اسے جگہ دے دی۔ لہذا ہمایوں بادشاہ کچھ عرصہ ریگستان میں ٹھہرا رہا۔ (2)

شیر شاہ اور ہمایوں مد مقابل:

اور وہاں پر آب و دانہ اور گھاس کی قلت تھی اس وجہ سے ملتان کو چلا گیا۔ یہ خبر شیر شاہ کو پہنچی اور شیر شاہ بھی ملتان کی طرف متوجہ ہوا۔ آخر ہمایوں بادشاہ کے قریب پہنچ گیا اور اس وقت ہمایوں بادشاہ کے پاس اسی 80 ہزار سواروں کی جمعیت تھی لہذا ہمایوں بادشاہ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ مشورہ کیا کہ ہمیں عورتوں کو کسی طرح سے خراسان بھیج دینا چاہیے۔ ہمیں چاہیے کہ جنگ کا طے کر لیں اور اسی میدان میں یا تو کوئی کام دکھائیں یا مر جائیں۔ شیر شاہ نے بھی جگہ جگہ اپنے امراء چھوڑے ہوئے ہیں اور اس کی جمعیت بھی کم ہوگئی ہے اور یہی وقت ہے (کام دکھانے کا)۔ یہ اطلاع شیر شاہ کو ہوگئی کہ ہمایوں بادشاہ نے جنگ کا ارادہ کر لیا ہے۔ لہذا شیر شاہ نے بھی مجلس بٹھائی اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کیا کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ بہت اچھا ہے جنگ

کرنی چاہیے۔اس لیے کہ ابھی مغل زبوں حال ہیں۔انکو چوٹ لگانی چاہیے۔پھر آز ہمایوں نیازی نے کہا کہ آپ نے غلط رائے دی ہے کیونکہ تمام مغلوں نے طے کرلیا ہے کہ ہم یا تو کوئی کام کر دکھائیں گے یا مر جائیں گے۔ہم ان سب سے بہت کم ہیں۔

شیر کے مرجانے کے بعد رائے لینا درست نہیں ہے شیر شاہ نے کہا کہ کیا کرنا چاہیے۔آز ہمایوں نے کہا کہ مٹی کا قلعہ تیار کرنا چاہیے۔چنانچہ حکم دیا کہ جلدی سے مٹی کا قلعہ تیار کرو۔(3)

ہمایوں کا فرار:

جب ہمایوں بادشاہ نقارہ بجاتا ہوا شیر شاہ کے مقابلے پر آیا تو ہمایوں بادشاہ کے قراولان نے دیکھا کہ شیر شاہ قلعہ گلی تیار کر کے قلعہ میں آ گیا ہے۔یہ خبر سنتے ہی ہمایوں بادشاہ کے آدمی جگہ جگہ بھاگ گئے۔ہمایوں بادشاہ چار سو سواروں کے ساتھ کھڑا رہ گیا۔(4) آخر ہمایوں بادشاہ بھی بھکر کی جانب روانہ ہوگیا۔

ہمایوں کے بھائیوں کا ہمایوں کے قتل کا ارادہ کرنا

اثنائے راہ میں ایک جگہ ڈیرے ڈالے ہوئے تھے کہ مرزا عسکری اور مرزا ہندال دونوں بھائیوں نے اتفاق کیا کہ ہم ہمایوں بادشاہ کو قتل کردیں۔لہذا تیار ہوکر دربار میں آئے۔اس خبر سے ہمایوں بادشاہ نے ادھم خان کی ماں (6) کو کہلا بھیجا کہ جاؤ اور ان سے کہو کہ بادشاہ کے کپڑے پہن لیں۔اب تم ہی بیٹھو گے۔انہیں کپڑے پہن کر آنا چاہیے۔ادھم خان کی ماں نے آکر ان کو بٹھایا۔

ہمایوں کی روانگی:

اسی دوران بادشاہ دوسرے راستے سے بھکر روانہ ہوگیا۔جب نیل آب (نیلاب) (7) پر پہنچا تو کشتی پر بیٹھ کر بھکر میں آ گیا اور مرزا عسکری اور مرزا ہندال کابل کی جانب چلے گئے۔ادھم کی ماں ان خیموں کو اور بعض عورتوں کو جو وہاں تھیں انکو بھکر لے گئی اور ہمایوں نے ادھم خان کی ماں کی وجہ سے نجات پائی۔(8)

بیت

چو فرزند باشد بائین وفر   سوی عقل باشد چہ بادہ چہ نر (9)

مغلوں کے وحشیانہ مظالم:

آخر کار ہمایوں بادشاہ چند روز رک کر قندھار کی جانب چلا گیا۔ پھر شیر شاہ ملتان گیا۔ جب شیر شاہ بہار سے محمد خان سے شکست کھا کر مونگیر کو گیا تھا تو اس جگہ اس نے خبر سنی تھی کہ محمد زمان جب کھانا کھا رہا تھا تو ایک افغانی کو مار کر دیگ میں جوش دے کر کھانے کے درمیان لایا گیا اور بچے جو ماں کی گود میں تھے انکو مغل نیزے کی نوک پر اٹھا کر لے گئے تھے (10)۔ اب شیر شاہ نے حکم دیا کہ اگر تمہارا ہاتھ مغلوں پر پڑ جائے تو کسی کو نہ چھوڑنا تمام مغلوں کو قتل کر دو۔ (11)

ہندوستان میں جنگی رواج کے عیب:

اور ہندوستان میں یہ برائی تھی کہ جو سپاہی میدان میں مارا جاتا اس کا سر کاٹ دیا جاتا تھا اور بچوں کو ہلاک کرنا بھی عیب تھا۔ لہٰذا شیر شاہ نے حکم دیا کہ حضرت مخدوم شیخ سعدی نے فرمایا ہے کہ:

بابدان بد باش بانیکان نکو
جای گل گل باش جائی خار خار (12)

پس اسوقت جو حکم دیا تھا کہ جو مغل ہاتھ آجائیں ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑنا بلکہ قتل کر دینا۔ جب شیر شاہ ملتان پہنچا تو دس بارہ مغلوں کو پکڑ کر شیر شاہ کے پاس لایا گیا۔ حکم فرمایا کہ انکو کاٹ دو اور قتل کر دو۔

شیر شاہ کی مغلوں کو معافی:

جب لوگوں نے انہیں قتل کرنے اور کاٹنے کے لیے زمین پر لٹایا تو وہ فریاد کرنے لگے کہ "دواہی ہے شاہ عالم" (13) اور اس طریقے کے خلاف فریاد کی۔ جب شیر شاہ نے یہ طریقہ دیکھا تو مہربان ہو گیا اور اپنے سامنے طلب کیا اور کہا کہ اس وقت سے کسی مغل کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے اور قتل نہ کیا جائے اور جس جگہ بھی ہوں اطلاع کر دو۔ اس روز سے کسی مغل کو قتل نہ کیا گیا اور پھر جگہ جگہ امراء مقرر کر کے لاہور واپس آ گیا اور لاہور سے آگرہ آ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 80:

سرایوں کو آباد کرنا اور مساجد و کنوؤں کی بنیاد رکھنا

جب شیر شاہ آگرہ آیا تو حکم فرمایا کہ ہر ایک کروہ پر سرائے بنائی جائے اور مسجدیں کھڑی کی جائیں اور کنویں کھودے جائیں اور ایک طبیب رکھا جائے اور سرائے کے ہر دروزاے پر دو کاتب مقرر کئے جائیں کہ جو کوئی بھی وہاں سے گزرے اس کا نام اور مقام لکھ لیا کریں اور لنگر دیا کریں اور مسلمانوں اور مسافروں کو پکا ہوا کھانا کھلائیں اور ہندوؤں کو غلہ دیں اور راستے میں درخت لگائے جائیں تا کہ مسافر گرمیوں میں ان کے سائے میں چلیں اور یہ بھی حکم دیا کہ کوہ شمالی اور کوہ جنوبی کے نیچے جو شخص بھی لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کہنا جانتا ہو اس کو اتنی مقدار کی زمین دیدی جائے جتنی کہ وہ مانگے۔(1)

☆☆☆☆☆☆

1

حکایت نمبر 81:

شیر شاہ کا ملو خان کے خلاف جانا اور ملک میخیبار کا آباد کرنا

ملو خان کے خلاف چڑھائی:

شیر شاہ آگرہ میں تھا۔ اس نے ملو خان کو بلایا مگر وہ نہیں آیا۔ لہذا شیر شاہ مانڈو کی طرف گیا۔ جب یہ خبر اس نے سنی تو ملو خان مانڈو سے نیچے اترا اور دکن کی جانب بھاگ گیا۔ (1)

بادشاہ خاندیس کی بیٹی سے اپنے بیٹے کا نکاح:

اسی دوران مبارک شاہ بادشاہ خاندیس (2) نے اپنی لڑکی مانڈو میں شیر شاہ کو پیش کی اور وہ لڑکی بہت کم سن تھی۔ جب شیر شاہ نے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گیا اور بولا سبحان اللہ! لوگ دنیا کے لیے اپنی اس حقدار اولاد کو خود سے جدا کر دیتے ہیں (3) پھر شیر شاہ نے اپنے بیٹے فتح خان (4) کے بارے میں کہا کہا کہ یہ بیٹا اس میدان شاہ کی اولاد ہے (5) اور یہ میری بیٹی ہے ان دونوں کا نکاح کر دیا۔ اور فرمایا کہ ملک خاندیس اور مانڈو دریائے نربدہ (6) کے دونوں کناروں تک بہت بڑا ملک ہے اور بہت عرصے سے ویران پڑا ہے۔ اس ویران ملک کو میخیبار کہتے ہیں۔ وہاں جگہ جگہ آبادی کی نشانیاں تھیں مثلاً کوئن کھودے ہوئے تھے۔ باولیاں تھیں۔ اور زمین اونچی تھی اور دیہات تھے۔

ملک میخیبار کی آبادکاری: (7)

لہذا شیر شاہ نے فرمایا کہ اس علاقے کے باشندے کہاں چلے گئے۔ لوگوں نے کہا کہ یہاں بھی پہاڑیاں اور آبادکاری ہے۔ حکم دیا کہ ہر جانب فرمان صادر کرو کہ لوگ جو میخیبار کے متوطنی ہیں ہمارے پاس حاضر ہوں۔ اس پر ملک میخیبار کے ایک دو ارکان حکومت بادشاہ کے پاس آ گئے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ یہ ملک تو آباد تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ ملک دو سو سال کے زیادہ عرصے سے ویران ہے اگر بادشاہ خود آباد کرینگے تو آباد ہوگا۔ بادشاہ نے ان لوگوں کو کہا کہ ہم نے یہ سارا

ملک لوگوں کو انعام دے دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں بادشاہ! یہ اس طرح سے آباد نہیں ہوگا۔ بادشاہ ایک (مرجدہ)(8) فی بھیگ(9) ہ مقرر کردیں تو آباد ہوگا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جو تم کہو گے میں کرونگا۔ انہوں نے کہا کہ اسی تین چار بھیگہ شیر شاہی کو ایک بھیگہ قرار دیدیں اور تین سال تک کسی سے حساب نہ لیں۔ شیر شاہ نے فرمایا کہ ایک (فلوس)(10) شیر شاہی فی بھیگہ ان کو لکھ کر دیدیں جب تک میں زندہ ہوں کوئی شخص کسی چیز میں زیادتی نہ کرے۔ کہتے ہیں کہ وہ ملک اتنا آباد ہوا کہ شیر شاہ کی وفات کے بعد اس ملک میں اسلام شاہ نے چھ ہزار سواروں کو جاگیریں دیں تھیں۔(11)

قلعہ ہاندیہ کی تعمیر:

اسکے بعد شیر شاہ وہاں سے ہاندیہ (12) کی جگہ آیا۔ ملک ہاندیہ کو سلطان ہشنگ غوری (13) نے مسلمان کر دیا تھا۔ ہاندیہ میں حکم دیا کہ یہاں پر پتھر کا قلعہ بنایا جائے۔ پتھر کا قلعہ بنانا شروع کیا تھا کہ اسی دوران ایک مرد افغان جو بہت لائق اور پسندیدہ تھا وہ کرہ رائے سین کی جانب سے آکر بادشاہ سے ملا اور کہا کہ شاہ عالم! میری ایک عرض ہے۔ فرمایا کہ کہو۔ اس نے کہا کہ بادشاہ چونکہ میں بادشاہ کی خدمت کے لیے آرہا تھا تو کرہ رائے سین کے نزدیک راہ میں میں نے ایک کنویں پر دیکھا کہ عورتیں کنویں سے پانی نکال رہی ہیں۔ میں بھی پانی پینے انکے پاس گیا اور طلب کیا۔ اسی دوران ان میں سے ایک عورت نے مجھ سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ میں نے کہا کہ میں افغان ہوں۔ اس پر اس عورت نے گالیاں دینا شروع کر دیں۔ پھر پوچھا کہ تیرا بادشاہ کون ہے۔ اس طرح سے بلا سبب مجھے اور میرے بادشاہ کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ پھر اس عورت نے اپنے کان دکھائے اور کہا میں چندیری کی سیدزادی ہوں۔ یہ کافر مجھے قید کر کے لائیں ہیں اور کان کاٹ کر (شرگین)(14) لگا کر کافر بنا دیا ہے۔ جب بادشاہ نے یہ حقیقت سنی تو پہلا عہد جو خود سے کیا تھا وہ اسے یاد آگیا۔ اسی لیئے قلعہ ہاندیہ پر اپنے کارندے فرما مقرر کر کے جلدی سے کرہ رائے سین کی جانب کوچ کیا اور وہ لوگ جو قلعہ پر موجود تھے ان لوگوں نے اس ملک میں پتھر کا قلعہ بنا لیا۔(15)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 82:

آنگہ بیرم خان کے بیان میں جو چار سال تک شیر شاہ کی خدمت میں تھا اور اس کے بعد بھاگ گیا

بیرم خان کی طلبی:

جس وقت شیر شاہ ملتان سے آگرہ آیا تو خبر ملی کہ بیرم خان اور بعض دیگر امراء راجہ کھتور کے پاس ہیں۔ شیر شاہ نے راجہ کھتور کو فرمان صادر کیا کہ انکو ہمارے سامنے لائیں۔ پھر راجہ کھتور نے بیرم خان وغیرہ کو شیر شاہ کے پاس بھیج دیا اور دیگر مغل جو گوالیار میں تھے انکو سجاول خان (1) نے گرفتار کر کے بھیج دیا۔ جب بیرم خان شیر شاہ کے سامنے آیا تو شیر شاہ نے بیرم خان کو بہت سے دلاسے دیئے کہ اے بیرم خان! میں نے سنا ہے کہ تو بڑے خاندان سے ہے۔ خاطر جمع رکھ تیرے ساتھ اتنی اچھائی کرونگا کہ تو خود اپنی قوم کو بھول جائے۔ اس طرح سے بہت مہربانی فرمائی۔ قصہ یہ کہ افغانان بادشاہان کا طریقہ یہ تھا کہ اگر کسی جگہ سواری کے لیے سوار ہوتے تھے تو سواران چابک خوبا پڑا کر کے آگے جاتے تھے جب شیر شاہ مانڈو کی جانب روانہ تھا تو ایک روز بیرم خان اس کے پاس گیا اور تیر اڑایا۔ نواب خان بیرم نے (کریز) سے دیکھا۔ جب شیر شاہ نے دیکھا تو بہت خوش ہوا اور عراقی گھوڑا کہ جس پر خود سوار تھا اسے (ساز باناتی)(2) کے ساتھ بیرم خان کو انعام میں دیدیا(3)۔ البتہ بیرم خان ہمیشہ اپنے مغلوں کے ساتھ ترکی زبان (3) بولتا تھا اور راہ تلاش کرتا تھا کہ میں کس راستے سے بھاگوں۔ اسی طرح سے چار سال تک شیر شاہ کی خدمت میں رہا کہ ہمایوں بادشاہ نے ایک خط اپنے ہاتھ سے بیرم خان کو لکھا کہ ''اے یار غم خوار'' جب یہ خطوط پہنچے تو اس وقت بہت مضطرب ہو گیا کیونکہ شیر شاہ ہاندیہ سے کرہ رائے سین کی جانب روانہ ہو گیا تھا اور راستے میں پہاڑ اور جنگل تھے کہ ایک روز فیل بان ہاتھیوں کے لیے درختوں کی شاخیں لانے

گئے اس جگہ گوندان(5) قوم رہتی تھی وہ ایک دو ہاتھی فیل بانوں کے ہاں سے اٹھا کر لے گئے ۔جب شیر شاہ کو یہ خبر پہنچی تو سواروں کو حکم دیا کہ ہاتھیوں کو لاؤ یا آپ بھی ہاتھیوں کے پیچھے چلے جاؤ۔

بیرم خان کا فرار:

اسی شور شرابے میں بیرم خان نے ترکی زبان میں دوستوں سے کہا کہ ''یہی وقت ہے''۔اس فرصت میں بیرم خان اپنے دوستوں کے ساتھ برہان پور کی جانب بھاگ گیا اور وہاں پر گھوڑے بیچ کر (بہلان یا بہلیان)(6) خرید کران پر سوار ہو کر گجرات کی جانب روانہ ہو گیا۔شیر شاہ نے بھی گجرات کی طرف لوگ دوڑائے ۔وہ لوگ اتنے تیز گئے کہ بیرم خان سے پہلے ہی گجرات پہنچ گئے اور احمد آباد میں کسی مفرور کو نہ پایا۔پھر وہ احمد آباد سے واپس لوٹ رہے تھے کہ بیرم خان چبوترہ لگائے گجرات کی طرف احمد آباد کو جا رہا تھا اور شیر شاہ کے آدمی آرہے تھے کہ راہ میں ملاقات ہوگئی۔شیر شاہ کے لوگوں نے ان میں سے جو بڑا جوان اور خوبصورت تھا اسے پکڑ لیا اور بیرم خان جو کہ کوتہ تھا اور چہرکین قبا پہنے ہوئے تھا اسے پہچان نہ سکے۔اسی وجہ سے کسی نے بیرم خان پر توجہ نہ کی۔بیرم خان زمین میں کمین گاہ کے اندر گھس گیا اور اسی زمین سے ہوتا ہوا بھاگ نکلا اور ایک دو ہمراہی بھی جن کو موقع ملا وہ بھی بھاگ نکلے۔کہتے ہیں کہ پیدل اور ننگے پیر جاتے تھے۔ جب قلعہ چاپانیر(7) میں دریائے مہتمی (8) پر پہنچے تو اس جگہ دریا کے اس کنارے پر (بہیلان)(9) فوجی شراب پی رہے تھے اور تھکے ہوئے تھے۔جب انکو دیکھا تو بولے کہ یہ مغل ہیں اور یہ رقص کرنا جانتے ہیں ہمیں چاہیے کہ انکو نچائیں۔لہذا انکو پکڑ کر کہا کہ رقص کرو۔چنانچہ بیرم خان نے اپنے دوستوں کے ساتھ ''سگ فلکم''۔(10) کہہ کر ناچنا شروع کر دیا۔پھر جب بہیلان سے نجات پائی تو احمد آباد پہنچے۔اس جگہ وزیر سلطان محمود تھا(11) اس نے بہت مہربانی کی اور خرچہ دے کر گدھے پر بٹھا کر ٹھٹھہ کی جانب بھیج دیا۔جب ٹھٹھہ پہنچے تو وہاں بھی کشتی پر بیٹھ کر بھکر چلے گئے اور بھکر سے قندھار جا کر ہمایوں بادشاہ سے ملاقات کی۔(12)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 83:

شیر شاہ کا قلعہ رائے سین پر جانا اور پورن بیہہ کے قبیلے کو قتل کرنا اور اسکی عورتوں اور بیٹیوں کو قصابوں کو دے دینا

قاضی نصیر اور راجہ پورن:

جب شیر شاہ نے قاضی نصیرن کو وکیل بنا کر پورن کے پاس بھیجا اور جب قاضی، پورن کے پاس گیا تو دیکھا کہ دونوں پاؤں پھیلائے بیٹھا ہے۔ قاضی نے کہا کہ پاؤں دراز مت کر کیونکہ مرتے وقت ہر کوئی پاؤں دراز کر دیتا ہے کیونکہ جس کسی پر شیر شاہ جیسا بادشاہ آ جاتا ہے تو اس کو زندگی کی امید باقی نہیں رہتی۔ آخر پورن نے قاضی کی مہمانی کا آغاز کیا اور طوائفوں کو ناچنے کے لیے قاضی کے سامنے لایا۔ وہ طوائفیں بہت قیمتی زیور پہنے ہوئے آئیں اور قاضی نے ان عورتوں سے ہنس کر کہا کہ جلد ہی تم لوگ راجہ کی خدمت کے لیے ان زیورات کو خود سے اتار کر دو گی یا پھر پہنے ہوئے ہی ہم بستری کرو گی۔ قاضی کی داڑھی بہت گھنی تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے قاضی جیو! آپ بھی ہم بستری کے وقت اپنے گھر میں اس گھنی داڑھی کو الگ کر دیتے ہو یا داڑھی کے ساتھ ہی ہم بستری کرتے ہو۔ اس طرح کی باتوں سے قاضی اور راجہ پورن بہت ہنستے رہے۔ قصہ یہ کہ شیر شاہ نے رائے پورن کو کہلا بھیجا کہ تو جلد میرے حضور میں آ جا۔ آخر پورن نے جواب میں شیر شاہ کو کہلا بھیجا کہ میں آپ کے حضور میں نہیں آؤنگا اور جو کچھ پیش کش اور نعل بندی چاہیے وہ دے دونگا۔ (1)

قلعہ رائے سین پر حملہ:

شیر شاہ نے قلعہ رائے سین کو نیچے سے معائینہ کیا اور جب دیکھا کہ کرہ بہت مضبوط ہے اور اس کرہ کو توڑنے میں بہت سے لوگ ضائع ہو جائیں گے تو حکم دیا کہ کرہ کے ہر جانب عارہ بہ آتش بازی لگائے جائیں اور بڑی کمانوں سے گولے کرہ پر ہر جانب سے برسائے جائیں

۔ چنانچہ چاروں جانب سے گولے کرہ پر برسائے جانے لگے ۔ آخر چند دنوں میں کرہ کے اندر کنوؤں اور حوضوں کا پانی گولوں کے گرنے سے خشک ہو گیا۔ اس پر وہ عاجز ہو کر کرہ سے اتر کر شیر شاہ سے ملا۔ حکم دیا کہ اسے قید کر دیں۔ لہذا قید کر دیا گیا۔ اس کے بعد ایک روز شیر شاہ کو یاد آیا میں نے عہد کیا تھا پورن اور اسکے تمام مردوں کو قتل کر دوں گا اور اسکی عورتوں کو قصائیوں اور باورچیوں کو دے دوں گا تا کہ بازار میں گوشت بھون کر فروخت کریں ۔ (2)

کرہ رائے سین والوں کے قتل کے عہد کی روایت:

یہ عہد کرنے کی حقیقت یوں ہے کہ جب شیر شاہ گور سے پہاڑوں میں چلا گیا اور سہسرام آیا تو اسی دوران راستے میں (معذوری شکم جاری) پیدا ہو گئی۔ ایک روز ہمایوں نیازی شیر شاہ کے سامنے بیٹھا تھا اور شیر شاہ چارپائی پر سو رہا تھا کہ شیر شاہ نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہا کہ افسوس ہے۔ ہمایوں نیازی نے کہا کہ پہلے تو شیخ فرید تھا اور اب حق تعالیٰ نے تجھے بادشاہ کر دیا ہے۔ اب تجھے کیا افسوس باقی رہ گیا ہے۔ شیر شاہ نے کہا کہ دو افسوس باقی رہ گئے ہیں۔ ایک یہ کہ سادات کی عورتوں اور بیٹیوں کو چندیری کے راجپوتوں کرہ رائے سین والوں نے کنیز اور رقاصائیں بنا لیا ہے۔ اسی وجہ سے ان راجپوتوں کو قتل کر کے انکی عورتوں اور بیٹیوں کو قصابوں اور باورچیوں کو دونگا کہ گوشت بھون کر بازار میں فروخت کریں۔ دیگر یہ کہ دولت خان بائی خیل کو مغلوں نے اپنی دوستی و برادری سے ناحق کر دیا ہے اور اس کے اہل و عیال کو غارت کر دیا ہے۔ (3)

پورن کا قتل:

غرض کہ شیر شاہ کرہ رائے سین سے روانہ ہو گیا پورن کو حکم دیا کہ تو مسلمان ہو جا۔ پورن نے قبول نہ کیا۔ شیر شاہ نے ہر ممکن کوشش کی مگر وہ مسلمان نہ ہوا۔ آخر پورن کو اس کے پورے قبیلے (خاندان) کے ساتھ لایا گیا ۔ آخر کار سرونج (4) کے راستے میں پورن کو اس کے رشتہ داروں کے ساتھ قتل کر کے انکی عورتوں کو قصابوں اور باورچیوں کو بخش دیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 84:

شیر شاہ کا مالدیو کے خلاف جانا

سرونج کی آبادکاری:

جب شیر شاہ ان سب کو غارت کر کے سرونج پہنچا تو سارا ملک سرونج ویران تھا۔ اسی طرح کے جیسے میخیار کو آباد کیا تھا ملک سرونج کو آباد کر کے آگرہ آ گیا۔ (1)

جودھپور پر حملہ:

آگرہ میں تھا کہ رائے سین کے قبیلے بھورنہ (2) نے اپنی ایک لڑکی کو شیر شاہ کے پاس بھیجا کہ اس کو ہم بادشاہ کی کنیزگی کے لیے بھیجتے ہیں اور عرض بھیجی کہ ہمارے لوگوں کو مالدیو راجہ جودھ پور نے ناحق قتل کر دیا ہے اور گھر خراب کر دیا ہے۔ لہذا شیر شاہ نے آگرہ سے مالدیو پر چڑھائی کی (3)۔ جب مالدیو کے قریب پہنچا تو مالدیو اپنے امراء سے کہا کہ شیر شاہ ایک طاقتور بادشاہ ہے میں جنگ نہیں کروں گا۔ مالدیو کے امیران جتیا اور گوپا تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم جنگ کرینگے۔ آپ دیکھیں کہ ہم کیسے جنگ کرتے ہیں۔ جتیا اور گوپا دونوں شیر شاہ کے خلاف آئے اور شیر شاہ کی جانب سے جلال خان جلو آگے بڑھا۔ بہت زبردست جنگ ہوئی آخر جلال خان جلو نے دونوں کو مار ڈالا۔ جب فتح ہوگئی تو میاں حسن (4) نے چاہا کہ پہلے میں بادشاہ کو فتح کی مبارک باد دوں۔ اسی دوران بہت لوگ جمع ہو گئے۔ وہ بادشاہ کے پاس آ کر اونچی آواز سے بہت تیزی سے بولا اے بادشاہ! فتح مبارک ہو۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اے (پاش)! (5) یہ مرد کیا شور کرتا ہے اور کیا بات ہے۔ تیرا باپ تو اتنا بڑا شخص تھا اور تو اس طرح ہے۔ شیر شاہ نے جب اتنی شدید جنگ دیکھی تو کہا کہ باجرا اور جو من کے لیے میں نے اپنی گندم برباد کر لی ہے (6) آخر مالدیو بھاگ کر کوہ رانا (7) میں آ گیا۔ شیر شاہ نے جودھ پور میں سعید خان بلوچ (8) کو چھوڑا۔ اسی طرح گڑھی میں اور جگہ جگہ تھانے بنا کر رانا کی طرف آیا۔ جب رانا نے سنا کہ شیر شاہ ہم پر چڑھ آیا ہے تو کرہ چیتوڑ کو چھوڑ کر پہاڑوں میں چلا گیا۔

فتح چیتوڑ:

جب شیر شاہ نے چیتوڑ دیکھا تو کہا یہ پہاڑ ہے۔لیکن اس پہاڑ پر حصار اچھا نہیں ہے۔ حکم دیا کہ اس پہاڑ پر مضبوط حصار بنائیں۔ چیتوڑ پر حصار تیار کیا گیا۔اور خواص خان نے اس حصار کے دروازے پر مسجد بھی تیار کی اور وہ حصار اور مسجد شیر شاہ کی تیار کردہ ہے(9)۔اور قلعہ کدہور(10) ومہدی(11) وروہداس(12) وشیر گڑھ(13) وبجی کرہ(14) اور دیگر تین حصار کوہ کہری کرہ(15) پر بہت مضبوط بنائے ہیں اور کرہ پتھیل(16) اور صحرا کرہ(17) وغیرہ رانا کے پہاڑوں میں بہت سے سنگین حصار اور راستے بنائے ہیں اور ملک ککھر (18) میں روہداس(19) خورد اور کلینجر (20) اور رشید کرہ(21) اسلام شاہ نے بنائے ہیں(22) اور رانا کے پہاڑوں میں خواص خان نے بہت سی باولیاں جگہ جگہ بنائی ہیں کیونکہ ان راہوں میں کوئی دیہات نہیں ہے اور جنگل پڑتا ہے۔غرض کہ خواص خان وحاجی اور دیگر امراء کو رانا کی مہم پر چھوڑ کر خود واپس آگرہ آ گیا۔

حج اور کعبہ کی زیارت کی خواہش:

آز ہمایوں نیازی نے عرض کیا کہ یہ بادشاہی قائم رہے۔ مجھے کعبہ شریف کے لیے اجازت دیں۔شیر شاہ نے فرمایا کہ میں بھی کعبہ کی جانب جاؤنگا اور انشاءاللہ دریا کے راستوں میں سرائیں بناؤنگا۔ جب آگرہ پہنچ جاؤنگا تو ایسا طریقہ نکالوں گا کہ راستے میں دو ماہ اور چار ماہ بھی رہ جاؤں تو بھی روٹی پانی کی لوگوں کو تکلیف نہ ہو اور پھر فارغ ہو کر خراسان سے کعبہ کو جاؤنگا. جب آگرہ پہنچا تو حکم دیا کہ لوگ کوئی ایسا طریقہ کریں کہ روٹی پانی کی انکو تکلیف نہ ہو(23) اور اسی فکر میں تھا کہ اطلاع آئی کہ دکن سے ایک قافلہ آرہا تھا کہ جکمن (24) نے دہند ہیرہ(25) میں اس کاروان کو لوٹ لیا جب یہ خبر سنی تو فرمایا کہ یہ موذی ہے۔اسے اس جگہ سے دور کرنا اچھا ہے۔

جمکن کا تعاقب:

لہذا جمکن کی جانب روانہ ہوا جب جکمن کو یہ خبر ملی تو وہ اس جگہ سے بھاگ کر باندھو چلا گیا۔جب شیر شاہ ملک دہند ہیرہ گیا تو اس پہاڑ پر ایک صحرا کرہ بنایا(26) آخر اسی دوران ایک

رات اس پہاڑ پر جنگل میں آگ لگ گئی اور وہ جنگل جل گیا۔اسی دوران ایک شاعر شیر شاہ کے پاس تھا(27) اس نے کہا کہ اے بادشاہ! یہ جنگل مشعلیں جلا کر بادشاہ کو اس طرح سے دلا سا دے کر کہہ رہا ہے کہ اے بادشاہ! میرے پاس آپ کا دشمن نہیں بچا ہے۔آخر اس جگہ شیر شاہ کو خبر ملی کہ جمکن باندھو چلا گیا ہے۔شیر شاہ باندھو کی جانب آیا۔کلینجر کرہ باندھو سرزمین پر تھا اور راجہ کلینجر کے پاس چھ ہزار سوار تھے اور اس راجہ کا نام بہرہ(28) تھا وہ بہت زور آور اور قوی تھا۔

قلعہ کالنجر

حکایت نمبر 85:

شیر شاہ کا راجہ کلنجر پر حملہ اور شیر شاہ کا جلنا

کالنجر پر حملہ:

جب شیر شاہ نے راجہ کلنجر پر حملہ کیا تو اسلام شاہ سے کہا کہ یہ کرہ راستے میں ہے۔ ہم اس کو صاف کرتے چلیں گے۔ تم باندھو کی جانب چلے جاؤ۔ جب اسلام شاہ باندھو چلا گیا۔ تو اس جگہ راجہ بیر بہان تھا جو رام چندر کا باپ تھا(1) اور قلعہ باندھو کے اردگرد ایک پہاڑ ہے۔ جو سراپردہ کی طرح ہے۔ اور اس کو (سرابچہ)(2) بھی کہتے ہیں اور راجہ بیر بہان اس کوہ سرابچے سے بارہ ہزار سواروں کے ساتھ ہر روز تیر اور گولے پھینکتا تھا۔

ساباط کی تیاریاں:

اور شیر شاہ کلنجر کا محاصرہ کئے بیٹھا تھا کہ کلنجر کے حصار پر ساباط لگانے شروع کر دیئے کہ ان ساباط پر چڑھ کر لوگ حصار پر جائیں گے۔ آخر لوگ جو ساباط کے کام پر لگے ہوئے تھے اور ساباط باندھتے تھے ان لوگوں کو حصار کے اندر سے آتش بازی کا ایک حصہ آن لگا۔ جب بہت سے لوگ مارے گئے تو شیر شاہ نے چمڑے سے ایک حوض سا بنا کر اس میں پانی ڈال کر اپنے لوگوں کے سروں پر باندھ کر ساباط میں رکھ دیا۔ لہذا جب وہاں سے حقے آتے تو پانی میں سرد ہو جاتے۔ آخر کا ساباط تیار ہو گیا پھر اپنا لشکر جمع کیا کہ اب ایک ساتھ حملہ کریں اور حصار کو توڑ دیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ آتش بازی لے آؤ اور لوگوں کو ہمارے حضور تقسیم کر دو۔(3)

شیر شاہ کی وفات:

جب تقسیم کر رہے تھے تو ایک بندوقچی جلتے ہوئے فتیلے کے ساتھ اپنا حصہ لینے کے لیے آیا۔ اچانک اس فتیلے سے آگ آتش بازی کے ڈھیر میں گر گئی اور یکدم اتنی آگ پیدا ہوئی کہ شیر شاہ کو جلا دیا۔(4) اور وہ تین روز زندہ رہا یہاں تک کہ کرہ کو توڑ ڈالا اور بیر کو قتل کر دیا(5)۔ اس

کے بعد شیر شاہ نے وفات پائی۔(6)

مدت حکومت:

اس نے 7 سال دو ماہ 9 دن اور ایک گھڑی بادشاہی کی۔(7)

شیر شاہ کو خراج تحسین

ابیات

دل (منہ) بر دنیا و اسباب او — ز آنکہ از وی کس وفاداری ندید
کس عسل بی نیش ازین دوکان نخورد — کس رطب بی خار زین بستان نچید
بی تکلف ہر کہ دل بروی نہاد — چون بدیدم خصم خودمی پرورید
شاہ غازی خسرو گیتی ستان — آنکہ از شمشیر او خون میچکید
گہ بیک حملہ سپاہی می شکست — گہ بریدی قلب وگاہی میدرید
گردکان را بی سبب میکرد جس — گردگان را بی سبب سرمی برید
عاقبت شیر از تبریز و عراق — چون مسخر کرد وقتش دررسید
آنکہ روشن بد جہان بپیش بدو — میل درچشم جہان بینش کشید(8)

تاریخ وفات

شیر شاہ کی تاریخ کے بارے میں:

شیر شاہ آنکہ از مہابت او — شیر و بز آب ہمدگر میخورد
چونکہ رفت از فنا بدار بقا — سال تاریخ اوز آتش مرد(9)

ہمایوں کی شیر شاہ کو خراجِ تحسین

جب شیر شاہ فوت ہوا تو کابل میں ہمایوں بادشاہ کے پاس خبر پہنچی کہ شیر شاہ مر گیا تو امراء نے ہر طرف سے مبارکباد دینا شروع کردیا۔ بادشاہ (ہمایوں) نے کہا کہ اے دوستو! مبارک بادی کی کیا بات ہے ارے استاد بادشاہان مر گیا ہے۔(10)

حکایت نمبر 86:

شیر شاہ کے نصائح وسلوک کے (بیان میں)

بچپن کا دوست:

شیر شاہ ایک روز امراء کے محل میں جاتا تھا اور لوگوں کو ٹھیک کرتا تھا۔ آخر ایک شیخ زادہ پیر اس کے حضور میں آیا۔ شیر شاہ نے اسے پہچان لیا کہ بچپن میں اس کا یار تھا۔ اس نے کہا کہ اس زنبیل کو کون شخص درست کرتا ہے۔ تو پچی جو سامنے کھڑا تھا اس نے وہ لکڑی جو اس کے ہاتھ میں تھی اٹھائی اور کہا کہ سامنے سے دور ہو جا۔ اس شیخ زادے کے ہاتھ میں جو گھوڑا تھا وہ اسکے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ یہ گھوڑا بھاگ کر اس جگہ چلا گیا کہ جہاں شیر شاہ بیٹھا ہوا تھا اور اس جگہ ایک ہزار مہریں اور ایک ہزار روپیہ ہر کہار کی ہتھیلی پر رکھ رہا تھا۔ وہ شیخ زادہ بار بار مڑ کر شیر شاہ کی جانب دیکھ رہا تھا کہ ہر بار جب وہ دیکھتا تو ایک کہار سے کہتا کہ ان باپوں کو اس کے سامنے لے جاؤ۔ چار مرتبہ شیخ زادہ نے مڑ کر شیر شاہ کی جانب دیکھا اور ہر مرتبہ ایک کہار اس کو کہتا تھا کہ اس کے سامنے لے جاؤ۔ پانچویں مرتبہ گھوڑا اس کے ہاتھ میں آیا اور دروازے سے نکل گیا۔ شیر شاہ نے کہا کہ ایک مرتبہ پھر سے دیکھو۔ پھر خواص کو جو اس کے پاس کھڑا تھا اس سے کہا کہ جا اور اس کو میرا سلام دے اور کہہ کہ یہ وقت تیرے سپہ گری کرنے کا نہیں ہے۔ اگر کوئی ڈھال کار آمد ہو تو اسے میرے پاس بھیج دے۔ اگر چھوٹا ہو تو ڈیرے میں بیٹھے۔ وقت گزارے۔ یہ تیری محنت کا وقت نہیں ہے۔ وہ خواص ڈیرے میں گیا اور چاروں جانب کہاروں کو دوڑایا اور یہی بات کہہ کر آ گیا۔

بیت

بغیر من دل کس نیست دارد اخلاص — غلام ہمت آنم کہ این قدر دارد (1)

عوام کی معاشی خوشحالی

کہتے ہیں کہ شیر شاہ نے اپنے دور میں استار (2) اکیس بہلولی کے وزن کا کر دیا تھا۔

اس استار کے وزن سے فی بھیگہ دس استار غلہ ہر ملک سے خود لیتا تھا اور وہ غلہ جگہ جگہ سرایوں میں ذخیرہ کر کے رکھا تھا اور جس جگہ بھی قحط پڑتا تھا تو اس جگہ حکم کر دیتا تھا کہ وہ غلہ دس استاری لے جائیں اور سستا کر کے فروخت کریں۔لہذا اتنا زیادہ غلہ پہنچتا تھا کہ سستا ہو جاتا تھا کہ گویا کبھی اس ملک میں مہنگائی نہ ہوتی تھی۔اسی وجہ سے جب تک شیر شاہ زندہ رہا اس کے ملک میں کسی جگہ قحط نہ پڑا تھا۔(3)

عدل کا واقعہ:

اور شیر شاہ کی عدل کی باتوں میں سے ایک یہ تھی کہ جس وقت شیر شاہ گور کی جانب چلا جا رہا تھا تو اسی وقت قاضی مخدوم بدی(4) کو روہداس پر اپنے قبیلے کے پاس چھوڑ کر روانہ ہوا۔ جب گور سے پہاڑوں میں سے ہوتا ہوا سہسرام واپس آیا تو قاضی بھی روہداس شیر شاہ کے پاس آئے۔اور عرض کیا کہ مجھے جو قبیلے میں چھوڑا گیا تھا۔تو میں بادشاہ کے قبیلے میں نہیں رہونگا۔یہ میرا کام نہیں ہے۔شیر شاہ نے فرمایا کہ کس وجہ سے بتایئے۔تو قاضی نے کہا کہ وہاں پر عورتیں میرے بولنے اور فرمانے سے باہر نکلتی ہیں۔(یعنی کہنا نہیں مانتیں) وہاں کیسے رہا جا سکتا ہے۔شیر شاہ نے گالی(5) دے کر فرمایا کہ وہ کونسی قحبہ ہے کہ جو تیرا کہنا نہیں مانتی۔قاضی نے بھی غصے میں آکر کہا کہ تیری بیٹی(6)۔شیر شاہ نے کہا کہ خدا تباہ کرے قاضی بھی عجیب فضحیت ہے اس دور سے قاضی کا نام قاضی فضحیت مشہور ہو گیا۔لیکن شیر شاہ کو قاضی پر اتنا اعتبار تھا کہ جہاں خود جانا ضروری خیال کرتا وہاں قاضی کو بھیج دیتا۔چنارہ سے لیکر بنگ(7) تک (سارا ملک) قاضی کے حکم میں تھا۔ایک روز کسی فریادی نے آکر قاضی سے عرض کیا کہ بادشاہ نے گھوڑے خریدے تھے۔مجھے انکی قیمت نہیں ملی ہے۔قاضی نے بادشاہ کو اعلام نامہ لکھا کہ تمہارا مدعی آکر فریاد کر رہا ہے آپ کو چاہیے کہ آئیں۔بادشاہ آگیا۔قاضی نے وہی بات پوچھی۔عدالت لگائی گئی۔بادشاہ کو حکم دیا کہ اپنے مدعی کے ساتھ کھڑے ہو کر دونوں فریقین عرض کریں۔قاضی نے جو شریعت کا حکم تھا صادر کر دیا اور دونوں فریقین نے قبول کر لیا۔اسی دوران میاں قاضی نے مسند پر کھڑے ہو کر بادشاہ سے عرض کیا کہ یہ قاضی گری کا کام ہے جو بہت مشکل ہے۔میں اسے اختیار نہیں کرتا۔بادشاہ جس کسی کو چاہیں سپرد کر دیں۔بادشاہ نے فرمایا کہ اے قاضی! اگر تو آج اس طرح سے عدل نہ کرے گا تو میں تجھے قتل کر دوں گا اور میری حکومت میں اس مقام کے لیے تجھ سے لائق کوئی دوسرا نہیں ہے۔(8)

علم و فضل:

اور ایک روز بادشاہ کا ڈیرہ منیر(9) میں لگا ہوا تھا۔ جب کوچ ہوا تو میاں بڈی منیری کا بیٹا آکر بادشاہ سے ملا۔ بادشاہ نے اس سے مقدمہ نحو(10) کا سوال کیا۔ اس کو جواب نہیں آیا۔ پھر شیر شاہ نے اسے اپنے ساتھ رکھ کر تمام کافیہ(11) اپنی یاداشت سے اسکے سامنے پڑھا۔ اور فرمایا کہ اے فلانے! تو نے بڈی کا گھرانہ کھو دیا ہے اور میں جوان دنیاوی کاموں میں اتنا مصروف ہوں مجھے ابھی تک اتنا یاد ہے۔ شاید تجھے علم کی ہوس نہیں ہے۔(12)

نماز اور بادشاہی:

جب شیر شاہ دنیا کے کاموں سے فارغ ہوتا تو بہت نماز پڑھتا تھا اور اکثر اوقات نمازیں ہی پڑھتا رہتا تھا اور جس وقت وہ بہار خان نوحانی کے پاس تھا تو اس زمانے میں بھی نوافل بہت پڑھتا تھا۔ لہذا بہار خان کہتا کہ اے شیخ فرید! تجھے بادشاہی کی ہوس ہو گئی ہے(13)۔ چنانچہ اسی زمانے میں (بندگرہ)(14) لگالی اور جب تک بادشاہی تک نہیں پہنچ گیا۔ تب تک کوئی جلالی اور جمالی جانور(15) نہیں کھایا۔

ملازمین کو نصیحتیں:

اور جو کوئی نوکری کے لیے آتا تو اس کو پانچ نصیحتیں کرتا تھا ایک یہ کہ بات کرنے میں کبھی مسکری(16) (مسخری) نہ کرنا۔ اگر کبھی کر چکا ہے تو اب توبہ کر لے کہ اب کبھی نہ کرونگا۔ اسمیں دین اور دنیا دونوں ضائع ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ قمار بازی(17) نہ کرنا۔ تیسرے یہ کہ لوگوں کا حق نہیں مارنا۔ چوتھے یہ کہ نماز نہیں چھوڑنا(18)۔ اور پانچواں یہ کہ روزے رکھنا۔ اگر یہ سب کام کرلے گا تو تجھے دونوں جہانوں کا فائدہ ملے گا۔

قطعہ

آن قصر کہ بہرام درو جام گرفت
روبہ بچہ کرد و شیر آرام گرفت

بہرام کہ گور گرفتی دائیم
امروز نگر کہ گور بہرام گرفت(19)

آخرت کی تیاری:

اور شیر شاہ کی پرانی عادت یہ تھی کہ ہمیشہ ہر لحہ آستین چڑھائے رہتا تھا۔ (پوچھنے پر) جواب دیتا کہ مجھ پر شام کا وقت آ گیا ہے۔ میں اس فرصت میں چاہتا ہوں کہ کام کروں اور اپنے مقصد تک پہنچ جاؤں۔ ہاں! کوئی اس طرح سے حیات کو بے بنیاد دیکھے تو دنیا اور دین کے کام مکمل کر لے اور جس کسی نے اسے اس طرح سے نہیں جانا تو دنیا اور دین کا کام برباد کر لیا (20)۔ چنانچہ:

بیت

ہر شبی گویم کہ فردا ترک این سودا کنم　　　باز چون فردا شود امروز را فردا کنم (21)

بیت

بیا کہ قصر امل سخت سست بنیاد است　　　بیار بادہ کہ بنیاد عمر بر باد است (22)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 87:

اسلام شاہ پسر شیر شاہ کی بادشاہی کا ذکر

جس وقت شیر شاہ کلنجر میں بھسم ہوگیا تو اسوقت اسلام شاہ قریب تھا۔ وہ لشکر میں آکر تخت نشین ہوا اور آگرہ روانہ ہوگیا۔ شیر شاہ کا بڑا لڑکا جس کا نام عادل خان تھا وہ رن تھنبور میں تھا۔ آز ہمایوں پنجاب میں تھا اور اس کا چھوٹا بھائی سعید خان شیر شاہ کے ساتھ تھا۔ اور سعید خان نیازی اور جلال خان جلو اور قطب خان سنیری یہ سب امراء اسلام شاہ کے ساتھ آگرہ روانہ ہوئے۔ اسلام شاہ نے آز ہمایوں نیازی کو لکھا کہ تو جلد از جلد میرے حضور آ۔ مگر امراء پریشان تھے کہ شیر شاہ کا بڑا لڑکا عادل خان ہے۔ اسی لئے اس کے حضور آنے میں پیش وپس کر رہے تھے اور خواص خان وحاجی خان میوات کی مہم پر تھے اسلام شاہ نے انکو بھی طلب کرلیا۔ خواص خان اسلام شاہ کا رضائی بھائی تھا (1) لہذا خواص خان وحاجی خان اسلام شاہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستے میں ریگستان میں بارش ہونے لگی۔ سوکھی لکڑی نہیں ملی کہ کھانا پکایا جائے۔ یہ خبر خواص خان کو ہوئی۔ خواص خان نے فرمایا کہ مل مل کے کپڑے وغیرہ جو ہمارے پاس ہیں ان کپڑوں کو اتار دو اور روغن میں تر کرو اور جلا ہوا حلوہ پکاؤ کیونکہ فقراء فاقے نہیں کرتے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حلوا پکا کر فقیروں کو کھلایا گیا اور یہ بات دنیا بھر میں مشہور ہے (2)۔ آخر خواص خان اور حاجی خان اسلام شاہ کے حضور آ گئے۔

☆☆☆☆☆☆

19

حکایت نمبر 88:

آز ہمایوں کا اسلام شاہ سے باغی ہونا

جب اسلام شاہ بادشاہ ہوا اور آگرہ پہنچ گیا تو وہاں اس نے جلال خان اور جلو اور اسکے بھائی خویداد خان اور سعید خان اور قطب خان سنیری تینوں کو پکڑ لیا کیونکہ وہ بہت شجاع اور طاقتور اور قابل ہیں ان کو قتل کرنا چاہا۔لہذا انکو قتل کر دیا۔اس حوالے سے بہت سی روایات ہیں (1)۔لیکن اختصار کے طور پر بس یہی لکھ دیا جاتا ہے۔سعید خان نیازی کو فرمایا کہ تو آز ہمایوں کو بلا ورنہ تم پانچوں بھائیوں کو اسی طرح قتل کر دونگا جیسا کہ جلال خان جلو کو قتل کیا ہے۔لہذا سعید خان یہاں سے بھاگ کر لاہور چلا گیا۔اسلام شاہ نے پھر سے ایک وکیل آز ہمایوں کے پاس بھیجا کہ اگر تو نہیں آیا تو تجھے بھی اس طرح کر دونگا کہ تجھے پتہ چل جائے گا۔جب وکیل آز ہمایوں کے پاس پہنچا تو آز ہمایوں نے اس وکیل کو کونے میں لیجا کر کہا کہ تو بادشاہ سے کہنا کہ میں جانتا ہوں کہ تو مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔مجھے محبت سے بلا ورنہ وہ میرے بھائیوں کو آنے نہ دے گا۔جب تیری رسم ہو تو اس وقت جو چاہے وہ کرے یا پھر ہمیں حکم دے کہ میں خراسان کی جانب چلا جاؤں۔اگر اس جگہ کوئی کام کر دکھاؤنگا تو یہ تیرے ملک کا نام ہوگا اور اگر میں مر گیا تو بدنام نہ ہوگا۔جب وکیل نے آکر یہ باتیں عرض کیں تو دوبارہ وکیل کو بھیجا کہ تو جا اور اس کا گریبان پکڑ اور (دوہاہی) دے کر ہماری جانب کھینچ لا۔جب ہمایوں کے پاس گیا تو اسی طرح سے اس کا گریبان پکڑا اور (دوہاہی) دیتا ہوا بادشاہ کی جانب کھینچا۔پھر اس کے بھائی سعید خان نے اس وکیل کے سینے پر مارا اور کہا کہ میں وہاں جا کر اپنے سر کٹوائیں گا اور اسی طرح اسی جگہ میدان میں مارا جاؤں گا۔اس پر وکیل اٹھ کر واپس چلا گیا۔(2)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 89:

اسلام شاہ کا خواص خان اور عیسیٰ خان کو عادل خان کے لانے کے لیے بھیجنا

کہتے ہیں کہ خواص خان اور عیسیٰ خان نیازی اور شاہ محمد فرملی پسر میاں معروف فرملی اور راؤ حسین جلوانی ان پانچ آدمیوں میں سے اسلام شاہ نے خواص خان اور عیسیٰ خان سے فرمایا کہ آپ جائیں اور عادل خان کو سمجھا کر لے آئیں۔ خواص خان اور عیسیٰ خان نے کہا کہ ہم آپ کے قدیم دولت خواہ ہیں۔ ہمیں اپنے آپ سے دور نہ کریں کیوں کہ جب ہم اس کے پاس جائیں گے تو وہ سب سے پہلے ہم سے مصحف کی قسم لے گا اور اس کے بعد ہمارے ساتھ آئے گا۔ وہ تیرا بڑا بھائی ہے تو اس سے درگزر نہیں کرے گا۔ پھر اس وقت ہمیں ضرور اس کے ساتھ ہونا پڑے گا۔ جب انہوں نے یہ جواب دیا تو اسلام شاہ نے غصہ کیا اور محل کے اندر چلا گیا۔ اور خواص کی ماں سے کہا کہ اس سہابو جان (1) نے مجھے کھر وچ لگائی ہے اور میں جو کچھ اس کو کہتا ہوں وہ اس پر کوئی بہانہ بنا کر کہہ دیتا ہے کہ ہم نہیں کرتے۔ اس پر خواص کی ماں نے جو اسلام شاہ کی دایہ تھی باہر آئی۔ دونوں ہاتھ خواص خان کو مارے اور کہا کہ اے شہابو! تو میرے بادشاہ پر قربان ہے۔ بادشاہ کو کیوں تکلیف دیتا ہے اور وہ فرماتا ہے کہ تو ہاں نہیں کہتا۔ خواص خان نے کہا کہ اے غیسانی (2)! تو نہیں جانتی کہ وہ خود سے ہم کو دور کر رہا ہے۔ آخر مجبوراً خواص خان اور عیسیٰ خان نے قبول کر لیا اور عادل خان کو لانے کی غرض سے رن تھنبور کر روانہ ہو گئے۔ جب عادل خان کے پاس گئے تو اس نے پہلے انکو قسم دی۔ پھر خواص خان اور عیسیٰ خان نے بھی کہا کہ اگر تو اسلام شاہ سے بددل ہو جائے گا تو ہم بھی تیرے ساتھ ہونگے۔ بہت سے دلاسے دیکر اسلام شاہ کے پاس روانہ کر دیا۔ جب سیکری پہنچا تو عادل خان نے ڈیرہ سیکری میں لگایا اور عادل خان کو آگرہ لا کر اسلام شاہ سے معذرت کروائی۔ اس کے بعد عادل خان کو جلدی سے سیکری روانہ کر دیا۔ (3)

☆☆☆☆☆☆

شیر شاہ سوری کی قبر

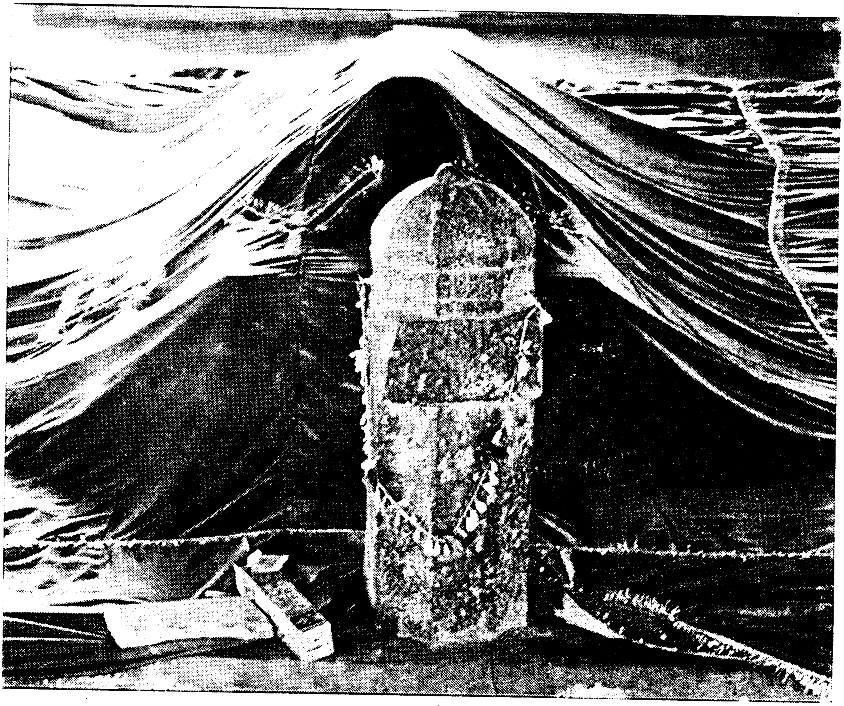

ہمایوں کا مزار

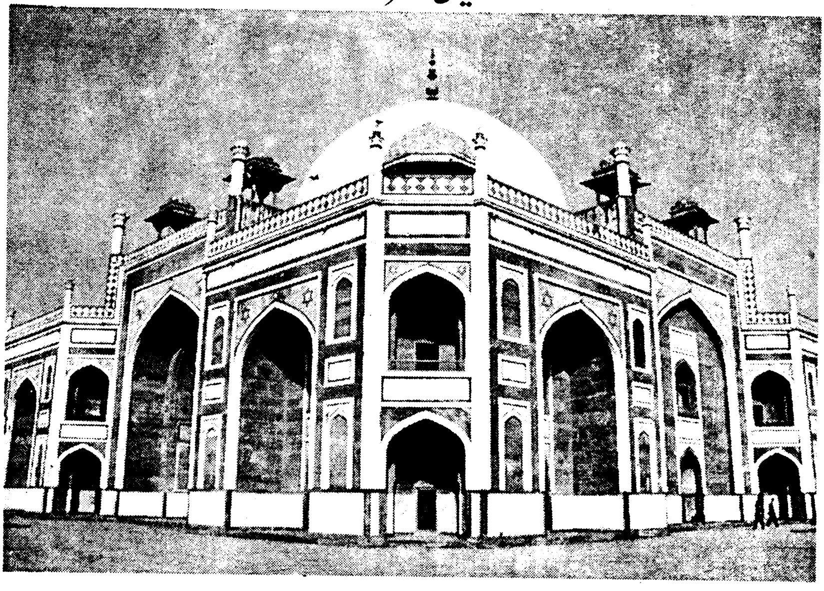

حکایت نمبر 90:

عادل خان کا اسلام شاہ سے جنگ کرنا اور اسلام شاہ کی فتح

جب یہ خبر خواص خان اور عیسیٰ خان کو پہنچی کہ اسلام شاہ عادل خان کو تمہاری وجہ سے نہیں مار رہا ورنہ مار دیتا تو خواص خان اور عیسیٰ خان تیار ہو کر عادل خان کے پاس سیکری پہنچے۔ تمام امراء جو اسلام شاہ کے ساتھ تھے ان سب نے عادل خان کو کہلا بھیجا کہ اگر آپ رات کو آتے ہیں تو ہم سب آپکے ساتھ ہیں اور ہاتھیوں وگھوڑوں کے داروغاؤں کو بھی کہلا بھیجا کہ جب رات ہو جائے تو تم ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ یہ خبر اسلام شاہ کو پہنچ گئی کہ سارا لشکر عادل خان کے ساتھ راضی ہو گیا ہے۔ عادل شاہ نے حکم فرمایا کہ تمام خزانے وغیرہ اور گھوڑے کشتی میں رکھ دیئے جائیں۔ لہذا تمام خزانے اور گھوڑے کشتی میں رکھ کر خود بھی کشتی میں بیٹھ کر تیار ہو گیا۔ میاں راؤ حسین اور شاہ محمد سے پوچھا کہ آپ مجھے رائے دیں تا کہ میں اس پر عمل کروں۔ میاں راؤ حسین نے کہا کہ بادشاہ کشتی پر سوار ہو جائیں اور کشتی قریب رکھیں اور دیکھیں کہ وہ لوگ رات کو آتے ہیں یا دن میں۔ اگر رات میں آتے ہیں تو بادشاہ کشتی پر بیٹھ کر نکل لے اور اگر دن میں آتے ہیں تو باہر نکل نقارہ بجا کر کھڑا ہو جائے اور وہ لوگ دن میں بادشاہ سے جنگ نہیں کر سکتے۔ شاہ محمد نے کہا جو کچھ میرے بھتیجے نے کہا ہے وہی درست ہے۔ آخر یہی طے ہوا اور سیکری سے عادل خان وخواص خان اور عیسیٰ خان کوچ کر کے آرہے تھے۔ کہ راستے میں رک گئے اور اس وقت رمضان کے دن تھے اور خواص خان نماز تراویح سنتا تھا۔ بولا کہ آج رات ایک سپارہ پڑھیں گے۔ لہذا کسی نے ضد کر کے کہا کہ آج رات فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (1) کافی ہے۔ لہذا خواص خان نے کہا کہ دو سپارے پڑھیں گے۔ پھر کسی افغانی نے کہا کہ اتنا نہیں پڑھنا چاہیے۔ پھر کہا کہ چار سپارے پڑھیں گے اسی طرح سے ہوتے ہوتے دس سپارے طے پا گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو روانہ ہو گئے اور دن کا ایک گھڑی وقت چڑھ آیا تب جا کر آگرہ پہنچے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ اسلام شاہ بہت سے ہاتھی اور بے شمار لشکر لیکر تیار کھڑا ہے۔ لہذا عادل خان سے ایسے ہی جنگ کی۔ آخر کار خواص خان اور عیسیٰ خان شکست کھا کر بھاگ کر کوہ کمایوں چلے گئے اور عادل خان رنتھنبور کی جانب واپس

آ گیا۔(2)

عہد شیر شاہی میں شاہ محمد فرملی کے فرار کا قصہ:

کہتے ہیں کہ شیر شاہ نے میاں معروف اور اسکے بیٹوں شاہ محمد و مونس وغیرہ کہ جن سب کو ملک سارن میں جاگیر دی تھی اسی دوران معروف اور شاہ محمد کے درمیان جاگیر کے حوالے سے جھگڑا ہو گیا اور اس حد تک کہ باپ اور بیٹے کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔ دونوں فریق فوجیں تیار کر کے جنگ کرنے لگے میاں معروف زخمی ہو کر میدان میں گر پڑا اور شاہ محمد کی فتح ہو گئی۔ آخر الامر شاہ محمد شیر شاہ سے ڈر کر ملک سارن چھوڑ کا بھاگ نکلا۔ چلتے چلتے ملک باندھو آ گیا اور باندھو سے مانڈو چلا گیا۔ اس جگہ مانڈو میں بادشاہ مر گیا تھا اور اس کا غلام جس کا نام ملو خان (3) تھا وہ بادشاہ بن گیا اور شاہ محمد، ملو خان سے مل گیا۔ قصہ یہ کہ ایک روز ملو خان پر حسین خان سرجانی (4) نے حملہ کیا اور ملو خان اپنے قلعہ میں فوج تیار کئے کھڑا تھا اور حسین خان آ کر ڈیرہ ڈالنے لگا۔ اسی دوران شاہ محمد نے ملو خان سے رائے زنی کرنے کے انداز میں عرض کیا کہ اے خان! حسین خان سے جنگ کرنے کا وقت یہی ہے کیونکہ وہ ڈیرہ لگا رہا ہے اور اس کا لشکر پراگندہ ہے اور مختلف مقامات پر ہے۔ ہمیں چاہیے کہ قلعہ سے نکل کر روانہ ہو جائیں کیونکہ یہ انکی غفلت کا وقت ہے ورنہ پھر وہ ہاتھ نہ آئے گا۔ آخر شاہ محمد کے کہنے کے مطابق ملو خان باہر نکل کر روانہ ہوا اور حسین خان نے تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ بہت شجاعت دکھائی۔ لیکن فتح خان (5) زخمی ہو کر میدان میں گر گیا اور ملو خان کے لوگ اس اسے اٹھا کر ملو خان کے پاس لے گئے۔ ملو خان نے فرمایا کہ اسے قتل کر دو۔ لہذا اسے قتل کر دیا گیا۔ چنانچہ ملو خان کو فتح ہوئی۔ چند دن شاہ محمد ملو خان کے ساتھ رہا۔ آخر کار ملو خان کی صحبت رنگ لے آئی۔ وہاں سے وہ گجرات میں سلطان بہادر کے پاس چلا گیا اور سلطان بہادر سے مل گیا اور سلطان بہادر نے بھی بہت شفقت دکھائی۔ انہی دنوں ایک روز سلطان بہادر شہر دیو میں فرنگیوں کا تماشا دیکھنے گیا اور فرنگیوں کا نظارہ کر رہا تھا کہ ایک فرنگی نے اس کی تعظیم نہ کی۔ سلطان مذکور نے اس پر غصہ ہر کر ایک گھونسا مار دیا۔ سارے فرنگی جمع ہو گئے اور سلطان کو قتل کر دیا۔ شاہ محمد پھر واپس باندھو آ گیا اور اس وقت شیر شاہ قنوج میں ہمایوں بادشاہ کے مدمقابل تھا۔ اس وقت وہ آ کر شیر شاہ سے مل گیا۔ آخر الامر فتح کے بعد شیر شاہ نے شاہ محمد کو قید کر کے لوہے کے پنجرے میں بند کر کے ایک غلام کے حوالے کر دیا۔ قصہ یہ کہ پنجرہ جس میں شاہ

محمد تھا بہت چھوٹا تھا۔اس پر شاہ محمد نے غلام سے کہا کہ اے فلاں! وہ کون شخص ہوسکتا ہے جو اس پنجرہ کو اتنا کر دے کہ تیری جگہ بن جائے۔

آخر قضائے الٰہی سے اس رات بادشاہ نے اس پر غصہ کر کے فرمایا کہ شاہ محمد کو پنجرے میں کر دیں اور اس کو پھر اسی پنجرے میں ڈال دیں۔شاہ محمد تنگ آ گیا اور بڑی عاجزی سے ایک دوہرہ اس مضمون کا اس بیت کی شکل میں اسلام شاہ کو لکھا:(6)

بیت

بروز بیکسی جز سایہ من نسیت یار من ولی آنہم ندارد طاقت شبہای تار من(7)

اسلام نے ضامن ہو کر اس قید سے رہائی دلا دی۔اسی دن سے وہ اسلام شاہ کے ساتھ ہو گیا۔

شاہ محمد کا گجرات جانا:

قصہ یہ کہ اسلام شاہ کی بادشاہی میں ایک ایسا آدمی پیدا ہو گیا کہ جیسے سلطان بہادر گجرات میں تھا۔اسلام شاہ نے شاہ محمد سے فرمایا کہ تو سلطان بہادر گجراتی کے ساتھ تھا۔تو جا اور دیکھ کر آ۔جب شاہ محمد نے جا کر دیکھا تو بات کرنا شروع کی اور جو باتیں سلطان بہادر سے کی تھیں وہ بیان کیں۔آخر وہ آدمی جب سلطان بہادر سے شاہ محمد کی باتیں کرتا تھا اور سوال جواب کرتا تھا تو اسی طرح سے تقریر کرتا۔شاہ محمد نے وہاں سے آ کر بادشاہ سے کہا کہ بادشاہ سلامت! جب سلطان بہادر نے کہا کہ وہ ہمیں دے دو تو وہ آدمی یہی باتیں ہمارے درمیان لایا ہے اور سلطان بہادر کی شکل وصورت رکھتا ہے لیکن سلطان بہادر نہیں ہے۔(8)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 91:

اسلام شاہ کا امراء اور عادل خان کے بیٹے کو قتل کرنے کا ذکر:

شیر شاہ کی عادل خان کے بیٹے کے بارے میں وصیت:

جب اسلام شاہ نے عادل خان پر فتح حاصل کر لی تو عادل خان کے بیٹے (1) اور میاں قطب خان سترنئی اور برمزید وغیرہ امراء کی جن پر اسے غصہ تھا ان سب کو ایک گھر میں بند کر کے اسکی تہہ میں آتش بازی لگا دی۔ میاں قطب خان سترنئی نے بلند آواز سے کہا کہ اے اسلام شاہ! تیرے بیٹے بھی اندر ہیں۔ یہ بات ٹھیک نہیں ہے کہ عادل خان کے بیٹے کو بھی قتل کر دے۔ تمہارے خاندان سے بادشاہی نکل جائے گی۔ اسلام شاہ نے فرمایا کہ اسے تمہارے درمیان رہنے دو اور میرا کام مجھ پر چھوڑ دو۔ عادل شاہ کے اس لڑکے پر شیر شاہ نے اپنی دستار رکھی تھی اور (کہا تھا کہ) اگر یہ زندہ رہا تو ہماری جگہ بیٹھے گا۔ اس بات کی حقیقت یوں ہے کہ جب شیر شاہ مالدیو کے خلاف گیا تو راستے میں ریگستان پڑ گیا۔ شیر شاہ نے جہاں بھی جاتا تھا تو بغیر قلعہ بنائے نہ رہتا تھا لیکن اس جگہ قلعہ نہیں بنا سکا کیونکہ اس جگہ سب ریت ہی ریت تھی۔ اس پر عادل شاہ کے بیٹے جو اس کے ساتھ تھا نے کہا کہ بادشاہ قلعہ کے لیے کیوں بددل ہیں یہ تو بہت آسان بات ہے۔ شیر شاہ نے فرمایا کہ کیسے۔ اس نے کہا کہ بادشاہ گون (2) منگوائیں اور ان گون میں ریت بھر کر تہہ بہ تہہ کھڑا کر دیں قلعہ تیار ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس دن اس نے اپنی دستار اس کے سر پر رکھ دی (3)۔ شیر شاہ کی وفات کے وقت وہ اس کے ساتھ تھا۔ اسی جگہ وہ اسلام شاہ کے ہاتھ آ گیا۔

آگ سے جلانے و قتل کی تفصیل:

جب اس گھر میں آگ گھسیڑی اس نے تو اپنے خدمت گار سے کہا کہ میرے (نہالی) (4) کو پانی سے بھگو کر لے آئیں۔ ایک طاق میں جا کر بیٹھا اور اپنے اس (نہالی) کو پیچیدہ چھوڑ دیا۔ جب اس جگہ آگ لگائی تو اس جگہ جو لوگ تھے وہ چل گئے۔ اس کے

بعد اسلام شاہ نے از خود جائزہ لیا کہ ایک (نہالی) سیاہ ہو گیا ہے کہا کہ اسے باہر کر دیں۔ جب اس (نہالی) کو باہر کیا تو انکے درمیان عادل خان کا وہ بیٹا بھی باہر آ گیا۔ جب اسلام شاہ نے دیکھا تو کہا کہ تم نے ان حکمتوں سے بادشاہی کا قصد کیا تھا۔ آخر اسے اپنے سامنے قتل کیا اور اسلام شاہ نے اس مقصد کے لیے اپنے بھتیجے کو قتل کیا۔ بڑے امراء سے اس طرح غصہ کر کے کہا کہ یہی سر تھا کہ جیسے خدائے تعالیٰ چاہتا تھا۔ اس کے بعد اس کی بیوی (5) کو اس طرح سے بے عزت کیا کہ جوتیوں سے مارا اور اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے ذبح کر دیا۔

اسلام شاہ کا اپنے بہنوئی کو قتل کرنا:

اسلام شاہ کی بہن کا شوہر شہباز خان (6) تھا جو بہت ظالم اور فتنہ انگیز آدمی تھا۔ اس وجہ سے اسلام شاہ اس سے غصہ تھا۔ ایک روز اس کو قید میں ڈال کر اپنی بہن سے پوچھا کہ تو مجھے زیادہ پیار کرتی ہے یا شہباز خان کو۔ اس نے کہا کہ میں تجھ پر شہباز خان کو قربان کرتی ہوں۔ اس کے بعد اسلام شاہ نے شہباز خان کے سر کے بال اور داڑھی کاٹ کر اپنی بہن کے سامنے پیش کر کے کہا کہ دیکھ لے! کیا لکھا گیا ہے۔ اسلام شاہ کی بہن نے کہا کہ ایک بار (قسمت میں) لکھا گیا تھا تو تیرے باپ نے اپنی بیٹی دیدی تھی۔ اب جو کچھ لکھا گیا ہے تو تو اپنی بیٹی دیکھ لے۔ آخر شہباز خان کو قتل کر دیا گیا۔

بیت

زن خوب وفرمان بود پارسا — کند مرد درویش را پارسا (7)

عادل خان کا قتل:

اور لوگوں کو رتھنبور بھیج کر عادل خان کو زہر دے دیا۔ لہذا وہ بھی مر گیا۔ (8)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 92:

اسلام شاہ کا آزہمایوں نیازی کے خلاف جانا اور اسلام شاہ کا فتح پانا

آزہمایوں پر حملہ:

اسلام شاہ چند روز آگرہ میں ٹھہر کر نیازیوں کے خلاف لاہور کی جانب روانہ ہوگیا۔ اسی دوران خواص خان اور عیسیٰ خان نیازی کمایوں کی جانب سے آزہمایوں کے پاس آکر اس سے مل گئے۔ لہذا نیازیوں کے پاس بہت بڑا لشکر جمع ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ سواروں نے اکھٹے ہوکر مقابلہ کیا۔ اسلام شاہ نے حاجی خان کو بہت سی فوج دیکر روانہ کیا۔ آخر دولت خان کو رومال میں پان باندھ کر دے کر فرمایا کہ یہ پان حاجی خان کو دے کر کہنا کہ اگر میرے پالنے والے (میرے ماں باپ بھی مقابلے پر کھڑے ہوں تو بھی اپنی جانب سے کوئی کوتاہی نہیں کرنا)۔ جب دولت خان گیا تو دیکھا کہ وہ کرسی پر کھڑا بھاری اسلحہ پہن رہا ہے۔ دولت خان نے حاجی خان کو بالکل ویسے ہی کہہ دیا جیسا کہ بادشاہ نے فرمایا تھا۔ حاجی خان نے کہا کہ عرض کرتا ہوں کہ میں نے ہمیشہ بادشاہ کے کسی بڑی فوج کے مقابلے میں میں نے پہلے خود لڑائی کی ہے۔ ہم میں سے کسی نے پہلے اپنی فوج نہیں لڑائی ہے۔ اب بھی آپ دیکھیں گے کہ پہلے ہم وار کرینگے۔ یہ کہہ کر گھوڑے پر سوار ہونے لگا لیکن اتنا بھاری اسلحہ اور (جوشن)(1) پہنا ہوا تھا کہ چار پانچ آدمیوں نے پکڑ کر سہارا دے کر بٹھایا۔ اسی دوران میاں دولت خان نے کہا کہ اے خان! اتنا اسلحہ پہننا چاہیے کہ اگر میدان میں گر پڑے تو دوبارہ سوار ہو سکے۔ حاجی خان نے کہا کہ اے میرے بھتیجے! ہم جہاں رہ جاتے ہیں وہیں پڑے رہ جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر اور نقارہ بجا کر دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا انکے (ساروان ہا) کو جو انہوں نے بنائے تھے زمین پر گرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

ایک دوسری روایت یہ بتاتے ہیں کہ جب آز ہمایوں اور اسلام شاہ جنگ کے لیے قریب آئے تو خواص خان نے آز ہمایوں کو کہلا بھیجا کہ اگر ہمیں فتح ہوگئی تو بادشاہ کس کریں گے جب خواص خان کے آدمی آز ہمایوں کے پاس گئے تو یہ بات پوچھی۔ اسی دوران ایک لڑا کا نیازی آز ہمایوں کے پاس تھا۔ اس سے پہلے کہ آز ہمایوں جواب دیتا۔ اس نے کہا کہ جو بھی (اس کو) مارے گا وہی بادشاہ ہوگا۔ مگر آز ہمایوں نے کہا کہ نہیں نہیں! اگر ایک کنیز بھی شیر شاہ کے گھر سے زندہ بچی رہ جائے گی تو اس کو بادشاہ کیا جائے گا۔ آخر خواص خان کے ان لوگوں کو خواص خان کے پاس روانہ کر دیا۔ پھر آز ہمایوں نے اس وکیل کے پیچھے اس آدمی سے کہا کہ بادشاہی ہمارے دربار میں آگئی تھی لیکن تو نے ہمارے دربار سے بھگا دی۔

بیت

زبان بریدہ بکنجی نشت صمم بکم   بہ از کسی کہ زبانش بناشد اندر حکم (2)

جب اس وکیل نے خواص خان کے دربار میں جا کر بات دربار میں کہی تو اسی وقت خواص خان آز ہمایوں سے الگ ہو کر کمایوں روانہ ہو گیا۔ آخر مجبوراً آز ہمایوں نے اسلام شاہ سے اپنے بھائیوں کے ساتھ ہی جنگ کی مگر فتح حاصل نہ ہوئی۔ آخر شکست کھا کر وہ شمالی چلا گیا۔ (3)

آز ہمایوں کی دوسری جنگ:

اور اسلام شاہ نے اس کے پیچھے دس بارہ ہزار سوار دوڑائے۔ جب اسلام شاہ کی فوج پہنچ گئی تو اس وقت آز ہمایوں کے پاس چار سو سوار باقی تھے۔ جب آز ہمایوں نے سنا کہ ہمارے پیچھے اسلام شاہ نہیں ہے بلکہ اس کی فوجیں ہیں تو لوٹ کر فوج کے مقابل ہوا۔ پھر ایک کپڑا رومال کی طرح اپنی سنان (4) پر باندھ کر اپنے بھائیوں سے کہا کہ جب تک یہ رومال سنان پر دیکھیں تب تک ہمارا ساتھ دینا۔ جب یہ رومال نہ دیکھو تو اس وقت جہاں مناسب سمجھو چلے جانا۔ یہ کہہ کر جنگ شروع کر دی۔ آخر الامر آز ہمایوں کو فتح ہوئی اور وہ سارے سوار شکست کھا کر اسلام شاہ کے پاس چلے گئے۔ (5)

کشمیریوں کی غداری:

پھر اسلام شاہ خود آز ہمایوں پر چڑھ آیا۔ آز ہمایوں کو خبر ہوئی کہ اسلام شاہ خود آرہا ہے۔ لہذا وہ وہاں سے کشمیر روانہ ہو گیا۔ کشمیریوں کا آز ہمایوں سے بہت اتحاد تھا۔ جس وقت آز ہمایوں پنجاب میں تھا تو ان سے رشتہ داری بھی کی تھی۔ آخر جب آز ہمایوں نے ایک وکیل کشمیریوں کے پاس بھیجا تو انہوں نے کہا کہ آجایئے! آپ کا ہی گھر ہے۔ لہذا آز ہمایوں نوشہرہ سے کشمیریوں کی جانب چلا گیا۔ پھر کشمیریوں نے آکر گھیرہ ڈال کر سب کو قتل کر دیا اور پانچوں بھائیوں کے سر کاٹ کر اسلام شاہ کو بھیج دیئے۔

بارہ دری (سلیم گڑھ۔ دہلی)

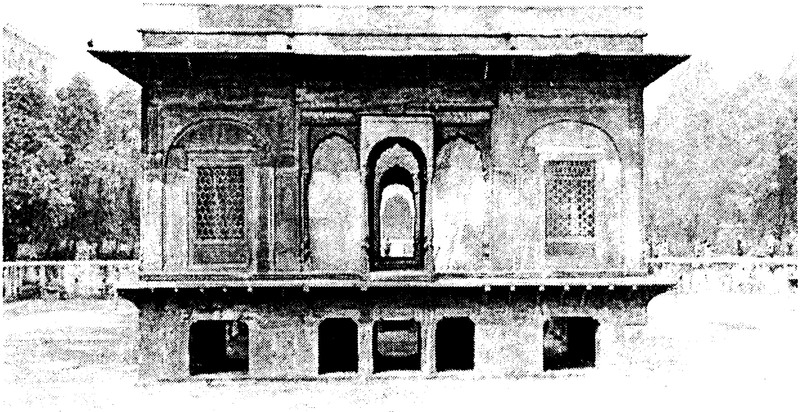

حکایت نمبر 93:

اسلام شاہ کا ملک گکھران میں جانا

جب کشمیریوں نے نیازیوں کے سر اسلام شاہ کو بھیج دیئے تو اسلام شاہ گکھر ون کے ملک میں چلا گیا۔ وہاں لوگوں نے عرض کیا کہ غلہ دس استار فی روپیہ ہے۔ لہذا حکم دیا کہ وہاں جتنا بھی غلہ بازار میں ہے وہ سب ہماری سرکار میں خرید لیا جائے اور خریدہ ہوا فی روپیہ نیم (استار) بیچو۔ سب نے اسی طرح کیا لیکن وہاں بے وضع جھگڑا شروع ہو گیا۔ بہت سے افغان مارے گئے اور جنگ کی کشتیاں جو میاں دلو شیخ زادہ چشتی (1) کے پاس تھیں۔ وہ جنگ کے وقت نہ پہنچ سکیں کیونکہ میاں دلو زرہ پہنے کشتی پر بیٹھا تھا اور جب زرہ اپنے جسم سے (بند) کی تو اس کو (کورہ)(2) لگ گیا اور وہ وہیں مر گیا۔ آخر گھکران کو چھوڑ کر واپس ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ ملک گھکران (پہاڑ) میں ہے کہ جسے راتلہ بالناتھہ (3) کہتے ہیں اور اس پہاڑ پر ایک درخت ہے کہ جس کی ایک شاخ ایک غار تک جاتی ہے اور اس شاغ پر بالناتھ جوگی (4) نے اپنی نشانی باندھی تھی اور کافر لوگ کہتے ہی کہ وہ جوگی پون بندہی (5) تھا یعنی ہوا میں جاتا تھا۔ اسلام شاہ اس پہاڑ پر گیا تو بولا کہ یہ آسان کام ہے۔ لہذا (موزے)(6) پہن کر اس شاخ پر گیا۔ لوگوں نے بہت منع کیا۔ بولا کہ خاموش ہو جاؤ۔ کافر نے اس شاخ پر ایک نشانی باندھی ہے۔ میں جو مسلمان ہوں میں کیوں نہیں باندھ سکتا۔ لہذا اس شاخ پر جا کر جوگی سے چند قدم آگے جا کر اور اپنا کمر بند پھاڑ کر نشانی باندھ کر واپس آ گیا۔ پھر مبارا خان دیوار (7) کو گھکڑوں کے ملک پر تعینات کیا اور لوٹ آیا۔

مرزا کامران اور اسلام شاہ:

پھر انہی دنوں مرزا کامران ہمایوں بادشاہ سے شکست کھا کر اسلام شاہ کے پاس آ گیا۔ جب قریب آیا تو اسلام شاہ نے میاں شاہ محمد فرملی کو تمام بڑے امراء کے ساتھ مرزا کامران کے پاس بھیجا۔ جب شاہ محمد نے مرزا سے ملاقات کی تو مرزا نے اپنے سامنے بٹھایا اور کہا کہ اگر آپ

جیسا اہل فضل و دانش فارسی میں شعر کہے تو دنیا میں ایک نشانی رہ جائے گی۔ شاہ محمد نے جواب میں کہا کہ میرا آنے کا مقصد شعر نہیں تھا لیکن میری محبوبہ ہندی ہے اور فارسی میں دسترس نہ ہے۔ اس لئے ہندی زبان میں اپنے درد کا اظہار کرتا ہوں۔ جب مرزا کامران نے سنا تو بہت داد دی۔ آخر مرزا کامران اسلام شاہ سے ملے اور اسلام شاہ نے مرزا کامران کو کابل کی طرف روانہ کرنے کے لیے بہت اچھا انتظام کیا۔ لیکن امراء اسلام شاہ سے بہت تنگ آ گئے تھے۔ اس لئے مرزا کے دل میں ایک اندیشہ پیدا ہو گیا۔ مرزا کامران دلگیر ہو کر کابل کے پہاڑوں کی جانب چلا گیا اور اس بات کی وضاحت یوں ہے کہ اسلام شاہ مرزا کامران کو ہمایوں بادشاہ کے خلاف روانہ کرنے کی کوشش میں تھا کہ میں اس کو تمام طاقت فراہم کرتا ہوں۔ جب اسلام شاہ کا لشکر اسلام شاہ سے بد دل ہو گیا تو اس وجہ سے مرزا کامران کے دل میں وہم پیدا ہو گیا۔ بہر حال مرزا کامران اس جگہ سے بھاگ نکلا لیکن مرزا کامران اسلام شاہ کی شفقت کی وجہ سے نہیں جاتا تھا۔ اسی دوران ایک شیخ زادہ نے مذاقاً یہ شعر پڑھ دیا کہ اسلام شاہ پکڑ لے گا۔

بیت

برواز خانہ گردون بدرونان مطلب کاین سیہ کاسہ درآخر بکشد مہمان را (8)

آخر مرزا کامران اسلام شاہ پر شک کر کے بھاگ نکلا۔ (9)

اسلام شاہ کی گھڑ سواری:

قصہ یہ کہ انہی دنوں اسلام شاہ ایک روز شکار کر رہا تھا کہ ایک ہرن سامنے آ گیا۔ اسلام شاہ نے ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑایا۔ کمان کھینچی اور ابھی کمان کھینچی ہوئی ہی تھی کہ گھوڑا زمین پر گر گیا۔ وہ گھوڑے سے کود کر الگ کھڑا ہو گیا اور ہرن کو نشانہ لگایا۔ اسی دوران ایک بخاری سید جو بڑے امراء میں تھا وہ داد دیتا ہوا گھوڑے سے نیچے اترا اور گھوڑے کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہم نے تمہیں بخش دیا ہے۔ اور اسلام شاہ جیسا سوار اس زمانے میں کوئی نہیں تھا۔ (10)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 94:

اسلام شاہ کے چہرے پر زخم لگنا

اسلام شاہ کے قتل کی سازش

جس وقت اسلام شاہ سلیم کرہ (1) ورشید کرہ (2) اور مان کرہ (3) کی (فتح کی) فکر میں تھا اور چار کروہ تک لشکر اسلام شاہ پھیلا ہوا تھا تو اس وقت کاریگروں کے لیے ہر روز تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کے جاتا تھا اور کھانے کے وقت لوٹ کر ڈیرے پر آجاتا تھا۔ اور اقبال خان نامی اسلام شاہ کا ایک غلام تھا جو اصل و نسل میں کمینہ شخص تھا اور اسلام شاہ نے اسے بڑا امیر بنا دیا تھا۔ اور جو امراء اسلام شاہ سے تنگ آ گئے تھے انہوں نے اقبال سے اتفاق کر لیا اور عہد باندھا کہ اگر تو اسلام شاہ کو قتل کر دے تو ہم تجھے بادشاہ بنا دیں گے۔ اور اسلام شاہ نے اقبال خان کو خود اپنی کمر سے ایک تلوار دے رکھی تھی۔ اقبال خان نے وہ تلوار ایک آدمی کے ہاتھ میں دے دی اور کہا کہ جب اسلام شاہ کرہ دیکھ کر پہاڑ سے نیچے آئے تو تو اس کو قتل کر دے کیونکہ اس وقت اس کے پاس کوئی نہیں ہوتا۔

قاتلانہ حملہ:

غرض کے اسلام شاہ کا طریقہ یہ تھا کہ اگر کوئی فریادی آتا تھا تو (تواجیان) (5) سامنے سے ہٹ جاتے تھے۔ اپنی پرانی عادت کے مطابق اسلام شاہ کرہ دیکھ کر پہاڑ سے اتر رہا تھا تو وہ شخص اپنی کمین گاہ کی جگہ سے کود کر نکلا اور فریاد کرنے لگا۔ لہذا (تواجیان) اس کے آگے سے ہٹ گئے۔ اس نے موقع پا کر تلوار نکال کر اسلام شاہ کے چہرے پر ماری۔ کہتے ہیں کہ اس آدمی کے پیر کے نیچے ایک پتھر آ گیا اس سے لڑکھڑاتے ہوئے تلوار چلائی۔ جب اس نے تلوار چلائی تو اسی وقت اسلام شاہ نے چھلانگ لگائی اور اس شخص پر غالب آ گیا فرمایا کہ اس کو قتل کر دو۔ لوگوں نے قتل نہیں کیا اور کہا کہ اس سے پوچھئے کہ اس کو کس نے بھیجا ہے۔ اسلام شاہ نے کہا کہ قتل کر دو کیوں کہ اس کی وجہ سے بہت سے لوگ مارے جائیں گے۔ لہذا اسے قتل کر دیا گیا۔

اسلام شاہ علاج:

اسلام شاہ ابھی وہیں بیٹھا تھا اور اس کے زخم سے خون جاری ہو رہا تھا اور لوگ چمڑا کاٹ کر اس زخم پر لگا رہے تھے۔ جب کچھ دیر گزری تو اس زخم سے پھر خون جاری ہو گیا۔ اس پر میاں حسن (6) نے رونا شروع کر دیا۔ اسلام شاہ نے فرمایا کہ اے ماخولیہ! رونے کا کیا موقع ہے۔ میاں حسن نے عرض کیا کہ اے بادشاہ! میں اس لیے رو رہا ہوں کیونکہ ساری دنیا میں شہرت ہو جائے گی کہ کوئی ایسا نہیں تھا جو آگے بڑھ کر یہ زخم اپنے اوپر لے لیتا۔ پھر سے چمڑا کاٹ کر اس زخم پر لگایا دریا خان سنرئی (7) اپنی قوم کے سواروں میں بہت شجاع تھا۔ اسلام شاہ نے فرمایا کہ اے دریا خان! تو دیکھ کہ ہم نے کیا کام کیا ہے۔ دریا خان نے کہا کہ میں سب لوگوں سے زیادہ بہادر ہوں۔ میں نے آج دیکھا کہ تو مجھ سے بھی زیادہ بہادر ہے۔ پھر اسلام شاہ نے فرمایا کہ اے دریا خان! میں تجھ سے ہمیشہ بہادر تھا مگر تو بازی لے گیا تھا۔ آخر اسلام شاہ نے تاج خان سے کہا کہ مجھے مشورہ دو کہ میں کیا کروں۔ تاج خان (8) نے کہا کہ اے بادشاہ! کوئی مشورہ باقی نہ رہا ہے۔ میاں حسن نے کہا کہ اے بادشاہ! ابھی تک یہ خبر لشکر میں نہیں پہنچی ہے۔ ہمیں وہاں پہنچ جانا چاہیے۔ بادشاہ تیز گھوڑے پر سوار ہو کر اتنی تیز روانہ ہوا کہ ابھی خبر لشکر میں پہنچی نہیں تھی کہ بادشاہ اپنے خیموں میں اندر پہنچ گیا۔ تین دن تک باہر نہیں نکلا۔ (9)

امراء کے کھڑے رہنے کا رواج:

تین روز بعد زخم ٹھیک ہو گیا تو باہر نکل کر تخت پر بیٹھا۔ کچھ دیر بیٹھ کر اٹھ گیا اور پھر بیٹھا اور فرمایا کہ اے افغانو! مجھے تنہا کر کے کیوں قتل کرتے ہو۔ اگر میں بادشاہی کے لائق نہیں ہوں تو دوسرے کسی کو بادشاہ کر لو۔ کچھ دیر کھڑا رہا مگر کسی کو دم مارنے کی ہمت نہ ہوئی۔ پھر بیٹھ گیا۔ اور فرمایا کہ اے ناپاکو اور حرام خورو تمہیں دیکھنا چاہیے کہ میں کیا کروں گا۔ اس روز سے حکم دیا کہ کوئی بادشاہ کے سامنے نہ بیٹھے مگر کھڑا رہے۔ پہلے امراء آتے تھے اور بیٹھ جاتے تھے اور اسلام شاہ (کے زمانے) سے ہندوستان کے امراء میں کھڑے ہونے کی رسم پڑ گئی ہے (10) کچھ دن وہیں

رہا اور کار آمد لوگوں کو وہیں چھوڑ کر گوالیار کو روانہ ہو گیا۔

خواص خان کا قتل:

اور ہمیشہ خواص خان اور عیسیٰ خان کے پاس وکیلوں کو بھیجتا کہ آپ آ جائیے۔ عیسیٰ خان نہیں آیا۔ جب اسلام شاہ کے فرمانے کے مطابق خواص خان آ کر دہلی پہنچا تو بادشاہ نے تاج خان کو وہاں بھیجا کہ اس کو اسی جگہ راستے میں قتل کر دو۔ تاج خان نے جا کر خواص خان کو دہلی میں قتل کر دیا(1)۔ اور تین سال تک اسلام شاہ نے سپاہیوں کو پیسہ نہ دیا۔

تتار خان کاسی:

اسی دوران تتار خان کاسی (12) جو پچاس ہزار سواروں کے ساتھ لاہور میں تھا۔ اس نے ایک عرض لکھی کہ ہمایوں بادشاہ آ رہا ہے۔ اگر بادشاہ حکم دیں۔ تو میں آگے بڑھ کر جنگ کر لوں۔ اسلام شاہ نے جواب لکھا۔ کہ اگر تو شہر سے باہر نکلے گا۔ تو میں تیری داڑھی کاٹ دوں گا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 95:

اسلام شاہ کا ہمایوں بادشاہ کے خلاف لاہور کی طرف آنا

جب تتار خان کاسی نے لاہور سے ہمایوں بادشاہ کی خبر لکھی تو اس روز اس نے گلے پر دیو چہار (1) فون نکالنے کیلئے باندھا تھا۔ اس نے منجمان کو طلب کیا کہ روانگی کے لیے نیک گھڑی دیکھیں۔ اسی دوران امراء نے منجمان کو رشوت دیکر کہا کہ تم لوگ عرض کر دینا کہ چھ ماہ تک کوئی نیک گھڑی نہیں ہے۔ جب منجمان بادشاہ کے حضور آئے تو بادشاہ نے فرمایا کہ دن کا ایک پہر گزر گیا ہے اگر وہ عصر کے وقت تک ساعت بیان نہ کریں تو ان کا سر کاٹ دو۔ اس دوران ایک منجمی نے کہا کہ یہی وقت بہت اچھا ہے۔ لہذا بادشاہ ابھی روانہ ہو جائیں۔ اسلام شاہ اسی وقت جونک اپنے گلے سے ہٹا کر روانہ ہو گیا اور خون اس کی رگوں سے جاری ہو گیا۔ لوگوں نے منع کیا کہ بادشاہ کچھ گھڑی ٹھہر جائیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جیسے لودیوں نے اپنا برا نام باقی چھوڑا ہے اسی طرح کیا ہم بھی اپنا نام باقی چھوڑیں۔ خون جاری تھا کہ لوگ لکڑی کو گرم کر کے لے آئے اور ان رگوں پر باندھ دیا۔ یہاں تک کہ ایک منزل تک پہنچ گئے۔ کہتے ہیں کہ اٹھارہ روز میں تمام عاربہ آتش بازی کے ساتھ لاہور پہنچ گئے (2)۔ جب دریائے راوی (3) کو عبور کر کے ڈیرہ کیا تو ہمایوں بادشاہ نے بھی سرائے کماون (4) جو لاہور سے سات کروہ مغرب میں ہے ڈیرہ کیا۔ اسلام شاہ نے حکم دیا کہ آواز پیدا کی جائے۔ لہذا آتش بازی کی تمام کمانوں کو شعلہ دکھا دیا گیا۔ ہمایوں بادشاہ جو چبوترہ پر بیٹھا تھا اچانک اس کے چبوترے میں حرکت آ گئی گویا زمین لرز اٹھی ہو۔ اسی دوران پیچھے سے آواز سنی۔ ابھی حیرت زدہ ہی تھا کہ قراولان گھوڑے دوڑاتے آئے کہ کیا بیٹھے ہو اسلام خان آ گیا ہے۔ ہمایوں بادشاہ اسلام شاہ کی خبر سن کر روانہ ہو گیا یہاں تک کہ دریائے نیلاب پر پہنچا۔

ہمایوں کی بیوی کے نام شیر شاہ کا حکمنامہ:

قصہ یہ کہ جب شیر شاہ نے بیگم بادشاہ (5) کو روانہ کیا تھا تو اس وقت بیگم بادشاہ نے فرمایا تھا کہ تو ایک غلام اس جگہ بھی بھیج دے گا پھر میں اس جگہ سے کہاں جاؤں گی۔ بہتر ہے کہ میں

اسی جگہ رہ جاؤں۔ شیر شاہ نے کہا کہ میرا نام بدنام ہو جائے گا جبکہ ساری دنیا میں شہرت ہے کہ افغان بانگ اور باشرم ہوتے ہیں۔ تمہارے ٹھہرنے سے شرم وننگ نہیں رہے گی۔ بہتر ہے کہ کابل کی جانب روانہ ہو جائیں جیسا کہ بادشاہ بیگم کو فرمایا ہے۔ اور اسی طرح سے ایک فرمان لکھ دیا کہ ہم نے کابل کو تمہاری ملکیت میں کر کے تمہیں دے دیا ہے۔ وہاں میری جانب سے کوئی شخص نہیں جائے گا۔ (6)

اسلام شاہ اور ہمایوں کی بیگم:

غرض کہ جب اسلام شاہ نیل آب کے کنارے پہنچا تو اس وقت بیگم بادشاہ نے شیر شاہ کا وہی فرمان اسلام شاہ کو بھیجا۔ اسلام شاہ نے اسی فرمان پر اپنی مہر کردی اور خود گوالیار لوٹ آیا۔

خوراک کی دائیگی

جب گوالیار آ کر تخت بیٹھا تو ایک دن بادشاہ تخت نشین تھا کہ شاہ محمد فرملی نے فرصت پا کر ایک ہاتھ میاں اختیار خان بتنی اور ایک ہاتھ میاں راؤ حسین جلوانی کا پکڑ کر بادشاہ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ بادشاہ کی نظر میں جو بھی حرام خور اور بدخواہ ہوتا ہے اس کو آپ قتل فرماتے ہیں اور دوسروں کو معاف کر کے تنبیہ کرتے ہیں۔ یوں 3 سال میں سارا عالم غارت ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہم تمہاری یہ خطاء بخش دیتے ہیں اور حکومت کے تمام اراکین کو طلب کر کے فرمایا کہ روزان کے پیمانے لائے جائیں اور تین سال سے جو خوراک ہوتی ہے اس کا حساب کیا جائے اور وزن کر کے دیا جائے۔ لہذا اراکین نے ان پیمانوں کو جگہ جگہ نشان لگایا اور حساب کر کے وزن کر کے 3 سال کی خوراک تمام لوگوں کو دی۔ پس جو لوگ حضور میں تھے ان میں سے بعض کو مل گیا اور بعض کو نہیں ملا۔ (7)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 96:

اسلام شاہ کی خصلتوں کے بیان میں

علمی مجلسوں کا آغاز:

اوراس زمانے میں جب سہ سالہ خوراک دیا گیا اسکے بعد عیش وجیش ہوا۔ اور ہر وقت اس کے ساتھ علماء وفضلاء اور شعراء رہا کرتے تھے۔ وہ جس جگہ خود ہوتا تھا تو اس کے اردگرد بلند مکانات بنائے جاتے تھے اوران مکان میں ہرقسم کا پان اور غالیہ (یعنی چھالیہ) رکھا جاتا تھا اور وہاں پر میر سید منجھس مصنف مدہومالتی (1) اورشاہ محمد فرملی اور مونس برادر خورد شاہ محمد اور سورداس (2) جیسے علماء وفضلاء ان مکانوں میں ہوتے تھے۔ اورعربی وفارسی اور ہندی کے شعراء ہوتے تھے (3) اوراسلام شاہ فرماتے تھے کہ جب میں یہاں آؤں تو تم میں سے کوئی میری تعظیم نہ کرے۔ اگر کوئی بیٹھا ہے تو وہ اسی طرح بیٹھا رہے اور اگر کوئی سورہا ہے تو وہ اسی طرح (سوتا) رہے۔ اسی طرح سے عیش ہوتا تھا۔

اختیار بتنی اوراسلام شاہ:

ایک روز اسلام شاہ نے علی الصباح پوچھا کہ بھوک لگی ہے کچھ کھانا پکا ہوا ہے۔ خدمت گاروں نے کہا کہ ہاں! کھانا تیار ہے۔ فرمایا کہ لے آؤ۔ پھر کچھ لوگ جو وہاں موجود تھے انہوں نے کھانا تیار کرنا شروع کردیا۔ اس وقت اختیار خان بتنی حاضر تھے۔ پہلو میں اسلام شاہ بیٹھا کھانا کھا رہا تھا کہ دولت خان نوحانی اس جگہ آگیا۔ اسلام شاہ نے فرمایا کہ تو ہاتھ دھو کر آجا (4)۔ دولت خان نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ تمام لوگ پاکباز جنتیوں کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں اوران کے درمیان ایک بوڑھا سفید قباء (پہنے) بیٹھا ہے۔ بڑھاپے کی وجہ سے انکو جنتی خیال کرکے میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا ہوں۔ بادشاہ نے انگلیوں سے اشارہ کرکے منع کردیا کہ اس جگہ سے دو ہو جا۔ میں ڈر کر کھڑا ہو گیا اور پھر مجھے دوسروں کے ساتھ کھانا کھانے کا حکم دیا۔ جب مجلس ختم ہوئی تو میں نے پوچھا کہ وہ کون شخص تھا کہ بادشاہ نے مجھے اس کی ہمراہی کی وجہ سے اشارہ کرکے منع کردیا۔

لوگوں نے کہا کہ فتح خان کا باپ اختیار خان بتنی تھا۔ میں نے کہا ارے! بچ گئے۔ اسلام شاہ کی زبان پر اکثر یہ شعر ہوتا تھا۔

بیت

قدرم می شناسی کہ چنیم بوفا　　　　باش تا صحبت یاران دگر دریابی (5)

عدل کا بیان:

شیر شاہ اور اسلام شاہ کے وقت میں اتنا عدل تھا کہ اگر کسی کو کسی چیز کی کمی ہوتی تو وہ شخص شقدار کے پاس آ کر جو کچھ کم ہوتا تھا وہ حکومت سے لے لیتا تھا اور شقدار مصحف پر قسم لیا کرتے تھے۔ جب کسی کو گھوڑے کے (دزدان) چاہیے ہوتے تو وہ شقدار کے پاس آ کر کہتا کہ وہ رقم جو تیرا گھوڑا (دزدان) لے گیا ہے اتنی مقدار کی قسم کھا کر لے۔ وہ اسی طرح سے کر کے قسم اٹھا کر رقم لیتا۔ ایک روز ایک شقدار نے اسلام شاہ کے پاس آ کر عرض کیا کہ بادشاہ سلامت! ہر شخص اسی طرح آ کر کوئی چیز جو کم ہو جاتی ہے شقداروں سے لے لیتا ہے۔ اسلام شاہ کہتا کہ اچھا ہے کہ لے لیتے ہیں شیخ سعدی نے فرمایا ہے۔

بیت

جو ظالم خری روستانی برد　　　　ملک باج دہ یک چرا میخورد

عورتوں کا احترام:

اور کہتے ہیں کہ اسلام شاہ کو حق تعالیٰ نے عورتوں وغیرہ کے معاملے میں اتنی دیانت گذاری دی تھی جو وہ روز کیا کرتا تھا اور اپنی بادشاہی میں اس نے کبھی کسی شخص کی عورت پر طمع ونظر نہیں کی تھی مگر ایک نیازی (کی عورت پر) جو بچپن سے اسلام شاہ کا دوست تھا۔ کہتے ہیں کہ اس نیازی کی عورت بہت خوبصورت تھی۔ یہ خبر بادشاہ کو ہوئی کہ فلاں نیازی کی عورت بہت خوبصورت ہے۔ چونکہ اسے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا لہذا نیازی سے اکیلے میں بیٹھے ہوئے کہا کہ اے فلاں آدمی! میری حرم خوبصورت ہے یا تیری حرم۔ نیازی نے کہا کہ اے بادشاہ! میری حرم خوبصورت ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ میری حرم کی طرح تو دنیا میں کوئی ہے ہی نہیں۔ اسی طرح سے گفتگو کرتے کرتے یہ طے ہوا کہ فلاں! میں اپنی حرم لاتا ہوں تو بھی اپنی حرم لے آ۔ آخر اکیلے میں بیٹھ کر لوگوں

کو دور کر دیا۔ یہاں تک کہ خواجہ سراؤں کو بھی باہر کر دیا۔ جب دونوں حرم میں آگئیں تو بادشاہ نے فرمایا کہ تم دونوں ایک ساتھ چلو۔ جب دونوں ماہ رو (حرمین) چلنے لگیں تو بادشاہ نے دونوں میں تمیز کرتے ہوئے فرمایا کہ اے فلاں شخص! میری حرم خوبصورت ہے اور نازک اندام ہے لیکن تیری حرم خوش خرامی میں میری حرم پر فوقیت رکھتی ہے۔ غرض کہ اس ترکیب سے دوسرے کی عورت پر نظر کی تھی۔(6)

اکبر بادشاہ اور اسلام شاہ:

لیکن اسی طریقے سے ہمیشہ خوشحال ہوتا تھا اور از خود بھی ظرافت کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اکبر بادشاہ اسلام شاہ کی خوش طبعی اپنے وقت میں یاد کر کے افسوس کرتا تھا۔ اور یہ بات اس طرح سے تھی کہ میاں بابو منکلی افغانوں میں ایک بڑا امیر تھا۔ جب افغانوں کا دور ختم ہو گیا تو اکبر بادشاہ کی خدمت میں آ گیا۔ بادشاہ نے بھی منصب دے کر سرفراز کیا۔ جب میاں بابو وفات پا گیا تو پھر میاں بایزید خلف کلان میاں بابو اکبر بادشاہ کی خدمت میں آ گیا۔ میاں بایزید کو بھی منصب سے سرفراز کیا گیا اور حاتم خان پسر میاں بابو راجہ مان سنگھ کے پاس چلا گیا۔ راجہ مان سنگھ نے میاں حاتم خان کو بادشاہ کی طرف سے منصب دیدیا۔ جب راجہ مان سنگھ بادشاہ کے پاس آیا تو میاں حاتم خان کو بھی بادشاہ کے حضور لے گیا اور خدمت سے سرفراز کیا اور حاتم خان خوبصورت اور بے نظیر جوان تھا۔ وہ نماز، روزہ و تلاوت مصحف کا پابند اور ہر قسم کے نشہ سے دور تھا اور بہت سخی، شجاع اور ہمت والا تھا۔ گویا کہ اسم بامسمی تھا۔ قصہ یہ کہ اکبر بادشاہ نے فرمایا تھا کہ ہر چالیس روز کے بعد ہمیشہ عید ہو گی۔ اس عید کا نام عید بادشاہی رکھا گیا تھا۔ ایک روز عید بادشاہی تھی اس روز میاں حاتم خان نے افغانی زعفرانی کپڑے بنائے اور (غالیہا) کی خوشبو لگائی اور وہ کپڑے پہن لیئے۔ گویا جنت کے باغ کا پرندہ بند گیا اور اپنے بارہ بھائیوں کے ساتھ بادشاہ کے دربار میں آ گیا۔ بادشاہ محل میں دینار شمار کرنے میں مصروف تھا اور بڑے امراء مثلاً خان اعظم و خان خانان و سعید خان و راجا مان سنگھ و آصف خان کلاں و میاں شیخ فرید بخاری دربار میں حاضر تھے۔ سب چھوٹے بڑے امراء بادشاہ کی خدمت میں حاضر تھے اور کچھ باہر تھے اور کچھ اندر بادشاہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ وہ جو باہر تھے جب انہوں نے میاں حاتم خان کو اپنے بھائیوں کے ساتھ اس طرح سے آراستہ دیکھا تو انہوں نے بھاگ کر بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ! یہاں کیا بیٹھے ہیں تخت پر آ جایئے کہ

عجیب (منکلیاں) خود کو تیار کر کے اور زعفرانی کپڑے پہن کر آئیں ہیں۔ بادشاہ تخت پر آجایئے کہ تماشا دیکھیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ حرام زادوں دور ہو جاؤ۔ میں دینار شمار کر رہا تھا۔ وہ (خورد گان) بضد ہو گئے کہ بادشاہ کو باہر لے آئیں۔ جب باہر آئے تو منکلیان کورنش بجالائے بادشاہ دیکھنے لگا اور فرمایا کہ تمہاری دستار افغانوں کی سی نہیں ہے چلے جاؤ آتش خانے میں جا کر وہاں سے افغانی دستار باندھ کر آؤ اور افغانی سلام کرو۔ آخر میاں حاتم خان نے آتش خانے میں جا کر افغانی دستار باندھ کر اپنے بھائیوں کیساتھ دربار میں افغانی سلام کیا۔ کسی نے کہا ہے۔

بیت

شاہ بہ بخشید ترا کورنش	گفت سلام تو بکن خودروش (7)

میاں شیخ فرید سے بادشاہ نے پوچھا کہ یہ جو اس طرح سے آراستہ کئے گئے ہیں کیا انکے بیچ کوئی شادی ہو رہی ہے۔ شیخ فرید نے عرض کیا کہ آج عید بادشاہی ہے۔ اس وجہ سے آراستہ ہو کر آئے ہیں۔ لہذا بادشاہ بہت خوش ہوئے اور ایک زعفران خلعت انکو انعام میں دی اور آصف خان کلان سے کہا کہ اے آصف خان! افغانان جو ہم سے جنگ کرتے ہیں انکی نہ تو یہ روش تھی اور نہ یہ قلقچیان جو یہ دربار میں کر رہے ہیں۔ پھر فرمایا کہ "اسلام خان کی بھی عجیب مجلس تھی کہ ایک روز اسلام خان بیٹھا تھا کہ شاہ محمد فرملی آگیا۔ اور اسلام شاہ نے کہا کہ اے شاہ محمد آج میں نے ایک جانور کے بارے میں سنا ہے جسے کہتے ہیں "شاہ محمد کتن شاہ محمد کتن"۔ اس پر شاہ محمد نے کہا کہ آج میرے بادشاہ کے بیٹے نے بھی ایک جانور کے بارے میں سنا ہے کہ جسے نوئی کہتے ہیں"۔ اسلام شاہ کی یہ بات اکبر بادشاہ نے بیان کی اور خود سے ہنسے لگا۔ اس کے بعد افسوس کر کے فرمایا کہ وہ بھی ایک دور تھا۔ حضرت خواجہ حافظ نے فرمایا ہے کہ:

بیت

دور مجنون گذشت نوبت ماست	ہر کسی پنج روز نوبت اوست
ہمیشہ کہ بود او بماند ہمان	ولی چند کہ خان باشد کسان (8)

خواجہ حافظ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

ابیات

راستی اندر حقیقت سفتہ اند	عارفان کین خانہ را جان گفتہ اند

جان اقامت را نشاید در گزر — این جہان بر کس نیاید در گزر
دور باش از دوستی مال و جاہ — زآنکہ مال و جاہ چاہت ہست چاہ
من گرفتم خود تو ی بہرام گور — خواہی افتاد آخر اندر دام گور
گر تو کوری گوری بین گفتمت — یکزمان بیکار منشین گفتمت
ای کہ بر ما بگذری دامن کشان — از سر اخلاص حق الحمد خوان (9)

علماء کی قدردانی:

شیخ عبداللہ لاہوری (10) اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اسلام شاہ کی دین پروری کی بات نکل آئی۔ فرمایا کہ ایک روز ہم اور اسلام شاہ سیر کی غرض سے باہر آ گئے۔ اتفاقاً ہم ایک تنگ کوچے میں آ گئے اور میرے پیچھے اسلام شاہ۔ اسی دران ایک مست ہاتھی سامنے آ گیا۔ جب بادشاہ نے دیکھا تو فوراً گھوڑا تیز کر کے میرے آگے آ گیا۔ میں نے کہا کہ اے بادشاہ! مجھے آگے ہونے دو کیونکہ تمہارے ہلاک ہونے سے سارد نیا خراب ہو جائے گی۔ بادشاہ نے کہا کہ اے مولاء! تو نہیں جانتا کہ ہماری طرح تو نو لاکھ افغان موجود ہیں (11) لیکن تیری طرح کے مولانا ہند میں کب پیدا ہونگے۔

صلابت دینداری:

قصہ یہ کہ اسلام شاہ کی دین داری کی صلابت اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ ایک روز ایک بڑا راجہ بازار میں جا رہا تھا اور بازار میں جگہ جگہ باورچی سیخ پکا رہے تھے۔ ان سے کراہت کی وجہ سے وہ منہ اور آنکھوں پر رومال رکھ کر جا رہا تھا۔ اسی دوران امراء آ رہے تھے۔ جب انہوں نے اسے اس حال میں دیکھا تو بادشاہ کے حضور میں گئے اور اسکی حقیقت بادشاہ کے سامنے ہنس کر بیان کرنے لگے کہ آج بازار میں باورچی سیخوں کو بھون کر رہے تھے۔ اور اسکی بو آ رہی تھی۔ فلاں راجہ بازار میں منہ پر رومال رکھ کر جا رہا تھا۔ ان ہی میں اس راجہ کا وکیل بھی حاضر تھا۔ اس نے یہ بات جا کر راجہ کو بتائی کہ اس وقت بادشاہ کی مجلس میں یہ بات ہوئی ہے۔ راجہ نے یہ سن کر جلدی سے بازار میں جا کر گائے کا گوشت اپنے دامن میں کیا اور بادشاہ کے حضور چلا گیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اے راجہ یہ کیا چیز تمہارے دامن میں ہے۔ اس نے کہا کہ بادشاہ عالم! میں نے آتے ہوئے دیکھا کہ

بازار میں گائے کا گوشت اتنا فربہ اور اچھا ہے کہ مجھے اچھا لگا۔ اس لیے میں بادشاہ کے لیے لایا ہوں۔(12)

بچپن کے دوست کا قصہ:

اسلام شاہ کی روش یہ تھی کہ بچپن میں کسی نے اسے گالی دی تھی اور مارا تھا تو اس کو امراء میں شامل کر لیتا۔ یہاں تک کہ ایک (دفالی)(13) کا بیٹا تھا جس نے بچپن میں اسلام شاہ کو گالیاں دی تھیں اور مارا تھا۔ جب اس (دفالی) نے سنا کہ اسلام شاہ بادشاہ ہو گیا ہے اور بچپن کے ساتھیوں کے ساتھ بہت مہربانی فرماتا ہے تو وہ (دفالی) بھی بادشاہ کے سامنے جا کر دربار میں کھڑا ہو گیا۔ جب بادشاہ دربار عام میں آیا تو دور سے اسے دیکھ کر پہچان لیا۔ اشارے سے فرمایا کہ وہ کون شخص ہے۔ اسے ہمارے حضور میں لایا جائے۔ جب اسے لا کر پایہ تخت کے پاس کھڑا کر دیا گیا تو بادشاہ نے شاہ محمد سے کہا کہ یہ (دفالی) تنا (بازارہ)(14) ہے کہ اس نے بچپن میں ہمیں گالیاں دی تھیں۔ پھر بادشاہ نے از راہ ظرافت فرمایا کہ اے حرام زادے اور ہر قسم کی گالیاں اسے دیدیں۔ پھر شاہ محمد نے بھی اس دفالی کو اشارے سے کہا کہ اگر تجھے چھتری لینی ہے تو بھی بادشاہ کو گالیاں دے۔ پھر اس نے سامنے آکر کہا کہ تم تخت پر بیٹھے ہو اس لیے (چہکہ)(15) کر رہے ہو۔ یہ بات بادشاہ کو اچھی لگی۔ وہ ہنس کر بستر پر گر پڑا اور شاہ محمد سے فرمایا کہ اے شاہ محمد! میں نہ کہتا تھا کہ یہ حرام زادہ اتنا (بازارہ)(16) ہے۔ میں حیرت میں تھا کہ اس وقت تک اس گدھے نے گالیاں کیوں نہ دی ہیں۔ بادشاہ ہر کسی کو کھچری کھلانے کا حکم دیتا تھا۔ اس نے ایک ہزار سنہری دینار اور ایک ہزار روپیہ اکھٹا کر کے اس دفالی کو دے دیا۔ آخر میں بادشاہ نے اس دفالی کے لیے کہا کہ اسے کھچری کھلا دیں۔ پھر ایک برتن میں ایک ہزار سنہری دینار اور ایک ہزار روپیہ اکھٹے رکھ کر اس دخالی کو دیدیا اور اسکو تمام (دفالیوں) پر سرداری کا فرمان لکھ کر دے دیا۔

بچپن کی واقف بڑھیا کا قصہ:

اور اسلام شاہ کی وفاداری بھی اتنی ہو گئی تھی کہ کہتے ہیں کہ جب اسلام شاہ بچہ تھا اس وقت اسلام شاہ کے گھر کے قریب ایک (بہر بھونجہ خانہ) تھی اور وہ لوگ چنا اور زردہ وغیرہ سے غلہ گرم کر کے بیچتے تھے۔ اور اکثر اسلام شاہ بچوں کے ساتھ انکے پاس چنے بریان کھانے چلا جاتا تھا

اور بھنے ہوئے چنے خرید کر بچوں کیساتھ کھاتا تھا۔ اور اس عورت کا ایک بیٹا تھا۔ وہ بھی اکثر اسلام شاہ کے ساتھ رہتا تھا اور بچپنے کی حرکتیں کرتا تھا اور وہ (عورت) آکر اپنے بیٹے کو گالیاں دیتی کہ تو تمام دن پریشان کرتا ہے۔ پھر وہ اسلام شاہ کے پیچھے پڑ جاتی اور اسی دوران وہ اسلام شاہ کو بھی گالیاں دیتی۔ آخر جس وقت وہ بادشاہ ہوگیا اس وقت اس (بہر بہونجہ) کو خبر ہوئی کہ اسلام شاہ بادشاہ ہوگیا ہے۔ اور جس کسی کو بچپن میں اس سے آشنائی تھی یا اس کا ہمسایہ تھا اس سے بہت محبت کرتا ہے۔ جب اس عورت کو یہ خبر ملی تو وہ بار عام کے وقت کھڑی ہوگئی کہ اسلام شاہ کی نظر اس پر پڑگئی۔ پس اس نے حکم دیا کہ وہ عورت جو کھڑی ہے اس کو ہمارے سامنے لایا جائے۔ (تواجیان) لے آئے۔ پھر فرمایا کہ اس سے کہو کہ اپنی عادت کے مطابق چنے بھون کر لے آئے وہ جا کر نخود بریان لے آئی۔ فرمایا کہ ہمارے نزدیک لے آؤ۔ (تواجیان) نزدیک لے آئے۔ پھر اسلام شاہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے تخت پر لے آیا۔ اس عورت نے چنے پیش کئے۔ اور اسلام شاہ جس طرح بچپن میں کھاتا تھا اسی طرح سے اسے پکڑا۔ شاہ محمد سے کہا کہ شاہ محمد تو بھی کھا۔ شاہ محمد نے ظرافت سے کہا کہ تو کھا تو بھوکا ہے۔ آخر الامر بادشاہ نے اسے کھچڑی کھلانے کا حکم دیا۔ پھر ایک کپڑے میں ایک ہزار سنہری دینار اور ایک ایک ہزار روپیہ ملا کر اسے دیا۔ اور اس کو تمام (بھونجھا) پر سرداری کا فرمان لکھ دیا۔

اسلام شاہ کی وفات:

اور اسی طرح عیش سے گذر رہی تھی کہ اس کی وفات ہوگئی اس کے زیر ناف ایک غدود پیدا ہوگیا(18)۔ تین چار دن میں اس نے جان، جان آفرین کے سپرد کردی۔

بیت

کہ شنیدی کہ درین برم دمی خوش نبشت کہ نہ درآخر صحبت بندامت برخاست

اسلام شاہ کی وفاداری:

اور اسلام شاہ کی وفاداری اس حد تک تھی کہ کسی اور میں نہ تھی۔ کہ ان میں سے ایک (وفاداری) یہ ہے کہ ایک دھوبی اسلام شاہ کے کپڑے دھوتا تھا۔ اس کی موت آئی اور وہ مر گیا۔ اسلام شاہ نے اپنی بڑی بیوی سے ضد کی کہ جاؤ اور اس دھوبی کے گھر میں جا کر تعزیت کر آؤ۔

ہر چند کہ اسلام شاہ کی بیوی نے کہا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے کہ مجھے دھوبی کے گھر میں بھیج رہا ہے۔اس نے کہا کہ (چھکہ) مت مارو۔تو چل میں بھی جا رہا ہوں ۔غرض کہ اپنی بیوی کو تعزیت کرنے بھیج دیا۔اسلام شاہ میں سخاوت اور جوانمردی اور وفاداری تو ہزاروں تھیں جو ہر ایک تھیں لکھی گئی ہے(20)۔اس سال میں تین بادشاہوں نے وفات پائی تھی کسی نے ان تینوں بادشاہوں کی تاریخ اکھٹی کہی ہے۔

قطعہ

سہ خسرو راز وال آمد بیکسال — کہ ہنداز عدل شان دارالامان بود
یکی محمود شاہنشاہ گجرات — کہ او در دولت خود نو جوان بود
دویم اسلام شاہ آن خان احسان — کہ فرزند عزیز شیر خان بود
سیوم آمد نظام الملک بحری — کہ درد کہن ہمون خسرو نشان بود
زتاریخ سہ خسرو را چہ پرسی — کہ آن سال زوال خسروان بود

دنیاداری کے حوالے سے مصنف کی نصیحتیں:

لہذا اس دنیا خراب آباد میں خسروان پر اور ہر چیز پر اور ہر کسی پر زوال آنا ہے۔لیکن وہ اپنی کم اندیشی کی وجہ سے اپنے نام (کی باری) بھول جاتے ہیں اور دنیا کے (نظام) پر دل وجان دیتے ہیں اور سونے میں اور کھانے میں مشغول ہو کر اپنے بارے میں نہیں سوچتے کہ میں کیا ہوں اور کیا ہو جاؤنگا۔چنانچہ حضرت مولانا جلال روم نے فرمایا ہے کہ:

بیت

لاشہ برلاشہ عاشق شدہ — نیستی جز نیستی را رازدہ(22)

اور ایک بزرگ نے بھی فرمایا ہے کہ:

مثنوی

الا ای سربہ غفلت درنہادہ — بدنیا دین خود بر باد دادہ(23)

لہذا مرد ستمگار کو چاہیے اس زندگی پر غرور (نہ) کرے جیسا کہ معلوم ہے کہ اپنے اوپر ستمگاری اور مردم آزاری اور حرام خوری کا ٹھپہ نہ لگائے اور صاحب شرع ودین (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) نے اسی طرح سے فرمایا ہے کہ جدو جہد کرو اور کوشش کرو کہ خود کو بدی سے اور شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھو اور جتنا ہو سکے عبادت (باری تعالیٰ) کے لیے قدم اٹھاؤ۔ اور مخدوم شیخ سعدی نے فرمایا ہے کہ:

بیت

برگ عیشی بگور خویش فرست کس نیارد پس تو پیش فرست (24)

اور پھر فرمایا ہے کہ:

قطعہ

نگویند از سر بازیچہ حرفی کزان پندی نگیرد صاحب ہوش

وگر صد باب حکمت پیش نادان بخوانند آیدش بازیچہ در گوش (25)

اور حضرت مخدوم شاہ شرف الدین نے فرمایا ہے کہ آدمی کے لیے جتنا رزق حلال ہے اتنا ہی حرام ہے۔ لیکن برا دن وہ ہے کہ جب رزق اس کا حرام ہے۔ غرض کہ ہر کسی کی نصیحت سنو اور یاد رکھو گے اور کسی کو کہو۔ اس کو روز محشر شیطان کے میدان میں اس کا دوسرا حشر ہوگا۔ لہذا جتنا ہو سکے اور جتنا جانتے ہو اتنی دوستوں کو نصیحت کرو۔

بیت

گر نیاید بگوش رغبت کس بر رسولان بلاغ باشد و بس (26)

لہذا دوستوں کو نصیحت کرنے میں مکمل فائدہ ہے جبکہ دوستوں کا فائدہ کرنا دین ہے اور جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کا فائدہ نہ کرنا چاہے اور اسکی زیان کاری پر راضی ہو وہ منافق ہے۔ اور خطیب اپنے خطبے میں کہتے ہیں حدیث: عاجلو بالصلوٰت قبل الموت وعجلو بالتوبۃ قبل الموت (27) پس چاہیے کہ ہوش والے کان اس نکتے کو سنیں اور اس پر عمل کریں۔ باقی واللہ اعلم بالصواب۔

اسلام شاہ کی مدت بادشاہی:

الغرض کہ اسلام شاہ نے نو سال اور نو ماہ اور گیارہ روز اور تین گھڑی دہلی میں بادشاہی کی۔ (28)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 97:

سرمست سربنی کے بیان میں

شیر شاہ کا دودھ شریک بھائی:

کہتے ہیں کہ سرمست خان کا باپ شیر شاہ کے باپ میاں حسن کے پاس آیا تھا۔ جب شیر شاہ پیدا ہوا تو سرمست خان کی ماں نے شیر شاہ کو دودھ پلایا تھا (1) جب سربنی لوگ پیش ہوتے تھے تو انکی عزت نہیں کی جاتی تھی کیونکہ وہ ان کا ساتھ نہ دیتے تھے اور تجارت کیا کرتے تھے۔ شیر شاہ نے انکو اپنے دور میں بڑے امراء میں شامل کیا تھا اور حکومت میں وسیع اختیارات دیئے تھے۔ چونکہ سرمست خان سربنی بچپن میں ہمیشہ اسلام شاہ کے ساتھ رہتا تھا۔ لہذا دولت خواہی (یعنی حکومت) کو اس پر مکمل اعتبار تھا۔

خویداد خان کا قتل:

اسلام شاہ نے جب جلال خان جلو کو دھوکے سے گھر میں بند کر دیا۔ لہذا جلال خان جلو کا بھائی خویداد خان سوار ہوا اور سلاح پہن کر مست ہاتھی آگے کر کے اسلام شاہ کے دروازے پر آیا۔ اس وقت اسلام شاہ کی حکومت میں کوئی فساد باقی نہ رہا تھا۔ سرمست خان اندر سے مصحف ہاتھ میں لیکر دروازے پر آیا اور کہا کہ اے خویداد! تو کیا کر رہا ہے۔ وہ دونوں تو دوست ہیں اور محل میں شطرنج بازی کھیل رہے ہیں اور اس جگہ کس کو جا کر بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر تجھے اعتبار نہیں ہے تو آجا اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ یہ بات کہہ کر اچانک خویداد کا کمر بند پکڑ کر اسے گھوڑے سے نیچے لے آیا اور اندر کی جانب کھینچا۔ اسی دوران جو فیل بان ہاتھی پر سوار تھا اس نے بلند آواز سے کہا کہ اے خویداد اس (دف زن) (2) کی بات پر اعتبار نہ کر تجھے دھوکہ دیتا ہے۔ جب خویداد کو محل کے اندر لے گیا تو فیل بان کو گالی دے کر ہاتھی سے نیچے اتار کر پکڑ لیا اور جب خویداد کو محل کے اندر لے گیا تو ان دونوں بھائیوں کو قتل کر دیا۔ اسی وجہ سے اسلام شاہ نے سرمست خان پر اتنی عنائتیں کی تھیں کہ بے حد زیادہ تھیں۔

سر بنیوں کی لودھیوں سے رشتہ داری:

پھر ایک روز اسلام شاہ نے فرمایا کہ اے سرمست! اگر تجھے کچھ چاہیے تو بتا۔ سرمست خان نے کہا کہ بادشاہ نے اتنا عطا کیا ہے کہ کسی چیز کی خواہش باقی نہ رہی ہے مگر یہی کہ لودیوں کی مان سے ایک نسبت جو جائے (3)۔ پھر اسلام شاہ نے شاہ محمد فرملی اور دیگر ایک دو آدمیوں کو حکم دیا کہ فلاں سور کے گھر میں جاؤ اور اس مذکور کی نسبت سرمست خان سے کردو۔ اور وہ سور خود امیر تھا (4)۔ جب شاہ محمد وغیرہ اس کے گھر گئے کہ ایسا کردے تو اس نے کہا کہ اسلام شاہ سے کہو کہ پہلے تو اپنی بیٹی دے اس کے بعد اگر تجھے قتل نہ کرسکا تو خود مر جاؤں گا (5) جب شاہ محمد واپس آیا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ یہ خیال دل سے نکال دیں۔ آخر اسلام شاہ کو اطلاع ملی کہ بھکھین خان ایک بائی خیل شخص گذرا ہے شاید یہ نسبت اس کے گھر میں ہو جائے اور شیر شاہ اور اسلام شاہ بائی خیلوں سے بیزار تھے (6)۔ لہذا اسلام شاہ نے اس کے گھر میں آدمی بھیجے اور اس نے کہا کہ میں تو ایک فقیر آدمی ہوں اور یہ بیٹی تیری ہی ہے جس کو چاہے دے۔ چاہے کسی ولی کے بچے کو یا کسی اور کو۔ میں اپنی زبان سے کچھ نہ کہوں گا۔ (7)

بیت

همه نیک اختر چو دخترش نیست   چو دختر بود نیک اخترش نیست (7)

لہذا اس کی لڑکی کو اسلام شاہ کے آدمی لے آئے اور سرمست خان سربنی کے بیٹے سے بیاہ دی۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 98:

سلطان محمود عادل کی بادشاہی کا ذکر

کہتے ہیں کہ اسلام شاہ کے امراء میں عیسیٰ خان سور (1) جیسا بڑا امیر نہ تھا اور عیسیٰ خان کے علاوہ اور کوئی اور اسلام شاہ کے سامنے بے باکی سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ اور اسلام شاہ اکثر سرمست خان کی تعریف کیا کرتا تھا تو عیسیٰ خان ہنس کر کہتا کہ دیکھنا چاہیے کہ اس سرمست خانکو یہ خبر نہ ہوگی کہ کون زندہ رہ جاتا ہے بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہیے کیونکہ جو بات بھی کرتا ہے وہ اپنی غرض اور خود بینی کی کرتا ہے:

مثنوی

درختی کہ تلخ است ویرا سرشت — گرش درنشانی بباغ بہشت
درازز جوی خلدش بہ ہنگام آب — بہ بیخ انگبین ریزی وشیرناب
سرانجام گوہر بہ کار آورد — ہمان میوہ تلخ بار آورد (2)

پھر اسلام شاہ نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹے جو سلطان فیروز شاہ (3) تھا اس کو میاں عیسیٰ خان سور کے حوالے کر دیا اور اس کی تعلیم کے لیئے تاج خان کرانی (4) سے فرمایا کہ تو اس کو تعلیم دینا۔

بی بی بائی کی غلطی:

اسلام شاہ کی وفات کے بعد سرمست خان نے عدلی سے کہا کہ جس جگہ تو ہوتا اس جگہ داؤد شاہ (5) خیل بچوں کی پرورش کرے گا۔ عدلی نے کہا کہ میں کیا کروں۔ سرمست نے کہا کہ تو اپنی بہن کے پاس جا کر کہہ کہ جو جگہ تیری اور میری تھی اور ہے اس جگہ تیرے بچوں کی پرورش داؤد خیل کرے گا۔ لہذا عدلی نے ایسا ہی کیا اور بی بی بائی (6) سے یہ بات کہہ دی۔ بی بی بائی اپنی بے عقلی کی وجہ سے عیسیٰ خان کے پاس آئی اور شور وغوغہ کیا کہ میں اپنے بیٹے کا ایک وزیر بنانا چاہتی ہوں۔ عیسیٰ خان نے کہا کہ اے بی بی جب بات ہاتھ سے نکل جائے تو اس وقت شور وشر کا کوئی

فائدہ نہیں ہوتا اور صرف افسوس باقی رہ جاتا ہے۔ آخر تاج خان نے عیسیٰ خان سے کہا کہ جب تک یہ بچے جوان ہو جائیں میں انہیں قلعہ گوالیار میں رکھوں گا اور انکو تیر اندازی اور سواری اور علم کی تعلیم دونگا۔ اسی دوران وہ پھر اپنی بہن کے پاس گیا اور وہی بات کہی۔ بی بی بائی نے پھر سے عیسیٰ خان کے سامنے آکر کہا کہ میرا بیٹا دے دے اور اسی طرح سے شور کرنا شروع کر دیا۔ عیسیٰ خان نے کہا کہ وہ تو تیرے ہی بیٹے ہیں اور کیا چاہتی ہے۔ جب اس نے اپنے بچے لے کر عدلی کے حوالے کر دیئے تو عدلی نے اسی وقت انکو قید کر کے رکھ دیا۔ سرمست خان نے دوبارہ کہا کہ تاج خان انکو قلعہ لیجانا چاہتا تھا تو جلد از جلد ان میں سے ہر ایک کو قتل کر دے۔ جب بی بی بائی نے یہ خبر سنی کہ عدلی تخت پر بیٹھ گیا ہے اور وہ تیرے بیٹوں کو مارنا چاہتا ہے تو گھر سے بھاگ نکلی اور جس جگہ عدلی تخت نشین تھا وہاں چلی گئی اور اپنی چادر دور کر کے اپنی کمر عدلی کو دکھائی۔ ''میری کمر پر چابکوں کے یہ نشان اسلام شاہ کے ہاتھ کے ہیں۔ اس نے کہا تھا کہ میرے بیٹوں کا دشمن تیرا بھائی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ بادشاہ میرا ایک وہی بھائی ہے یہ مجھے بخش دے''۔ اس پر عدلی نے کہا کہ ''تو جا! میں نے انکو جگہ دیدی ہے''۔ اور خواجہ سرا سے فرمایا کہ ''اسے محل کی جانب لے جائیں''۔

تاج خان و عادل شاہ:

جب عدلی تخت نشین ہوا تو تاج خان سلام کرنے آیا۔ جب سلام کیا تو عدلی نے اپنے پاس بلا کر کہا کہ اے تاج خان! لوگ کہتے ہیں کہ تو اسلام شاہ کے بیٹوں کو مارے گا۔ تو اس حوالے سے کیا کہتا ہے۔ تاج خان نے کہا کہ میں قوم کا کرانی ہوں۔ تمہارا اسلام شاہ کے بیٹوں کا جو تمہارے بھتیجے ہیں اور تمہارے بھانجے بھی، ان کا نوکر ہوں (7)۔ انکی دو شفقتوں میں تم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوگا۔ لیکن بادشاہت کی مصلحت کا تقاضا کچھ اور ہے اور تاج خان نے جو قباء پہنی ہوئی تھی وہ اسے اسلام شاہ نے انعام میں دی تھی۔ پھر تاج خان نے دوبارہ کہا کہ یہ قبا جو مجھے میرے بھائی اسلام شاہ نے دی ہے۔ اس لیئے اس وقت میں اپنی زبان سے اسکے بیٹوں کو قتل کرنے کی بات کیسے کرونگا۔ وہ تمہارے بیٹے ہیں تم جانو۔ پھر عدلی نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ پہلے تم ہمارے سر پر ظلم کروں گے تاج خان نے کہا کہ ہم تمام امراء سے بڑے ہیں۔ پہلے انہیں پکڑیں۔ اس کے بعد ہم بھی دیکھیں گے۔ پھر کہا کہ نہیں! لوگ اس بات پر متفق ہیں ک پہلے تم انہیں پکڑو۔ تاج خان نے مجبوراً (جمور) پکڑ کر عدلی کے سر پر رکھ دیا۔ آخر تاج خان دربار سے اپنے ڈیرے کو چلا گیا۔

تاج خان بہت اچھا سوار تھا جب دربار میں آیا تو گھوڑے پر سوار ہو کر ہاتھ سے تلوار پکڑے ہوئے گھوڑے کو تیز کر دیا۔ میاں حسن عدلی کا یار غار تھا۔ جب تاج خان کو دیکھا تو کہا کہ سبحان اللہ ایک کرانی بچہ نو لاکھ سوار متیوں کو پیٹ رہا ہے۔(8)

شاہ محمد فرملی کا قتل:

غرض کہ تاج خان جا رہا تھا تو شاہ محمد فرملی اور اس کا بیٹا سکندر، عدلی کے دربار میں آ رہے تھے۔ دونوں راہ میں تاج خان سے ملے۔ شاہ محمد نے تاج خان سے پوچھا کہ کیا محفل دیکھ کر آ رہے ہو۔ تاج خان نے وہ سب بیان کیا جو انہوں نے پوچھا اور کچھ کمی پیشی نہ کی۔ شاہ محمد اور اس کا بیٹا سکندر، عدلی کے حضور آئے۔ عدلی اٹھ کر اپنے محل میں چلا گیا۔ جب عدلی اندر گیا تو وہاں سے سرمست خان کو شاہ محمد کے پاس بھیجا کہ تو جا کر کہہ کہ قنوج مجھے دے دیں اور تمہیں دوسری جگہ دیدیں گے۔ شاہ محمد نے کہا کہ قنوج تو سات پشتوں سے میرا ہے مگر اب تمہیں دے رہے ہیں جو ہمیشہ (داہ فروشی)(9) اور سگ فروشی کا کام کرتے تھے۔ بہت اچھا ہے۔ سرمست نے شاہ محمد کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اے پھٹے منہ!(10) لعنتی ناچنے والے! تو بات کرنا نہیں جانتا۔ اور ہاتھ پکڑ کر اپنی جانب کھینچا۔ شاہ محمد بوڑھا تھا اور معذور بھی ہو گیا تھا۔ اس پر سکندر پسر شاہ محمد اٹھا اور سرمست خان سے لڑ پڑا۔ آخر سکندر نے اپنی کمر سے (دشنہ)(11) نکال کر سرمست خان کی شہ رگ پر مارا اور وہ اسی جگہ مر کر گر گیا اور پھر سکندر عدلی کے دروازے کی جانب دوڑا تو لوگوں نے دروزاہ بند کر لیا۔ لہذا (دشنہ) جو ہاتھ میں تھا وہ دشنہ دروازے پر مارا۔ وہ دشنہ وہیں ٹوٹ گیا آخر بہت سے لوگ آ گئے۔ اور وہ دونوں آدمی وہیں مارے گئے (12) لہذا عدلی نے اسلام شاہ کے چاروں لڑکوں کو قتل کر دیا (13) جس طرح سے اسلام شاہ نے اپنی ناقص عقل بیوی کی بات سے دھوکہ کھا گیا اور اپنا کام نہیں کیا تو آخر الامر اپنے بچوں کا حال اور بادشاہی اس طرح ضائع کی۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ:

بیت

کسی کو بود مہتر انجمن ۔۔۔ کفن بہتر اورا ز فرمان زن
فیروز شہ ز گفتار زن شد بہ باد ۔۔۔ خجستہ زنی کوز مادر نزاد
بجز پارسائی توا ز زن مجو ۔۔۔ زن بدکیش خواری آرد بہ شو (14)

21

سلطان فیروز شاہ کی مدت بادشاہی:

سلطان فیروز شاہ پسر اسلام شاہ نے تین دن بادشاہی کی تھی (15) اور اسلام شاہ کے بیٹے کے قتل میں میاں حسن بھی شریک تھا۔

آواز خان پسر اسلام شاہ کے حالات:(16)

جب عدلی نے اسلام شاہ کے چاروں بیٹوں یعنی اپنے بھانجوں کو قتل کر دیا تو ایک دوسری بیوی سے ایک بیٹا آواز خان نامی باقی رہ گیا تھا۔ آواز خان بہت خوبصورت اور خوش اندام تھا۔ جب وہ بات کرتا تھا تو اس کے دانت لعل درفشاں کی طرح چمکتے تھے۔ غرض کہ کرانیوں کے دور میں وہ میاں سلیمان کرانی کے پاس آیا۔ میاں سلیمان نے ایک ہزار روپے روزینہ مقرر کر دیا لیکن آواز خان روازنہ وہ ایک ہزار روپیہ ایک دو پیسے کی طرح خرچ کر دیتا۔ اسی دوران میاں سلیمان کے بیٹے نے آواز خان کو اپنی حویلی میں قید کر دیا یہاں تک کہ وہ چھ ماہ قید رہا۔ بندی خانے میں آواز خان کے ساتھ میاں مبارا خان دیوا کا بیٹا ابا بکر خان نامی بھی تھا جو دنوں اکھٹے تھے۔ آواز خان کا ایک جلودار تھا جو ایک سو روپیہ ماہوار پاتا تھا وہ حویلی کے دروازے پر گھوڑا باندھ کر دن روز انتظام کرتا تھا۔ آخر جب میاں سلیمان نے آواز خان کو اس قید سے آزادی دیدی اور وہ حویلی سے باہر آیا تو دیکھا کہ وہی جلودار دروازے پر سب کو کچھ تیار کر کے بیٹھا ہے۔ قصہ یہ کہ جب میاں سلیمان اوڑیسہ کی جانب گیا اور قلعہ سارنگ کرہ (17) پر حملہ کیا تو راجہ بھاگ کر اس کرہ کے اندر آ گیا۔ اسی دوران آواز خان بھی میاں سلیمان سے بھاگ کر کرہ میں آ گیا۔ جب میاں سلیمان نے راجہ رک پنچ (18) کو قتل کر دیا اور کرہ ہاتھ آ گیا تو راجہ رک پنچ کا خاندان رتن پور کی جانب بھاگ گیا اور انکے ساتھ آواز خان بھی بھاگ گیا۔ آواز خان کے ساتھ دو تاجر تھے جن سے گھوڑے خریدے تھے۔ تاجروں کے ساتھ طے ہوا کہ جب کسی جگہ ٹھہر جاؤ نگا تو تمہاری رقم ادا کر دونگا۔ آخر آواز خان نے جنگل میں ایک جگہ گز اندازی کی اور اس جلودار نے (گز) لا کر ہاتھ پر رکھ دی۔ غرض آواز خان کے پاس جواہرات سے بھرا ہوا ایک تھیلا تھا۔ ان دونوں تاجروں نے اس جواہرات سے بھرے تھیلے کی خاطر آواز خان کو (گز اندازی) کی فرصت میں تلواروں سے قتل کر دیا۔ جب وہ جلودار (گز) لانے کی غرض سے ذرا دیر کو جدا ہو کر واپس آیا تو جلودار نے بھی ان پر

حملہ کر کے ان کو ایک دو زخم لگائے۔ وہ جلودار کو زخم دے کر جنگل سے بھاگ گئے۔ یہ خبر راجہ کے آدمیوں کو ہوگئی۔ راجہ کے آدمیوں نے جنگل میں جا کر دونوں تاجروں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور جواہرات لے گئے۔

آواز خان کی قبر:

اور وہ جلودار تیر کمان لے کر آواز خان پر بیٹھ گیا اور جو کوئی بھی جانور یا پرندہ آتا آواز خان پر سے وہ اس کو دور کر دیتا یہاں تک کہ (آواز خان کی) ہڈیاں خشک ہوگئیں۔ پھر انکو اکھٹا (خلیطہ) کر کے اپنے گلے میں باندھ کر سہسرانو میں اسلام شاہ کے روضے میں اسلام شاہ کی قبر کے پیچھے دفن کر دیا۔(19)

مقبرہ شیر شاہ سوری (سہسرام۔ بہار)

حکایت نمبر 99:

اسلام شاہی(1) خواجہ سرا کا میاں حسین کو گالی دینے کا ذکر

جس وقت افغانوں سے بادشاہت ختم ہوگئی تو حسن اکبر بادشاہ کے پاس جا کر ٹک گیا اور جب اکبر بادشاہ لاہور کی جانب روانہ ہو کر دہلی پہنچے تو میاں حسن بھی اس کے ساتھ چلا۔ دہلی میں اسلام شاہ کا ایک خواجہ سرا تھا جو اس کے محل میں سقا تھا۔ اب وہ راستے میں پانی کی سبیل لگایا کرتا تھا۔ جب میاں حسن پالکی پر سوار ہو گیا تو ایک چھوٹا بچہ بٹھا کر لے جا رہا تھا۔ اس بچے کا نام میاں ماہ تھا کہ جیسے حسن ماہ کہتے ہیں اور اس کے گلے میں سونے کا تعویز لٹکا ہوا تھا۔ جب وہ راستے سے گذرا جہاں خواجہ سرا پانی پلا رہا تھا۔ جب اس خواجہ سرا نے دیکھا کہ میاں حسن جا رہا ہے تو بھاگتا ہوا قریب آیا۔ (تواجیان) نے اسے دور کر دیا۔ خواجہ سرا نے کہا کہ میں حسن کا واقف کار ہوں مجھے کوئی چیز نہیں چاہیے ایک بات کرنا چاہتا ہوں مجھے کرنے دو۔ لہذا تواجیان نے جانے دیا۔ آخر میاں حسن کی پالکی پکڑ کر کہا کہ اے حسن! تو مجھے پہچانتا ہے میاں حسن اس کی شکل دیکھ کر ساکت رہ گیا۔ پھر خود ہی کہا کہ میں اسلام شاہ کا خواجہ پہلوان ہوں جو محل میں سقا تھا۔ اور اسلام شاہ نے تجھ پر جو شفقت اور مہربانی کی تھی وہ تجھے یاد ہے۔ پس میاں حسن نے وہاں سے اپنی پالکی دوڑا دی اور جلدی سے بھاگ گیا اور وہ اسی جگہ کھڑا گالیاں دینے لگا۔ آخر چند دنوں میں حسن کے اس بیٹے کو طبعی معذوری پیدا ہوگئی اور وہ مر گیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 100:

عدلی کی بادشاہت میں فساد پیدا ہونا اور تاج خان کرانی کا فرار

کہتے ہیں کہ تاج خان کرانی چند دنوں میں لکھنو کی جانب بھاگ گیا اور اسکی جاگیر ملح آباد (1) اور کاکوری (2) تھی۔ میاں سلیمان اور میاں عماد وہیں تھے کہ تاج خان بھی آ گیا اور ان سے مل گیا اور (علاقوں پر) قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ اسی دوران عدلی کی فوج آ گئی ذرا سی جنگ ہوئی۔ تاج خان شکست کھا کر گور کی جانب چلا گیا۔ لہذا عدلی (کی حکومت کو) استقلال ہو گیا۔ دو سال و ایک ماہ و گیارہ دن گوالیار میں اور دہلی میں اسے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ (3)

اور عدلی کی تین بہنیں تھیں۔ (4) ایک اسلام شاہ کے گھر میں دوسری ابراہیم کے گھر میں جو بیانہ میں تھا اور سکندر لاہور میں تھا اور سجاول خان مانڈو میں مکرند میں تھا اور محمد خان سور گور میں تھا۔ آخر بیانہ میں ابراہیم خان باغی ہو گیا۔ یہ خبر عدلی کو ہوئی تو عدلی نے ابراہیم کو لکھا کہ تو جلد از جلد آ ورنہ تجھے خراب کر دوں گا اس وقت ابراہیم کا باپ زندہ تھا۔ لہذا اپنے باپ کو عدلی کے پاس بھیجا۔ اس نے عدلی کے پاس آ کر کہا کہ ابراہیم تیرے ساتھ ہے۔ آز ہمایوں سروانی کو حکم کیا جائے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر لے آئے اور یہ آز ہمایوں سروانی شیر شاہ کا بھانجا تھا اور اسلام شاہ کی بہن اس کی منکوحہ (5) تھی۔ یہ آز ہمایوں بھی بڑا امیر تھا۔ جب ابراہیم کا باپ آیا تو وہ ابراہیم کے پاس چلا گیا۔ جب ملاقات ہوئی تو ابراہیم نے کہا کہ عدلی ایسا بدبخت پیدا ہوا ہے کہ اسلام شاہ کے بیٹوں کو جو اس کے بالکل بیٹوں کی طرح تھے ذبح کر کے تخت پر بیٹھا ہے۔ اور آپ اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ ہمارے ساتھ ہو جائیں اور اسبات پر مصحف بیچ میں رکھیں۔ آخر ہم قسم کھائیں اور اس کا بدلہ عدلی سے لیں۔ اگر تو ہمارے ساتھ نہ ہو گا تو اسی وقت تیرا سر کاٹ دونگا۔ اس پر آز ہمایوں ابراہیم سے قسم کھا کر اس سے متفق ہو گیا۔

عیسیٰ کی جنگ اور شکست:

جب یہ خبر عدلی کو ملی تو وہ بہت پریشان ہوا۔ اسی دوران میاں عیسیٰ خان نیازی جو اسلام

شاہ سے فرار ہو کر کمایوں میں تھا وہ آ کر عدلی سے مل گیا اور عرض کیا کہ بادشاہ کیوں پریشان ہیں مجھے حکم دیں کہ میں انہیں تباہ کر کے آ جاؤ۔ لہذا عدلی نے عیسیٰ خان کے ساتھ فوجیں کر کے اسے ابراہیم کے خلاف روانہ کر دیا اور عیسیٰ خان بڑے غرور سے چلا کہ ابراہم کیا مقابلہ کرے گا۔ جب عیسیٰ خان قریب آ گیا تو ابراہیم تیار ہو کر عیسیٰ خان کے مقابلے پر کھڑا تھا۔ میاں راؤ حسین و حاجی خان جو عیسیٰ خان کے ساتھ تھے وہ اسی جگہ سے عین اس وقت بھاگے جب فوجیں کھڑی ہوئی تھیں اور ابراہیم سے مل گئے۔

قطعہ

پشہ چو پر شد بزند پیل را — باہمہ مردی و صلابت کہ اوست
مور چکان را چو بود اتفاق — شیر ژیان را بدر آرند پوست (6)

پھر عیسیٰ خان نے جنگ کی ابراہیم کے ساتھ بہت سے لوگ تھے۔ عیسیٰ خان نے حتی الامکان کوئی کمی نہ چھوڑی لیکن فتح حاصل نہ ہوئی اور شکست کھا کر لکھنو آ گیا جو اس کی جاگیر تھی۔ اور عدلی نے بھی اس کو دی تھی۔ جب عدلی نے میاں راؤ حسین و حاجی خان کے ابراہیم سے ملنے اور عیسیٰ خان کے شکست کھانے کی خبر سنی تو گوالیار میں ٹھہر نہ سکا اور وہاں سے باندھو آ گیا۔ میاں عیسیٰ خان شرمندگی کی وجہ سے عدلی کے پاس نہیں آ سکتا تھا۔ جب عدلی نے اسے اپنے پاس بلایا تو اس نے بہانہ کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 101:

سلیم خان کاکڑ

عدلی نے باندھوآ کر کلنجر کے نیچے ڈیرہ لگایا۔ غرض کہ وہ میاں حسن کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتا تھا اور میاں حسین ہمیشہ عدلی کی خدمت میں رہتا تھا اور کھاتے وقت جو نان چپاتیاں گرم آتی تھیں تو اس نان کو عدلی توڑ کر اپنے بڑے امراء کے آگے ڈالتا۔ ایک دن پرانی عادت کے مطابق نان چپاتیاں آئیں تو عدلی نے ان نانوں کو ہر شخص کے آگے ڈال دیا۔ مگر میاں حسن کے آگے نہیں ڈالا۔ سب کچھ بھی ہو مگر میاں حسن کے دل میں خیال گزرا کہ پہلے ہمیشہ سب سے پہلے مجھے نان دیتا تھا مگر آج نہ دی۔ کیا سبب ہے۔ لہذا وہاں سے بھاگ کر سہرانو میں اپنی جاگیر پر آ گیا اور فتح خان بھی چوند میں تھا۔ اور سلیم خان کاکر (1) روہداس میں تھا اس نے سارا خزانہ خرچ کر کے فوج تیار کی۔ اور روہداس سے نیچے آ کر چنارہ کو روانہ ہوا۔ میاں جعفر خان بتنی کو کہلا بھیجا کہ چنارہ اور جو بھی خزانہ آپ کے پاس ہے وہ مجھے دیدو۔ میاں جعفر خان نے کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں میں ہرگز نہیں دونگا۔ جب سلیم خان نے دیکھا کہ چنارہ ہاتھ نہیں آرہا تو وہ جونپور کی جانب چلا گیا۔ اور اس جگہ عدلی کی فوجوں سے جنگ کی۔ پھر شکست کھا کر بھاگ نکلا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 102:

محمد خان کا بادشاہ ہونے، چپر کہتہ آنے اور قتل ہو جانے کا ذکر

فتح خان سہسرانو میں تھا۔ اس نے ملک بہار میں آ کر اسے خراب کرنا شروع کر دیا اور اتنی لوٹ مار شروع کی کہ برتن، عورتوں کے کپڑے بھی نہیں چھوڑے اور بدسلوکی شروع کر دی۔ تاج خان کرانی جو شکست کھا کر گور جارہا تھا وہ محمد خان (1) سے ملا۔ اسی جگہ محمد خان کو بادشاہ کر کے ایک بڑے لشکر اور جنگی کشتیوں کے ساتھ چپر کہتہ کو روانہ ہو گیا۔ جب چنارہ کے قریب آیا تو چنارہ اور وہ تمام خزانے جو اسمیں تھے اور ہمیشہ میاں جعفر خان بتنی کے پاس رہے تھے اور وہ چنارہ میں ہی تھے اور میاں جعفر خان اور فتح خان یک جدی تھے فتح خان بڑا امیر تھا اور ہمیشہ چنارہ کی فکر میں رہتا تھا۔ جب محمد خان گوریہ آیا تو فتح خان نہیں ملا۔ آخر محمد خان نے تاج خان سے پوچھا کہ تو آگرہ کو میرے ساتھ چل رہا ہے چنارہ کیسے ہاتھ آئے گا۔ محمد خان گوریہ کی فتح خان سے بہت دوستی تھی کیونکہ فتح خان ایک بڑا اور عمدہ شخص تھا۔ جب محمد خان گوریہ نے تاج خان سے پوچھا کہ چنارہ کیسے ہاتھ آئے تو تاج خان نے کہا کہ یہ تو بہت آسان کام ہے۔ محمد خان نے کہا کہ کیسے؟ اس نے کہا فتح خان کو قید کر لیں لو کہ چنارہ میں فتح خان کے بھائی ہیں اور فتح خان کی راہ یہی ہے۔ لہذا محمد خان نے فتح خان کو قید کر کے کشتیوں میں رکھا اور کہا کہ اگر وہ چنارہ ہمیں دیتے ہیں تو تجھے چھوڑ دونگا ورنہ تجھے قتل کر دوں گا۔ آخر فتح خان نے چند بار بہانے بنائے اور اس کے بعد چنارہ محمد خان گوریہ کو دے دیا اور جب چنارہ دے رہے تھے تو فتح خان کو بہت تکالیف میں رکھا۔ جب محمد خان نے فتح خان کو چھوڑ دیں تو فتح خان کوہ رہداس پر چلا گیا۔

ہیموں کی فتح:

جب محمد خان نے چنارہ لے لیا تو (نوارہ) (2) گنگ میں ڈال کر روانہ ہوا اور خود (دریا کے) اوپر اوپر چلنے لگا۔ جب چپر کہتہ کے نزدیک پہنچا تو عدلی نے بھی ہاتھیوں اور لشکر کے ساتھ آ کر کالپی کے نیچے سے جمنا عبور کیا۔ اور ہیموں کو آگے کر دیا آخر میاں محمد خان تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ سامنے آیا۔ لہذا ہیموں نے ہاتھیوں کو آگے کر کے دوڑایا جنگ ہوئی اور محمد

خان وہیں مارا گیا۔عدلی کی فتح ہوگئی اور جلال الدین و بہادر پسران محمد خان اور تاج خان کراتی وہاں سے بھاگ کر جونپور آ گئے اور تاج خان نے محمد خان کے بیٹے جس کا نام خضر خان تھا اس کا نام بہادر رکھ کر گور کی جانب روانہ کر دیا۔ جب وہ مونگیر پہنچے تو اسی دوران میاں خان جہاں برادر خورد محمد خان جو گور میں تھا وہاں وہ خود بادشاہ بن کر بہادر کے مقابلے پر آیا۔ مونگیر آیا اور خان جہان و بہادر خان کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ بہادر و تاج و میاں سلیمان تینوں شخص اکھٹے تھے۔لہذا خان جہان شکست کھا کر گور کو چلا گیا۔اس کے بعد بہادر گور جا کر بیٹھ گیا۔ چند دن تک انکے درمیان مقابلہ ہوا اور اس کے بعد صلح کر لی۔ بہادر اور خان جہان ایک ہو گئے۔ چند روز بعد بہادر نے خان جہان کو پکڑ لیا اور قتل کر دیا۔تاج خان کو نوازشیں عطا کیں اور گنگ سے سنک (3) تک اور کوسی سے کہوسی (4) تک تمام ملک دے کر اسے رخصت کر دیا۔لہذا تاج خان حاجی پور آ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 103:

ہیمون کا رکن مروت پر حملہ اور ہیمون کی فتح ہونا

جب عدلی کرہ آ گیا تو کئی بار عیسیٰ خان کو لوگ بھیجے کہ تو بیٹھا ہوا کیوں ہے ہمارے پاس آ۔ جب عیسیٰ خان عدلی کے پاس آیا تو عدلی نے چند روز کے بعد عیسیٰ خان کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اس کے بعد چنارہ کو روانہ ہو گیا۔ اسی دوران خبر سن کر رکن خان مروت (1) نے لکھنو وقنوج و بہرائچ وغیرہ کی جانب کا سارا ملک اپنے قبضے میں کر لیا اور عدلی کی فوجوں کو شکست دی ہے اور ہاتھی پکڑ لیے ہیں۔ پھر عدلی اپنی فوجوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ پھر ہیمون کو رکن خان کے خلاف بھیجا اور ہیمون کے پاس اس کا ایک دوست ہاتھی تھا۔ وہ ایسا ہاتھی تھا کہ اگر اسکے سامنے ہزار ہاتھی بھی آتے تو وہ سب اس کو دیکھ کر بھاگ جاتے ان دنوں میں ہاتھی مست ہوا تھا اور رکن خان کے پاس ایک ہاتھی تھا جس کا نام (اوبایہ) تھا اور ہیموں کے ہاتھی کہ طرح یہ ہاتھی بھی اسلام شاہ کے حلقے میں رہ چکا تھا۔ لیکن وہ مست نہیں تھا۔ اور کہتے ہیں کہ ہیمون بہت (بازارہ) تھا۔ اس لیے اس کے دوستوں نے رکن خان کو کہلا بھیجا کہ اگر آپ رات کو آتے ہیں تو ہم سب آپکے ساتھ ہو جائیں گے۔ اور رکن خان اکثر دشمنوں کے لشکر پر شب خون مارتا تھا۔ اس نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ آؤ ہم تیار ہو جائیں تا کہ ہیمون پر شب خان ماریں۔ اور ہم نے اسکے ساتھیوں کو بھی کہلا بھیجا ہے کہ ہم رات کو آئیں گے۔ اس کے بھائیوں نے کہا کہ ہم نے ہمیشہ رات کو تلوار چلائی ہے۔ اب سورج کی روشنی میں چلائیں گے یعنی دن میں جنگ کرینگے۔ پھر بہت کچھ رکن خان نے کہا مگر کسی بات نے اثر نہ کیا۔ اور دن میں جنگ کے لیے روانہ ہوئے۔ جب ہیمون نے دیکھا کہ رکن خان کا لشکر آ رہا ہے۔ تو وہ آگے دوڑا۔ جب ہیمون قریب ہو گیا تو رکن خان کے لشکر کو شکست ہوتی۔

رکن خان مروت کا قتل:

رکن خان ایک مادہ ہاتھی پر ہجوم میں بیٹھا تھا۔ جب دیکھا کہ لشکر شکست کھا گیا تو اپنی زرہ بکتر کو اتار کر پھینک دیا۔ اسی دوران بھائی آ گئے کہ ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو جائیں۔ رکن خان نے گالیاں دے کر کہا کہ تم میرے سامنے سے دور ہو جاؤ۔ میں اسی جگہ مر

جاؤں گا۔ غرض کہ غصے میں آکر خود کو وہیں مروادیا(2)۔ ہیمون نے رکن خان کا سر کاٹ کر عدلی کے سامنے بھیج دیا اور پھر خود بھی عدلی کے پاس آ گیا۔ پھر عدلی چنارہ پر چڑھ آیا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جب ہیمون کو فتح ہوئی تو رکن خان زندہ قید ہو گیا اور رکن خان کی بہن کا شوہر علی خان بتنی(3) تھا اور خواجہ کلاں اور اسمعیل خان اور علی خان تینوں بھائی ہیمون کے ساتھ تھے۔ اور ہیمون اس نسبت سے خبردار تھا۔ آخر ہیمون نے خان کو تینوں بھائیوں کے حوالہ کر دیا کہ رکن خان کا سر تم کاٹو گے۔ اسمعیل خان نے کہا کہ اے بھائیوں! ہیمون جو اس طرح سے کہہ رہا ہے۔ لگتا ہے کہ وہ ہم تینوں بھائیوں کو قتل کردے گا۔ اسی لیئے رکن خان کو قتل کرنے کا مجھ سے کہا ہے۔ آخر مجبور ہو کر رکن خان کو قتل کر دیا۔ جب علی خان نے رکن خان کے تینوں بھائی بھی قتل کر دیئے تو علی خان کی بیوی جو رکن خان کی بہن تھی جب تک وہ زندہ رہی اس نے علی خان کی شکل نہ دیکھی حالانکہ وہ اس کا شوہر تھا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 104:

فتح خان کا ظلم جو اس نے بہار میں کیا

جب فتح خان نے سنا کہ محمد خان گوریہ قتل ہو گیا ہے تو وہ رو ہداس سے واپس ملک بہار میں آ گیا اور تمام ملک بہار پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے ساتھ سات ہزار سواروں کی جمعیت اکھٹی ہو گئی۔ اور کرہ رو ہداس بھی اس کے ہاتھ آ گیا۔ پھر اپنے اہل وعیال کو رو ہداس میں رکھ کر میاں حسن اور میاں راؤ کو وہیں چھوڑا اور خود کو اتنا بڑا خیال کرنے لگا کہ اصل ونسل میں مجھ سے زیادہ کوئی شخص نہیں ہے اور پھر وہاں سے عدلی پر چند فتوحات پائیں۔ لیکن اتنا بھی نہیں جانتا تھا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ:

بیت

تاج شاہی طلبی جوہر ذاتی بنمای   در خود از گوہر جمشید وفریدون باشی (1)

اور ملک بہار کے لوگ اپنے دل میں یہ خیال کرتے تھے کہ اس مرتبہ فتح خان بندی خانے سے آیا ہے۔ شاید کہ وہ خدا کی مخلوق کے ساتھ ملایم ومہربان ہو جائے۔ لیکن وہ تو اس سے بھی زیادہ (ظالم) ہو گیا جتنا کہ پہلے تھا۔ اور اسی طرح خلق اللہ تعالیٰ پر لوٹ مار اور خرابی شروع کر دی۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ:

بیت

خوی بد در طبیعتی کہ نشست   نرود جز بوقت مرگ از دست (2)

اور افغانون میں یہی دو صفات تھیں۔ ایک یہ کہ امام اعظم (3) پر عقیدہ رکھتے ہیں اور ہر شخص حنیفہ یہ کہلاتا ہے کہ ہمارے امام کا نام امام اعظم ہے خواہ وہ یہ نہیں جانتا کہ حنفیہ کون شخص ہے دوسرے یہ کہ ملک کو آباد کر دیتے ہیں (4) لیکن افغانوں میں سے جس کا نام بدنام ہو جاتا تو (اس کا نام) فتح خان پڑ جاتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 105:

ہیمون کا فتح خان و تاج خان کرانی کے خلاف آنا

جب عدلی نے چنارہ پر حملہ کیا تو چنارہ کے لوگوں نے قلعہ چنارہ عدلی کو دیدیا۔ پھر عدلی چنارہ میں ہی تھا کہ اسے خبر ملی کہ فتح خان نے سارے ملک بہار پر قبضہ کرلیا ہے اور حاجی پور میں تاج خان کرانی قابض ہے۔ پھر عدلی نے ہیمون (1) کو بیس ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا کہ جاؤ اوران دونوں کو دور کردو۔ جب ہیمون فتح خان پر چڑھ آیا تو فتح خان جنگ نہ کرسکا اور بھاگ کر قلعہ روہداس چلا گیا۔ لہذا ہیموں بزاز اس جگہ آکر گنگ کے کنارے قصبہ بار (2) پہنچ گیا۔ جب دیکھا کہ کرانی فوجیں تیاری کر کے شمالی کنارے پر کھڑی ہیں تو حکم فرمایا کہ ہر ہاتھی پر دو آدمی سوار ہوجائیں اور دو گھوڑوں کی لگام پکڑ کر گنگ میں اتر جائیں اسی طرح سے ہاتھیوں کو گنگ میں ڈال دیا اور سواران ہاتھیوں پر بیٹھ کر اور گھوڑوں کی لگامیں ہاتھ میں لیکر دریا کے اس پار ہوگئے۔ ہیمون نے کہا تھا کہ اگر کوئی شخص اچانک تلوار چلائے گا تو اس کو ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ جب ہیموں نے سارا لشکر دریا کے اس پار کردیا تو تاج خان جنگ کی تاب نہ لاکر بھاگ نکلا اور شمالی پہاڑوں میں چلا گیا۔ یوں ہیمون تاج خان کو دفع کر کے حاجی پور آیا اور اس کے بھتیجے جس کا نام شہرین تھا۔ اس کو حاجی پور میں چھوڑ کر اسی طرح سے جگہ جگہ فوجیں چھوڑتا ہوا خود عدلی کے پاس آگیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 106:

سلطان ابراہیم سور اور سلطان سکندر سور کی بادشاہی کا ذکر اور دونوں کا جنگ کرنا

سکندر سور کی بادشاہی:

سلطان ابراہیم آگرہ میں بادشاہ بنا بیٹھا تھا اور سکندر بھنگی (1) لاہور میں تھا۔ تتار خان کاسی وحبیب خان اور مبارا خان لودھی (2) جو خان جہاں لودھی کے دادا کا بڑا بھائی تھا (3) یہ سب بھی لاہور میں تھے۔ بعدازاں ان سب نے اتفاق کیا کہ اس جگہ عدلی اور ابراہیم بادشاہ ہو گئے ہیں چاہیے کہ ہم بھی سکندر کو بادشاہ کرلیں کیونکہ سکندر بھی شیر شاہ کے بھتیجوں میں سے ہے۔ لہذا اتفاق کر کے سکندر کو بادشاہ کرلیا اور بیس ہزار سواروں کے ساتھ آگرہ کی جانب ابراہیم کے خلاف روانہ ہوئے۔ ابراہیم بھی سکندر کے خلاف روانہ ہوا۔ راستے میں دونوں بادشاہوں میں مقابلہ ہوا۔ آخر ابراہیم نے صلح کر لی کہ میں اور آپ صلح کر لیتے ہیں۔ ملک پنجاب تمہارا ہوگا اور میں آگرہ میں رہوں گا۔ آخر سلطان ابراہیم کے ساتھ میاں راؤ حسین و آز ہمایوں سروانی اور حاجی خان وغیرہ بڑے امراء تھے۔ میان دواب (4) کا ملک میاں راؤ حسین کو مل گیا اور میاں دواب کا علاقہ ہمیشہ سے اس کی جاگیر تھا۔ سلطان ابراہیم نے دیا ہوا تھا۔ جب میاں دواب کے چند پرگنے سلطان سکندر کے پاس آگئے تو میاں راؤ حسین راضی نہ ہوا۔ اس نے کہا کہ تمہارے ساتھ تیس چالیس ہزار سوار ہیں اور انکے ساتھ بیس ہزار سوار ہیں پھر اسی وجہ سے سکندر اور ابراہیم کے درمیان شدید جنگ ہوئی۔ جب سکندر نے ابراہیم کی ساری فوج کو ضرب لگائی تو حاجی خان جو ابراہیم کے ساتھ تھا۔ اس نے تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ اتنی تیزی دکھائی کہ سکندر کی فوجوں کے بیچ میں جا کر سکندر کے عقب میں کھڑا ہو گیا اور پھر چاہا کہ سکندر کی فوجوں میں گھس آئے۔ پھر عالم چند پہتہ (5) نے حاجی خان کی لگام پکڑ کر کہا کہ حاجی خان ٹھہر جا! کیونکہ صاحبان اور غلامان کے درمیان ہمیشہ فرق ہوتا ہے۔ عالم چند پہتہ نے یہ بات اچھے طریقے سے کہی۔ جب شیر شاہ نے

حاجی کو کہا تھا کہ ہمارے پاس وکالت کے لیے اسی کو بھیج دے پھر عالم چند بہتہ نے حاجی خان کی لگام پکڑ کر اجمیر کی جانب روانہ کر دیا کہ اپنے اہل وعیال کی خبر لو اور اسکے اہل وعیال کرہ پتھلی (6) میں تھے اور ابراہیم کے امرا منتشر ہو گئے اور ابراہیم باندھو کی جانب چلا گیا۔ میاں راؤ حسین سکندر سے مل گیا۔ سلطان ابراہیم نے ایک سال و چار ماہ اور ایک روز اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا (7)۔ آخر سکندر دہلی میں بادشاہ ہو گیا چند سال اس کا خطبہ بھی پڑھا گیا۔

قلعہ لاہور

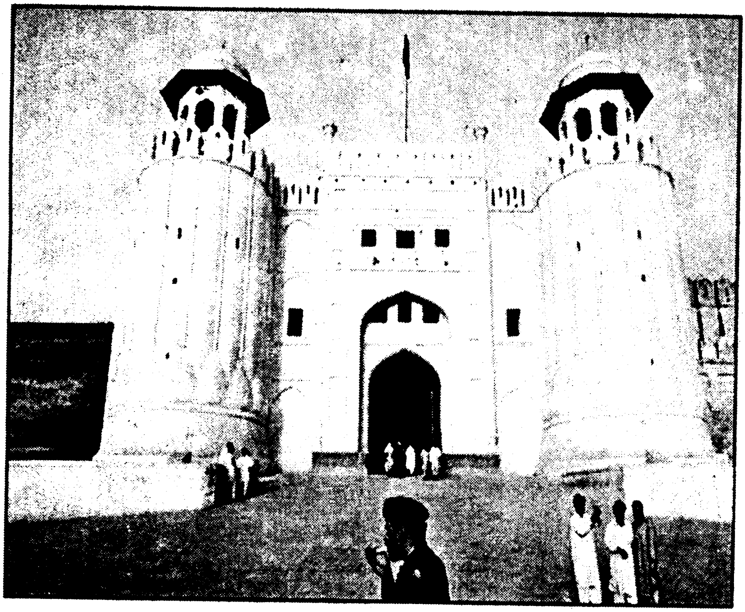

حکایت نمبر 107:

سلطان سکندر کا تتار خان وحبیب خان ومبارا خان لودھی کو بادشاہ کی جانب روانہ کرنا اور ہر سہ کا شکست کھا جانا

ہمایوں کی آمد:

سکندر آگرہ میں تھا کہ لاہور سے خبر آئی کہ ہمایوں بادشاہ لاہور آگئے ہیں (1)۔ پس سکندر نے مجلس لگائی۔ تتار خان (اور حبیب خان) نے کہا کہ ہمیں حکم کیجئے کہ اس کو دور کر آئیں۔ چنانچہ سکندر کو یہ بات معقول لگی اور اس نے راہ نکال لی اور اس مجلس میں میاں راؤ حسین بھی حاضر تھے لیکن سلطان سکندر اور تمام امراء میاں راؤ حسین سے بدظن تھے اور میاں راؤ حسین سے مشورہ نہ لیتے تھے۔ پس مجلس میں سب سے آخر میں سکندر نے میاں راؤ حسین سے پوچھا کہ آپ بھی اس مہم میں اپنی رائے دیجئے۔ میاں راؤ حسین نے کہا کہ جو کچھ آپ کے امراء نے طے کرلیا ہے وہی رائے ہے۔ سکندر نے فرمایا کہ اللہ اللہ! یہ کیا بات ہوئی آپ بھی اپنی جانب سے کوئی بات تو کیجئے۔ میاں راؤ حسین نے کہا کہ اگر ہم سے پوچھتے ہیں تو بادشاہ بھی ہمایوں بادشاہ کے مقابلے پر نہیں ہیں۔ اگر بادشاہی آپ کا مقدر ہے تو خود اس جانب متوجہ ہونا چاہیے۔ اسی دوران تتار خان نے کہا کہ میاں راؤ حسین رسن ماری کرر ہے ہیں اور انکے منہ میں دانت بھی ہیں جو زہر اگل رہے ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کو یہ کرنا چاہیے کہ نان بائیوں کا گروہ گھس آئے نہ کہ اس کو دور کرنا۔ البتہ رائے وہی تھی جو کہ میاں راؤ حسین نے کہی تھی۔ اور یہی بزرگوں کا قول ہے۔

قطعہ

مرد باید کہ گیرد اندر گوش درنوشت است پند بر دیوار
چو کابل شود مرد ہنگام کار وزآن پس نیاید چنان روزگار (2)

میاں راؤ حسین نے کہا کہ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ جو کچھ آپ لوگوں نے طے کر لیا ہے (میری) رائے بھی وہی ہے۔ لہذا میاں تتار خان اور حبیب خان اور مبارا خان اپنے

چاروں بھائیوں کے ساتھ تیس ہزار سوار لیکر رخصت ہوئے اور ہمایوں بادشاہ کی جانب روانہ ہوئے۔ وہ لوگ ابھی لاہور نہ پہنچے تھے کہ ہمایوں بادشاہ نے لاہور کو پیچھے چھوڑ کر ماجھی وارہ (ماچھی واڑہ) (3) کے مقام پر ان کا مقابلہ کیا۔ خانزادے اور میاں مبارا خان کے بھائیوں کے بیٹے آگے آگے شکار کرتے جاتے تھے کہ ہمایوں بادشاہ کے سپاہی سامنے آگئے اور جب خانزادے بھاگے تو وہ بھاگ کر خانزادوں کے سرکاٹ کر لے گئے اور خانزادوں کے سپاہی بھاگ کر لشکر میں آگئے اور ان کا لشکر ڈیرہ ڈالے بیٹھا کہ ہم علی الصباح جنگ کریں گے۔ اور اسی دوران جب مبارا خان نے خانزادوں کے سر کٹنے کی خبر سنی تو روتے ہوئے اور تتار خان وحبیب خان کو گالیاں دیتے ہوئے کہا کہ ہم جنگ کے لیے آئے ہیں۔ یہ وقت نہیں ہے کہ ہم علی الصباح (جا کر) جنگ کرینگے۔ آخر مبارا خان نے اس طرح کیا کہ ان (دونوں) کو ہمایوں بادشاہ کی جانب روانہ کیا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو رات ہوگئی اور ہمایوں بادشاہ کے ساتھ سات ہزار سوات تھے۔ انہوں نے ہزار ہزار سواروں کو سات فوجیں بنالیں اور فرمایا کہ افغانوں کے لشکر کے اردگرد پھیل جاؤ اور ان کو تیروں سے مارو۔ پس ساری رات وہ تیر چلاتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو تتار اور حبیب خان و مبارا خان بھاگ گئے اور وہاں سے سکندر کے حضور میں آئے۔ سکندر نے فرمایا کہ آپ نے کہا تھا کہ نان بائی آئے ہیں اب نان بائیوں کے آگے سے بھاگ آئے ہو۔

بیت

جو کابل شود مدد ہنگام کار وز آن پس نباید چناں روزگار (4)

جب تتار خان وحبیب خان ومبارا خان بادشاہ کے حضور سے ڈیرہ کی جانب روانہ تھے تو راستے میں یہ بات کرتے تھے کہ ابھی بادشاہ بھی نان بائیوں کے آگے سے بھاگے گا۔ (5)

☆☆☆☆☆☆

2

حکایت نمبر 108:

سلطان سکندر کا ہمایوں بادشاہ کی جانب جانا اور بادشاہ کی فتح ہونا

جب تتار خان وحبیب خان اور مبارا خان شکست خوردہ سکندر کے پاس آئے تو سکندر چالیس ہزار سواروں کے ساتھ ہمایوں بادشاہ کے مقابلے کو نکلا اور جب سرہند کے قریب پہنچے تو سکندر نے ڈیرہ نہیں کیا اور اسی طرح سے ہمایوں بادشاہ کے ڈیرے کی جانب روانہ ہو گئے۔ چنانچہ تتار خان اور حبیب خان گھوڑے سے اتر آئے اور پیادہ ہو گئے اور سکندر کی لگام پکڑ لی کہ آج قلعہ گلی (میں ڈیرہ) کرنا چاہیئے۔ اور اپنے نمائندوں کو ہمایوں کے پاس روانہ کر دیا کہ تم لوگ جا کر کہو کہ تتار خان وحبیب خان کہتے ہیں کہ بادشاہ نہ جائیں اور ٹھہرے رہیں۔ ہم اس بنگی (بھنگی) کو شکست دینا چاہتے ہیں اور شریعت اور بابر بادشاہ کی دوہائی دیتے ہیں کہ بادشاہ رکاب پر پیر بھی نہ رکھیں اور خاطر جمع رکھیں۔ اور ان نمائندوں کو یہ بھی کہلا دیا تھا کہ تم ہر وقت بادشاہ کی خدمت میں رہو اور دوہائی دیتے رہو اور آخر کار تتار خان اور حبیب خان نے ضد کر کے ہو کر سکندر کو قلعہ کی جانب روانہ کیا۔ چنانچہ ہر روز تیر اور بندوق سے جنگ ہوتی تھی وہ لوگ باہر نکل کر جنگ نہیں کرتے تھے اور جب تتار خان وحبیب خان اپنے ڈیرے پر آ رہے تھے تو یاران سے کہنے لگے کہ ہم سامان درست کر رہے ہیں۔ جب بھی دونوں (فریق) جنگ کا ارادہ ظاہر کرتے تو تتار خان وحبیب خان یہ بہانہ کر دیتے کہ آج نیک وقت نہیں ہے۔ فلاں روز یا فلاں روز (جنگ کرینگے)۔ اسی طرح کرتے کرتے ایک مدت گذر گئی کہ ایک روز سکندر تنگ آ کر غصہ میں آ گیا اور ہتھیار باندھ لیئے اور ہمایوں کے لشکر نے بھی تیاری کر لی اور تیار کھڑا ہو گیا۔ اور ہمایوں بادشاہ اپنے قلعہ کے اندر تھا۔ مغلوں نے اپنے ڈیرے لاہور کی جانب روانہ کر دیئے اسی دوران میاں تتار خان وحبیب خان نے اپنے دو سوار انکے پیچھے روانہ کئے جو بادشاہ کو شریعت کی دوہائی اور بابر بادشاہ کی دوہائی دیتے تھے کہ بادشاہ نہ جائیں اور جانے کے لیے اپنا پیر رکاب پر نہ رکھیں۔ بادشاہ دیکھ لینگے کہ ہم کس طرح سے اس بھنگی کو بھگاتے ہیں۔ پس ہمایوں بادشاہ نے فرمایا کہ اچھا ہمارا ڈیرہ تو روانہ ہوتا ہے مگر ہم موجود ہیں۔ ہم تماشا دیکھیں گے کہ یہ دونوں افغان سچ کہہ رہے ہیں یا جھوٹ۔

ہمایوں کی فتح:

اسی دوران جنگ شروع ہوگئی کہ ایک جتای (سردار یا افسر) سکندر کے پاس کھڑا تھا جس کا نام محمد خان تھا اور اس کے باپ کا نام بیان تھا اس محمد بیان نے گھوڑے کو چابک لگایا اور خود کو ہمایوں بادشاہ کی فوجوں کے اندر ڈال دیا۔ آخر مغلوں نے تیروں سے اتنا مارا کہ وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کے بعد سکندر نے اپنے گھوڑے کو چابک لگا کر دوڑایا اور ہمایوں بادشاہ کی فوجوں کے درمیان گھس کر جگہ بنائی اور میدان عبور کر کے اس جگہ کہ جہاں ہمایوں بادشاہ موجود تھا جا کر کھڑا ہوگیا۔ آخر تتار خان وحبیب خان نے پیچھے سے تمام لشکر کو اپنے ساتھ لے کر سلطان سکندر کو میدان میں کھڑا چھوڑ دیا۔ اور اس جگہ سے بھاگ نکلے۔ دوسری جانب سے مغل چڑھ آئے اور سکندر کے ساتھ سات سو سوار باقی رہ گئے۔ سکندر بھی ہر جانب دوڑنے لگا اور جنگ کرتا رہا۔ آخر ہمایوں بادشاہ نے فرمایا کہ کوئی ان (سکندر) کے ساتھ تلوار زنی کرے اور تیر اندازی بھی کرے۔ پس ہر جانب سے تیر چلنے لگے اور سکندر نے بھی اپنی جانب سے کوئی کمی نہ چھوڑی اور سکندر کے ساتھ ڈھائی سو سوار باقی رہ گئے تھے۔ اس وقت ان آدمیوں نے کہا کہ بادشاہ اب کچھ نہیں ہوسکتا (لہذا) بادشاہ کوئی راہ دیکھ لیں۔ پس وہ اس جگہ سے پہاڑوں میں چلے گئے۔ جب اس جگہ پہنچے تو تین سو چار (یا چار سو) سوار اکھٹے ہوگئے اور چند روز وہیں قیام کیا۔ (1)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 109:

سکندر کا حبیب خان کو قتل کرنا اور پھر لاہور کی جانب جانا

سکندر پہاڑوں میں ہی تھا کہ اس جگہ اسے خبر ملی کہ حبیب خان اس جگہ سے بیس کروہ کے فاصلے پر اپنی پوری جمعیت کے ساتھ ہے۔ پس سکندر نے ایک تیز رفتار گھوڑا طلب کیا اور بارہ سواروں کے ساتھ حبیب خان کی جانب روانہ ہوا۔ اور اپنے لشکر سے کہا کہ تم پیچھے سے آؤ۔ آخر سلطان سکندر عصر کے وقت حبیب خان کے لشکر میں پہنچ گیا۔ حبیب خان بارہ ہزار سواروں کے ساتھ اس جگہ تھا اور خیمے لگا لئے تھے۔ اور سلامی لے رہا تھا کہ سلطان سکندر پہنچ گیا۔ اسی دوران شور اٹھا کہ بادشاہ آ گئے ہیں۔ پس سکندر اچانک سے اسی طرح سوار ہوئے دولچھا پر پہنچ گیا۔ اور لوگ دو رہو کر بیٹھ گئے اور حبیب خان سلطان سکندر کے حضور میں نزدیک ہو کر دوزانو ہو کر ادب سے بیٹھ گیا۔ اور سکندر سر جھکائے ایک لمحے خاموش رہا۔ پھر سر اٹھالیا اور ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ حبیب خان نے معذرت چاہی اور کہا کہ ''بادشاہ! لوگوں کی کم بختی ہے کہ۔۔۔۔۔۔'' سی وقت سکندر نے ایک تلوار سے جو اس کی کمر سے بندھی تھی حبیب خان کو ایسی ضرب لگائی کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر گر گیا۔ پھر جو افغان اس کے ساتھ تھے وہ فرار ہونے لگے۔ سکندر نے کہا کہ اے گیدڑوں (گیدیان) کیوں بھاگتے ہو۔ یہ غلام افغانی عزت کا حامل نہ تھا۔ پس حبیب خان کا تمام سامان ضبط کر لیا۔ اس وقت تک (اسکے پاس) چھ ہزار سوار ہو گئے تھے۔

ہمایوں کا دہلی پر قبضہ:

جب ہمایوں بادشاہ سرہند سے دہلی روانہ ہوئے تو انہوں نے آٹھ ہزار سوار روانہ کئے کہ آپ لاہور کی جانب جائیں۔ پھر وہ اس جگہ جا کر چمیاری (2) میں قلعہ گلی (کچا قلعہ) بنا کر وہیں ٹھہر گئے اور ہمایوں بادشاہ نے دہلی آ کر خطبہ پڑھوایا اور اس کا لشکر بھی پچاس ہزار سواروں تک پہنچ گیا۔ وہ (ہمایوں) سات ماہ تک دہلی میں ہی رہے۔ (3)

ہمایوں کی وفات:

ایک روز چھت سے نیچے آ رہا تھا کہ موذن نے نماز کی آذان (بانگ) دینا شروع کر دی تو بادشاہ اسی جگہ عصا پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے۔ لیکن عصا نے (کنج)(4) میں جگہ نہ پکڑی۔ اس جگہ سے لڑکھڑا کر گر گئے اور فوت ہوگئے(5)۔ چنانچہ کسی نے فرمایا ہے کہ:

بیت

ہر کہ آمد بجہان اہل فنا خواہد بود　　　وآنکہ پائندہ و باقی است خدا خواہد بود(6)

اور خواجہ حافظ (شیرانی) نے فرمایا ہے کہ:

بیت

ہر کہ آمد بہ جہاں نقش خرابی دارد　　　درخرابات نہ پرسند کہ ہوشیار کجا است(7)

اکبر بادشاہ کی تخت نشینی:

غرض کہ سکندر نے جا کر چمیاری پر چڑھائی کی اور قلعہ کو طاقت سے فتح کیا۔ اور جو لوگ ہاتھ آئے ان کو قتل کر دیا اور باقی لوگ بھاگ کر لاہور چلے گئے۔ پس بیرم خان تردی محمد خان (8) کو دہلی میں چھوڑ کر اور اکبر بادشاہ کو ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ جب وہ کلاں نور(9) کے مقام پر پہنچے تو اس جگہ اکبر بادشاہ کو بادشاہ بنا کر سکندر پر چڑھائی کی۔ جب سکندر نے دیکھا کہ لشکر کثیر آ رہا ہے تو وہاں سے نکل کر قلعہ مان(10) کو آ گیا۔ اور وہ قلعہ اسلام شاہی دور کا بنا ہوا تھا۔ پس بیرم خان نے جا کر اس قلعہ پر چڑھائی کی اور آتش بازی کے گولوں سے حملہ کیا کوئی کمی نہ چھوڑی لیکن قلعہ قابل تخریب نہیں تھا اور سکندر اسی جگہ ٹکا رہا اور وہ (مغل) چڑھ آئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 110:

اس بارے میں کہ ہیمون کا دہلی کی جانب مغلوں کے خلاف جانا اور ہیمون کا قتل ہونا

ہیمون کا جنگی منصوبہ:

جس وقت سکندر آگرہ میں تھے اس وقت میاں راؤ حسین عدلی کے پاس آئے اور عدلی چنار میں تھا۔ جب میاں راؤ حسین آئے تو عدلی نے انکو پکڑ کر قید خانہ میں ڈال دیا اور میاں راؤ حسین کے لڑکے کہ جس کا نام درویش تھا اور ہیمون کی ملازمت کرتا تھا کو خبر ملی کہ ہمایوں بادشاہ فوت ہو گیا ہے اور بیرم خان نے دہلی میں ترتی محمد خان کو چھوڑا ہے اور ہمایوں بادشاہ کے لڑکے کو بادشاہ کر کے ایک انبوہ کثیر کے ساتھ سکندر کے خلاف گیا ہے اور سکندر کو قلعہ مان کوٹ میں (محصور) کر دیا ہے۔ تو عدلی نے راہ نکالی اور ہیمون کو بے شمار لشکر اور بہت سے ہاتھیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ اس وقت ہیمون نے عرض کیا کہ راؤ حسین کو چھوڑ دیجئے اور ہمارے ساتھ روانہ کیجئے۔ عدلی نے کہا کہ کیا میاں راؤ حسین ایسا شخص ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔ ہیمون نے کہا کہ (زیادہ سے زیادہ) کیا ہو جائے گا اگر میرا ایک وار راؤ حسین پر بھی پڑ جائے گا۔ اس لیے چاہیے کہ اسے چھوڑ دیں۔ عدلی نے اسے چھوڑ دیا اور اس کی غلطی معاف کر کے اس کے ساتھ نیکی کی۔

دہلی پر ہیمون کا قبضہ:

پس ہیموں اس جگہ سے روانہ ہو کر دہلی پہنچا اور مغلوں نے دیہہ سے 3 کروہ کے فاصلے پر دریائے جمنا کے کنارے ڈیرے لگائے ہوئے تھے۔ پس ہیمون نے میاں راؤ حسین کو بہت سے آدمی دے کر مقدمہ (لشکر) بنایا اور بارہ ہزار سوار اور تمام ہاتھی اپنے ساتھ رکھے۔ لوگوں نے کہا کہ مغل دعا کرتے ہیں۔ ہیمون نے کہا کہ وہ کیا دعا کریں گے دعا تو ہم کرینگے۔ پھر وہ شہر میں اکھٹے ہو گئے اور ترتی محمد کے ساتھ تین ہزار سوار تھے۔ جب راؤ حسین روانہ ہو گئے تو میاں ادریس (1) آگے روانہ ہوئے لیکن میاں راؤ حسین کے دل میں غداری تھی۔ ادریس آگے آگے

تیزی سے جا رہے تھے لیکن میاں راؤ حسین آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ جب آہستہ ہو گیا تو ایک پرانے خاصہ خیل نے کہ جس کا نام مراج (2) تھا کہا کہ اے میاں راؤ حسین ادریس تو اتنی تیز چل رہے ہیں اور آپ آہستہ چل رہے ہیں۔ یہ طریقہ اچھا نہیں ہے۔ جب میاں ادریس (دشمن کے) قریب ہو گئے۔ تو اپنے آدمیوں کے ساتھ دوڑ کر جنگ شروع کر دی اور پیچھے سے میاں راؤ حسین بغیر جنگ کے بھاگ نکلے۔ جب مغلوں نے میاں ادریس کو قتل کر دیا۔ تو میاں راؤ حسین کے پیچھے بھی دوڑے میاں راؤ حسین جمنا میں گر کر ڈوب گئے۔ پھر مغل، افغانوں کا تعاقب کرنے لگے یہاں تک کہ سات کروہ تک (یعنی کنان) اور گھوڑے قیدی بناتے چلے گئے۔ اچانک ہیمون شہر سے باہر نکلا اور ترقی محمد خان پر چڑھ آیا اور ہر فوج پر غالب رہا۔ اس (مغل) فوج کو شکست ہو گئی پھر ترقی محمد بھاگ کر بیرم خان کے پاس چلا گیا۔ اور ہیمون دہلی میں جا بیٹھا۔ (3)

سکندر سور اور مغلوں کی فتح:

اسی دوران سلطان سکندر نے ہیمون کو لکھا کہ تو جلد اس جگہ آ جا۔ میں مغلوں کو بھاگنے نہیں دونگا۔ جب سکندر کا سفیر خط لایا ہیمون نے فرمایا کہ اس (سفیر) کو تو چابکوں سے ماریں۔ پس سکندر کو کہلوا بھیجا کہ اے حرام خور! میں تجھ پر کیا بھروسہ کرلوں۔ پس سکندر نے مغلوں سے صلح کر لی۔ مغلوں نے بھی کہا کہ تو اس جگہ سے چلا جا۔ ہم تجھے اور تیرے لشکر کو تکلیف نہیں دینگے اور وہ اس جگہ سے مشرق کی جانب روانہ ہو گئے۔ اس بات سے بیرم خان نے بھی اتفاق کیا۔ تار خان جو شکست خوردہ ہو کر پھر سکندر سے آن ملا تھا اور افغانوں کا خانہ خراب کر دیا تھا۔ اسی طرح ترقی محمد خان ہمارے ساتھ ہو جائیں تو مغلوں کا بھی خانہ خراب ہو جائے گا۔

ترقی محمد کا قتل:

بیرم خان نے ایک دعوت کر کے ترقی محمد خان کو طلب کیا اور اپنے سامنے نشان لگا کر کہا کہ اے خان! مغلانیوں کی چادر (عزت) نہیں رہی۔ یا ہم رہیں گے یا آپ۔ پھر بیرم خان نے ترقی محمد خان کو قتل کر دیا اور دہلی کی جانب روانہ ہوا۔ (4)

جنگ پانی پت دوم:

اسی دوران حاجی خان ہیمون کے قریب پہنچ گیا اور یہ کہلوایا کہ جب تک ہم نہ آئیں تم مغلوں کے مقابلے پر روانہ نہ ہونا۔ میں بھی آ رہا ہوں۔ شادی خان پسر میاں خوذی (5) دوآبہ کے

درمیان تھا اور اس نے کچھ فتوحات بھی کر لی تھیں اور اسکے ساتھ چھ ہزار سوار بھی جمع ہو گئے تھے۔ لہذا ہیمون نے شادی خان کو تحریر کیا کہ تو جلدی سے ہمارے پاس آ۔ شادی خان تیس سو سواروں کے ہمراہ تیزی سے روانہ ہوا اور اپنے لشکر سے کہا کہ تم راستہ نکال کر آہستہ آہستہ آؤ۔ پس اس کا لشکر ابھی راستے ہی میں تھا کہ شادی خان ہیمون کے درمیان پہنچ گیا اور کہا کہ اے رائے! آہستہ ہو جائیں کیونکہ ہمارا لشکر راستے میں ہے جب تک کہ ہمارا لشکر پہنچ جائے کوچ نہیں کرنا چاہیے۔ (ہیمون نے) شادی خان سے کہا کہ میں تیرے لشکر کی مدد سے نہیں آیا ہوں اور حاجی خان کے لوگوں سے بھی کہا کہ اے گیدڑوں (گیدیان)! میں نے تم پر بھروسہ کر کے تلوار باندھی ہے۔ لہذا اسکی بدزبانی سے لوگ زندگی سے بیزار ہو گئے (6)۔ اس نے اپنی مرضی سے تین روز قبل ہی توپوں (عرابہ آتش بازی) کی گاڑیاں آگے روانہ کر دیں۔ جب بیرم خان نے سنا کہ اس کی توپیں پہلے آ رہی ہیں تو اس نے سارے لشکر کے عقب میں سے آ کر توپیں چھین لیں۔ جب ہیمون نے سنا کہ مغلوں نے توپیں چھین لی ہیں تو ذرا دوڑا اس وقت موسم سرد تھا۔ اپنے ہر فوجی کے پاس گیا اور اسکو مارا۔ اور اس (توپوں والی) فوج کو سزا دی۔ (7)

ہیمون کا قتل:

اسی طرح جنگ میں سر برہنہ کر کے کہتا تھا کہ مارو (8)۔ آخر قضائے الٰہی سے ایک تیر اس کے سر پر لگا اور تھوڑا اندر دھنس گیا۔ اچانک ہی وہ عماری میں گر گیا اور بے ہوش ہو گیا اور اس کے خدمت گاروں نے اس پر چادر ڈال دی۔ جب وہ اس طرح بے ہوش ہوا تو سب افغانوں کو شکست ہو گئی۔ بہت سے بڑے امراء مارے گئے۔ اور ہیمون کو زندہ پکڑ کر اکبر بادشاہ کے پاس لے گئے اور ہر بات جو اس سے پوچھی گئی اس نے کسی کا جواب نہ دیا۔ آخر اکبر بادشاہ کے ہاتھ میں تلوار دی گئی تا کہ بادشاہ بھی غازی ہو جائیں۔ آخر اکبر بادشاہ نے ہیمون کو اپنے ہاتھ سے مارا (9)۔ پھر یہ ہاتھی وغیرہ تمام اشیاء اکبر بادشاہ کے ہاتھ آئیں اور وہ خزانے جو آگرہ میں تھے وہ بھی ہاتھ آئے۔ پھر اکبر بادشاہ نے جگہ جگہ فوجیں روانہ کیں۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 111:

ذکر جنگ کرنا حاجی خان کا رانا پرتاب سے اور حاجی خان کا فتح یاب ہونا

کہتے ہیں کہ حاجی خان ہیمون کا ساتھ دینے کی غرض سے دہلی کی جانب روانہ ہوا۔ جب دہلی کے نزدیک پہنچا تو سنا کہ ہیمون جنگ کرتے ہوئے میدان میں مارا گیا ہے۔ پس حاجی خان وہاں سے اجمیر کی جانب روانہ ہو گیا اور اجمیر حاجی خان کی جاگیر میں تھا۔ اور اس کا سارا قبیلہ بھی اجمیر میں تھا اور رانا و مالدیو وغیرہ کی مہم کا تعلق حاجی خان کیساتھ تھا۔ جب وہ اجمیر پہنچا تو اس وجہ سے اجمیر میں قیام نہ کر سکتا تھا اور اس جگہ سے پورے قبیلے کے ساتھ گجرات کی جانب روانہ ہو گیا۔ اسی دوران رانا نے خبر سنی کہ حاجی خان گجرات کی جانب جا رہا ہے پس رانا ستر ہزار سوار لے کر حاجی خان پر چڑھ دوڑا اور راستہ روک لیا اور حاجی خان کے ساتھ چار ہزار سوار تھے۔

حاجی خان کا وکیل:

جب رانا نزدیک ہوا تو حاجی خان نے اپنا ایک وکیل رانا کے پاس بھیجا۔ جب وہ وکیل رانا کے لشکر میں پہنچا تو اس نے کثیر لشکر دیکھا۔ پھر رانا سے ملاقات کی۔ پھر لشکر کی کثرت سے اس وکیل کے دل میں خوف پیدا ہو گیا۔ اس بناء پر اس نے خود کہنا شروع کر دیا کہ اے رانا! آپ اس طرح سے فرمایئے کہ تمام ہاتھی مجھے دے دیں۔ جب رانا نے اس وکیل کو دیکھا کہ وہ خوف زدہ ہے اور ڈر کی وجہ سے اس طرح بات کرتا ہے تو رانا نے کہا کہ اسی طرح سے بات ہے۔ اور پھر اس وکیل نے کہا کہ آپ فرمایئے کہ تمام مراتب اور نقارہ بھی مجھے دے دیں۔ رانا نے پھر کہا کہ اسی طرح سے بات ہے۔ آخر اس وکیل نے اس جگہ سے واپس آ کر حاجی خان کے حضور میں پہنچ کر کہا کہ رانا اس اس طرح کہتا ہے۔

حاجی خان اور رانا کی جنگ:

جب حاجی خان نے یہ بات سنی تو ایک مٹی کا قلعہ بنالیا اور اپنا قبیلہ اس قلعہ کے اندر رکھا اور اس کا اپنا بیٹا اور مالدیو کا بیٹا کہ جس کا نام موتہ راجا (1) تھا اور وہ موتا راجا حاجی خان کے ہمراہ تھا۔ ان دونوں کو قبیلے کے پاس چھوڑا اور موتہ راجا کی بہن حاجی خان کی بیوی تھی (2) آخر بارو خان مستواتی (3) (میواتی) نے حاجی خان سے تیس سو سوار لئے اور مقابلے کے لیے آدھ کروہ آگے بڑھ کر حوص پر ڈیرے ڈال لیئے۔ اسی دوران حاجی خان نے بارو خان کو کہلوا بھیجا کہ آپ ہم سے دور ہیں۔ چاہیے کہ ہمارے درمیان آجائیے۔ کیونکہ رانا اس جگہ سے قریب ہے۔ جب حاجی خان نے یہ بات کہلوا بھیجی تو بارو خان نے جواب بھجوایا کہ اگر میں ایک گام (4) بھی پیچھے رکھتا ہوں تو گویا کہ اپنا پیر حضرت کے دامن پر رکھ دیتا ہوں۔ غرض اس طرح سے اس نے قسم کھائی۔ القصہ جب عالم چند بھات وکیل (5) نے حاجی خان کو دیکھا کہ خان گجرات کی جانب رہا ہے تو اس وجہ سے اپنا قبیلہ خود رکھنے کی غرض سے راجہ بہارہ مل کے پاس چلا گیا جو راجا مان سنگھ کا دادا تھا (6)۔ اس نے جب سنا کہ رانا، خان پر نوے ہزار سواروں کے ساتھ چلا آرہا ہے تو عالم چند نے بہارہ مل سے کہا کہ میں نے قبیلہ آپ کی خدمت میں دے دیا ہے۔ مجھے رخصت دیجئے کہ خان کی خدمت میں چلا جاؤں۔ بہارہ مل نے کہا کہ عالم چند! آپ ہمارے پاس رہیئے کہ یہ آپ کا ہی گھر ہے۔ رانا حاجی خان پر لشکر کثیر کے ساتھ کیوں آرہا ہے۔ خان جہاں کے ساتھ تو چار ہزار سوار ہیں خان کے پاس اور کچھ نہیں ہے۔ جو ہونا ہے ہو جانے دو۔ آپ ٹھہر جایئے اور اکثر اوقات عالم چند تسبیح پر اپنے معبود کا نام پڑھا کرتا تھا۔ بہارہ مل کی بات سن کر ایک لمحے کو سر جھکایا۔ پھر اگلے ہی لمحے سر اٹھا کر کہا خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ میں حاجی خان کو دھوکہ دوں نہ تو حاجی خان جنگ کرے اور نہ ہی رانا کو شکست ہو۔ یہ بات کہتے ہی ہر جانب سے لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ یہ بادہ فروش (7) کیسی باتیں کر رہا ہے پس وہ جلدی سے اٹھا اور جھٹ پٹ (شپاشپ) (8) آکر حاجی خان کو دیکھا کہ ہتھیار پہن رہا ہے۔

اسے جا کر سلام کیا۔ پھر حاجی خان نے کہا کہ یہ بات تمہارے جیسوں کے لیے آسان کام ہے۔ آپ اسی جگہ رہیں۔ غرض کہ رانا پہلے تو بارہ خان پر چڑھ دوڑا۔ لہذا حاجی خان بارو خان کی مدد کے لیے روانہ ہوا۔ حاجی خان پہنچا بھی نہیں تھا کہ بارو خان تمام تیس (سی) سو بھائیوں کے ساتھ شہید ہو گیا۔ اسکے بعد جب حاجی خان پہنچا تو حاجی نے بھی جنگ کرنا شروع کر دی۔ اسی دوران رانا نے راؤ سرجن (9) کو دس ہزار سوار دیکر ایک عظیم فوج اس جگہ کہ جہاں حاجی خان کا

قبیلہ تھا اس قبیلے پر روانہ کر دی۔ جب سرجن حاجی خان کے قبیلے پر دس ہزار سواروں کے ساتھ پہنچا تو موتہ راجا وہاں سے بھاگ کر اپنے باپ کے پاس چلا گیا اور حاجی خان کا بیٹا بھاگ کر حاجی خان کی جانب آ گیا۔ جب وہ بھاگ گئے تو راؤ سرجن نے اپنے آدمی حاجی خان کے قبیلے پر لگا دیئے اور خود رانا کے حضور چلا گیا۔ آخر رانا نے حاجی سے دوبارہ جنگ کی اور پھر بھاگ کر پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ جب راؤ سرجن رانا کے پاس آیا تو کہا کہ میں نے حاجی خان کے قبیلے کو قید کر کے اپنے لوگوں کے حوالے کر دیا ہے اور تم ابھی تک اتنے سے افغانوں پر فتح نہ پا سکے۔ ان چند افغانوں سے جنگ کرنے میں بزدل کر رہے ہو۔ رانا نے جواب دیا کہ وہ تو بچے اور عورتیں تھیں۔ خان یہ کھڑا ہے جنگ تو اس سے ہے۔ پھر رانا اور راؤ سرجن پوری قوت سے جنگ کرنے لگے۔ جب جنگ میں الجھ گئے تو اتنی دھول اٹھی کہ بہت تاریکی پھیل گئی۔ چنانچہ کوئی ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اسی دوران مظفر خان سروانی (10) سے جو حاجی خان کا نائب تھا لوگوں نے کہا کہ خان چلا گیا ہے۔ تو مظفر خان نے کہا کہ اگر اس غلام کی جان بھی جاتی ہے تو جائے میں تو یہیں کھڑا ہوں۔ یہی بات ہو رہی تھی کہ حاجی خان جو نزدیک تھا اس نے یہ بات سن لی اور بلند آواز سے کہا کہ اے خان! یہ غلام اس کام کو چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ غرض کہ جب گرد بیٹھ گئی تو دیکھتے ہیں کہ رانا اور راؤ سرجن شکست کھا کر دور کھڑے ہیں۔ نماز ظہر کے بعد عصر کے قریب حاجی خان و مظفر خان نے فرمایا کہ اے افغانوں! وہ جگہ جہاں رانا کھڑا ہے چاہیے کہ ہم خود اس جگہ پر قبضہ کر لیں اور رانا کو وہاں سے دور کر دیں۔ لیکن سارے افغان اور گھوڑے زخمی ہو گئے تھے۔ آخر حسب ضرورت خود اس جگہ پہنچ گئے جہاں رانا تھا اور تھوڑی جنگ ہوئی تھی کہ رانا اس جگہ سے بھاگ گیا۔ یہ جنگ صبح صادق سے عصر کے وقت تک چلتی رہی آخر عصر کے وقت ختم ہو گئی۔

حاجی خان گجرات میں:

اور حاجی خان نے ایک دو روز اس جگہ قیام کیا اور ان سب شہدا کو دفن کر دیا اور پھر گجرات کی جانب چلا گیا۔ جب احمد آباد پہنچا تو موسیٰ خان اور شیر خان فولادی (11) نے مقام پتن (12) سے تحریر کیا کہ ہم افغان ہیں اور آپ بھی افغان ہیں۔ چاہیے کہ اس جگہ آ جایئے اور جو بھی ملک ہمارے ہاتھ میں ہے اسے تین حصوں میں تقسیم کر کے قابض رہیں گے کہ دو ہم بھائیوں کا ہے اور ایک آپ کا۔ حاجی خان احمد آباد سے پتن کو چلا گیا اور ملک کو تقسیم کر کے قبضہ کر لیا۔

آخر کاراس میں سکون مل گیا۔

گجراتیوں اور فولادیوں کی جنگ:

اعتماد خان خواجہ سرا(13) جو سلطان محمود گجراتی کا مدارالمہام تھا اس خواجہ سرا نے سلطان محمود کے بیٹے کو کہ جس کا نام نتھو (14) تھا سلطان محمود کی وفات کے بعد بادشاہ بنایا۔ القصہ یہ کہ خواجہ سرا نے مظفر نتھو کو اپنے ساتھ لے کر لشکر اور بے شمار توپوں (عرابہ آتش بازی) کے ساتھ فولادیوں پر چڑھائی کی۔ یہ اطلاع فولادیوں کو مل گئی۔ انہوں نے اپنے ساتھ مجلس / مشورہ کر کے طے کیا کہ جب تک اعتماد خان نہیں آجاتا تب تک ہم آگے بڑھ جائیں اور مقابلہ کریں۔ پس کوچ کرتے ہوئے روانہ ہوئے اور بڑی تیزی سے اس کے قریب پہنچ گئے کہ اعتماد خان لشکر کے اردگرد توپوں سے قلعہ سازی کر رہا تھا اور لوہے کی زنجیروں سے ایک دوسرے کے ساتھ انکو (توپوں کو) مضبوطی سے باندھ دیا تھا۔ اور خود سلطان مظفر نتھو کے ساتھ قلعہ کے درمیان چبوترہ تیار کر کے اس کے اوپر خیمے تیار کر کے اس چبوترہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور موسیٰ خان و شیر خان و حاجی خان کا تماشا دیکھ رہے تھے اور ان کا لشکر آرہا تھا اور انکے نشانات جو رنگ برنگے تھے آرہے تھے۔ بادشاہ پوچھتا تھا کہ یہ نشان کن کے ہیں۔ لوگ جواب دیتے تھے کہ یہ نشان اس موسیٰ خان کے اور وہ نشان شیر خان کے ہیں۔ پھر ادھر سے لعل اور ہاتھیوں کے نشان اسکی نظر میں آئے تو کہا کہ یہ نشان اور ہاتھی کس کے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ وہ حاجی خان کے ہیں۔ پھر اس کا ایک بڑا امیر جس کا نام آئین خان ماندو والی تھا(15)۔ اس نے بادشاہ کے حضور میں کہا کہ علی الصباح یہ سارے نشان اور ہاتھی بادشاہ کے حضور میں لے آؤں گا۔ اور جاسوس نے موسیٰ خان، شیر خان حاجی خان کو یہ بات بتائی کہ امین خان نے یہ بات کہی ہے۔ حاجی خان نے کہا کہ اس شخص نے بہت بڑا بول بولا ہے۔ آخر کیا ہوگا۔

حاجی خان کی فتح:

القصہ یہ کہ حاجی خان موسیٰ خان کی مجلس سے اٹھ کر اپنے ڈیرے میں آیا اور کہا کہ لشکر میں اطلاع کر دو کہ کوئی شخص اپنے گھوڑوں کو دانہ نہ دے سوائے پسے ہوئے آٹے کے دے اور ہتھیار پہن لیں اور خود بھی ہتھیار پہن کر اپنے خیمے میں بیٹھ گیا۔ جب رات کا ایک پہر رہ گیا تو سوار

ہو کر فیل بانوں سے فرمایا کہ ہاتھیوں کی گھنٹیاں اتار دیں اور آگے بڑھ جائیں۔غرض کہ اس جگہ جہاں پر سلطان مظفر واعتماد خان کا ڈیرہ تھا اس جگہ پر اپنے مہاوتوں سے کہا کہ ان توپوں کو اٹھا کر دور کر دیں۔مہاوتوں نے ایسا ہی کیا۔ان توپوں کو لے گئے اور وہ ہاتھی انکو اٹھا لے گئے یوں راستہ بن گیا۔پھر ان (دشمن) کے لشکر میں گھس کر مارنا شروع کر دیا اور ان کا تمام لشکر بھاگ نکلا۔اور حاجی خان کو فتح ہو گئی اور اعتماد خان مظفر نھو کو ساتھ لیکر بھاگ گیا۔اور حاجی خان فتح یاب ہو کر انکے ڈیرے پر کھڑا تھا کہ غلغلہ موسیٰ خان تک پہنچا۔ان دونوں بھائیوں نے پوچھا کہ یہ غلغلہ کیسا ہے؟لوگوں نے کہا کہ حاجی خان انکے ڈیرے پر گیا ہے۔پس دونوں بھائی حاجی خان کے حضور میں بھاگ کر گئے اور دیکھتے ہیں کہ خان، فتح یاب کھڑا ہے۔انہوں نے کہا کہ اے خان! یہ کیوں کیا کہ ہمیں خبر بھی نہ کی؟ حاجی خان نے کہا کہ اے خان! یہ تو آسان کام ہے۔پھر وہ ہو تو پیں اور خیمے وغیرہ لے کر پھر خدمت میں آئے۔

وفات:

اور حاجی خان سات یا آٹھ سال زندہ رہا۔پھر اسی جگہ فوت ہو گیا اور wo اسی جگہ دفن کیا گیا۔(16)

بیت

زخا کیم و باید شدن سوی خاک ہمانا کہ بیم است و ترس است و باک (18)

☆☆☆☆☆☆

نقشہ راجپوتانہ

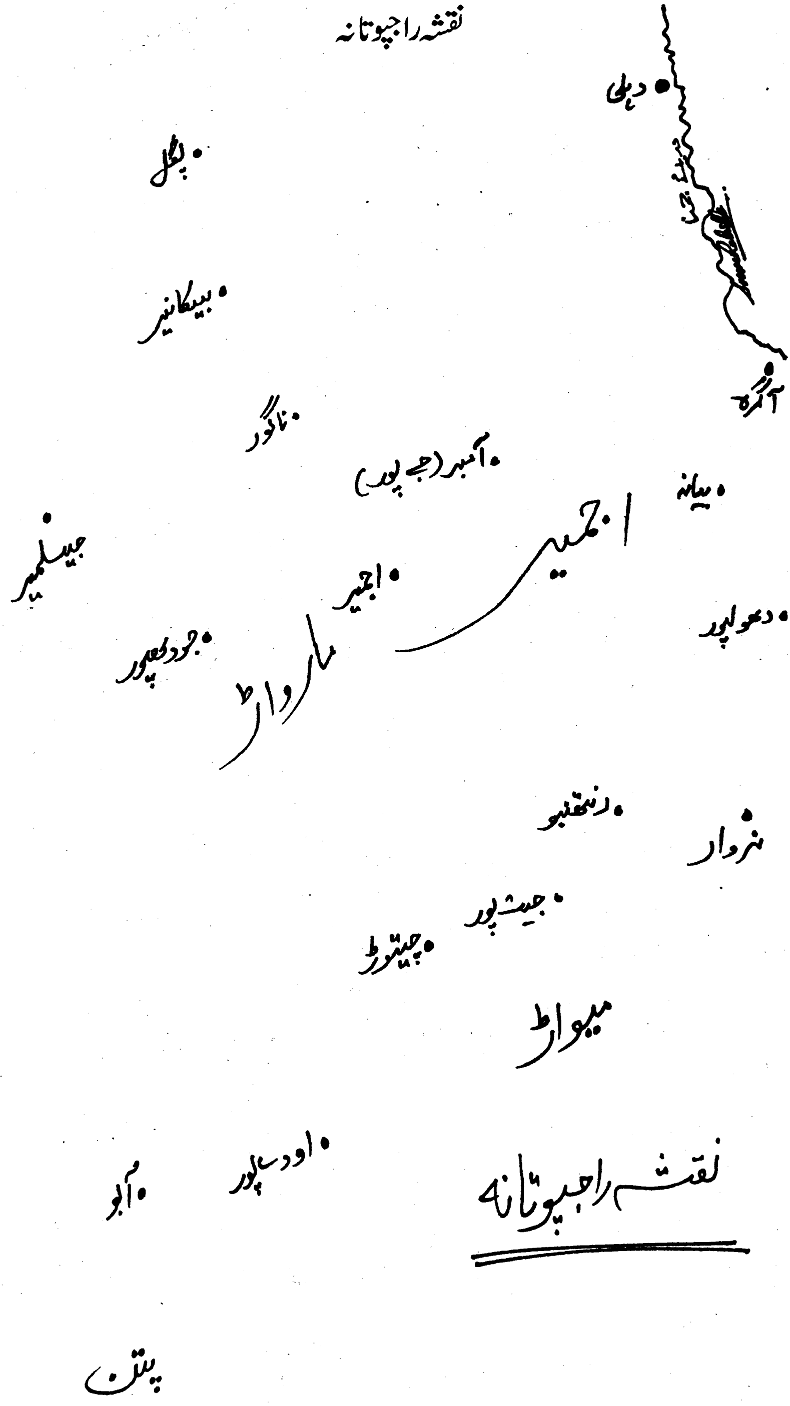

حکایت نمبر 112:

عدلی کا گور کی جانب آنا اور تاج خان و سلیم خان کو قتل کرنا

جب ہیمون قتل ہوگیا تو عدلی (سبیل)(1) کر کے گور کی جانب روانہ ہوگیا اور سلیم خان کا کڑ باغی ہوگیا تھا وہ واپس آ کر عدلی سے مل گیا۔ پھر اس نے اس پر نوازشیں کیں اور بیس ہزار سواروں کے ساتھ حاجی پور کو روانہ کر دیا اور فرمایا کہ حاجی پور جا کر گور کو روانہ ہونا۔ میں پٹنہ (کی جانب سے) ہوتا ہوا آتا ہے۔ اور تاج خان کررانی جو ایک ہزار سواروں کے ساتھ گور رکھپور میں تھا اس نے جب دیکھا کہ عدلی گور کی جانب جارہا ہے تو میاں سلیمان وعماد خان کو پانچ سو سواروں کے ساتھ عدلی کی خدمت میں بھیج دیا کہ آپ اس سے نان کھائیں (2)۔ لہذا وہ آ کر عدلی سے ملے چونکہ عدلی نے میاں سلیم خان کا کڑ کو حاجی پور کی جانب روانہ کیا تھا تو میاں سلیمان کو بھی سلیم خان کے ہمراہ ہونے کا کہہ کر وداع کر دیا۔ پس میاں سلیم خان نے بیس ہزار سواروں کے ساتھ (دریائے) کوسی جا کر ڈیرہ لگایا اور عدلی کا ڈیرہ سلار پور گاؤں (3) (گنگا کے کنارے) پر لگا ہوا تھا۔ اسی دوران میاں تاج خان نے گورکھپور سے اٹھ کر سلار پور میں عصر کے وقت عدلی کی خدمت میں آ کر اس سے ملاقات کی اور کہا کہ بادشاہ کو علی الصباح (دریائے) گنگا سے گزار کر اپنے لشکر کے ساتھ کہل گانو میں ملاقات کروں گا اور سلیم خان کا ڈیرہ جو کوسی کے پاس تھا وہ اس جگہ سے چودہ یا پندرہ کروہ کے فاصلے پر تھا۔ پھر تاج خان اپنے ڈیرے سے اٹھا اور سلیم خان کا کڑ کے پاس گیا اور درمیان میں لوگوں کو جگہ جگہ روانہ کر دیا کہ اگر کوئی عدلی کی جانب سے آئے تو اسے آنے نہ دیں اور راستے میں ہی قید کر لیں۔ لہذا ساری رات گزر گئی اور دن کو دو گھڑیاں باقی تھیں کہ سلیم خان سے جا کر ملاقات کی۔ اس کے بعد اس جگہ کہ جہاں اپنا ڈیرہ لگایا تھا واپس آ گیا اور اپنے ڈیرے کو سلیم خان کے لشکر کی جگہ سے دور لگا دیا۔ شام کے وقت لودھی خان (4) کو سلیم خان کے پاس بھیجا کہ یہ گور تو اسلام شاہی لوگوں کا گھر ہے اور میں آور تم بھی اسلام شاہی ہیں۔ کوئی بات

ہے کہ گور پر نظر رکھی جائے۔ اگر سلیم خان اس بات پر راضی ہے تو بہتر ہے ورنہ کچھ نہیں۔ اس نے کہا کہ ہم اور تم اسلام شاہی ہیں اور عدلی نے مجھے تمہارے آگے روانہ کیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے ہم اور تم (دریائے) کوسی سے گزر جائیں تاکہ ہم اور تم عدلی کے حضور مجراء بجالائیں۔ جب لودھی خان گیا اور ان باتوں کو عرض کیا تو اس نے کوسی سے گزرنا قبول کر لیا۔ (اس نے کہا کہ) بہت اچھا ہے کہ پہلے ہم اور تم عبور کر لیں اور میاں سلیمان کا ڈیرہ سلیم خان کے لشکر میں تھا۔ عشاء کے وقت میاں سلیمان نے اپنے آدمی بھیجے کہ دیکھ کر آؤ کہ میاں کیا کر رہے ہیں؟ ان لوگوں نے آکر دیکھا کہ میاں تاج خان ہتھیار باندھے بیٹھا ہے۔ جب (لوگ) واپس آئے تو بات بتائی۔ میاں سلیمان نے یہ بھی پوچھا کہ اس میں چتری (5) بھی ہے۔ لہٰذا میاں سلیمان بھی ہتھیار باندھ کر بیٹھ گیا اور تاج خان صبح کے وقت اپنی عماری پر بیٹھ کر سلیم خان کے لشکر کے باہر کھڑا ہو گیا اور ایک خوب بہادر سوار سلیم خان کے پاس بھیجا کہ تو بتا کہ کیوں بیٹھا ہوا ہے۔ ہم نے اور تم نے وعدہ کیا تھا پس ابھی آؤ تاکہ (دریا) عبور کریں۔ سلیم علی الصباح کھانا کھا رہا تھا کہ تاج خان کے اس آدمی نے آکر کہا کہ میاں تاج خان کہتے ہیں کہ بیٹھے کیوں ہیں۔ ہم نے اور آپ نے وعدہ کیا تھا آیئے کہ ہم اور آپ جلدی سے پار ہو جائیں۔ یہ بات ہو رہی تھی کہ تاج خان نے دوسری سواری بھیج دی۔ اس سے کہا کہ اب جب سوار ہو گیا ہے تو تو یہی کر۔ جب یہ آ گیا تو پھر دوسرے کو کہلوا بھیجا اور کہا کہ جو کچھ وہ خود کرتے ہیں وہ آپ بھی کریں۔ اسی طرح سے پچاس سوار روانہ کئے وہ آکر جلد بازی کرنے لگے کہ جلدی سے سوار ہوں۔ سلیم خان نے اپنے سراپردہ کے نیچے ایک مادہ ہتھنی کو طلب کیا اور عماری پر سوار ہو گیا۔ جب سوار ہوا تو تاج خان کے سواروں نے ضد کی کہ میاں تاج خان کے آگے راستہ بنائیں۔ سلیمان خان نے کہا کہ اے لوگوں آہستہ ہو جاؤ تاکہ ہمارے آدمی بھی آ جائیں۔ اسی دوران تاج خان کے آدمیوں نے سلیم خان پر چاروں جانب سے تیر چلانے شروع کر دیئے۔ جب یہ شور مچا تو تاج خان نے ایک مست ہاتھی تیزی سے دوڑایا۔ پھر وہ ہاتھی آیا اور ان لوگوں کو جو اس ہاتھی کے اوپر موجود تھے اسی ہاتھی پر چڑھ کر تیروں سے سلیم خان کو عماری میں قتل کر دیا۔ اس کے بعد رک گئے۔ بعد ازاں سلیم خان کی مادہ ہتھنی کو اس کے ساتھ تاج

خان کے آگے پیش کر دیا۔ جب وہ مر گیا تو جگہ جگہ نقارہ بجایا اور تمام امراء جو سلیم خان کے ساتھ تھے وہ ہتھیار باندھے کھڑے تھے مثلاً سلیم خان سور (6) اور سرمست خان بتنی (7) وغیرہ۔ پھر تاج خان نے تمام امراء کے پاس وکیل بھیجے کہ میں نے یہ کام کیا ہے۔ یہ میرا کام نہ تھا بلکہ بادشاہ کے حکم سے کیا ہے۔ آیئے اور بادشاہ کا فرمان دیکھیئے۔ دریں اثناء میاں سلیمان، سلیم خان سور کے قریب تھا۔ میاں سلیمان نے دو اچھے سواران سلیم خان سور کی جانب بھیجے کہ آپ جایئے اور اس سے دور سے ہی گھوڑے سے اتر جائیں۔ سلیم خان سور کے پاس جایئے اور اسے بہانے سے میرے پاس لایئے تو بہتر ہے ورنہ دونوں سوار ایک جانب ہو کر اسکے پاؤں پکڑ کر گھوڑے سے گھسیٹ لیں اور تیزی سے قتل کر دیں۔ لہذا وہ جب گئے تو اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ اور دور سے ہی سلام کیا سلیم خان سور کے نزدیک ہو کر گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا کہ میاں سلیمان نے کہا ہے کہ یہ کام میرے اختیار میں نہیں تھا بلکہ بادشاہ کا فرمان ہے کہ وہ تمہارا ماموں ہے (8)۔ آیئے اور فرمان دیکھیئے۔ لہذا سلیم خان سور نے اپنی لگام ڈھیلی کر دی اور وہ دونوں لگام پکڑ کر میاں سلیمان کے پاس لے گئے۔ میاں سلیمان نے اچانک فرمایا کہ اس کو عماری پر چڑھائیں۔ لہذا اسے جلدی سے عماری پر چڑھایا گیا۔ آخر سلیم خان سور کا تمام لشکر سرمست خان بتنی کے پاس جمع ہو گیا۔ پھر تاج خان نے لودی خان کو بتنی سرمست خان کے پاس بھیجا کہ کیا کرتے ہو۔ ہم اور تم تو ایک ہیں۔ بتنی سرمست خان کے دل میں بات آئی کہ جس طرح سلیمان خان نے سلیم خان سور کو گرفتار کر لیا اسی طرح سے ہم بھی سلیمان خان کو پکڑیں گے۔ لہذا پھر بتنی سرمست خان نے لودھی خان کو واپس روانہ کیا کہ آپ میاں سلیمان کو بھیجیں کہ مجھے ہاتھ پکڑ کر لے جائے۔ لہذا لودھی خان نے آ کر میاں سلیمان سے کہا کہ وہ خود تمہیں طلب کرتا ہے۔ تاج خان ایک لحہ فکر میں پڑ گیا۔ پھر سر اٹھا کر بولا اچھا! میں سرمست خان سے کہوں گا کہ اس وقت ہاتھ پکڑ کر آنا (سبکی) (9) ہے۔ چاہیے کہ اس وقت ہم اور آپ ڈیرہ (آرام) (10) کریں۔ پھر دن میں ظہر کے وقت خود آ کر کہا کہ خان! یہ کیسی بات کرتے ہیں۔ سرمست خان نے کہا کہ اچھا تو آپ جائیں اور آرام کریں اس کے بعد ہم بھی آرام کرینگے۔ پھر تاج خان نے کہا کہ بہت خوب ہے۔ آخر تاج خان نے لوٹ کر آرام

کرنا شروع کیا اور لشکر کا کوئی سردار نہیں تھا۔ سب نے تاج خان کے قریب ہی ڈیرہ لگالیا۔ پھر ظہر کے وقت میاں سلیمان ایک ہزار سواروں کے ساتھ بتنی سرمست خان کے پاس گیا اور کہا کہ آپ کا ڈیرہ تیار ہے آیئے۔ لہذا بتنی سرمست راہ بناتا ہوا آیا۔ پس تاج خان نے سلیم خان سور کو اور بتنی سرمست خان اور بعض دیگر کو زنجیریں پہنا کر کشتی پر سوار کر کے سلطان بہادر کے پاس روانہ کر دیا۔ سلطان بہادر اس تدبیر میں لگا ہوا تھا کہ میں اوڑیسہ کی جانب چلا جاؤں اسی دوران تاج خان کا خط، سلیم خان سور و بتنی سرمست خان کے ساتھ پہنچا کہ آپ جلدی آیئے میں حاجی پور جاتا ہوں۔ جب وہ بہادر کے حضور میں پہنچے تو پیچھے سے حاجی خان بھی مونگیر کی جانب روانہ ہوگیا۔

جامع مسجد گور بنگال

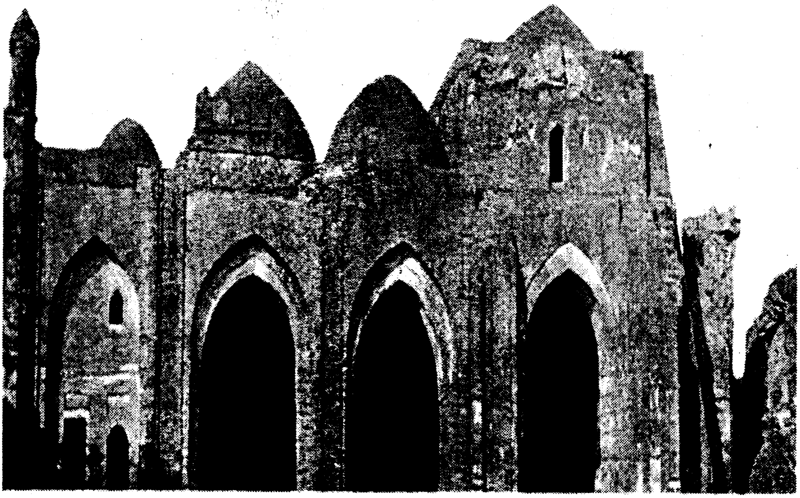

حکایت نمبر 113:

عدلی کا کہل گانو سے واپس پٹنہ آنا اور پھر دریا کے راستے گور کی جانب جانا اور راستے میں نہر پر اس کا قتل ہو جانا

جب عدلی کہل گانو گیا تو اس نے یہ خبر سنی کہ تاج خان، سلیم خان کا کڑ کو قتل کر کے حاجی پور کی جانب چلا گیا ہے تو وہ اس جگہ سے واپس پٹنہ آیا۔ پھر پٹنہ میں (سبیل) کر کے بتی راؤ حسین کو دریا کے پار کر کے گوکی جانب روانہ کر دیا اور خود جنوبی کنارے پر روانہ ہو گیا۔ اسی دوران جب بہادر گور سے مونگیر آیا تو تاج خان بھی حاجی پور کی جانب سے مونگیر کو روانہ ہوا اور اس جگہ سے فتح خان کو طلب کر لیا اور فتح خان بھی چھ ہزار سواروں کے ساتھ آ کر بہادر سے ملا۔ آخر بہادر و تاج خان اور فتح خان تینوں اکٹھے ہو گئے۔ اسی دوران عدلی بھی پہنچ گیا۔ پھر عدلی نے دریائے بہارا (1) کو عبور کر کے ڈیرہ لگایا۔ پھر دونوں فریقین نے قلعہ گلی تیار کر کے تیر اور بندوق سے جنگ کرنے لگے۔ القصہ چونکہ فتح خان ایک جگہ روانہ ہو گیا اور میاں حسن ڈیرہ پر رہ گیا تو اس وقت میاں حسن نے شیخ نظام (2) سور کو فتح خان کے ہمراہ کر دیا کہ اس کے لیے کام کرے۔ میاں نظام فتح خان کے ہمراہ تھے کہ آخر کار بہادر اور عدلی مل ہو گئے۔ اسی دوران خبر آئی کہ بتی راؤ حسین نے گور کو شکست دیدی ہے اور بہادر کا آدھا قبیلہ قید کر لیا ہے اور اس کا باقی نصف اوڑیسہ کی جانب فرار ہو گیا ہے۔ جب یہ خبر بہادر کے لشکر میں پہنچی تو اس وقت (مجلس) میں بیٹھے تھے اور رات کے ایک پاس تک وہ بیٹھے ہی رہے اور کوئی مشورہ نہیں ہو چکا۔ پھر اٹھ گئے۔

اسی دوران میاں شیخ نظام آ گئے اور پوچھا کہ کیا طے پا کر (مجلس) ختم ہو گئی ہے۔ تاج خان بولے کہ اے دوساز! میں کیا کروں؟ اب کوئی چیز ہاتھ میں باقی نہ رہی ہے۔ کسی جگہ اگر کسی نے اپنی پناہ دیدی تو وہاں جاتے ہیں۔ پھر شیخ نظام نے کہا کہ ایک مشورہ ابھی باقی ہے۔ بیٹھیں اور سنیں۔ چنانچہ لوگوں نے ہر جانب سے گالیاں دینا شروع کر دیں کہ اے کوکناری! کوئی رائے طے نہیں پا سکتی ہے۔ اب کیا باقی رہ گیا ہے۔ شیخ نظام نے کہا کہ بیٹھو اور سنو۔ تاج خان نے فرمایا کہ

اے دوستون! ایک لمحے کو بیٹھو کہ یہ کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ سب بیٹھ گئے اور شیخ نظام نے (بات کا) آغاز کیا کہ یہ عدلی بادشاہ کا بیٹا ہے اور شراب خوار ہے۔ مرد اور صاحب رائے ہے اور تمہارے پاس کشتیاں بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ ایسا کرتے ہیں کہ علی الصباح یہ مشہور کر دیتے ہیں کہ ہم میاں سلیمان کو حاجی پور روانہ کر رہے ہیں اور بہت سے خیمے مگر تھوڑے سے لوگ گنگا کے پار کر دیتے ہیں۔ جب عدلی کو یہ خبر ملے گی تو اپنا لشکر بھی پار کر دے گا۔ پس آپ لوگ رات کو اچانک تمام کشتیاں بھیج دو اور میاں سلیمان کو ایک لشکر کے ساتھ واپس اس جانب بھیج دو۔ پھر آپ سب علی الصباح نقارہ بجا کر تیار ہو جاؤ کہ جنگ کریں۔ یوں ایک جنگ تمہاری ہے اور اگر وہ جنگ نہ کریں تو دریائے بہارا کو عبور کر کے اس کنارے پر تیار ہو جاؤ۔ پھر جس جگہ جس کسی کو اپنے لئے پناہ مل جائے وہاں چلا جائے۔ خواہ ایک روز قبل ہو یا ایک روز بعد میں سہی۔ تب ان سب نے اس رائے کو معقول سمجھا۔ اسی وقت نقیبوں سے فرمایا کہ لشکر میں چلے جاؤ اور بلند آواز سے کہو کہ سب حاضر ہوں۔ ہم میاں سلیمان کو حاجی پور روانہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا انہوں نے میاں سلیمان کو بہت سے خیموں مگر تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ گنگا کے پار کر دیا۔ جب عدلی نے سنا کہ میاں سلیمان کو حاجی پور روانہ کیا جا رہا ہے تو فتح خان نامی جو عدلی کا خاص خیل تھے اور بہت بہادر تھے ان کو اچھے سپاہیوں کے ہمراہ گنگا پار کرا دیا۔ سارا دن گنگا عبور کرنے میں لگا اور دریا کے اس پار ڈیرہ کیا۔ جب رات ہو گئی تو تاج خان نے تمام کشتیاں بھیج دیں۔ لہذا میاں سلیمان پورے لشکر کے ساتھ کشتی پر سوار ہو گئے۔ پھر وہ اچانک واپس آ گئے اور خیموں کو اسی جگہ چھوڑ کر عدلی کے پیچھے علی الصباح نقارہ بجایا اور فوجیں تیار کر کے میدان میں آ گئے۔

اسی دوران میاں دولہ خان (3) نے عدلی کے حضور میں عرض کیا کہ انہوں نے چال چلی ہے اور تمہارا کام ختم ہو گیا ہے۔ ہمیں جنگ کرنا مناسب نہیں ہے۔ ابھی ان کا خان باہر ہی ہوگا۔ ہم دریائے بہار عبور کر کے اس کنارے پر کھڑے ہوتے ہیں۔ اسکے بعد صرف عبور کر لینے ہی سے وہ بھاگ جائیں گے۔ عدلی نے بھی یہ بات مان لی اور گھوڑا طلب کیا۔ طلب کر کے موزے پہنے اور سوار ہو گیا کہ میں اس جانب چلا جاؤں۔ اسی دوران میاں کمالو پسر میاں دل میر سور کے جو بچپن سے عدلی کا دوست تھا وہ آ گیا۔ اور سپاہیان سے بولا کہ کہو کہ یہ کیسے لوگ ہیں۔ میں انکو ماروں گا۔ یہ بات سننے کے بعد عدلی بددل ہو گیا اور کہا کہ اے قلقچی (4)! تو مجھے اپنی مردانگی دکھاتا ہے۔ پس وہ اسی وقت واپس لوٹ گیا اور میدان میں جا کھڑا ہوا کہ میں جنگ کرونگا۔ اگر چہ رائے

زنوں نے بہت منع کیا مگر کسی کی نہ سنی۔

بیت

نصیحت ہمہ عالم چو باد در قفس است　　　بگوش مردم نادان چو آب در غربال (2)

غرض کہ جو برا خیال عدلی کے دل میں آچکا تھا ہر چند کہ دولہ خان اور تمام رائے دینے والوں نے سمجھایا مگر قبول نہ کیا۔

مثنویات

ہمانا کہ اندیشہ بد کند　　　بفرجام بد با تن خود کند
کسی را کہ اندیشہ ناخوش بود　　　بر آن ناخوشی رای او خوش بود
ہمی خویشتن را چلیپا کند　　　بہ پیش خردمند رسوا کند
ولیکن نہ بیند کس آہوی خویش　　　تر خوشتر آید ہمین خوی خویش
اگر داد باید کہ ماند بجای　　　بیازری آنکہ بدانا نمای
چو دانا پسند و پسندیدہ گشت　　　بخوی تو در آب خوندیدہ گشت (کذا)

عدلی کی موت:

پھر جنگ شروع ہوگئی۔ فتح خان بتنی چھ ہزار سواروں کے ساتھ مقدمہ پر تھا وہ اکیلا ہی اپنے لشکر کے ساتھ نکلا اور عدلی کی فوجوں پر ٹوٹ پڑا اور عدلی گھوڑے سے اتر کر مٹی میں کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر فتح خان نے قریب آ کر اپنے ہاتھی سے عدلی کو مار ڈالا (7)۔ جب عدلی قتل ہوا تو میاں شیخ عبدالرحیم سور (8) اور عدلی کا ایک ڈوم کھڑے ہوئے تھے کہ سلطان بہادر ہاتھی پر سوار قریب آیا اور شیخ عبدالرحیم پر کوئی توجہ اور مہربانی نہ کی۔ اور حکم دیا کہ اس ڈوم کا سر کاٹ لو کیونکہ یہ شخص عدلی کی بہت تعریفیں کرتا ہے۔ پس شیخ عبدالرحیم نے بلند آواز سے کہا کہ چونکہ یہ ڈوم عدلی کے ساتھ تھا تو اسوقت اس کی تعریف کرتا تھا اور اب تمہاری تعریف کریگا۔ اس بے چارے کو کیوں قتل کرتے ہو۔ سلطان بہادر نے اس کو قتل کرنے کا خیال چھوڑ دیا اور اپنے ہاتھی کو بیٹھا کر شیخ عبدالرحیم کو اپنی عماری میں بٹھا کر اپنے خیمہ کی جانب روانہ ہوگیا۔

مثنویات

ہمان مرحلست این بیابان دور　　　کہ گم شد در و لشکر سلم وطور

همان منزل است این جهان خراب — که دیدست ایوان افراسیاب
کجارای پیران لشکر شکن — کجا شیر مردان شمشیر زن
نه تنها شدش کاخ وایوان بباد — که کس خاک پیرش نیارد بیاد
(فرد) یات مرد باید که گیرد اندر گوش — درنوشت است پند بر دیوار

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 114:

سلطان سکندر کی پٹنہ آمد اور اس کا وفات پانا

فتح خان نے ملک بہار سہسرانو (سہسرام) وروہداس (روہتاس) وچوند اپنے قبضے میں کرلیا تھا۔ اور خود روہتاس میں تھا اور حاجی پور میں تاج خان کرانی جبکہ گور میں سلطان بہادر گوریہ تھا۔ اسی دوران سلطان سکندر بھنگی نے پہاڑوں کے نیچے سے ہوکر چونسہ کے مقام سے گنگا کو عبور کیا اور پٹنہ آگیا اور خود ملک بہار پر قابض ہوگیا اسی دوران تاج خان نے راہ نکال کر گنگا کو عبور کیا اور پن پن خورد کے پاس گنگا کے کنارے قلعہ گلی تیار کیا۔ رات کے دو پہر نہ گزرے تھے کہ سکندر کو خبر لگ گئی کہ تاج خان نے آکر قلعہ بنایا ہے۔ اور سکندر میاں شیخ عبدالرحیم سور کا مرید تھا۔ شیخ مذکور بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ! دشمن اتنے قریب آکر قلعہ بنا رہا ہے اور بادشاہ اس طرح سے بے فکر بیٹھا ہے۔ سکندر نے اپنے دنوں ہاتھ شیخ کی کلائی پر رکھ کر کہا کہ اے شیخ! کیا آپ ڈرتے ہیں؟ پھر نقیبوں کو حکم دیا کہ لشکر میں جا کر کہیں کہ تیار ہو جائیں۔ پھر صبح کے وقت سوار ہو کر فتح خان کے قلعہ کی جانب روانہ ہو گئے اور اس قلعہ میں تاج خان ومیاں سلیمان ومیاں عماد تینوں بھائی موجود تھے۔ جب قریب پہنچے تو آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ اور وہ سکندر پر تیر و بندوقیں اور گولے مارنے لگے۔ تا آنکہ دروازہ پر دوڑ کر اچانک دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو گئے۔ پھر تاج خان ومیاں سلیمان ومیاں عماد دوسرے دروازے سے باہر نکل گئے اور کشتی پر بیٹھ کر حاجی پور کے لئے نکل پڑے اور جن سپاہیوں کو کشتیاں نہ ملیں وہ مونگیر چلے گئے۔ میاں تاج خان نے راستہ نکال کر میاں عماد کو قصبہ بار کے پاس گنگا عبور کرا کر دریا پور میں جو سیور کے قریب ہے اس جگہ قلعہ گلی بنا کر (ادھر) چھوڑ دیا۔ پھر سکندر پٹنہ سے نکل کر دریا پور کو روانہ ہوا اور سکندر کے پیچھے تاج خان عبور کر کے آ گیا۔ اور عماد کو لکھا کہ اگر سکندر تجھ پر آن پڑے تو تو قلعہ چھوڑ کر سیور میں آ جانا۔ عماد خان نے کہا کہ اگر میں مٹی سے بھی قلعہ بنالوں گا تو کوئی اسکو توڑ نہیں سکتا۔ جب سکندر نے دیکھا کہ قلعہ کا دروازہ بند ہے تو خود پیادہ ہو کر قلعہ کی طرف دوڑ پڑا اور اس کو توڑ کر عماد کو قتل کر دیا۔ اس وقت عماد نے ایک آدمی تاج خان کے پاس بھیجا کہ جو مجھ پر گزرنی تھی گزر گئی۔ تو اپنی فکر کرنا۔ جب تاج

خان نے قلعہ ٹوٹنے کی اور عماد کے قتل ہونے کی خبر سنی تو اس وقت وہ بہار میں نہیں پہنچا تھا کہ واپس حاجی پور کی جانب بھاگ گیا اور سکندر واپس پٹنہ آ گیا۔ جب سلطان سکندر نے راہ نکالی اور میاں عماد کو قتل کیا۔ اسی دوران ایک کرانی مبارا خان لودھی کی قید میں آ گیا اور مبارا خان نے فرمایا کہ اس کے کانوں کو کاٹ دو اور ایک آنکھ پھوڑ دو۔ اس کے اپنے لوگوں میں سے ایک آدمی نے مبارا خان سے کہا کہ اس طرح سے نہیں کرنا چاہیے کہ افغانوں میں سے کسی کا کان یا آنکھ نہیں کاٹا گیا ہے۔ اگر اتنا ہی غصہ ہے تو اس کو قتل کر دو۔ مبارا خان لودھی نے کہا کہ ایک آنکھ اپنی بیوی کو دے دے۔ اس نے کہا کہ اگر تو ایسی ہی بات کرتا ہے تو خود اپنی آنکھ ہی کیوں نہیں دے دیتا۔ اس نے کہا کہ ہم دیتے ہیں۔ پھر کہا کہ ایک آنکھ اپنی بیوی کو دیدو۔ اس نے کہا کہ ہم دیتے ہیں پھر کہا کہ ایک آنکھ اپنی بیٹی کو دیدو۔ اس نے کہا کہ ہم دیتے ہیں۔ آخر مبارا خان نے اس شخص کو کہا قبول نہ کیا اور اس کرانی کا کان و آنکھ کاٹ دی۔ القصہ جب سلطان سکندر پٹنہ آیا تو غیاث پور و مالدہ (1) وغیرہ چند پرگنے انکے درمیان کے مبارا خان لودھی کو جاگیر میں دیئے۔ مبارا خان موضع موکانوہ (2) میں حویلی بنا کر رہنے لگا۔ یہ خبر تاج خان نے سنی کہ مبارا ان موضع موکانوہ میں محل بنا کر رہا ہے۔ لہذا تاج خان نے ایک ہزار اچھے سوار کشتیوں میں بٹھائے اور رات کو روانہ ہو گیا۔ وہ فجر کے وقت پہنچ گئے۔ مبارا خان انکے آنے پر بھاگ نکلا اور مبارا خان کا چھوٹا بھائی قید ہو گیا۔ انہوں نے اسکے کان اور اسکی ایک آنکھ کاٹ کر کشتی میں روانہ کر دیا۔ اس (بھائی) نے شرم کے مارے خود کو پانی میں غرق کر دیا۔ یہ خبر تاج خان کو ہوئی تاج خان نے انصاف کرتے ہوئے فرمایا کہ متی اور کرانی میں فرق کر دیا ہے۔ آخر اس کرانی کو ایک گاؤں دے کر کہا تو اس جگہ جا کر رہ اپنا چہرہ نہیں دکھانا۔ مبارا خان جو بھاگ کر پٹنہ آ گیا تھا اس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ فلاں (امرأ خایہ) (3) آپکے دائیں جانب ہیں اور دوسرے کے بارے میں کہا کہ وہ (امرا خایہ) آپکے بائیں جانب ہیں۔ اور ستار خان تمہارا کون ہے اور میں آپ کا کون ہوں اور اس نزدیکی میں تیری (کون) (4) کو مارتے ہیں اور تو خبردار نہیں ہوا۔ سلطان سکندر نے سنا تو دیکھا کہ یہ شخص اپنی بدخوی سے بیہوش ہو گیا ہے۔ وہ اٹھ کر اپنے محل کے اندر گیا۔ لیکن یہ مبارا خان سخی تھا اور موسم کے آخر میں خوبوزہ یا آم اور ہر قسم کا ولایتی و ہندی پھل جو کسی کو دستیاب نہ ہوتا تھا علاوہ قلیل سی مقدار کے اس وقت بہت زیادہ تفحص مبارز خان کو اتنی جلدی مل جاتا تھا کہ جلوداروں کے سامنے بھی اتنا نہیں پہنچتا تھا کہ وہ سیر ہو کر کھا سکتے۔ اور اگر کسی کو دیکھتا کہ اس نے آم کی شاخ توڑی تو اس پر بہت غصہ کرتا۔ اور فرماتا

کہ اے خدا سے نہ ڈرنے والے! تو نے کوئی آم بھی کھایا ہے یا نہیں۔ اور اگر اسکے پڑوس میں کوئی غریب یا نامراد ہوتا تو اس کی عورتوں اور بچوں کا ذمہ اپنے اوپر لے لیتا اور انکے روٹی کپڑے کی خبر لیتا۔

بسا نام نیکی بہ پنجاہ سال | بہ یک نام زشتش کند پایمال (5)

سکندر کا مغلوں کے اخراج کا منصوبہ:

آخر حاجی پور میں تاج خان تھے اور فتح خان روہداس میں، سکندر پٹنہ میں۔ اسی دوران سکندر اپنے مجلس میں بیٹھے تھے اور انہوں نے کہا کہ اس جگہ دو آدمی ہیں۔ ایک کرانی کا بیٹا حاجی پور میں اور ایک بتنی کا بیٹا روہداس میں۔ لہذا مجھے چاہیے کہ میں تاج خان کے پاس جاؤں اور اس سے کہوں کہ مغلوں نے جگہ پکڑ لی ہے۔ تجھے چاہیے کہ تو میرے ساتھ ہو جا تاکہ مغلوں کے خلاف کاروائی کریں اور اگر میں تجھے پسند نہیں ہوں تو میں اکیلا آتا ہوں۔ تو مجھے مار دے اور مغلوں کے خلاف کاروائی کر۔ اگر تاج خانہ ہمارے ساتھ ہو جائے تو فتح خان کے پاس ہم دونوں شخص جائیں گے اور اس سے ہم کہیں گے کہ تو اسی جگہ رہ میں اور تاج خان تیرے پاس آتے ہیں تو ساتھ ہو لے تاکہ مغلوں کے خلاف کاروائی کریں۔ اگر ہم تجھے پسند نہیں ہیں تو ہم دونوں کو قتل کر دے اور تو مغلوں کے خلاف کاروائی کر۔ (6)

سکندر کی وفات:

جب رات کو یہ مجلس ہوئی تو علی الصباح سکندر کو بخار ہو گیا اور ایک ہفتہ کے اندر اس نے وفات پائی۔ (7)

نہ عمر خضر بماند نہ ملک از سکندر
نزاع بر سر دینای دون مکن درویش

جب سکندر مر گیا تو تتار خان کاسی، سکندر کے بیٹوں کو سیور کی جانب پہاڑوں میں لے گیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 115:

فتح خان بتنی اور تاج خان کرانی کا سلوک

فتح خان بتنی کا سلوک:

جب فتح خان کے حضور میں اسلام شاہ کے بڑے امراء آتے ہیں۔ یہاں تک کہ چالیس ہزار سوار اور پانچ سو ہاتھی جمع ہو جاتے ہیں لیکن یہ فتح خان جب کسی کے بارے میں جانتا ہے کہ اس کے پاس خزانہ ہے تو اس کے ساتھ دھوکا کر کے اسے پکڑ لیتا ہے اور اسے خراب کرتا ہے اور کسی شخص کی عزت افزائی نہیں کرتا۔ خصوصاً اپنی قوم بتنی کو بہت خراب کیا تھا اور کچھ بھی (انکو) نہیں دیا اس بنا پر وہ امراء جو آئے تھے وہ کچھ عرصہ تو ٹھہرے پھر واپس چلے گئے۔ (1)

تاج خان کرلانی کا سلوک:

اور تاج خان کا سلوک اس طرح سے تھا کہ جو بھی کوئی قوم ہوتی وہ تاج خان کے پاس جاتی۔ اور بتنی بھی فتح خان سے بھاگ کر تاج خان کے پاس چلے گئے۔ تاج خان نے ایسا رویہ اختیار کیا کہ کوئی کسی پر زیادتی نہیں کرتا۔ خواہ وہ سپاہی ہو یا عوام ہوں۔ ایک روز تاج خان حاجی پور میں بیٹھا تھا کہ ایک کوتوال دو عورتوں کو تیس ہزار روپیہ کے ساتھ تاج خان کے روبرو لایا۔ تاج خان نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ کوتوال نے کہا کہ یہ عورتیں شراب فروش ہیں۔ یہ عورت جو جوان ہے وہ اس بوڑھی عورت کے بیٹے کی بیوی ہے۔ دونوں عورتیں ہی ہیں انکے درمیان کوئی مرد باقی نہ رہا ہے۔ اور انکے پاس تیس ہزار روپیہ تھا۔ اس لیے انکو لایا ہوں۔ اس پر تاج خان نے کہا کہ ں نے تجھ کو لوگوں کی نگہبانی کے لیے رکھا ہے نہ کہ اس لیے کہ لوگوں کے گھروں میں گھس جائے اور جو کچھ ان کا مال ومتاع ہے وہ باہر نکال کر ہمارے سامنے لائے۔ پھر حکم دیا کہ اس (کوتوال) کی گوشمالی کر کے اسے خدمت سے دور کر دیں۔ اور دوسرے کسی کو کوتوالی پر مقرر کریں۔ اور ان عورتوں سے کہا کہ جو کچھ آپ کا متاع ہے وہ اپنے گھر لے جائیں۔ ان عورتوں نے کہا کہ اے خان! ہمارے لئے دو ہزار روپیہ کافی ہے۔ باقی سارا روپیہ ہم اپنی مرضی ورضا سے بادشاہ

صاحب کو دیتے ہیں۔لوگوں نے کہا کہ یہ تو بہت اچھا ہے خوش رہو۔انہوں نے کہا کہ خان سلامت رہے! یہ عورتیں تو خود دے رہی ہیں۔اس پر تاج خان بہت دل گیر ہوا اور گالی دینے لگا اور اس جگہ سے اٹھ گیا اور اپنے لوگوں سے کہا کہ ان کا مال انکے گھر میں پہنچا دو۔اور لوگوں سے کہا کہ اگر میں بیوہ عورتوں کا مال لونگا تو ہم سے کوئی بھی کام نہ ہو سکے گا۔اور ہر افغانی جو اپنے مال ومتاع کے ساتھ تاج خان کے پاس آتا تھا وہ اس کو جگہ دیتا کہ آپ اس جگہ آرام کریں اس وقت تک کہ جب ہمارے سامنے جب آئیں کہ جب ہم خوراک تقسیم کرنا چاہیں۔لہذا اس سلوک کی وجہ سے لوگ اس کے پاس آتے تھے۔

میاں بہادر گوریہ کی وفات:

اسی دوران میاں بہادر گوریہ مر گیا اور جلال الدین بادشاہ ہو گیا۔لیکن جلال الدین نے بھی اپنے ساتھیوں سے بدسلوکی کا آغاز کر دیا (2)۔اسی دوران میاں تاج خان نے خانزمان (3) سے قسم کھائی خانزمان نے یہ بھی کہا کہ ہم تیری مدد کرینگے۔اور فتح خان کے پاس چار ہزار سوار بدسلوکی کی وجہ سے بیزار تھے۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 116:

تاج خان کا جلال الدین گوریہ پر حملہ اور میاں حسن بتنی کی وجہ سے جلال الدین کا فتح یاب ہونا

جب بہادر فوت ہوگیا اور جلال الدین اس کا چھوٹا بھائی بادشاہ ہوگیا اور اس نے بدسلوکی اور ظلم کا آغاز کر دیا تو تاج خان نے خان زمان کے پاس جا کر صلح کر لی لیکن ایک مغل مقرب جو دنگل میں بیٹھا تھا اور صلح نہ ہونے دیتا تھا اور تاخیر کرتا تھا آخر الامر تاج خان نے اپنے دل میں سے ایک رائے بنائی۔ وہ بات اس طرح تھی کہ مغلوں کی مجلس میں آش جو کھانے کے وقت آتا تھا وہ اتنا گرم ہوتا تھا کہ گویا آگ ہے۔ لہذا اس نے بقاول (کچن کا نگران) سے اتفاق کیا کہ جب آش آئے تو غلطی سے وہ آش اس مغل کی پیٹھ پر گرا دینا تو بالکل نہیں ڈرنا۔ میں تجھے آزاد کر دوں گا اور تجھے ایک ہزار روپے بھی دوں گا۔ فی الحال پانچ سو روپیہ دیتا ہوں۔ اس وقت پانچ سو روپیہ اور دونگا اور بقاول نے اسی طرح سے کیا جب کھانے کے وقت آش آیا تو غلطی کر کے اس کی کمر پر گرا دیا۔ جب خان زمان اس بقاول پر غصہ ہوا تو تاج خان نے معذرت کی کہ ایسا جان بوجھ کر نہیں ہوا ہے مگر اللہ کی رضا سے کوئی چارہ نہیں ہے۔ خان زمان نے درگزر کیا جبکہ وہ مغل اتنا جل گیا کہ چند ماہ کے لیے معذور ہوگیا۔ لہذا تاج خان نے ہر طرح سمجھا کر صلح کر لی اور دونوں نے خدا کی قسم اٹھالی۔ جب تاج خان کی خان زمان سے سوگند ہوگئی کہ ہم اور تم ایک ہو گئے ہیں تو تاج خان بیس ہزار سوار گنگا پار کر کے پٹنہ آ گیا۔ اور فتح خان کو تحریر کیا کہ میں تجھ پر چڑھ آیا ہوں تو یا تو حسن کو ہمارے ساتھ کر یا پھر تو خود ہمارے ساتھ ہو جا۔ اس پر فتح خان نے مجبوراً میاں حسن کو تاج خان کے ہمراہ کر دیا اور میاں حسن سو سواروں اور چار اچھے ہاتھیوں کے ساتھ تاج خان کے ساتھ ہو گیا۔ پھر تاج خان نے جلال الدین پر حملہ کیا۔ جلال الدین کے پاس آٹھ ہزار سوار باقی رہ گئے تھے۔ جلال الدین نے مونگیر میں قاضی بہادر کو مقرر کیا ہوا تھا۔ لہذا تاج خان نے قلعہ مونگیر پر حملہ کیا اور کہا کہ علی الصباح اسے توڑ دونگا۔ پھر صبح کو جب تاج خان نے لشکر تیار کیا تو میاں حسن نے

اپنے ایک آدمی کو قلعہ میں قاضی کے پاس روانہ کیا کہ تم قلعے کے دروازے کھول دو میں آپکی خدمت میں آتا ہوں ۔لہذا قاضی نے جلدی سے کھول دیئے ۔میاں حسن اندر آ گیا جب میاں حسن قلعہ کے اندر ہو گیا۔تو تاج خان اور میاں سلیمان قلعہ پر پل پڑے اور اسے سولہ جگہ سے توڑ ڈالا مگر جس جگہ سے بھی توڑتے تو میاں حسن وہاں خود جاتا اور شہر کے لوگوں کو نقد روپیہ دیتا اور کہتا کہ جس طرح سے بھی ہوان رخنوں کو بھر دو۔پس شہر کے لوگ آکر مٹی سے اسے بھر دیتے اور چھپر لا کر ان چھپروں میں آگ لگاتے اور انکے لشکر پر پھینکتے ۔اسی طرح سے جس جگہ سے بھی قلعہ ٹوٹ جاتا تو میاں حسن دولت اور زیور سے اسے بھر دیتا یہاں تک کہ رات ہو جاتی ۔یوں تاج خان کے آدمی اتنے تھک جاتے کہ ڈیروں میں جا کر اپنے بستروں پر گر جاتے اور سو جاتے ۔میاں حسن نے قاضی بہادر سے کہا کہ تیرے پاس قلعہ نہیں بچے گا۔چاہیے کہ میں اور تو دونوں ہی جلال الدین کے پاس چلیں ۔آخر قاضی تو نہیں گیا اور میاں حسن قلعہ سے باہر آ کر جلال الدین کے پاس چلے گئے ۔

میاں حسن اور جلال الدین:

جب جلال الدین سے ملاقات ہوئی تو دیکھا کہ وہ تو بھاگنے پر تیار ہے ۔میاں حسن نے کہا کہ کہاں جاتے ہو؟اس نے کہا کہ تو پھر میں کیا کروں؟میاں حسن نے کہا کہ وہ جگہ جہاں پر کوسی گنگا میں گرتا ہے وہاں جا کر بیٹھ جاؤ۔آخر کار ایسا ہی کیا گیا کشتیاں بہت تھیں ان میں سوار ہو کر وہاں چلے گئے اور کوسی کے کنارے پر قلعہ گلی بنا لیا اور چبوترے تیار کر لیے ۔اور برق بازی کی کمانیں تیار کر دیں ۔جلال الدین کے پاس نوسو کمانیں تھیں ۔جب تاج خان نے سنا کہ وہ کوسی کے کنارے پر چلا گیا ہے تو تاج خان بھی گنگا عبور کر کے مقابلے پر آ گیا۔ہر چند ارادہ کیا کہ کوسی کو عبور کریں مگر جلال الدین نے دریا عبور نہ کرنے دیا اور جلال الدین نے خزانہ کھول کر لوگوں کو دینا شروع کر دیا۔اس پر تاج خان کا سارا لشکر جلال الدین کے پاس آ گیا یہاں تک کہ تیس لاکھ روپیہ جلال الدین نے خرچ کر دیا۔ایک روز حکم دیا کہ آتش بازی کی ساری کمانیں تاج خان کی جانب کر دیں اور گولوں سے تاج خان کے ڈیرے کو نقصان پہنچائیں ۔چنانچہ سارا دن تاج خان کے ڈیرے پر گولے پڑنے لگے اور جب رات آئی تو تاج خان بھاگ گیا اور جلال الدین و میاں حسن اس کے تعاقب میں لگے یہاں تک کہ حاجی پور پہنچ گئے ۔اس وقت کہ جب تاج خان کرانی نے خان زمان سے صلح کر لی تھی اس وقت برھی (پرسی) راجپوتوں (1) کا ملک غیاث الدین (2) کے

ہاتھ میں تھا اور غیاث الدین بڑے امراء میں سے تھا اور بادشاہ کی جانب سے چھ ہزار سواروں کے ساتھ خانزمان کے ہمراہ تھا اور برھی کے راجپوتوں نے اپنی بیٹی تاج خان کو دی ہوئی تھی اس سبب کی نسبت سے تاج خان نے راجپوتوں کا ملک غیاث الدین سے اجارہ کر کے خود لے لیا تھا اور غیاث الدین سے کہا کہ آپ بھیا! بھوجپور کا ملک اپنے قبضے میں لے لیں۔ غیاث الدین دریائے گنگا عبور کر کے بھیا بھوجپور کے ملک میں گھس آیا۔ جب فتح خان بتنی نے یہ خبر سنی کی غیاث الدین اس ملک میں آ گیا ہے تو فتح خان بھی (کرہ) روہداس سے نیچے اتر کر غیاث الدین کی جانب روانہ ہوا۔ جب وہ غیاث الدین کے نزدیک پہنچا تو غیاث الدین قلعہ گلی مضبوط تیار کر کے اس کے اندر ہو گیا۔ جب فتح خان نے دیکھا کہ انہوں نے قلعہ تیار کر لیا ہے تو میاں حسن برادر خان جو بسنتھا نامی ہاتھی جو سب ہاتھیوں کا سردار تھا پر سوار ہو کر سامنے آیا اور فتح خان کو اپنے پیچھے چھوڑ کر قلعہ غیاث الدین کے دروازے کی جانب دوڑا اور غیاث الدین کی فوج کہ جو دروازے کے اوپر تھی۔ اس نے چاہا کہ اوپر سے میاں حسن کو پکڑ کر اپنی جانب کھینچ لے۔ آخر کار قلعہ ٹوٹ گیا اور غیاث الدین قتل کر دیا اور فتح خان کو فتح حاصل ہو گئی۔(3)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 117:

تتار خان اور سلطان ابراہیم کا حلصہ میں خرابی کرنا

جب تاج خان حاجی پور پہنچا تو دریائے گنگا عبور کر کے خان زمان کو لکھا کہ اس وقت ہماری مدد کرنے کا وقت ہے۔ پس خانزمان خود آ کر تاج خان کے ساتھ ہو گیا اور فتح خان جلال الدین کی خدمت میں چلا گیا۔ لہذا جلال الدین و فتح خان و میاں حسن اکھٹے ہو گئے۔ اور تاج خان و خان زمان اکھٹے ہو گئے۔ دونوں فریق گنگا پر مل گئے اور اسی دوران میاں فتح خان نے جلال الدین سے صلح کر لی کہ میں تتار خان کو اور سکندر کے بیٹوں کو بلاتا ہوں اور حاجی پور انکو دیتا ہوں۔ ہم مغلوں سے صلح کر کے گور کی جانب جا رہے ہیں۔ پس ایسا ہی کیا گیا۔ تتار خان اور سکندر کے لڑکوں کو بلایا گیا آخر جب تتار خان اور سکندر کے بیٹے اور سلطان ابراہیم حلصہ (1) میں آئے تو دیکھا کہ جلال الدین و فتح خان، تاج خان کے ساتھ ملے ہیں اور یہ ملک خالی پڑا ہے۔ لہذا حلصہ میں قلعہ بنالیا اور خلل اندازی شروع کر دی۔ جب یہ خبر جلال الدین اور فتح خان کو پہنچی تو خان نے گنگا کو عبور کیا اور پٹنہ آ گیا اور جلال الدین گور کو چلا گیا۔ پھر فتح خان نے پٹنہ آ کر قلعہ حلصہ پر چڑھائی کی۔ اور قلعہ حلصہ کو توڑ ڈالا اور اس جگہ تتار خان اور سکندر کے بیٹے قتل کر دیئے گئے۔ اور تتار خان نے چیچنیہ کے مقام پر قلعہ گلی تیار کیا تھا اس قلعہ میں اپنا قبیلہ اور خزانے رکھے تھے۔ جب فتح خان نے تتار خان کو اور سکندر کے بیٹوں کو قتل کر دیا تو چیچنیہ (2) کی جانب کہ جہاں قبیلہ اور خزانے جن کی مقدار تیس لاکھ تھی جو تتار خان کی چھوڑی ہوئی تھی روانہ ہو گیا اور وہاں کے تمام قبیلے اور خزانے کو قبضے میں لے لیا اور روہداس چلا گیا۔ تتار خان کے قبیلے کے دو آدمیوں نے میاں شیخ خلیل حقانی کو خبر کی۔ القصہ ان دنوں میں فتح خان اور شیخ مذکور کے درمیان دل گیری تھی۔

شیخ خلیل بتنی اور فتح خان کا تعلق:

تقریب اس کی یوں تھی کہ رام داس اوجینیہ (3) نے بڑی دنیا بتاہ کی تھی اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچائی تھی۔ اس بناء پر شیخ فتح خان پر زور دیتے تھے کہ اوجنیہ پر حملہ کرو تو فتح خان اس

جانب روانہ ہوگیا اور شیخ بھی اس کے ہمراہ ہوگئے۔ اور شیخ کے برادر زادہ اسمٰعیل خان کو ایک چھوٹے ہاتھی پر عماری سواری کی غرض سے باندھ دی تھی اور شیخ اس پر سوار تھے کہ ایک جگہ بڑا ہاتھی جو فتح خان کا تھا کہ جس کا نام بستا تھا اس ہاتھی کو مہاوتوں نے ایک حوض میں نہلانے کی غرض سے اتار دیا اور اس ہاتھی پر کہ جس پر شیخ سوار تھے ان مہاوتوں نے کہا کہ اس جگہ پانی ہے میں بھی اپنا ہاتھی دیتا ہوں۔ اسی دوران فتح خان کا بستا ہاتھی حوض سے باہر آگیا اور جب شیخ کے ہاتھی کو دیکھا تو اس پر چڑھ دوڑا۔ پھر اس ہاتھی نے کہ جس پر شیخ صاحب سوار تھے اس نے بھی اس بڑے ہاتھی سے مقابلہ کیا اور دونوں ہاتھی لڑ پڑے۔ آخر کار فتح خان والا بڑا ہاتھی بھاگ نکلا اس بناء پر فتح خان شیخ سے دل گیر ہوگیا کہ شیخ نے ہمارے بڑے ہاتھی تو جو ہاتھیوں کے تمام حلقوں کا سردار تھا اور کسی ہاتھی کو پشت نہ دکھائی تھی۔ اس ہاتھی کو شیخ نے اپنی کرامات سے زیر کر دیا۔ القصہ شیخ قبیلہ تتار خان سے اخلاص دکھانے کی غرض سے فتح خان کے پاس چلے گئے اور کہنے لگے کہ جو کچھ خزانے وغیرہ تھے وہ سب پکڑ لیے۔ اس وقت جوان عورتوں کو جو قید میں کیا ہے تو کس لیے اور انکو کیوں آزاد نہیں کرتے؟ اس پر فتح خان نے بہت برا منہ بنایا۔ جب شیخ نے دیکھا کہ اس طرح سے کام نہیں بنتا نظر آتا تو حق بات کہنے پر آگئے۔ اور کہنے لگے کہ اے بدبخت فرعون! اس وقت تتار خان اور بیٹیاں وعورتوں اور قومیں ہوسکتیں ((4)؟) اسی دوران اس حال میں تیری زبان پر بھی ایسا ہی ہوگا۔ اور جب تک زندہ ہونگے کسی سے حق بات ملاحظہ نہیں کرتے۔ اسی دوران شیخ مجلس سے اٹھ کر اپنے ڈیرے کی جانب آگئے اور فرمایا۔ کہ یہ فتح خان نہیں ہے ہزیمت خان ہے اور فتح خان نے جو بھی جنگ کی تھی فتح پائی تھی۔ یہاں تک کہ تیس جنگیں کیں تھی اور ہر جنگ میں فتح پا کر لوٹا ہے۔ اب اس کا نام ہزیمت خان رکھا تو کوئی فتح نہیں پائی (5)۔ اور خان زمان اس وقت اندھیاری (6) کے مقام پر تھا۔ فتح خان خان زمان پر حملہ کرنے کی نیت سے روانہ ہوا اور بے شمار لشکر اور بہت سے ہاتھی ہمراہ لے کر تیار ہوگیا۔ پھر درویشان بتیان جو فتح خان کے ساتھ تھے کہنے لگے کہ فتح تو فتح خان کی ہے اور بادشاہی بھی فتح خان کی ہے۔ میاں اوری بتنی (7) جو فتح خان کے بھائیوں میں ایک شخص تھے وہ شیخ کے بہت معتقد تھے اور اکثر شیخ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ وہ ان دنوں بھی ایک روز شیخ کی مجلس میں حاضر تھے اور شیخ درس دے رہتے تھے۔ انہوں نے یہ بات شیخ سے عرض کی کہ فلاں فلاں درویش کہتے ہیں۔ کہ فتح تو فتح خان کی ہے اور بادشاہی بھی اسی کی ہے اور پھر ان درویشوں اور افغانوں کے نام بتائے کہ فلاں درویش نے کہا ہے۔ شیخ نے کوئی

جواب نہ دیا اور درس میں مشغول رہے۔آخر جب خوند میاں برخوردار (8) کا نام آیا جو شیخ کے مرشد تھے۔تو کہا کہ میاں خوند میاں بھی فرماتے ہیں کہ فتح فتح خان کی ہے اور بادشاہی اسی کی ہے۔ تو شیخ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ استغفر اللہ! میاں خوند میاں کو ایسا ہرگز نہیں فرمانا چاہیے۔ یہ بد بخت ہزیمت خان ہے۔ اگر اسکی فتح ہوگئی تو سارا عالم غارت ہو جائے گا اور حق تعالیٰ اس کو بادشاہ نہ کرے۔

پس جب فتح خان خان زمان کی طرف گیا۔اور قلعہ توڑ دیا اور اس کی ساری فوج کو مارا تو اچانک خود بخود ہی ہزیمت کھا گیا۔ چنانچہ یہ ذکر تحریر میں آجانا چاہیے۔ القصہ ابراہیم بھاگ کر اوڑیسہ کی جانب چلا گیا۔ پھر تاج خان واپس حاجی پور آگیا۔ اور ملک ترہٹہ پر قبضہ کر لیا۔ چند روز آرام کرنے کے بعد تاج خان نے پھر سے خان زمان سے اتحاد کر لیا اور فتح خان کو تحریر کیا کہ ایک آدمی اپنا ہمارے ساتھ کر دیں۔ لہذا فتح خان نے اپنے بیٹے حاجی خان کو تاج خان کے ہمراہ کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 118:

تاج خان وخان زمان کا گور کی جانب روانہ ہونا اور جلال الدین کا وفات پانا

جب فتح خان نے اپنے بیٹے حاجی کو تاج خان کو دے دیا تو تاج خان وخان زمان گور کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور میاں سلیمان وکالا پہاڑ وبابو منگلی سے کہا کہ تم لوگ برادوان کی طرف سے ہو کر گور کی طرف آؤ۔ پس میاں سلیمان وکالا پہاڑ وبابو منگلی روانہ ہو گئے اور انکو راجہ اوڑیسہ (1) نے بھی مدد فراہم کی اور میاں عیسیٰ خان سور بردوان پر (حاکم) تھا۔ اور میاں سلیمان وکالا پہاڑ وبابو منگلی بردوان پہنچ گئے۔ پھر عیسیٰ خان سے بڑی سخت جنگ ہوئی۔ عیسیٰ خان مارا گیا۔ اس کے بعد امراء کہ جو راجہ اڑیسہ نے میاں سلیمان کی مدد پر روانہ کئے تھے۔ وہ امراء مکند کے پاس اڑیسہ واپس آ گئے۔ مکند نے پوچھا کہ عیسیٰ خان کیسا سپاہی تھا جو وہ قتل ہو گیا۔ تو ان امراء نے کہا کہ پانی کی طرح تھا۔ پھر راجہ مکند نے کہا کہ سپاہی کے بارے میں ہر مثال دی جاتی ہے مگر کسی کو پانی سے مثال نہ دی گئی ہے۔ تو ان امراء نے کہا کہ ہم نے اس حوالے سے پانی کی مثال دی ہے کہ جب پانی روانہ ہوتا ہے تو جو جگہ پاتا ہے وہاں سے چلا جاتا ہے۔ جب راہ نہیں پاتا تو لوٹ کر نہیں آتا اور وہیں ٹھہر جاتا ہے۔ اسی دوران تاج خان وخان زمان بھی اس طرف آ نکلے۔ جلال الدین بھی آ گیا۔ اور بدھ کنکل (2) کی جانب چلا گیا۔ لیکن جلال الدین کو پیٹ کی بیماری لگ گئی۔ جب تاج خان وخان زمان نزدیک پہنچے تو جلال الدین کا آخری وقت آ گیا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ آ رہے ہیں تو جلال الدین کو گور روانہ کر دیا گیا۔ اور اس کا سارا لشکر تیزی سے روانہ ہو گیا۔ ابھی راستے میں تھا کہ جلال الدین مر گیا۔ اس کے آدمی گور پہنچ گئے اور گور میں ایک سوری شخص تھا لیکن وہ مفلس تھا (3)۔ اس نے کچھ مرتبہ مقابلہ کیا آخر کار سر پر زخم کھایا۔ اس کے بعد آ کر تاج خان سے ملا۔ تاج خان نے اسے قتل کر دیا۔ پھر اس جانب سے میاں سلیمان آ گئے اور اس جانب سے میاں تاج خان۔ دونوں بھائیوں نے گور میں ملاقات کی۔ ایک روز تاج خان نے خان زمان کی مہمانی

کی جب کھانا کھا رہے تھے۔تو جو کچھ متاع نقد و ہاتھی وگھوڑے وغیرہ گور میں (مال غنیمت میں) ملے تھے۔وہ کاغذ پر لکھ کر خان زمان کے سامنے پیش کئے اور کہا کہ یہ متاع آپ کا ہے۔تو خان زمان نے ایک اچھا ہاتھی لے لیا اور کہا کہ یہ سارا متاع ہمارا ہے جو تمہارے پاس رہے گا۔پھر خان زمان کو وداع کر دیا۔خان زمان واپس آ گیا۔پھر اس نے آ کر ملک اوجین پر مہم شروع کی ۔پھر خان زمان نے ملک اوجین فتح کیا اور خود اندھیاری باری گاؤں میں (دریائے) سون کے کنارے بارہ ہزار سواروں کے ساتھ ایک قلعہ بنا کر رہنے لگا۔(4)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 119:

فتح خان بتنی کا خان زمان سے جنگ کرنا اور خان زمان کی فتح ہونا

جب خان زمان اندھیاری باری میں قلعہ بنا کر بیٹھا تھا تو فتح خان روہداس سے نیچے آ گیا۔ اسی دوران خانزمان نے فتح خان کے پاس ایک وکیل روانہ کیا کہ تاج خان گور میں مر گیا ہے اور سلیمان ہے تو آ جا۔ تو اور ہم متحد ہو کر مغرب کی جانب ایک مہم شروع کریں اور بہادر خان کو اور حسن کو گور روانہ کریں تا کہ سلیمان کو دور کر سکیں۔ پھر اس بات پر میاں حسن نے بہت قائل کر لیا اور باعث ہوا کہ یہ صلح ہو جائے۔ اور ہم اور وہ ایک ہو جائیں۔ پھر میاں للو (1) نے صلح نہ کرنے دی کیونکہ مغلوں کے دل میں ڈر ہو گیا ہے۔ چاہیے کہ ہم مغلوں کو مار دیں اور دور کر دیں۔ فتح خان اکثر میاں للو کی بات سنتا تھا اور اس کی بات (پر عمل) کرتا تھا۔ لہذا اس نے صلح نہ کی اور اچانک خان زمان کے قلعے کے دروازے کی جانب روانہ ہو گیا۔ پھر خان زمان کی ساری فوج جو باہر تھی وہ بھاگ گئی۔ یہاں تک کہ غازی پور و حاجی پور چلے گئے۔ فتح خان دروازہ توڑ کر پہلے خود قلعے کے اندر داخل ہوا اور خان زمان کے قلعہ کے اندر ایک چھوٹا قلعہ بنایا گیا تھا۔ وہ اس قلعے کے اندر آیا۔ خان زمان کے پاس ایک ہاتھی تھا جس کا نام کوہ پارہ (2) تھا جو بہت سرکش اور بڑا تھا۔ وہ ہاتھی دروازے کے پاس بندھا ہوا تھا۔ جب اس نے شور سنا تو سرکشی شروع کر دی اور مہاوتوں کو سوار نہ ہونے دیا اور ان زنجیروں کو کہ جس سے بندھا ہوا تھا توڑ دیا۔ اور فتح خان کے ہاتھیوں اور لشکر پیچھے آ رہے تھے کہ خان زمان کے اس ہاتھی نے فتح خان کے ایک ہاتھی کو اس طرح سے مارا کہ ایک شور بلند ہوا اور خان زمان کا ہاتھی دروازہ پر کھڑا ہو گیا اور فتح خان کے لوگ آگے نہیں آ سکتے تھے۔ فتح خان اکیلا دوسرے دروازے سے باہر آیا۔ فتح خان کا لشکر ہزیمت کھا کر روہداس چلا گیا۔ لہذا ملک اوجین، سہسرام و چوند چنار تک سب (علاقہ) خان زمان کے ہاتھ آ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 120:

ذکر احوال شیخ خلیل بتنی

شیخ خلیل اللہ حقانی سید منجھن راجگیری (1) کے مرید تھے۔ ایک روز فیروز خان صوفی (2) (دور خان صوفی) راج گیر آئے اور میر سید منجھن نے دعوت کی۔ جب خان میر جیو کی مہمانی کے لیے آئے اور بساط پر بیٹھ گئے تو میر جیو نے طشت اور آفتابہ شیخ خلیل اللہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ آپ جا کر ان کے ہاتھ دھلوایئے۔ نیز اس مجلس میں میر جیو کے بیٹے میر سید شہاب الدین وغیرہ بھی موجود تھے۔ غرض شیخ خلیل اللہ نے ہاتھ دھلوانے کا آغاز کیا۔ میاں فیروز خان نے ہاتھ دھوتے وقت شیخ خلیل اللہ پر نظر فرمائی کہ (من خذم خدم) (3) جب میاں فیروز خان کھانا کھا کر چلے گئے تو میر سعید منجھن نے پوچھا کہ خان نے ہمارے بیٹوں میں سے کسی سے کچھ کہا ہے لوگوں نے کہا کہ شیخ خلیل اللہ سے فرمایا کہ من خِدم خدم۔ میر سید منجھن نے فرمایا کہ خان نعمت تو شیخ خلیل اللہ کو کچھ دے گئے ہیں۔ اس کے بعد شیخ بندگی میاں بدی طیب کے پاس جا کر تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔ اسی دوران کچھ مدت کے بعد میر سید منجھن نے شیخ خلیل اللہ کو خلافت دینے کے بارے میں لکھا کہ آپ آیئے۔ شیخ عبدالکریم سور بھی شیخ خلیل اللہ کے ہم درس اور دوست تھے اور شیخ عبدالکریم کے بہت سے بزرگ تھے اور شیخ عبدالکریم کے بھائی بھی تھے۔ ایک تو شیخ عبدالکریم اور دوسرے شیخ عبدالرحیم۔

اور شیر شاہ کے امراء میں کہ جن کو جلال خان نے رتبہ دیا تھا شیخ عبدالکریم کے بھائی بھی ان میں شامل تھے۔ القصہ ایک روز شیر شاہ نے روزہ رکھا ہوا تھا کہ اچانک پان کی سرخی بادشاہ کے منہ میں رہ گئی تھی۔ اس پر بادشاہ نے علماء وفقہاء کو جمع کر کے پوچھا کہ روزہ ہے یا ختم ہو گیا۔ سب فقہا نے کہا کہ بادشاہ کا روزہ ختم ہو گیا ہے۔ اسی دوران شیخ عبدالکریم نے بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ کا روزہ موجود ہے اور ایک کتاب لا کر اس معاملہ کی بات دکھائی۔ پس شیر شاہ نے وضو کر کے دوگانہ نماز ادا کر کے حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ الحمد اللہ سوری قوم میں بادشاہ بھی ہیں اور علماء بھی ہیں۔ (4)

شیخ خلیل حقانی اور شیخ عبدالکریم سور:

اور شیخ عبدالکریم صاحب فضیلت تھے اور علم فقہ میں انکو کمال حاصل تھا۔ القصہ جب میر سید منجھن کی تحریر شیخ خلیل اللہ کو پہنچی تو شیخ عبدالکریم سور نے شیخ خلیل اللہ سے کہا کہ اگر آپ جانا چاہیں تو جائیے کیونکہ میران جیو نے لکھا ہے کہ اب تک تم نے چند نسخوں کی تحصیل حاصل کر لی ہے اور کچھ باقی رہ گئے ہیں۔ اگر اس وقت وہ طلب کرتے ہیں تو میں ہوآتا ہوں یا پھر جو کچھ حکم ہو اس پر عمل کرتا ہوں۔ شیخ خلیل اللہ نے میر جیو صاحب کو وہ سب لکھ بھیجا جو کچھ میاں شیخ عبدالکریم نے فرمایا تھا۔ جب یہ عریضہ میر جیو صاحب کو پہنچا تو میر جیو نے دعا کی کہ حق سبحانہ آپ کو علم ظاہری و باطنی نصیب کرے اور آپ طالب علمی میں مشغول رہیں۔ اور شیخ خلیل اللہ تلقین حضرت خوند میاں کے برخوردار (مرید) تھے اور انکو خلافت بھی انہیں سے ملی تھی۔ میاں خوند میاں میاں فیروز خان صوفی کے برخوردار (مرید) تھے اور میاں فیروز خان راجی پور مانکپور (5) سے تھے۔

شیخ خلیل اور میاں بدی:

القصہ بندگی میاں بدی طیب بادشاہوں کی سی وضع رکھتے تھے۔ انکی مجلس میں سنہرے طشت اور آفتاب آیا کرتے تھے۔ جب شیخ خلیل اللہ تحصیل علم سے فارغ ہو گئے تو ایک روز ایک مٹی کا طشت اور مٹی کا ہی ایک آفتابہ لے کر بندگی میاں بدی طیب کے پاس گئے۔ اس روز میاں بدی طیب نے فرمایا کہ اے بھائیوں! شیخ خلیل اللہ تو حقانی ہے اور اس روز سے منع کر دیا کہ اے دوستوں جب تک شیخ خلیل اللہ حقانی ہماری مجلس میں رہیں تب تک سونے کے طشت اور آفتابے نہیں آنے چاہیں۔ اس روز سے شیخ خلیل اللہ حقانی کر کے مشہور ہو گئے۔ اور شیخ خلیل اللہ نے حق بات کہنے میں کسی نہیں ڈرتے تھے۔ نہ امراء سے اور نہ بادشاہوں سے اور نہ درویشوں سے۔ جب بھی کچھ کہنا چاہتے اور کسی سے بھی کہتے تو حق بات کرنے سے نہیں ڈرتے تھے۔

شیخ خلیل اور اکبر بادشاہ:

جب پہلی بار اکبر بادشاہ سے ملاقات ہوئی تو غریبوں کا حال جیسا بھی تھا واقعی بادشاہ سے کہہ دیا اور سچ بات کرنے میں کوئی پرواہ نہ کی (6)۔ اور میران صدر جہان (7) بادشاہ کے پاس موجود تھے وہ کہنے لگے کہ بادشاہ سلامت! جو خدا سے ڈرتا ہے وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔ اور شیخ خلیل

اللہ بادشاہ کے ساتھ پٹن (8) جارہے تھے آدھی رات گذر چکی تھی کہ حضرت گنج شکر کی زیارت کے لیے چلے گئے اور لوگ دور کھڑے ہوئے تھے کہ شیخ اکیلے گنبد میں چلے گئے اور قبر کے آگے دونوں ہاتھ درمیان میں باندھ کر کھڑے ہوگئے اور عربی زبان میں کچھ باتیں کر کے باہر آگئے اور اپنے لوگوں سے فرمایا کہ جو کچھ حال تھا وہ حضرت شکر کے حضور میں میں نے عرض کر دیا ہے۔ حضرت گنج شکر نے مجھے رخصت عطا کر دی ہے۔ جب روضے سے اپنے گھر کی جانب روانہ ہوئے تو بادشاہی دربار کے امراء میں سے ایک امیر آیا اور شیخ سے کہا کہ بادشاہ آپ کو اسی وقت رخصت کرتے ہیں۔ پس شیخ خلیل اللہ اپنے وطن کو روانہ ہوگئے۔

شیخ خلیل کا کردار:

اور شیخ کی روش یہ تھی کہ اگر کوئی کھانا کھلانے کی دعوت کرتا تو اسے قبول کر لیتے۔ جب صاحب دعوت کے دروازے پر چلے جاتے تو تمام غریبوں اور فقیروں کو اندر بھیج دیتے۔ جب کوئی فقیر نہ بچتا تو پھر خود جاتے اور فقیروں کے درمیان بیٹھ جاتے انکے ہمراہ کھانا کھاتے اور اگر امراء انکی مہمانداری کرتے تو بھی اسی طرح سے جا کر غرباء کے ساتھ کھانا کھاتے۔ اور اگر کسی بیوہ عورت کے گھر کا کوئی کام پیش ہوتا یا سایہ کرنا ہوتا (9) تو خود جا کر دیوار تیار کرتے اور جامہ کرباس فقراء کو دیتے تھے۔ اور جو کچھ باقی بچتا وہ خود پہنتے اور وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ میں ہمیشہ سے جامہ کرباس پہنتا رہا ہوں مجھے کفن بھی کرباس کا دینا۔ چنانچہ مخدوم شیخ سعدی نے فرمایا ہے:

بیت

کس گرسنہ خفت وکس ندانست کہ کیست   بس جان بلب آمد کہ بروکس نگریست (10)

اور اگر کوئی فوت ہو جاتا اور اس کے سر پر کوئی رونے والا نہیں ہوتا تو شیخ تنہا اس پر روتے اور ہمیشہ قبور کی زیارت کے لیے جاتے (11) علاوہ کسی عذر یا معذوری کے۔ انکے دوست حاضر ہوتے تو جاننے والوں کی قبور پر الگ الگ فاتحہ پڑھتے تھے اور غیروں کی قبور پر اکٹھے ہو کر پڑھتے تھے۔ اور جب گھر کو روانہ ہوتے تو راہ میں (مور چہا) کے سوراخوں میں شکر اور غلہ ڈال دیتے ہوئے آتے اور جس وقت کسی گوشہ میں اکیلے بیٹھتے تو خدائے تعالیٰ کے خوف سے گریہ وزاری کرتے تھے۔

شیخ خلیل کی جلاوطنی:

اور جب دوسری بار جب اکبر بادشاہ نے شیخ خلیل اللہ کوطلب کیا تو وہ تقریب یوں تھی کہ غازی بغماری نے اکبر بادشاہ سے کہا کہ یہ جو بنگال میں خرابی ہورہی ہے۔ وہ شیخ خلیل کی وجہ سے ہے۔اور انکے پڑوس میں چھ ہزار سوار ہیں اور وہ قتلو خان کی مدد کررہے ہیں۔اس بناء پر بادشاہ نے شیخ کو طلب کیا۔ جب شیخ خلیل اللہ بادشاہ کے پاس پہنچے تو حکیم بوالفتاح (ابوالفتح)(12) نے شیخ اور بادشاہ کے درمیان (میانجی)(13) کررہے تھےاور بادشاہ کی بات شیخ تک پہنچاتے تھےاور شیخ کی بات بادشاہ کو پہنچ'تے تھے۔لیکن حکیم ابوالفتح خراسانی شیعہ تھا۔اس بناء پر جو کچھ بادشاہ شیخ کو کہلا بھیجتا اس میں تبدیلی کر کے شیخ سے کہتا اور جو کچھ شیخ کہتے تھے وہ تبدیلی کرکے بادشاہ سے کہتا(14)۔مگر بادشاہ نے فراست سے معلوم کرلیا کہ بات صحیح طریقے سے نہیں چل رہی۔اس بناء پر بیربل زناردار کو حکم دیا کہ تم حکیم بات سنو کہ وہ شیخ سے کیا کہتا ہے۔جب بیربل نے آکرسنا تو دیکھا کہ جو کچھ بادشاہ کہتے ہیں وہ بالکل اس طرح شیخ سے نہیں کہا جاتا۔اس پر بیربل نے غصہ کرکے حکیم سے کہا کہ اے حکیم! تمہیں ایسا کرنا ہیں چاہیے کہ بادشاہوں کے درمیان اس طرح کی باتیں کہو۔پھر وہ خود بیٹھ گیا شیخ کے ساتھ اکیلے میں بہت سی باتیں کیں اور وہاں سے (بادشاہ کے) حضور میں آکرعرض کیا کہ بادشاہ سلامت میں نہیں جانتا کہ اس طرح کے فقراء کو کیوں تکلیف دی جاتی ہے۔تو بادشاہ نے فرمایا کہ اگر اس طرح کی بات ہے تو ہم بھی ملاقات کریں گے۔لہذا بادشاہ خود شیخ سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے اور بیربل نے آگے جاکر شیخ کو کھڑا کیا کہ بادشاہ آرہے ہیں۔بادشاہ آگے جاکر شیخ کے آگے کھڑے ہوگئے اور بادشاہ نے خود فرمایا کہ تمہیں قتل کرنے کے لیے بلایا تھا۔شیخ نے مسکرا کرکہا کہ میں نے کیا گناہ کیا ہے۔بادشاہ نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ چھ ہزار افراد ہیں جو قتلو خان کیساتھ مل کر جنگ کررہے ہیں۔شیخ نے کہا کہ اگر چھ ہزار سوار میری حمایت میں ہوں تو میرے اوپر چھ ہزار بلائیں مبتلا ہوجائیں ورنہ جس کسی نے کہا ہے اس کے اوپر چھ ہزار بلا نازل ہوجائیں۔بادشاہ نے کانوں میں انگلیاں کرکے فرمایا کہ میں یہ نہیں کہتا بلکہ کوئی اور کہتا ہے۔شیخ نے کہا کہ میں بھی اسی طرح کسی اور کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔پھر بادشاہ نے کہا کہ آپ نے کیا علم پڑھا ہے۔شیخ نے کہا کہ وہی علم فقہ وتفسیر واحادیث پڑھی ہیں۔بادشاہ نے کہا کہ شیخ عالم ہیں اور پھر کہا کہ شیخ نے سلطان (15) کو

دیکھا ہے۔ فرمایا کہ دیکھا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ اپنے منہ سے باہر پیغام دیتے ہیں۔ شیخ نے کہا کہ کیا پیغام ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ ایک لوہا جو تیر کے اندر ہو۔ پھر شیخ نے کہا کہ اس کو پیغام کہتے ہیں۔ پھر شیخ نے کہا کہ بازی گر جو آپکے سامنے کھیل کھیلتے ہیں۔ انہیں ایک چیز دی جا رہی ہے یا ان سے لی جا رہی ہے! بادشاہ نے فرمایا کہ میں تو انکو دیتا ہوں۔ پس شیخ نے کہا کہ آپ کا سینہ بار بردار (فراغ) ہونا چاہیے کیونکہ آپ بادشاہ ہیں۔

بعد میں بادشاہ نے میاں شیخ ذکریا (16) و شیخ سلطان سے فرمایا کہ آپ کعبہ کی جانب چلے جائیں۔ پھر بادشاہ نے شیخ خلیل اللہ سے پوچھا کہ تمہارے اور حسن (17) کے درمیان کیا رشتہ داری ہے۔ شیخ نے کہا کہ میں اور حسن بھائی ہیں۔ پھر بادشاہ نے فرمایا کہ حسن پنجاب میں ہے آپ بھی پنجاب چلے جائیں۔ القصہ جب شیخ رخصت ہوئے تو فرمایا کہ میں پنجاب میں پیدا ہوا تھا اور میری موت بھی پنجاب میں ہوگی آخر کار پنجاب کی جانب میاں حسن بتنی کی جانب چلے گئے اور محمد اوت (18) کے مقام پر وفات پا گئے۔

شیخ خلیل کا خط:

اور یہ کتابت (19) اس وقت اپنے بیٹے جو شیخ حبیب تھے ان سے بات کرتے ہوئے انکو یہ لکھ بھیجا۔

نقل کتابت:

ھوالھادی الی الرشاد والسدار یابنی ارشدک اللہ تعالیٰ واسعدک اللہ فی الدارین وابنائک واخوانک واصحابک واحبابک (20)۔ امین۔ (اللہ) سبحان کے فرمان کے بارے میں پند و نصائح کریں کہ راہ شریعت پر رہیں اور عاقل ہو جائیں۔ مصرع۔ (21)

عاقل آن ست کہ اندیشہ کند پایان را

اور تحمل سے کام لیں اور دوست و دشمن کو پہچانیں۔ عقلمندوں کے مشوروں پر کام کریں اور دین کا شوق کریں۔ علاوہ کسی ضرورت کی وجہ سے (لوازمات) دین کی ادائیگی میں سستی اور غلطی نہ کریں۔ کم کھائیں اور کم پئیں تا کہ (فرائضِ دین) ادا کرنے کی کوشش کر سکیں۔ اور مشکل وقت میں تضرع و زاری حق تعالیٰ کی درگاہ میں کریں اور نفع دینے و کرنے والے بنیں۔ اور نقصان پہچاننے والے نہ بنیں۔ پورے دل و جان سے بھائیوں اور بہنوں اور چچاؤں کی غم خواری کریں۔

موت حق ہے۔اولیاءاورانبیاء نے بھی سفر کیا ہے ہمیں بھی سفر کرنا ہے۔ جہاں تک ہو سکے مشورے کریں۔اور ناقص العقل لوگوں یعنی عورتوں کی سی باتیں کم کریں۔اوراتنے ملازم رکھیں کہ جن کا حق ادا کرسکیں۔اور امر معروف ونہی منکر بھی کریں۔علانیۃ پیسہ غیر جگہ پر خرچ نہ کریں علاوہ ضرورت کے۔اور موت حق ہے لہذا موت کو جہاں کی رسوم میں ہرگز شامل نہ کریں۔جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن جو کچھ توفیق ہو یاد کریں اور قبروں کی زیارت کریں۔جتنا ہو سکے اتنا جھوٹ اور غیبت سے دور رہیں۔ان دونوں میں نفع کم ہے اور نقصان زیادہ ہے۔اگر اشراق وچاشت اور تہجد کے وقت اگر فرصت ہو تو دو رکعت یا چار رکعت (نماز) پڑھیں۔اور سبحہ ہاتھ سے کم الگ کریں کہ وہ مذکر ہے۔اور اگر (خدائے) باری کے کرم سے فرصت ہو تو دنیاوی کاموں میں علم کے حصول میں مشغول ہو جائیں۔اور فقراء کے حالات سے باخبر رہیں تاکہ یہ فقیر بھی زندہ ہو جائے۔حتی الامکان انکی غم خواری کریں۔میں نہیں جانتا کہ میرے مرنے کے بعد ان کا حال کیا ہوگا۔اللہ تعالی قادر ہے کہ ان کو عزیز رکھے۔وبحرمت وعظمت بحرمت رسول رب العالمین۔ا

شیخ خلیل کی کرامات:

القصہ شیخ خلیل اللہ حقانی کی اکثر خوارق ظاہر ہو جاتی تھیں۔ایک روز شیخ مذکور دریائے گنگا جو لبالب بھرا ہوا تھا اس میں کشتی میں سوار تھے۔جب کشتی گنگا کے وسط میں آگئی تو اچانک ایک چپو کہ جس سے کشتی چلاتے ہیں ملاح کے ہاتھ سے گنگا میں گر گئی اور اس کے پیچھے ملاح بھی گنگا میں کود گیا اور وہاں پر پانی بہت تیز رواں تھا کہ ہر چند ملاحوں نے کشتی کو اس ملاح کی جانب چلا کر۔جو گنگا میں گر گیا تھا۔مگر کشتی پانی کی تیزی کی وجہ سے اس ملاح تک نہیں پہنچ رہی تھی۔لوگوں نے سمجھا کہ ملاح ڈوب جائے گا ملاح نے سمجھا کہ میں ڈوب جاؤں گا اور ہر ممکن کوشش کی گئی مگر کشتی اس تک نہیں پہنچی۔پس شیخ خلیل اللہ حقانی نے خود کھڑے ہو کر اس ملاح کو آواز دی کہ کھڑا ہو جا۔جب وہ ملاح شیخ کے فرمانے پر کھڑا ہو گیا تو اچانک پانی اس کی کمر سے بھی نیچا ہو گیا۔آخر کشتی اس کے قریب کر کے اسے کشتی میں لے آئے۔جب وہ کشتی کے اندر آ گیا تو ملاحوں نے اسی جگہ بڑے بڑے تیر پانی میں ڈالے لیکن پایاب (سطح) نہ ملی۔

القصہ نو آباد میں شیخ کے دو بھائی تھے ایک جو بڑا تھا اس کا نام اولیا تھا اور دوسرے کا نام حاتم تھا اور اولیاء روزی کی خاطر باہر گیا ہوا تھا اور چند سال گزر گئے تھے اور گھر کے لوگوں کو اس کی

خبر نہ ملی تھی۔ ایک روز شیخ پرانی عادت کے مطابق جگہ جگہ قبور کی زیارت کے لیے جا رہے تھے۔ پس اولیاء کے بھائی کہ جس کا نام حاتم تھا۔ حاتم شیخ کے پاس گیا اور گریہ زاری کر کے عرض کیا کہ اولیاء جو گیا ہے تو آج تک اسکی خبر نہیں آئی۔ شیخ نے افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بچہ تو اپنے بھائی کی وجہ سے بہت پریشان ہے اور پھر فرمایا کہ اے بیٹے صبور ہو جا اور اس کی راہ دیکھ۔ اور پھر اس کے دلاسے کے لیے فرمایا کہ ایک گائے چراگاہ کے لیے جاتی ہے۔ پھر اس کی نظر اپنے گوسالہ (بچھڑے) پر پڑتی ہے جو اس کے گھر میں ہوتا ہے۔ القصہ تیسرے روز جو جمعہ کا دن تھا شیخ جمعہ کی نماز کے لیے مسجد جا رہے تھے اور وہ حاتم بھی مسجد میں موجود تھا کہ کسی نے باہر سے مسجد میں آواز دی کہ حاتم تیرا بھائی اولیاء سفر سے لوٹ آیا ہے۔ پس حاتم نے ہے خود وار ہو کر شیخ جیو کے سامنے سے دوڑا۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ اتنی جلدی ہی جا رہا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اس کا بھائی اولیا جو سفر پر گیا ہوا تھا لوٹ آیا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اس بچے کو اپنے بھائی کا بہت اشتیاق ہے الحمد اللہ کے وہ آ گیا۔ پھر شیخ کے ایک خادم نے جو قریب تھا کہا کہ کیوں نہ ہوگا میرے حضرت نے جو فرمایا تھا۔ شیخ نے فرمایا لاحول ولاقوت الا باللہ العلی العظیم ایسے ہی لوگ آدمیوں کو خراب کر دیتے ہیں۔ پھر اس کو راستے میں سے بلا کر اس سے تعزیر کی۔

شیخ خلیل کی اولاد:

غرض کہ شمایل میں (ہے کہ) شیخ نے ہندیہ زبان (22) میں شعر کہے ہیں کہ شیخ کے شمائل بے حد وعدت (23) ہیں اتنے سادہ کاغذ نہیں ہیں میرے پاس کہ ان کو لکھوں۔ اور شیخ کے والد کا نام میاں شیخ آفتاب وش تھا اور کسی نے شیخ کی تاریخ کہی ہے۔

شیخ شیوخ شیخ خلیل آفتاب وش   وز حسن شرف خویش درون خاک شد نہان

صد وای وصد تاسف وحسرتا ہزار   چون شد بہ حسپ اندر تاریک شد جہان (24)

اور شیخ جیو کا شیخ حبیب نامی کا بیٹا تھا اور شیخ حبیب کا علم بہت زیادہ تھا۔ چنانچہ اس دور کے علماء تحسین کیا کرتے تھے اور شیخ حبیب کے چار بیٹے ایک عورت سے ہی تھے ان میں بڑا شیخ مصطفیٰ تھے اس کے بعد عبداللہ اور اس کے بعد عبدالرحمان اور اس کے بعد عبدالرحیم اور شیخ مصطفیٰ حافظ قرآن تھے اور بہت عالم تھے اور بہت پر خلوص تھے۔ اور اکثر شیخ خلیل اللہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مصطفیٰ دوسرا شبلی ہے اور عبداللہ خوبصورت جوان تھے اور مصحف [illegible] کے حافظ تھے اور بہت عالم

تھے اور اتنے خلیق تھے کہ ان سے کسی کا دل تنگ نہ ہوتا تھا۔ (25)

شیخ خلیل کے خاندان سے منصف شیخ کبیر کی رشتہ داری اور تعلق:

اور عبداللہ اس افسانہ کے بندہ کا تب سے بڑے تھے اور اپنے بھائیوں اور عزیزوں میں اس بندے پر بہت شفقت کرتے تھے اور اگر مجھے یعنی اس بندہ کو انکے بعد کوئی مشکل پیش آتی تو میاں عبداللہ اور انکے بھائی یاد کرتے ہیں اور میں اپنے حالات کے مطابق یہ اشعار پڑھتا ہوں۔

بیت

الا ای اہل دل آخر کجا ئید — درین مجلس زمانی حاضر آئید

دریغ ودرد کہ تا این زمان ندانستم — کہ کیمیاء سعادت رفیق بود

آن زمان کا آرزوی دیدن جانم باشد درنظر نقش رخ خوب تو تصویر کشیم (26)

بیت

یاران موافق ہمہ از دست شدند — یکان یکان در پای اجل بست شدند (کذا)

(بیک شراب درمایہ عمر (کذا) — دوری زما یک پیشترک مست شدند (27)

اور میاں عبداللہ کی ذات میں تین عادتیں بچپن سے شامل تھیں اول یہ کہ اگر شکار کے لیے صحرا میں جاتے اور کوئی کشت زار آجاتا تو چنے وغیرہ کے لیے ہاتھ نہ بڑھاتے تھے اور اگر آم کے باغ سے لوگ گزرتے اور آم پڑے ہوئے دیکھتے تو ہرگز نہ اٹھاتے اور دوسری یہ کہ بچپن سے کسی کو گالی نہ دی تھی اور انکے منہ سے کوئی فحش بات نہ نکلی تھی اور تیسرے یہ کہ کبھی کوئی قسم اور سوگند نہیں کھائی تھی۔ الغرض جب شیخ حبیب بنگال کی جانب روانہ ہوئے تو ایک بیٹا کہ جس کا نام عبدالرحمٰن تھا شیخ کے ہمراہ تھے۔ آخر کار عبدالرحمٰن شیخ کے سامنے اسی جگہ فوت ہوئے اور انکی عمر اکیس سال ہوگئی تھی اور عبداللہ کو گھر پر چھوڑ دیا تھا اور عبداللہ نے اسی مہینے میں کہ جب عبدالرحمٰن بنگالہ میں فوت ہوا تھا وفات پائی۔ جب شیخ نے بنگال میں عبداللہ کی وفات کی خبر سنی تو اچانک ساکت ہوگئے اور کسی سے کوئی بات نہ کی۔ لیکن اپنے حال کے مطابق عربی فارسی اور ہندی شعر پڑھنے لگے اور رونے لگے۔ (28) جب بنگالہ سے گھر آئے تو دو ماہ زندہ رہے۔ اس کے بعد

وفات پائی۔ اور نزع کے وقت یہ حال ہوا کہ نماز عصر ا کیلیے ادا کی۔ جب نماز کی نیت باندھی تو سلام پھیر کے فرمانے لگے کہ کوئی ہے کہ امام ہو جائے۔ کیونکہ میں نماز با جماعت ادا کروں گا۔ اسی طرح کئی مرتبہ سلام پھیر کر فرمایا۔ چونکہ یہ بندہ محمد کبیر حاضر تھا اس لیے اس نے کہا کہ لوگ نماز پڑھتے ہیں دیوان نماز پڑھائیں کیوں کہ وقت گزر رہا ہے۔ لہذا نماز پڑھائی اور اسی روز بے ہوش ہو گئے۔

اذا جاء القضا عمیٰ البصر شد　　　　شد حسن رادر سخن طرز دگر شد (29)

پھر فوت ہو گئے۔

اور یہ بندہ محمد کبیر اور اس بندہ کے بھائی جو عبدالکریم تھے، ہم دونوں بھائی شیخ حبیب کی بہن کے بیٹے تھے (30) اور میری ماں نے (میرے) بچپن میں وفات پائی تھی (31) اور شیخ حبیب نے اپنے گھر میں رکھ کر (ہماری) پرورش کی تھی۔ شیخ حبیب کے بعد میاں مصطفیٰ نے بھی وفات پائی اسی طرح بعد میں میاں عبدالرحیم نے بھی رحلت کی۔

بیت

مرغ فلکی بیرون شد از دام　　　　در مقصد صدق یافت آرام
عرشی بطناب عرش زد دست　　　　خاکی بکنار خاک بنشست (32)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 121:

میاں سلیمان کا کالا پہاڑ و میاں بایزید کو راجہ کدھور کے پاس روانہ کرنا اور لودھی خان کا فتح خان کے پاس آنا اور فتح خان کا روہداس (روہداس) کا محاصرہ کرنا

میاں سلیمان نے گور کی جانب کالا پہاڑ اور میاں بایزید کو راجہ کدھور کے پاس بھیجا اور فتح خان پہاڑوں کے نیچے جا کر سیور میں آ گیا۔ پھر خبر ملی کہ کالا پہاڑ اور بایزید کدھور آ گئے ہیں اس خبر سے فتح خان ان کی جانب گیا۔ میاں بایزید و کالا پہاڑ کدھور کو چھوڑ کر مونگیر کی جانب چلے گئے۔ پھر میاں سلیمان نے لودھی خان کو بھیجا کہ تو بھی اسی جگہ جا۔ جب انہوں نے سنا کہ لودھی خان آ رہا ہے تو اس کے پاس گئے۔ پھر لودھی خان نے کالا پہاڑ سے کہا کہ اے الہداد! تم مرد نہیں ہو کہ فتح خان سے بھاگ کر آئے ہو۔ فتح خان مرد تھا۔ لہذا میاں کالا پہاڑ اور بایزید کو اپنے ساتھ کر کے فتح خان کی جانب روانہ ہوا۔ جب فتح خان کے قریب پہنچے تو ابراہیم پور پر قلعہ کیا۔ قلعہ میں وہ فتح خان کے قریب ہو گئے۔ اسی دوران لودھی خان کی فوج زیادہ ہو گئی اور فتح خان کی کم ہو گئی اور فتح خان بھاگ کر روہداس چلا گیا۔ پھر لودھی خان نے بھی جا کر روہداس کا محاصرہ کر لیا۔ پھر فتح خان نے میاں حسن کو اکبر بادشاہ کے پاس بھیجا اور میاں حسن نے اکبر بادشاہ کو اس جانب روانہ کروایا۔ ایک روز راستے میں بادشاہ نے پوچھا کہ اے حسن تیرے پاس ہاتھی بھی ہیں۔ میاں حسن نے کہا کہ ہاں بادشاہ! چار ہاتھی بہت اچھے اور نادر ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ان ہاتھیوں میں سے ایک ہاتھی ہمیں دیدو۔ میاں حسن نے کہا کہ میں چاروں ہاتھی بادشاہ کو دیتا ہوں۔ جب لودھی خان نے سنا کہ اکبر بادشاہ آ رہا ہے تو روہداس کو چھوڑ کر منیر کے مقام پر قلعہ بنا لیا۔ جب اکبر بادشاہ جونپور پہنچا تو ایک روز میاں حسن کو بلا کر دربار میں بٹھایا اور قلیچ محمد خان (1) کو وکیل بنایا کہ تو حسن سے کہہ کہ فتح خان مجھے روہداس دے دے۔ اور اس کا ہاتھی بھی مجھے دے دے۔ اور سلیم شاہ

(اسلام شاہ)(2) کی (دونوں) بیٹیاں بھی دیدے(3) تو میں یہ تمام ملک فتح خان کو تام فیل صارہ صاف کر کے دے دوں گا۔ جب قلیج محمد خان نے آکر کہا کہ سلیم شاہ کی بیٹی بھی دیدے تو میاں حسن بہت بددل ہوا اس حد تک کہ گالیوں پر اتر آیا۔ اور اسی وقت مرنے پر تیار ہو گیا(4)۔ قلیج محمد خان نے کہا کہ اے پاگل کیسی باتیں کرتا ہے۔ پھر فتح خان نے بھی میاں حسن کو لکھ بھیجا تھا کہ اگر مغلوں کو بلا رہے ہیں تو قیامت تک ہمارا نام خراب ہو جائے گا جیسے کہ لودیوں نے مغلوں کو بلا لیا تو ان کا نام خراب ہو گیا ہے۔ میاں حسن رات کو اس جگہ سے بھاگ گیا۔ جب روہداس آیا تو چاروں ہاتھی اکبر بادشاہ کو بھجوا دیے۔ اکبر بادشاہ بہت خوش ہوا اور فرمایا کہ سبحان اللہ! وہ بھاگ تو گیا ہے لیکن اپنے قول کے مطابق ہاتھی مجھے بھجوا دیئے ہیں۔ پھر وہ جونپور سے آگرہ لوٹ گیا۔

قلعہ روہتاس (جہلم۔ پاکستان)

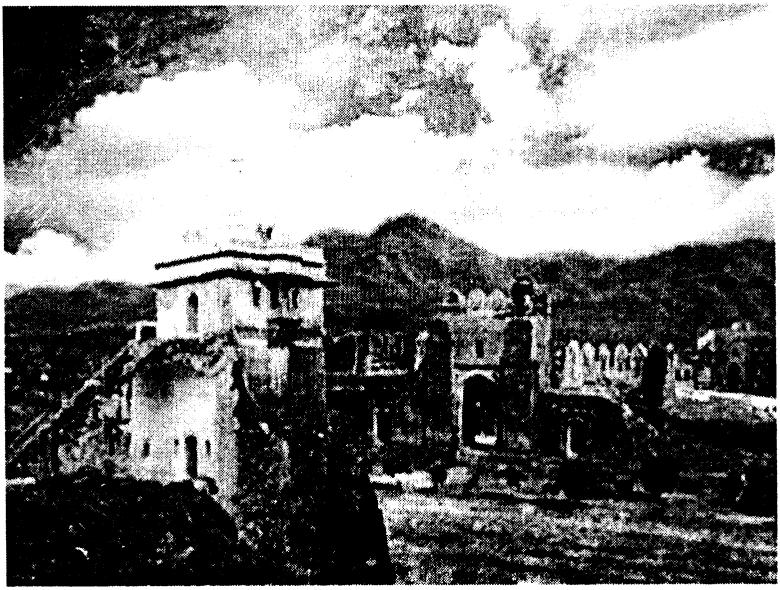

حکایت نمبر 122:

لودھی خان کا خان زمان کی جانب جانا اور میاں سلیمان و فتح خان کا جنگ کرنا اور میاں سلیمان کا فتح پانا

جب اکبر بادشاہ آگرہ چلے گئے تو فتح خان نے میاں حسن و محمد خان کو خان زمان بہادر خان کے پاس بھیجا اور قسم لی کہ ہم اور آپ ایک ہونگے۔ پھر وہ خان زمان سے متفق ہو گئے۔ یہ خبر لودھی خان نے میاں سلیمان کو ٹانڈہ میں لکھ بھیجی کہ فتح خان اور خان زمان ایک ہو گئے ہیں۔ خانزمان چوسہ کے قریب بکرہ میں قلعہ بنائے ہوئے ہے۔ آخر میاں سلیمان نے لودھی خان کو یہ لکھ بھیجا کہ تو خان زمان کی جانب روانہ ہو میں بھی آتا ہوں۔ خان زمان نے فتح خان کے پاس پانچ سو سوار بھیجے تھے کہ وہ جگہ جہاں فتح خان کام کر رہا تھا اس جگہ تمہیں بھی کام کرنا چاہیے۔ اسی دوران لودھی خان خود خان زمان پر کوچ کرتا ہوا دریائے گنگا کے کنارے چلے جا رہا تھا اور گنان میں جنگی کشتیاں بھیج رہا تھا اور جس جگہ خود ڈیرہ کرتا اسی جگہ گنگا میں کشتیاں چھوڑ دیتا۔ اسی دوران فتح خان رو ہداس سے نیچے اتر کر ملک بہار میں آ گیا۔ پھر میاں داؤد بتنی کو میاں سلیمان نے چار ہزار سواروں کے ساتھ فتح خان پر مقرر کیا کہ تمہیں فتح خان کے مقابلہ پر رہنا چاہیے لیکن جنگ نہیں کرنا۔ اور میاں سلیمان خود بڑی تیزی سے دریائے سون کے کنارے رائے پور کے مقام پر ڈیرہ کر کے ٹھہر گیا۔ ایک روز میاں داؤد سے کہلا بھیجا کہ علی الصباح تو فتح خان کے مقابلے پر آ جا میں بھی آتا ہوں۔ لہذا میاں داؤد نے ایسا ہی کیا۔ فوج تیار کر کے فتح خان کے مقابلے پر چلا گیا۔ پھر فتح خان نے کہا کہ داؤد تو اس قدر (طاقتور) نہ تھا کہ میرے مقابلے پر آتا شاید سلیمان آ رہا ہے۔ میاں للو نے کہا کہ لگتا تو یہی ہے۔ آخر بڑی قوت سے جنگ کی اور چونکہ فتح خان رو ہداس سے نیچے آیا تھا لہذا بڑے فوجدار مثلاً آرہ و ملوک (1) وغیرہ چھوٹے ہاتھیوں پر سوار ہو کر (ابھی) آ رہے تھے جبکہ بڑے ہاتھی نہ آئے تھے۔ جب فتح خان داؤد پر چڑھ دوڑا تو تھوڑی سی جنگ ہوئی کہ بنی اور پیر کر بنی درمیان میں پڑ گئے اور داؤد شکست کھا کر سلیمان کے پاس گیا۔ اور اچانک پیچھے سے میاں سلیمان کی فوجیں بادش کے بادلوں کی طرح نکل آئیں۔ تو فتح خان اسی

طرح سے میاں سلیمان پر بھی چڑھ دوڑا اور ساری فوج پر حملہ کیا مگر میاں سلیمان نے ارد گرد ہاتھیوں کا حلقہ بنایا ہوا تھا۔ لہذا ایہ فوجدار جو چھوٹے ہاتھیوں پر آئے تھے انہوں نے اتنی بہادری کی کہ ان چھوٹے ہاتھیوں کو میاں سلیمان کے حلقے کے اندر گھسالائے اور میاں سلیمان کے سامنے ہی کٹ مرے۔ جن میں بڑے بتنیان مثلاً میاں خانو وابا بکر بھی میدان میں تھے لیکن میاں خانو وابا بکر کو چہرے پر اور تمام جسم پر بہت سے زخم آئے تھے۔ لہذا انکو زندہ میاں سلیمان کے حضور لے جایا گیا۔ میاں سلیمان نے فرمایا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ تو میاں ابا بکر بتنی نے کہا کہ تجھے ابھی مغلوں سے جنگ کرنا ہے اور تو ہمارے جیسے بہادروں کو قتل کرتا ہے۔ اس پر میاں خانو نے کہا خاموش رہ۔ قتل کر دے۔ آخر قتل کر دیئے گئے (2)۔ جب میاں فتح خان ہزیمت خوردہ رو بداس گیا تو میاں سلیمان اپنے ڈیرے پر واپس آگیا۔ اپنے فوجداروں کو طلب کیا اور فرمایا کہ انکی داڑھی پر لعنت ہے ان گیدیان نے چھوٹے ہاتھیوں پر اتنی (بہادری سے) کام کیا ہے اور تم اس طرح سے بھاگ گئے۔

☆☆☆☆☆☆

25

حکایت نمبر 123:

لودھی خان کا خان زمان پر جانا اور اس کا عاجز ہونا اور صلح کرنا

جب میاں سلیمان فتح کر کے آ گئے تو لودھی خان قلعہ (1) در قلعہ خان زمان کے قریب ہو گیا۔ لیکن وہ میدان جنگ نہیں کرتا تھا صرف تیروں اور بندوقوں سے جنگ کرتا تھا اس بنا پر مغل عاجز ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ لودھی چیونٹی بن کر زمین کی تہہ سے آ رہا ہے اس بلا کو تو کوئی شخص گرفتار بھی نہیں کرتا۔ اسی دوران لودھی خان نے جنگی کشتیاں خان زمان کے عقب میں مغرب کی جانب قصبہ زمانیہ (2) بھیج دیں کہ تمہیں زمانیہ کی جانب سے ماریں گے۔ لہذا جنگی کشتیاں جا کر زمانیہ پر حملہ کریں اور خان زمان کے جنوب میں ایک جنگل تھا۔ لودھی خان نے اس جنگل میں پیادے بھیج دیئے کہ تم جنگل میں پھیل جاؤ اور کسی بھی جانب سے خان زمان کو گھاس اور غلہ نہ پہنچنے دو۔ لہذا میاں کالا پہاڑ اور میاں بایزید کہنے لگے کہ وہ تو تھوڑے رہ گئے ہیں اور میدان میں آ رہے ہیں۔ ہم بھی بہادر ہیں اس لیے جنگ کرنی چاہیے مگر لودھی خان نے جنگ نہیں کرنے دی۔ اور انکے عقب میں ہو گیا۔ کہنے لگا کہ تم لوگ ٹھہرو اور دیکھو کہ کیا ہوتا ہے اور پشتوارہ (3) کے دروازے پر بانس رکھے ہوئے تھے اور اس نے خاصہ خیلوں سے فرمایا تھا کہ اگر کوئی افغان اس جانب آئے تو اسے ان بانسوں سے اتنا مارو کہ اسی جگہ ٹھنڈا ہو جائے۔ اور ایک کرانی سپاہی قلعہ سے باہر نکلا اور مغلوں سے خوب شمشیر زنی کر کے لوٹ آیا۔ یہ خبر لودھی خان تک پہنچی تو لوگ دوڑے کہ اس کے گھر میں گھس گئے اور اسے باندھ کر لے آئے۔ جب اسے باندھ کر لے آئے تو فرمایا کہ

اسے میدان میں کر کے اوپر اٹھا لو کہ دونوں لشکر دیکھ لیں کہ یہ بہت اچھا سپاہی ہے مگر بڑے بڑے بہادران بیچ میں آ گئے اور بڑی معافیاں مانگ کر اسے چھڑا لیا۔

خان زمان اور لودھی خان کی صلح:

آخر خان زمان نے عاجز ہو کر وکیل بھیجے کہ اے لودھی خان کیا کوئی وجہ ایسی ہے کہ تو ہم

سے صلح کر لے۔لودھی خان نے کہا کہ ہاں!اس وقت صلح کروں گا کہ تو محمد خان اور حسن کو باندھ کر مجھے دیدے۔اس وقت میں صلح کرونگا۔خان زمان نے قبول کرلیا اور میاں حسن و محمد خان کو باندھ کر دے دیا لیکن ان کو پکڑتے وقت بہادر خان نے ان سے کہا کہ بہت زیادہ برا ہوا ہے۔اور خانزمان نے کہا کہ خاموش رہ!اگر آج تجھے بھی مانگتے تو میں تجھے بھی باندھ کر دے دیتا۔جب میاں حسن اور محمد خان کو باندھ کر دے دیا تو لودھی خان نے فرمایا کہ کشتیاں اس جانب لے آؤ اور انکو اس جانب (دریا) پار کر کے دو۔تو خان زمان کو جلدی جلدی اپنے لشکر کے ساتھ ادھر جانے دیا اور خان زمان جونپور چلا گیا۔چونکہ میاں حسن اور میاں محمد خان کو لودھی خان نے میاں سلیمان کے حضور بھیج دیا تھا۔لہذا میاں سلیمان نے دونوں کو زنجیروں میں جکڑ کر گور روانہ کر دیا۔لودھی خان واپس روہداس جا کر قلعہ ساز ہو کر رہنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 124:

سلیمان کا راجہ کوج کی جانب جانا

جب میاں سلیمان گور پہنچا تو اس جگہ سنا کہ راجہ کوج (1) کے لوگوں نے ملکی بادشاہت میں فساد شروع کر دیا ہے۔ لہذا میاں سلیمان ان کے خلاف روانہ ہوا۔ جب وہ دریائے پہن بہتیان (2) پہنچا تو اس کے کنارے ہو گیا اور ہاتھیوں کے ذریعے جنگل توڑ کر انکے شہر کی جانب روانہ ہو گیا اور ان کا شہر پہن بہتیان کے کنارے پر تھا۔ میاں سلیمان منگلی جو میاں سلیمان بادشاہ کا نائب تھا۔ ایک روز ہاتھیوں کو آگے کر کے جنگل توڑ کر جار ہا تھا اور کوج کے راجہ دو بھائی تھے راجہ کا نام ملا گوسائین تھا اور اس کے چھوٹے بھائی کا نام شکل تھا۔ اور شکل صاحب مدار تھا۔ شکل ایک زور آور ہاتھی لایا جو بہت نادر اور عجیب وغریب تھا وہ اس ہاتھی پر خود بیٹھا اور دوسرے ہاتھی بھی ساتھ لے کر آگے آیا۔ تو ہاتھی کر دیئے اور انکے بعد سوار مقرر کئے اور دریائے پہن بہتیان کو عبور کر کے ایک جگہ اپنے آدمی کمین گاہ میں بیٹھا دیئے اور مال گوسائین سے کہا کہ اسی جگہ رکنا چاہیے۔ جب میاں سلیمان جنگل توڑ کر نزدیک آئے تو شکل اس جگہ سے نکل گیا اور وہ اس کے پیچھے دوڑے۔ وہ لوگ بھاگ گئے اور شکل انکے پیچھے رہ گیا۔ تا آنکہ سلیمان کے لشکر میں آ گیا پھر شکل لوٹ گیا۔ آخر میاں سلیمان اس کے ملک میں گھس آئے لیکن راستہ اچھا نہ تھا جب دیکھا کہ راجہ کی راہیں بہت ہیں تو واپس لوٹ کر ٹانڈہ آ گئے۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 125:

مرتے وقت شکل کا مسلمان ہونا

ایک روز شکل سر پر شال باندھ کر دربار میں آیا اور اس کے آگے بڑے بہادر افغان موجود تھے۔ اور شیخ کبیر چشتی بھی تھے (1) اور شکل نے شیخ کی بہت تعظیم کی۔ پھر چند افغانوں کو اپنے آگے بٹھایا۔ جب افغانوں نے اس کے چہرے پر نظر کی تو اس کا چہرہ بدلا ہوا دیکھا۔ پھر شکل نے افغانوں سے پوچھا کہ خدا کی نظر آدمی کے اوپر کس جگہ ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ خدا کی نظر دل پر ہوتی ہے۔ جیسا کہ مشہور بات ہے۔ پھر شکل نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو آپ سب گواہ رہیے کہ میں مسلمان ہوں اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا اس کے بعد وہ گھر چلا گیا۔ کچھ دن زندہ رہا پھر مر گیا۔ اور افغان میاں شیخ کبیر چشتی سے کہنے لگے کہ اس نے کیا کہا تھا اور یہ کافر اس کو جلاتے ہیں۔ پس کیا کرنا چاہیے۔ آخر میاں شیخ کبیر چشتی نے منع کر دیا کہ یہ بات اپنی زبان پر نہیں لانی چاہیے کہ یہ (کان) (2) کافر اور کفر ہے۔ یہ سب کو قتل کر دینگے لیکن وہ تو پاک ہے خواہ اس کو جلاتے ہیں خواہ کچھ اور جو سمجھیں کریں۔

رباعی

مائیم کہ بالطف او تولاّ کردہ | وز طاعت معصیت مبرا کردہ
جای کہ لطف باو باشد باشد | نا کردہ چون کردہ وکردہ چون نا کردہ (3)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 126:

فتح خان کا میاں سلیمان سے ملنا اور بھائیوں کا رہا ہونا

میاں سلیمان ٹانڈہ میں تھا کہ اکبر بادشاہ نے پھر سے قلیج خان کو فتح خان کے پاس بھیجا کہ اگر تو روہداس اور وہ ہاتھی ہمیں دیدے تو تیری مدد کر کے تجھے آزاد کرادیں گے۔ جب قلیج خان فتح خان کے پاس آیا تو کہا کہ جو کچھ بھی حقیقت ہوگی تیرے بعد سوچ کر میں لکھ دوں گا۔ پھر فتح خان نے اپنے لوگوں سے کہا کہ سلیمان مجھے خواہ قتل کر دے مگر یہ بدنامی اپنے اوپر کیسے لگالوں کہ فتح خان نے روہداس مغلوں کو دیدیا۔ بہتر ہے کہ سلیمان کو دے دیں۔ پھر میاں موسیٰ مزیانی کو سلیمان کے پاس روانہ کیا اور میاں موسیٰ بتنیوں میں ایک نیک مرد تھے اور بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے (1)۔ جب میاں موسیٰ میاں سلیمان کے پاس گئے اور میاں موسیٰ اور میاں سلیمان کے درمیان بہت سی باتیں ہوئیں۔ آخر کار یہ طے پایا کہ آدھا ملک بہار ہم دیتے ہیں اور بھائیوں کو ہم رہا کر دیتے ہیں اگر وہ مجھے روہداس دے دے تو اپنی جاگیر میں جہاں چاہے رہے۔ جب اس کی خاطر جمع ہو جائے تو ہمارے پاس آجائے۔ اس بات پر اقرار ہو گیا تھا کہ میاں للو نے فتح خان سے کہا کہ مجھے میاں سلیمان کے پاس بھیجو۔ میں ایک بہت اچھا کام کر کے آتا ہوں موسیٰ بات کرنا کیا جانے۔ پھر وہ اسی روز روہداس سے نیچے اتر کر میاں سلیمان کے پاس آیا اور کہا کہ اگر تو بہار سے میری جاگیر الگ نہیں کرے گا تو میں تجھے ایک رائے دیتا ہوں بشرطیکہ پہلے مجھے لکھ کر دو کہ میں تیری جاگیر میں تبدیلی نہ کرونگا۔ جب میاں سلیمان نے لکھ کر دے دیا تو اس نے کہا کہ اگر فتح خان ملک بہار میں ایک دیہات بھی طلب کرے تو اسے نہیں دینا چاہیے اور دوسری جس کسی جگہ بھی ہے ۔ جاگیر چاہے تو دے دو اور وہ تیرے پاس خود آکر تجھے روہداس دیدے گا۔ پھر میاں سلیمان بہار کی جانب کوچ کر کے آیا۔ پھر فتح خان بھی میاں کالا پہاڑ کو درمیان میں ڈال کر اتر آیا۔ اسی دوران ایک روز میاں سلیمان حضرت مخدوم شاہ محمد شرف الدین کی زیارت کے لیے گیا تھا کہ فتح خان بھی روضہ میں آکر اس سے ملا۔ آخر وہ فتح خان کو ساتھ لے کر ٹانڈہ آیا اور دو چند پرگنے مثلاً ملکی اور تیکرہ فتح خان کو جاگیر میں دیدئے اور میاں حسن و محمد خان کو چھوڑ دیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 127:

میاں سلیمان کا راجہ مکند پر جانا اور میاں کا فتح پانا

جب فتح زمان اور بہادر خان نے اکبر بادشاہ سے سرکشی کی تو اکبر نے آگرہ سے آکر دونوں بھائیوں کو قتل کر دیا (1) اور خنجر بیگ وغیرہ بھاگ کر میاں سلیمان کے پاس آ گئے۔ میاں سلیمان نے ان کو جاگیریں دیں اور اکبر بادشاہ نے خان خانان (2) کو جونپور میں بہت سا لشکر دے کر خود آگرہ چلا گیا۔ اسی دوران راجہ اوڑیسہ جس کا نام مکند تھا اس نے اپنے ایک امیر کا ایک آنکھ اور کان کاٹ دیئے۔ آخر امیر نے میاں سلیمان کے پاس آکر کہا کہ اگر بادشاہ ارادہ کر لیں تو میں انکو اڑیسہ تو ڑ کر دے دونگا۔ لہذا میاں سلیمان ٹانڈہ سے پٹنہ آیا اور خان خانان کو طلب کر کے اکبر بادشاہ سے صلح کر لی۔ لہذا خان خانان جونپور چلا گیا اور لودھی خان پٹنہ میں رہا اور خود (سلیمان) نے اوڑیسہ جانے کے لیے راہ تلاش کی اور میاں بایزید کو پندرہ ہزار سوار دے کر اور بہت سے امراء بھی ساتھ کر کے اوڑیسہ روانہ کیا اور فرمایا کہ تم لوگ پہاڑوں کے اندر سے ہو کر کنک کے پاس باہر نکلو اور اوڑیسہ کا یہ امیر تمہارے ساتھ ہے۔ جو تمھیں بڑے اچھے طریقے سے لے جائے گا اور خود ٹانڈہ جا کر اوڑیسہ کو روانہ ہوا۔ جب میدنی (3) پہنچا تو راجہ مکند نے بھی آکر دہر پور (4) پر میاں سلیمان کا مقابلہ کیا اور وہ دریا جو میان سلیمان و راجہ مکند کے درمیان تھا اس کا (سر) بندھ تھا اس لیے اس دریا میں پانی بہت گہرا اور دریائی ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے میاں سلیمان اسے عبور نہ کر سکا اور سامنے راجہ مکند چالیس ہزار سوار اور چار ہزار ہاتھی اور بے شمار پیادے بھی موجود تھے۔ اسی دوران خبر ملی کہ میاں بایزید پیچھے سے کنک (5) پہنچ گیا ہے اور قلعہ کنک پر قبضہ کر لیا ہے اور بہت سا مال و متاع و نقد و اجناس غنیمت میں ملے ہیں۔

پھر راجہ مکند نے رکھنج اور جھتہ رائے کو بہت سے سواروں اور ہاتھیوں اور پیادوں کے ہمراہ میاں بایزید کی جانب روانہ کیا۔ جب وہ رخصت ہو گئے تو سارنگہ گڑھ (6) میں راجہ سے باغی

ہو گئے۔ اس وجہ سے راجہ مکند میاں سلیمان کے مقابلے سے بھاگ نکلا اور سارنگہ گڑھ روانہ ہوا۔ پھر راستے میں اس کے تمام امراء اس سے الگ ہو گئے پھر اس نے تین سو سواروں کے ساتھ آگے جا کر ان دونوں امراء کے پاس جو سارنگہ گڑھ میں باغی ہو گئے تھے وکیل روانہ کئے۔ جب وکیل ان دونوں سے مل کر واپس آئے تو کہنے لگے کہ وہ تو ایسے ہو چکے ہیں کہ تجھ سے ہرگز ملاقات نہ کرینگے اور تجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ لہذا مکند پہاڑوں میں چلا گیا۔ وہ اسی جگہ مقیم رہا۔ جب دیکھا کہ تمام امراء مجھ سے جدا ہو گئے ہیں تو میاں بایزید سے کہلا بھیجا کہ بہت اچھا ہے آپ ہی آجایئے ہم آپ کے ساتھ ہو کر آپ کے دشمن کو قتل کرینگے۔ پھر مکند نے تین سو سواروں کے ساتھ آ کر میاں بایزید سے ملاقات کی۔ اسی دوران خبر ملی کہ رنبخ اور جہتہ رائے تیار ہیں اور تم سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر میاں بایزید اور کالا پہ اور سکندر خان اوزبک اور راجہ مکند نے اپنی مجلس کی کہ کس طرح سے جنگ کرنی چاہیے۔ پھر سکندر خان اوزبک نے کہا کہ انکے پاس بہت سے ہاتھی ہیں اور ہاتھی ایسا جانور نہیں ہے کہ اسے گرفتار کر لیا جا۔ ئے اس لیے چاہیے کہ ہم جنگ سے گریز کریں اور صرف تیر اندازی کریں۔ پھر راجہ مکند نے کہا کہ وہ ہمارے خدمت گزار (رہ چکے) ہیں اگر میں ان سے اپنا قدم پیچھے ہٹاؤں تو میں گویا اپنے معبود کے سینے پر پیر رکھ دوں۔ چنانچہ رائے مکند کو مقدمہ پر مقرر کیا گیا اور افغانوں کے قبیلے نے دریائے کتہ جور کے درمیان جنگ چھیڑ دی۔ آخر اس ہاتھی پر کہ جس پر جہتہ رائے سوار تھا وہ ہاتھی اس جگہ کہ جس جگہ دریا تھا اس میں کنویں کے اندر گر گیا۔ اور پھر مکند بھی شدید زخمی ہو گیا اور اس میں ایک رمق جان باقی تھی کہ زمین پر گر گیا یوں میاں بایزید کو فتح ہوگئی اور جہتہ رائے کا سر کاٹ کر راجہ مکند کے پاس لایا گیا۔ مکند زندہ تھا اس نے روتے ہوئے کہا کہ ہماری بھی بربادی ہوئی ہے اور ہمارے ملک کی بھی ہوئے ہے۔ آخر کار مکند مر گیا رنبخ بھاگ کر قلعہ سارنگہ گڑھ چلا گیا۔ اس کے بعد عقب سے میاں سلیمان آگئے۔ پھر میاں سلیمان اور بایزید شہزادہ نے ایک ہو کر قلعہ سارنگہ گڑھ کا محاصرہ کر لیا لیکن قلعہ بہت مضبوط تھا کسی وجہ سے سر نہ ہو سکا۔ آخر میاں سلیمان نے رنبخ کے پاس وکیل بھیجے۔ آخر

رکیہنج نے قلعہ سے باہر آ کر لوگوں کو درمیان میں ڈال کر ملاقات کی۔میاں سلیمان نے دو تین روز کے بعد فرمایا کہ یہ بہت بڑا قیدی ہے اسے قتل کر دو۔لہذا لوگوں نے اسے قتل کر دیا اور اسکے قبیلے کے لوگ باہر نکل کر بھاگ گئے۔وہ اس طرح سے بھاگے کہ کسی نے ان کے قدم کا نشان بھی نہ دیکھا۔بھاگتے ہوئے رتن پور چلے گئے اور قلعہ میاں سلیمان کے ہاتھ لگا۔میاں کالا پہاڑ وعثمان خان حلیم کو دے کر ٹانڈہ کی جانب چلا گیا۔اور اوڑیسہ میں اسکے ہاتھ بہت سے ہاتھی اور خزانے ہاتھ آئے۔آخر میاں کالا پہاڑ وعثمان خان نے اوڑیسہ کو صاف کر دیا اور جگہ جگہ راجہ کے ان امراء کو قتل کر دیا جو فساد کر رہے تھے۔(7)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 128:

میاں کالا پہاڑ کا میاں کا نکا کو ایک الماس عطا کرنا

میاں سلیمان ٹانڈہ میں تھا کہ شیخ نظام ملا خیل (1) کالا پہاڑ کے ساتھیوں میں سے میاں سلیمان کے پاس آیا اور میاں سلیمان نے پوچھا کہ جو کہنا ہے کہو۔ شیخ نظام نے کہا کہ سب خیریت ہے مگر الہداد اور کالا پہاڑ ہرگز تیرے پاس نہ آئیں گے۔ اس پر سلیمان نے چند روز انتظار کیا کہ وہ (دونوں) مہم پر ہیں۔ جس وقت مدد کی ضرورت ہوگی میں اس وقت انکو طلب کرلونگا ۔القصہ میاں الہداد اور کالا پہاڑ مہم پر تھے کہ انکو خبر ملی کہ ایک بڑے بت کہ جس کا نام جگر ناتھ ہے اس بت کو دریا کے کنارے چھپا کر رکھا گیا ہے۔ پس کالا پہاڑ خود بھاگ کر اس جگہ گیا اور بت کو نکال لیا۔ آخر دیکھا کہ جب اس کو توڑا گیا تو اس کی ناف سے ایک الماس نکلا اور اس بت کی آنکھیں لعل کی بنی ہوئی تھیں وہ لعل بھی لے لئے اور اسی طرح بہت سے جواہرات غنیمت میں ملے اور وہ الماس جو اس بت کی ناف سے ملا تھا وہ میاں کا نکا کے سپرد کر دیا جو میاں کالا پہاڑ کا وکیل تھا ۔ جب کالا پہاڑ کنک آیا تو جوہریوں کو طلب کیا ہر ایک جواہر کی قیمت لگوائی۔ وہ الماس جو جگر ناتھ کی ناف سے ملا تھا اسکی بھی قیمت لگوائی۔ جب جوہروں نے اس الماس کو پکڑ کر دیکھا تو بولے کہ اس جیسا تو ملک ہندوستان میں کسی جگہ موجود نہیں ہے۔ اور اس کی قیمت کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ پھر میاں الہداد اور کالا پہاڑ محل کے اندر گئے اور ایک خواجہ سرا بھی میاں کالا پہاڑ کے پیچھے گیا۔ میاں کا نکا نے وہ الماس خواجہ سرا کے ہاتھ میں دیا کہ تو اندروں محل جا کر یہ میاں کالا پہاڑ کو دے دے ۔ میاں الہداد نے کہا کہ تو جا اور یہ الماس میاں کا نکا کو دے کر کہا کہ یہ الماس جس روز مجھے ملا تھا میں نے تجھے دے دیا تھا لیکن شرم حضور کی وجہ سے تیرے سامنے بول نہ سکتا تھا۔ آخر کار وہ الماس میر ، میرو نوحانی کے ہاتھ پڑ گیا اور آخر کار میاں میرو کے بیٹوں کے قبضے سے لے کر راجہ مان سنگھ نے اکبر بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔

القصہ جب میاں سلیمان نے سنا کہ الہداد اور کالا پہاڑ کنک میں آن بیٹھے ہیں تو میاں سلیمان نے فرمان بھیجا کہ تو جلد از جلد ہمارے پاس آ جا۔ پھر میاں الہداد اور کالا پہاڑ اس جگہ سے

میاں سلیمان کے پاس روانہ ہو گئے اور خبریں آنے لگیں کہ کالا پہاڑ اب فلاں جگہ آ گیا ہے۔ جب میاں سلیمان نے شیخ نظام سے کہا کہ الہداد تو آ رہا ہے اور تو کہتا تھا کہ نہیں آئے گا۔ شیخ نظام نے کہا کہ اگر تیرے دربار میں میں آ گیا تو دربار سے گریز کرے گا۔ جب الہداد ار کالا پہاڑ مقام بلکہ آ گئے جو ٹانڈہ سے سات کروہ دور ہے تو اسی دوران میاں سلیمان نے فتح خان کو قتل کر دیا جب یہ خبر کالا پہاڑ تک پہنچی تو کالا پہاڑ بھی بھاگ گیا اور میاں سلیمان اس کے تعاقب میں نکلا۔ یہاں تک کہ رتن پور کے پہاڑوں میں چلا گیا۔ پھر میاں سلیمان واپس آ گیا اور الہداد قلعہ رتن پور میں تھا کہ اس جگہ مر گیا۔ اور میاں حسن جو اپنی جاگیر پر تھا اس نے جب سنا کہ فتح خان کو قتل کر دیا گیا ہے تو اس جگہ سے بھاگ کر راجہ کوج کے پاس چلا گیا۔(2)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 129:

فتح خان کے قتل کا سبب اور کالا پہاڑ کا فرار

کہتے ہیں کہ میاں فتح خان بتنی کا ایک خواص مقصود علی نامی تھا اور اس کی مہر اس کے پاس تھی۔ میاں بایزید شہزادہ نے اس خواص مذکورہ کو پانچ سو روپے دے کر خان کی مہر سادہ کاغذ پر لگوالی اور اس کاغذ پر میاں الہداد کالا پہاڑ کی زبان سے (طرف سے) یہ لکھ دیا کہ یہ وقت ہے کہ ہم اور تم ایک ہو کر میاں سلیمان کو قید کر لیں۔ اس طرح سے یہ تحریر ایک قاصد کے ذریعہ سے روانہ کی۔ الغرض قاصد راستے سے گرفتار کر کے لایا گیا اور وہ تحریر میاں سلیمان کے سامنے لائی گئی کہ فتح خان چاہتا ہے کہ ملک میں خلل ڈالے اور کالا پہاڑ سے مراسلت کر رہا ہے۔ میں اس کے قاصد کو خط کے ساتھ پکڑ کر لایا ہوں۔ پس میاں سلیمان نے فتح خان کو طلب کر کے وہ کاغذ اس کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ اس جگہ کس کی مہر ہے اور یہ کیا لکھا ہے۔ خان نے کہا کہ یہ مہر تو میری ہے لیکن مجھے اس خط کی کوئی خبر نہیں ہے۔ آخر الامر میاں سلیمان نے خان کو قید کر دیا اور میاں حسن چھوٹے بھائی کو کہ جو موضع بکھرہ میں جاگیر پر تھا اور بڑے بڑے اعلیٰ ہاتھی اور اسلام شاہی وغیرہ اس کے پاس تھے اس کو اچانک خبر ملی کہ بایزید شہزادہ آ رہا ہے۔ اور میاں بایزید نے آدم خان پسر فتح خان کو بھی لکھا ہے کہ میں شکار کے لیے آ رہا ہوں تو بھی جلدی سے میرے پاس آ جا۔ آدم خان تو بغیر خط کے (ملے ہی) میاں بایزید کے پاس پہنچ گیا۔ میاں بایزید نے اس اکیلے کو آتے ہی گرفتار کر کے اپنی عماری پر بٹھالیا اور میاں حسن کی جانب متوجہ ہوا۔ اور میاں بایزید کے پاس بہت بڑا لشکر تھا اور بڑے بڑے امراء مثلاً گوجرو وغیرہ بھی چار یا پانچ ہزار سواروں کے ساتھ اس کے ہمراہ تھے۔ یہ خبر میاں حسن کو پہنچی کہ میاں بایزید ہاتھیوں پر آ رہا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی میاں حسن نے اپنے بتنیوں کو اکھٹا کر کے کہا کہ ہتھیار باندھ کر تیار ہو جائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس (ماخولیہ) کو ایسا ماروں گا کہ اس کو تلوار کا زخم نکال باہر کرے گا۔ اسی دوران میاں موسیٰ تیزیابی کہ جو فتح خان اور میاں حسن کے پاس عہدے دار تھا اس کا بیٹا جس کا نام لالو تھا وہ میاں بایزید کے ساتھ تھا۔ وہ بھاگ کر حسن کے پاس آیا اور کہا کہ فتح خان کو قتل کر دیا ہے اور آدم خان کو قید کر لیا ہے۔ صرف یہ خبر

سنتے سے ہی بتنی لوگ ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ اوران کے گھر والوں کو جہاں پناہ مل سکی اس جگہ جا کر پناہ لے لی۔ آخر میاں حسن کے پاس چالیس پچاس سوار رہ گئے۔

میاں شیخ خلیل اللہ اور بتنی قبیلہ:

اسی دوران موسیٰ خان نے میاں حسن سے کہا کہ تو یہاں سے چلا جاو گرنہ جو قید ہو گیا تو کرانی قبیلے وغیرہ بتنی قبیلے کو حلال کر کے کھانے کو چھوڑ دینگے۔ اور اپنے بیٹے لالو سے بھی کہا کہ تمہارا قبیلہ نو آباد میں میاں شیخ خلیل اللہ کے پاس ہے وہاں چلا جا۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ میاں فتح خان و میاں حسن کی بڑی بہن بی بی شمسو (1) اوران کا قبیلہ نو آبادہ میں میاں شیخ خلیل اللہ کے پاس چلا گیا۔ جبکہ میاں فتح خان کا باقی قبیلہ میاں بایزید کے پاس قید ہو گیا۔ انکو حاجی پور بھیج دیا گیا اور میاں حسن بھاگ گیا اور میاں بایزید نے تعاقب کیا۔ جس وقت میاں بایزید میاں حسن کے قریب ہوتا تو میاں حسن لوٹ کر جنگ کرتا اور پھر روانہ ہو جاتا۔ اسی طرح آہستہ آہستہ راجہ کوج کے پاس چلا گیا۔ آخر جب میاں بایزید واپس لوٹ کر حاجی پور آ گیا تو میاں شیخ خلیل اللہ، میاں بایزید کے پاس جا کر میاں فتح خان و میاں حسن کی تمام عورتوں اور بچوں کو انکی قید سے آزاد کرا کر اپنے پاس نو آبادہ لے آئے۔ اور میاں بایزید اور انکے آدمیوں نے کوئی دست اندازی نہ کی۔ سب کو شیخ کے حوالے کر دیا۔ رخصت ہوتے وقت شیخ مذکور نے میاں بایزید کو ایک قصہ سنایا کہ دو بادشاہوں نے آپس میں جنگ کی۔ آخر ایک نے دوسرے پر فتح پالی۔ اور وہ ہزیمت خوردہ فتح یاب کی قید میں زندہ ہی آ گیا۔ آخر شکست خوردہ کی بڑی پرانی عادت یہ تھی کہ اگر اپنے گھر کو کوئی خط تحریر کرتا تھا تو اپنا نام خط کے اوپر تحریر کیا کرتا تھا۔ فاتح کو ان خطوط کی خبر ہوئی کہ یہ بادشاہ قید میں ہے اور اپنے گھر خط لکھتا ہے اور نام فاتح کا لکھتا ہے۔ جب فاتح نے وہ خط طلب کرا کے دیکھے کہ خطوط کے اوپر میرا نام لکھا ہے تو اس کو قید خانے میں کہلا بھیجا کہ تو ہمیشہ اپنا نام خط کے اوپر لکھتا ہے اب تو میرا نام لکھتا ہے ایسا کیوں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میری زندگی اب تیرے ہاتھ میں ہے اور تیری زندگی ہے اس بناء پر تیرا نام لکھا ہے۔ شیخ یہ فرما کر رخصت ہوئے کہ اسی طرح سے آدم خان کی زندگی بھی اب تمہارے ہاتھ میں ہے۔

فتح خان بتنی کا قتل:

القصہ جب میاں سلیمان نے فتح خان کو قتل کیا تو آدم خان کو طلب کیا۔ میاں بایزید نے کہا کہ آدم خان کو میاں نے خود کہلا بھیجا ہے میاں سلیمان اسکو زندہ نہ چھوڑتا مگر اس بناء پر بھیج دیا۔

میاں بایزید کا حسد:

اور میاں بایزید کے فتح خان سے دل گیر ہونے کی وجہ یہ تھی کہ جس وقت میاں سلیمان دہر پر جا کر راجہ مکند کے مقابل ہوا تھا اور میاں سلیمان اور راجہ کے درمیان دریا تھا۔ تو اس کنارے پر دریا بہت مضبوط تھا۔ اسی دوران میاں سلیمان نے اپنے چھوٹے بیٹے کہ جس کا نام داؤد تھا اس کو فتح خان کے حوالے (کر دیا)۔ فتح خان نے اپنے لوگوں سے کہا کہ میاں سلیمان نے پہلے تو اپنے بیٹے کو حوالے کر دیا ہے۔ مجھے چاہیے کہ میں اپنا کام کروں۔ پھر اس طرح تیار ہو کر اس دریا کے سر پر جا کر پل کو سو جگہ سے توڑ دیا کہ سارا پانی بیچ میں سے ہٹ گیا۔ یہ خبر میاں بایزید تک پہنچی کہ فتح خان نے اس طرح کے کام کیے ہیں۔ پس میاں بایزید نے حسد کی وجہ سے کہا کہ خان بھی دایہ گیری میں قدم رکھ دیا ہے۔ اسی روز سے وہ فتح خان سے بد دل ہو گیا اور اس ٹوہ میں تھا کہ ایسا کام کروں کہ فتح خان مارا جائے۔ آخر بہانے سے اس کو قتل کروا دیا۔

کالا پہاڑ وغیرہ کا فرار:

القصہ جب فتح خان کو میاں سلیمان نے قید کر لیا تو یہ خبر میاں الہداد و کالا پہاڑ تک پہنچی۔ اس وجہ سے ہی کالا پہاڑ بھاگنے کے لیے تیار ہو گیا اور میاں فیروز خان و قطب خان جو دونوں کالا پہاڑ کے بھانجے تھے۔ اور لشکر کا تمام انحصار وغیرہ انہی دو اشخاص پر تھا انہوں نے کالا پہاڑ کو منع کیا کہ آپ کو بھاگنا نہیں چاہیے۔ میاں الہداد نے انکے جواب میں کہا کہ فتح خان ہمارے ساتھ ہو کر میاں سلیمان سے دھوکہ کھا گیا۔ اس وقت کہ جب اسے قید کر کے قتل کر دیا تو میں کس طرح یہاں رہ جاؤں۔ آخر دونوں نے منع کیا مگر اس نے نہیں مانا۔ پھر دونوں نے کہا کہ ہم اس وجہ سے کہہ رہے ہیں کہ میاں سلیمان نے دو بوڑھی عورتیں بھیجی ہیں وہ آ کر تیرے سر پر

(افسونی) چمکا کر تجھے لے جائیں گیں اور میاں سلیمان ہمیں اسی وقت قتل کر دے گا۔ القصہ کالا پہاڑ اوڑیسہ کی طرف بھاگ گیا اور میاں سلیمان بھی اس کے پیچھے لگا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ آخر میاں سلیمان نے میاں لودھی خان اور داؤد بتنی کو جو دونوں ہی بڑے لوگ اور بوڑھے تھے انکو کالا پہاڑ کے پاس بھیجا کہ بتاؤ کہ تم کیوں بھاگے اور ملک میں فساد کر رہے ہو۔ غرض کہ جس طرح سے بھی ہو اس کو میرے پاس لے آئیں اور میں خود بھی تمہارے پیچھے آ رہا ہوں۔ میاں لودھی خان اور داؤد بتنی دونوں افراد میاں کالا پہاڑ کے پاس گئے اور ہر طریقے سے پند و نصائح کرنے لگے کہ تو کیوں بھاگ رہا ہے۔ اس پر میاں کالا پہاڑ نے انکی بات سن لی۔ جب میاں فیروز خان و دولت خان نے دیکھا کہ کالا پہاڑ انکی بات سن رہا ہے وہ اپنے اپنے گھر گئے اور اپنی عورتوں کو قتل کرنے پر تیار ہو گئے کہ یہ شور شرابہ میاں الہداد تک پہنچا کہ وہ دونوں شخص اپنے گھرانوں کو قتل کر رہے ہیں۔ میاں الہداد نے جلدی جلدی جا کر ان کو منع کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا کہ دو بوڑھی عورتیں تیرے سر پر آئیں گی اور (افسونی) چمکائیں گی۔ تو چلا جائے گا۔ اس پر میاں الہداد اور میاں حسن نے افسوس کے ساتھ کہا کہ تو جا کر میاں لودھی خان اور داؤد خان کو زنجیریں ڈال کر عماری پر بٹھا۔ آخر ان دونوں کو طوق ڈال کر عماری پر بٹھا کر اپنے ساتھ لے بھاگے۔ جب اوڑیسہ میں دامن کوہ میں پہنچ گئے تو اس جگہ میاں سلیمان کالا پہاڑ کے قریب آ گیا اور انکے مابین پانچ کروہ کا فاصلہ رہ گیا۔ اس وقت میاں الہداد و کالا پہاڑ نے لودھی کو اور داؤد کو زنجیریں کاٹ کر میاں سلیمان کے پاس بھیجا کہ تم جا کر میاں کو ڈیرہ کروا کر کہو کہ میاں آگے جائیں میں پیچھے سے تیزی سے آتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اپنی جاگیر میں چلا جاؤں۔ سلیمان (؟) میں وہاں ایک سال رہوں جب سر سے ڈر دور ہو جائے گا تو اس وقت میاں کی خدمت میں آ جاؤں گا۔ پس میاں لودھی خان اور داؤد خان نے آ کر میاں سلیمان کو ڈیرہ کروایا اور کہا کہ وہ ابھی واپس آ جائے گا۔ آپ آہستہ آہستہ آگے جائیں میاں سلیمان نے جب یہ سنا تو ڈیرہ کر لیا۔ اسی دوران میاں کالا پہاڑ فرصت پا کر پھر بھاگ نکلا۔ میاں سلیمان پھر اس کے پیچھے بھاگا۔ اسی طرح سے پہاڑوں کے بیچ

میں پہنچ گئے۔ رتن پور کی جانب رخ کیا اور پیچھے پیچھے میان سلیمان تیز ہوگیا۔ آخر پہاڑوں کے درمیان میں کالا پہاڑ کے قریب ہوگیا۔ اسی روز میاں قطب خان کو کالا پہاڑ نے چنداول بنا دیا کیونکہ پیچھے لشکر آ رہا تھا اور میاں سلیمان کا بھتیجا یعنی خواجہ الیاس کا بیٹا کہ جس کا نام حسنو تھا وہ میاں سلیمان کا مقدمہ تھا۔ آخر میاں حسنو قطب خان تک پہنچ گیا اور میاں حسنو کے سواروں نے قطب خان کو تیر مار کر گرفتار کر لیا۔ پھر قطب خان نے سوار دوڑائے کہ میاں الہداد کو خبر کریں کہ میاں سلیمان کے سوار میرے تک پہنچ گئے ہیں اور پھر سے جنگ کرنے لگا۔ ان سواروں نے یہ خبر میاں الہداد کو دی۔ میاں الہداد نے انکی بات سنی اور چلتا گیا۔ جب اس شخص نے دیکھا کہ وہ جواب نہیں دے رہا تو ساکت ہوگیا اور جانے لگا۔ تب میاں الہداد نے جواب دیا کہ اے گیدی! دور ہو جا۔ میں بھی اسی فکر میں تھا۔ یہ بات کہہ کر اپنا سلاح طلب کیا اور اسے پہن لیا اور روانہ ہوگیا۔ جب سلاح پہنا تو اسی جگہ کھڑا ہوگیا اور فوج تیار کر کے اور ہاتھی آگے کر کے میاں سلیمان کے مقدمہ پر جا پڑا۔ آخر میاں سلیمان کے مقدمے کو اور ساری فوج کو مارا اور میاں سلیمان تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ پیچھے سے آیا تو کیا دیکھا کہ فوجی بھاگ رہے ہیں۔ اسی دوران قطب خان کے بڑے بھائی فیروز خان نے میاں الہداد سے کہا کہ اے میاں! اگر تجھے بادشاہی چاہیے تو میاں سلیمان تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ آیا ہے۔ اس کے پاس جا کر اسے قتل کر دیتے ہیں۔ میاں الہداد نے جواب دیا کہ میں میان پر نہیں چڑھائی کرونگا کیونکہ میں نہیں چاہوں گا کہ یہ (میرا) نام قیامت تک کے لیے بدنام ہو جائے۔ آخر فیروز خان نے پھر کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے جلد روانہ جائیں۔ اسی دوران کالا پہاڑ نے کہا اس کا ہاتھی ادبار کہاں ہے اور اس کا ہاتھی ادبار تو میاں سلیمان کی فوجوں کے درمیان دور چلا گیا تھا۔ فیروز خان نے کہا کہ ادبار ہاتھیوں پر چڑھ دوڑا ہے۔ اسی بناء پر ہاتھیوں نے اس کو جنگل میں کر کے لے گئے ہیں۔ دیگر لوگوں نے آہستہ سے کہا کہ ادبار میاں سلیمان کی طرف چلا گیا ہے۔ فیروز خان نے کہا کہ خاموش رہو کہ یہ میاں الہداد خوف زدہ ہے۔ یہ میری وجہ سے ہاتھی کو قتل کرنا چاہے گا۔ غرض کہ

اس جگہ سے رتن پور کی جانب تیزی سے روانہ ہو گئے اور میاں سلیمان بھی انکے تعاقب میں لگ گیا۔

میاں داؤد بتنی کا قتل:

اور میاں داؤد کالا پہاڑ کی قوم سے تھا۔اسی وجہ سے میاں سلیمان کا دل اس سے برا ہو گیا۔ پھر میاں داؤد کو کالا پہاڑ کے تعاقب میں روانہ کیا۔ جب میاں داؤد روانہ ہو گیا تو راستے میں ایک تنگ جگہ پر کوہستانی لوگوں نے اس کے آدمیوں کو مار دیا اور اس کا گھوڑا بھی لے گئے۔اور میاں داؤد بھی پہلے سے جانتا تھا کہ یہ (سلیمان مجھ سے) دل گیر ہے۔اسی وجہ سے کہا کہ مجھے بھی قتل کر دو۔ جب میاں سلیمان پیچھے سے آیا اور دیکھا کہ داؤد قتل ہوا پڑا ہے تو اسی جگہ سے اسے تابوت میں ڈال کر واپس لوٹ گیا۔

مبارا خان بتنی کا قتل:

القصہ میاں مبارا خان بتنی کالا پہاڑ کا رشتہ دار تھا اور جنوبی پہاڑوں کی مہم اس کے ذمہ تھی۔میاں سلیمان نے اثناء راہ میں خبر سنی کہ مبارا خان بھی متردد ہے اور تیرے سامنے نہیں آئے گا۔اس وقت مبارا خان کا نائب میاں سلیمان کے ساتھ تھا۔اس نے اس سے کہا کہ تو مبارا خان کو لے آ۔اگر اسے لے آیا تو وہی منصب تجھے دے دونگا۔آخر کار وہ روانہ ہوا اور بہر حال جانتا تھا کہ وہ میاں سلیمان کے حضور آجائے گا۔ جب مبارا خان آگیا تو مبارا خان کے اکیلے آنے کی وجہ سے اسے قتل کر دیا اور تمام بتنیوں سے بدظن ہو گیا اور میاں سلیمان کے لشکر میں بہت بڑے بتنی امراء تھے مثلاً فیروز خان بتنی و کالا پہاڑ و میاں داؤد و مبارا خان وغیرہ۔آخر کار میاں بایزید شہزادہ کو یہ کہلا بھیجا کہ فیروز خان تیرے آگے ہے اسے بھی قتل کر دو۔اور جب میاں سلیمان تھک کر واپس ٹانڈہ آ کر بیٹھ گیا تو مبارا خان کا نائب کہ جس سے وعدہ کیا تھا اس نائب مذکور نے میاں سلیمان کو یاد دلایا کہ بادشاہ نے مجھے اس کے منصب کا امیدوار کیا ہے کہ اگر تو مبارا خان کو لے آئے گا تو تجھے منصب دے کر سرفراز کروں گا۔میاں سلیمان نے ہنس کر کہا کہ وہ مبارا خان تھا۔ابھی تو بڑا پتھر اپنے سینے پر مار لے۔

کالا پہاڑ کے باقی حالات:

القصہ میاں کالا پہاڑ پانچ سوسواروں اور چار سو ہاتھیوں کے ساتھ رتن پور پہنچا تو راجہ رتن پور نے بدسلوکی شروع کردی اور کالا پہاڑ کے لوگوں میں سے جو دو شخص بازار گئے تھے انکو وہاں کے لوگوں نے مارا اور وہاں پر بھاٹ تھے۔ ان بھاٹوں نے انکی ہجو کی اور گالیاں دیں یہاں تک کہ برتن اور کپڑے بھی نہ دیئے۔ پھر میاں کالا پہاڑ چالیس ہزار روپیہ اس راجہ کو دے کر باندھو کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس جگہ پہنچ گیا تو اپنے قبیلے کو وہاں چھوڑ کر واپس رتن پور پر حملہ آور ہوا لیکن راہ راہ میں (کم گرد) اسوجہ سے تھوڑی سی (درنگی) ہوگئی اور اگر راستے میں (درنگی) نہ ہوتی تو راجہ کو زندہ پکڑ لیتا۔ آخر کار راجہ کا قلعہ توڑ دیا اور ''کادرہ'' ہاتھی کی اسی جگہ دروازے پر سونڈ کاٹ دی۔ بہر حال وہ اسی زخم سے مر گیا۔ نیز میاں قطب خان بھی شہید ہوگیا۔ غرض کہ قلعہ کا محاصرہ کیا اور میاں الہداد نے فرمایا کہ تمام بھاٹوں کو قتل کردیں اور انکی عورتوں اور بیٹیوں کو قید کرلیں۔ لہذا سارے بھاٹ قتل کردیئے گئے اور انکی عورتوں اور بیٹیوں کو قید کرلیا گیا۔ اسی دوران دو تین روز میں اس راجہ کو ہر جانب سے مدد مل گئی اور ایک پہاڑ جو شہر کے قریب تھا اس پر اکٹھا ہوکر پھر سے ظاہر ہونے لگا۔ آخر میاں الہداد خان و فیروز خان و حبیب خان کہ جو دونوں بھانجے تھے انکو لشکر دے کر فرمایا کہ ان پر حملہ کریں اور جنگ کریں۔ انہوں نے جاکر جنگ کی اور کافروں کو شکست ہوئی۔ بہت سے مارے گئے۔ ان کافروں کے مارے جانے سے راجہ کے قدم اکھڑ گئے۔ اس نے عاجزی سے آکر چالیس ہزار روپیہ جو ان سے لیا تھا اور چالیس ہزار مزید اور تمام ہاتھی میاں کالا پہاڑ کو دے دیئے۔ یہاں تک کہ ایک بھی مادہ ہتھنی اپنے پاس نہ رکھی اور خود میاں الہداد و کالا پہاڑ کے ساتھ ہوکر دیگر تحصیلوں کے راجاؤں پر حملے شروع کردیئے۔ پھر میاں الہداد نے سپاہی بھرتی کرنے شروع کردیئے اور ہر جانب سے سپاہی آنے لگے اور ان کو رکھ لیا۔ یہاں تک کہ بہت زیادہ طاقت پکڑ لی اسی دوران میاں الہداد نے کہا کہ میرے پیٹ میں تھوڑا سا درد ہو رہا ہے۔ جو راجے وہاں موجود تھے انہوں نے کہا کہ طبیب حضرات موجود ہیں۔ پھر ان طبیبوں نے گولی دی اور اس گولی میں

ایک (بلادی) رکھ دی کہ ایک دو روز میں مر جائے۔ مرتے وقت اس نے میاں فیروز خان کو ایک لاکھ روپیہ دے کر کہا کہ تو اکبر بادشاہ کے پاس چلا جا۔ میاں سلیمان تجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ وہ (فیروز) جا کر اکبر بادشاہ سے مل کر اپنے وطن میں جا کر بیٹھ گئے۔ وہ (فیروز) جہانگیر بادشاہ کے وقت تک زندہ تھے (2) اور میاں حبیب سے کہا کہ تو اس دولت اور بچوں اور ہاتھیوں وغیرہ کو اپنے ساتھ لے کر میاں بایزید کے پاس چلا جا۔ انہوں نے سارے گھوڑے اور بچے وغیرہ میاں بایزید کے سپرد کر دیئے۔ باقی واللہ اعلم بالصواب۔ حضرت خواجہ حافظ فرماتے ہیں کہ:

بیت

جہاں وکار جہاں جملہ ہیچ در ہیچ است　　　ہزار بار من این نکتہ کردہ ام تحقیق (3)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 130:

میاں سلیمان کا وفات پانا

وفات:

میاں سلیمان ٹانڈہ میں تھا کہ ایک روز چوگان بازی کے لیے گیا جب چوگان ہاتھ میں پکڑی تو اسی وقت سینے میں شدید درد پیدا ہو گیا۔ لہذا چوگان ہاتھ سے چھوڑ دی اور گھر آ گئے اور ایک دو دن زندہ رہ کر آخر عشاء کے وقت نماز پڑھ کر جیسا کہ قدیم عادت تھی کہ وتر نماز تہجد کے وقت ادا کرتے تھے لیکن اس شب کو وتر نماز عشاء کے ساتھ ادا کیئے۔ جب تکیہ سرہانے رکھا تو وظیفہ پڑھنے لگے اور ایک دو بار کندھے کو ہلایا پھر جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ آخر لوگوں نے اسی جگہ دفن کر دیا۔ (1)

قطعہ

ہر کہ آمد در جہانی پر زشور — عاقبت می بایدش رفتن بگور
گرتو کوری گور می بین گفتمت — یکزمان بیکار منشین گفتمت

میاں سلیمان کرلانی کا کردار:

اور میاں سلیمان کی روش یہ تھی کہ جب ایک گھڑی رات رہ جاتی تو بیدا ہو کر وضو کرتے اور نماز تہجد ادا کرتے۔ یہاں تک کہ کنیزیں بھی اٹھ جاتیں اور وضو کر کے نماز پڑھتی تھیں اور جس جگہ بھی سفر کرتے تو میاں سلیمان پوچھتے کہ سفر کس وقت شروع ہو گیا۔ اگر کوئی کہتا کہ ظہر یا عصر کے وقت تو کہتے کہ جب تک پانچ وقت کی نمازیں نہ پڑھ لو سفر نہ کرو۔ جب میاں سلیمان نماز تہجد سے فارغ ہوئے تھے تو تلاوت مصحف شروع کرتے اور مصحف پڑھتے وقت بہت سے علماء طالب علم اور درویش ہوتے تھے۔ اور بعض ایک دو امراء بھی ہوتے تھے۔ جب مؤذن نماز فجر کی آذان دیتا تو وضو کرتے اور ان سب فضلاء کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرتے۔ اور جو کوئی وظیفہ ہوتا وہ اسی جگہ پڑھ لیتے اس کے بعد اٹھ کر باہر جاتے۔ اس کے بعد بڑے امراء آتے تھے۔ پھر ہاتھ میں تسبیح لے

کر بار عام (دیوان عام) میں آتے اور امراء اور سپاہی سلام کرتے تھے مگر جب تک اشراق کا وقت نہ آجاتا تب تک کوئی بات نہ کرتے ۔لوگ سلام کر کے بیٹھ جاتے اور جس جگہ خود بیٹھتے تھے ۔وہاں بلند چبوترہ بنایا ہوا تھا۔ پھر بڑے لوگ بلند چبوترے میں بیٹھتے اور ان کے علاوہ لوگ نیچے بیٹھتے تھے۔ جب فتح خان بتنی آتا اور نیچے سے سلام کرتا تو میاں سلیمان تعظیماً کھڑے ہو جاتے تھے اور جب فتح خان اونچے چبوترے پر آجاتا تو پھر اٹھ کر اسے اپنے پاس بٹھاتے تھے ۔اور جب اشراق کی نماز کا وقت ہو جاتا تو ملازمین جائے نماز بچھاتے ۔ پھر نماز اسی جگہ ادا کرتے پھر بیٹھ کر وظیفہ کرتے۔ جب ہاتھ سے تسبیح رکھتے تو ملازمین ایک رومال میں پان رکھ کر انکے سامنے رکھتے ۔میاں سلیمان وہ رومال میاں فتح خان کے سامنے رکھتے ۔ پھر فتح خان اس رومال سے دو بیڑے لے لیتے ۔وہ رومال واپس میاں سلیمان کے آگے رکھ دیتے جب میاں سلیمان بیڑہ پان کی جانب ہاتھ بڑھاتے تو عرضیاں لانے والے آگے آتے اور عرض کرتے ۔ پھر میاں سلیمان انکی تمام عرض کو سن کر جواب دیتے۔ وہ پھر عرض کرتے تو پھر جواب دیتے ۔اس طرح سے تین مرتبہ جواب دیتے ۔اگر وہ نہ سمجھتا تو فرمایا کرتے کہ اراکین دولت کے پاس جاؤ۔اسی دوران تاجو اور بایزید کے جو میاں سلیمان کے روبرو کھڑے ہوتے تھے ۔وہ کہتے کہ اے بھائیوں !ابھی وقت نہیں ہے۔ دوسرے وقت پر آنا۔ جب دن کا ایک پاس گھڑی بج جاتا تو اس جگہ سے اٹھ جاتے اور اندر جا کر وضو کر کے چاشت کی نماز ادا کرتے ۔اور لوگوں کو کھانے کے لیے بلاتے ۔ جب علماء اور طالب علم اور امراء آتے تو مجلس میں آ کر کھانا کھانے بیٹھتے ۔اور ہندی و ولائتی کھانا اور ہر دستر خوان مجلس میں آتا (یہاں تک کہ شیر و چیورہ (3) بھی آتا)۔اور اس وقت کھانا کھاتے اور ہر قسم کی (زختہا) سامنے لائی جاتیں ۔اگر کوئی مجلس کے آخر میں آتا تو وہ بھی سیر ہو کر کھاتا ۔جب کھانے سے فارغ ہوتے تو لوگ کھانے کو دستر خوان میں باندھ لیتے اور ہر شخص جو کھانا باندھ لیتا تھا اس سے میاں سلیمان بہت خوش ہوتے تھے۔

غرض کہ انصاف اور داد گیری میں اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ کہتے ہیں کہ اکثر اوقات شاہ میرک سور (یا مور) خیل (4) اور میاں سلیمان میں خوش طبعی ظرافت ہوا کرتی تھی ۔ایک روز میاں سلیمان و شاہ میرک بیٹھے تھے کہ شاہ میرک نے کہا کہ میں نے بہت سی عورتیں خوش شکل نادر اندام اکثر جگہ پر سیر کرتے ہوئے جگہ جگہ اس اس طرح کی خوبصورت دیکھیں ہیں ۔میاں سلیمان نے اس کو جواب میں کہا کہ تو نے کیا دیکھی ہونگیں ۔ ہماری طرح نہ دیکھی ہوگی۔ خصوصاً فلاں

دنوں میں میں نے سنا ہے کہ ملک ترہوٹ میں ایک زناردار عورت ہے جو بہت خوبصورت ہے ۔آخر پندرہ سو روپیہ اس کے ماں باپ کو دیکر میں خوش ہونے آ گیا(5) ۔جب میری نظر اس پر پڑی تو اس کی غایت جمال سے دیکھ نہیں سکتا تھا۔اور میں نے بہت زیادہ خوش شکل اور خوب چہرہ کے مناظر دیکھے تھے مگر اس کے جمال سے تو میں حیرت میں پڑ گیا ہوں اور اس کا تو دیکھنا بھی بہت مشکل ہے۔اسی دوران میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو اتنا کالا ہے اور بڑھاپے پر بھی پہنچ گیا ہے۔صد افسوس ہے کہ تو اس ماہ رو کو پیوند لگائے گا۔میرے نفس نے کہا کہ تو بادشاہ ہے تجھے کیا ڈر ہے اور ایسی سی ماہ رویان کنیزیں اور (داہان) لے لے۔اس میں کیا شرم کی بات ہے۔اس بارے میں میری اپنے نفس سے جنگ شروع ہوگئی ۔آخر میں اپنے نفس پر غالب آ گیا۔اچانک میری زبان پر قسم آئی کہ یہ میری بیٹی ہے۔اس کو بیٹی کہہ کر واپس پندرہ سو روپے اس کے دامن میں رکھ دیئے اور اس کو اس کے گھر بھیج دیا اور اس کی قوموں کو میں نے لکھ بھیجا کہ اگر کوئی اس سے بے شرمی کرے گا تو اس کو خاک سیاہ کردونگا۔یہ میری بیٹی ہے۔غرض کہ جب کھانا کھاتے تو محل کی جانب جاتا پھر ملہی چاشنی گیر اپنے گھر کی جانب روانہ ہو جاتا اور ملہی کے ساتھ دو دبیر ہاتھ میں کاغذ وقلم پکڑ کر جاتے تھے۔ اور اسی دوران جس کسی کو کچھ درکار ہوتا تو وہ ملہی سے کہتا کہ مجھے پانچ (استار) مصری چاہیے یا کوئی دوسرا شخص کہتا کہ مجھے چار (استار) چینی چاہیے اور کوئی اور شخص کہتا کہ مجھے دس (استار) شرینی چاہیے۔غرض اسی طرح ہوتا لوگ اس طرح سے کہتے اور میاں ملہی دبیران سے کہتا کہ لکھ لو۔جب میاں ملہی اپنے محل میں جاتے تو دبیران واپس آ کر تمام لوگوں کو انکے لکھے ہوئے کے مطابق وزن کر کے دے دیتے۔ایک بار میاں سلیمان شکار کے لیے گئے تھے تو (حاضری) کے وقت کھانا پہنچ گیا جب (سقرہ) پر بیٹھے اور ملہی چاشنی گیر نے پیش شدہ کھانے کی ترغیب دی تو کھانا شروع کیا کہ اسی دوران ایک فقیر کالے نیزے اور ایک خادم کے ساتھ آیا۔اور اچانک مجلس میں آ کر بادشاہ کے پاس جانے کا قصد کیا۔جب بادشاہ نے دیکھا تو مذاق سے کہا کہ اے ملہی! تیرا باپ آیا ہے۔ملہی نے اچانک لبالب روٹیوں سے بھرا ہوا ایک طشت فقیر کو دے دیا اور فقیر نے مجلس سے باہر آ کر ایک خادم کو جو مجلس سے باہر کھڑا تھا اسے دے کر کہا کہ یہ تیری بخشش ہے۔پھر دوبارہ میاں سلیمان کا قصد کیا اور میاں سلیمان نے پھر سے کہا کہ اے ملہی! تیرا باپ پھر آیا ہے؟ملہی نے غصہ کرتے ہوئے اس کو لکڑی ماری۔پھر اس فقیر سے کہا ''درست ہے۔بادشاہوں کے سامنے مناسب نہیں ہوتا کہ ہاتھ دھوئے بغیر چلے جائیں اور کھانا

کھائیں''۔ پس وہ پوری تیزی سے باہر گیا اور اس جگہ جہاں طشت اور آفتابہ رکھا ہوا تھا وہاں جا کر اپنے ہاتھوں کو دھویا اور پھر آ گیا۔ اسی وقت جب ملہی نے اسکی جانب غصہ کر کے نظر کی تو بادشاہ نے فرمایا کہ اے ملہی! آنے دے۔ آخر اس (فقیر) نے بادشاہ کے ساتھ کھانا کھایا۔

بیت

درین وراق زبر حد نوشتہ اند بزر — کہ جز نکوی اہل کرم نخواہد ماند (6)

میاں سلیمان کے ملک میں کسی جگہ ویران جنگل نہ تھا سب جگہ آبادیاں تھیں۔

بیت

قارون ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت — نوشیروان نمرد کہ نام نکو گذاشت (7)

عہد اکبری کا فوجی لباس

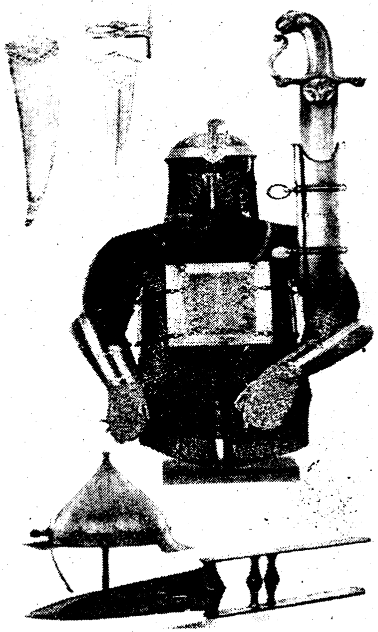

حکایت نمبر 131:

میاں سلیمان کی ذہانت جو میدان مردان پر استادگی نہیں کی اور میاں بایزید کی بادشاہی

کرلانیوں کی مغلوں کے مقابلے پر بزدلی

اور حق سبحانہ وتعالٰی نے میاں سلیمان کو ہزار ہزار ہاتھیوں اور ایک لاکھ سواروں کا مالک بنا دیا تھا اور ہر طرح سے مال وملک میں مضبوط کر دیا ۔ لیکن وہ مغلوں کے میدان میں ہرگز نہیں گیا تھا۔ یہاں تک کہ میاں فتح خان بتنی نے کہا کہ میاں مان تو مغلوں کے خلاف روانہ ہو کیونکہ تیرے بعد اور کوئی نہیں ہے کہ مغلوں کے مقابلے پر میدان میں استادگی دکھائے۔اور مغل جیسے پہلے تھے آج بھی ویسے ہی ہیں جبکہ افغان جیسے پہلے تھے آج اس سے سو مرتبہ بہتر ہیں تم روانہ ہو تا کہ افغانوں کا کام بن سکے۔میاں سلیمان نے کہا کہ ہاں! خان میں بھی اس فکر میں ہوں۔جب فتح خان مجلس سے اٹھا تو میاں سلیمان نے عیب جوئی کی۔اور لودی خان کرانی نے بھی پٹنہ سے عرض داشت بھیجی کہ میاں سلامت! میرے پاس چالیس ہزار سوار ہیں آپ مجھے حکم کریں کہ میں مغلوں کے خلاف جاؤں اگر میں ان کا مقابلہ کرتے ہوئے قید ہو جاؤں تو میرے بعد آنے والا صاحب فتح ہوگا۔جب یہ عرض پہنچی تو پھر سے ایسا کہنے لگا کہ یہ رذیلوں کا استاد مجھے اپنی بہادری دکھاتا ہے اور گالیاں بھی دیتا ہے غرض کہ کرانیوں نے اپنی قوم کو قتل کرنے کے لیے بہت سی راہیں نکال لیں اور بے شمار طریقے ایجاد کئے لیکن بہادروں کے میدان میں نہیں جاسکتے تھے۔اسی وجہ سے کرانیوں کا نام بدنام ہوگیا۔آج بھی جب مغلوں کے درمیان افغانوں کی بات ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ کرانی کیسے لوگ تھے۔(1)

بایزید کی بادشاہی

جب میاں بایزید کو میاں سلیمان کی وفات کی خبر ملی تو وہ حاجی پور سے گور کی جانب

روانہ ہوا اور میاں گوجر سے کہا کہ تو یہیں ٹھہر جا اور خود روانہ ہو گیا۔ گوجر منگلی تھا اس نے اپنے بھائی انور کو میاں موسیٰ خان کے حوالہ کر کے بایو منگلی کا بھائی بنا دیا۔ اور میاں بایزید ٹانڈہ جا کر میاں سلیمان کی جگہ تخت نشین ہو گیا اور میاں سلیمان نے پہلے لودھی خان کو اپنے پاس بلایا تھا میاں لودھی خان تنہا سوار اسی جگہ تھا اور لودھی خان کی طرح بہت سے بڑے امراء وہاں تھے۔ لیکن جب میاں بایزید بادشاہ ہوا تو اتنے تکبر اور (تورہ) کا آغاز کیا کہ لوگ تنگ آ گئے۔ یہاں تک کہ میاں راجو کالا پہاڑ خورد جو سلام کے لیے آیا تھا اس سے میاں بایزید نے کہا کہ یہ راجو کس طرح ٹیڑھے سے قدم رکھتا ہے۔ میں ایسا کرتا ہوں کہ اس کی ٹیڑھی چال ٹھیک ہو جائے گی۔ جب میاں راجو گھر آیا تو اس کے بھائیوں اور عزیزوں نے کہا کہ تو بادشاہ کے حضور میں کس طرح چل رہا تھا اور کس طرح قدم رکھتا تھا۔ اس پر میاں راجو نے کہا کہ تم لوگوں کی عقل کم ہو گئی ہے۔ وہ مجھے دور کرنے کی بات کرتا ہے۔ وہ بادشاہ ہے۔ میں کیا کروں۔

بایزید کا قتل:

اس طرح سے لوگ تنگ آ گئے تھے یہاں تک کہ میاں حنسو وزیرزادہ میاں سلیمان اور بایزید پسر خواجہ الیاس نے دس پندرہ روز میں میاں بایزید کو قتل کر دیا (2)۔ حکیم سنائی نے کہا ہے کہ:

بیت

لالہ ء غافلی نہ بندہ ا دل سیہ، عمر کوتہ وخندہ (3)

اور میاں بایزید نے بڑے لوگوں کو بھی اس طرح سے تنگ کیا تھا کہ وہ اسی روش پر بے عزت ہو کر مرا۔ اس کے بعد جب اس کا دور ختم ہوا تو اس کی بیٹی مغلوں کو دیدی گئی۔ آخر لوگوں نے حنسو کو بھی قتل کر دیا۔

بیت

یکی خود نخواہی یکی کس مگیر میران کسی راو ہرگز نمیر
مبین چونکہ مورست یا کرفش است تو آن بین کہ جان دادنش ناخوش است (4)

مولوی نے فرمایا:

(گل مخور گل را مجو گل را مجو ز آنکہ گل خاراست دایم زرد رو (5)

اور میاں سلیمان کے بیٹے کو جوداؤد تھا بادشاہ کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 132:

داؤد کا لودھی خان کو میاں گوجر کے خلاف روانہ کرنا اور تمام ملک پٹنہ و حاجی پور کا لودھی خان کو دے دینا

جب داؤد بادشاہ ہوا تو میاں گوجر حاجی پور میں باغی ہو گیا۔ داؤد نے میاں لودھی کو نوازش کر کے تمام ملک پٹنہ اور حاجی پور دے کر رخصت کر دیا۔ جب لودھی خان پٹنہ آیا تو لوگوں کو حاجی پور کی جانب دریا عبور کرایا۔ پھر گوجر آ کر ان لوگوں کو جو دریا کے اس پار ہو گئے تھے لے گیا۔ اور جب میاں لودھی خان نے سنا تو کہا کہ خوش رہو! سلیمان کا بیٹا کام آیا ہے۔ پھر وہ خود قصبہ بار کی جانب گیا اور دریائے گنگا کے اس جانب ہو کر قلعہ در قلعہ قبضہ کرتا چلا گیا۔ جب وہ قریب آیا تو گوجر کو خبر ہو گئی اور وہ لودھی خان سے ملا۔ پھر گوجر کو پکڑ کر پٹنہ آ گیا اور پٹنہ سے اوجین جا کر ملک اوجین کو صاف کر دیا۔ اور میاں داؤد مونگیر آ کر بشکال روانہ ہوا۔ جب مونگیر آیا تو اتنی شراب نوشی کا آغاز کر دیا کہ لوگ سات روز یا آٹھ روز تک اس کی شکل نہ دیکھتے تھے کہ وہ کہاں ہو گا۔ (1)

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 133:

لودھی خان کا خان خانان منعم خان پر جانا

جب داؤد نے مونگیر میں شراب خوری کا آغاز کر دیا اور لودھی خان کو خبر ملی کہ اکبر بادشاہ گجرات گئے ہیں تو لودھی خان نے میاں حسن وجلال خان گدھوریہ وقاسم ومحمود ومیاں مرزا سروانی وغیرہ بہت سے بڑے بڑے امراء کو چالیس ہزار سواروں کے ساتھ لیا اور پھر لودھی خان خان خانان کی جانب روانہ ہوا۔ گنگا میں نوارہ (کشتیاں) تھیں اور خود اس کے کنارے چلتا گیا۔ اور خانان کے پاس زمینہ (زمانیہ) کے مقام پر ہزار سوار تھے پھر ان ہزار سواروں نے زمانیہ کے قلعے میں پناہ لی۔ اور لودھی خان نے قلعہ زمانیہ کا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے تنگ آ کر اپنے گھوڑے لودھی خان کو دے دیئے۔ پھر لودھی خان نے ان کو چھوڑ دیا۔ اور غازی پور سے مشرق کی جانب دو کروہ ایک دیہات ہے جس کا نام کہتوت (1) ہے اس جگہ جا کر خان خانان نے ڈیرہ ڈالا۔ اور خان خانان کے پاس بہت سے بڑے امراء اور لشکر تھا۔ پھر لودھی خان نے بھی ڈیرہ کے کنارہ پر خان خانان کا مقابلہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ اے افغانوں! تیار ہو کر آؤ۔ اور کشتیوں پر بیلداروں کو بٹھایا اور آتش بازی اور (کلندی ہا) رکھ دیں۔ اسی دوران خان خانان نے وکیل بھیجے کہ اے لودھی خان! ہمارے اور تمہارے درمیان بھائی چارہ ہے۔ اس طرح سے غصہ کیوں کرتے ہو۔ اس پر لودھی خان نے کہلا بھیجا کہ اگر تجھے میرے سامنے عاجزی کرنی تھی تو اس طرح اسلحہ بند ہو کر کیوں کھڑا ہے۔ اور خان خانان کے وکیلوں کی اس طرح کی باتیں نہیں سنیں۔ اور وہ ان سے منہ موڑ کر بیٹھ گیا تو وکیلوں نے میاں حسن کی جانب اشارہ کیا کہ یہ ہماری بات نہیں سنتا۔ تم پھر سے کوئی بات کرو تو حسن نے کہا کہ اے لودھی خان! وکیلوں کو بھی سنو۔ اس پر لودھی خان نے ہنستے ہوئے میاں حسن کے زانو پر ہاتھ مارا اور کہا کہ اے میاں! خدا کے لیے تم تماشا دیکھو۔ اس پر میاں حسن شرمندہ ہو گیا۔ اسی دوران لودھی خان کبھی وضو کرتا اور کبھی نماز پڑھتا اسی طرح دن گزار دیا۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ جبکہ مغل ہتھیار پہنے اور تلوار باندھے سارا دن ریت میں کھڑے رہے۔ اس بناء پر کہ اگر ہم بہت زیادہ ہلاک ہوں اور لودھی خان نے ہمیشہ یہ طے کر لیا تھا کہ جنگ کی کشتیاں وغیرہ مجھ سے آگے مغرب کی جانب رکھیں۔ جب مغرب کا وقت ہو گیا تو افغانوں کو پیچھے سے کشتیوں

سے نیچے لے آیا کہ علی الصباح عبور کر کے جنگ کریں گے۔اور بان آتش بازی اور بیلداروں اور کلندی ہا بھی اسی طرح کشتیوں میں رکھی ہوئی تھیں۔اور ایک چھوٹا دریا کھتوت کے نیچے سے نکل کر گنگا میں گرتا تھا۔اس راستے سے بعض ______ (2) جب رات کا ایک پہر گزر گیا تو جیتی کا تہہ کو بہت سے پیادوں کے ساتھ اور بیلداروں اور آتش بازی کو کشتیوں پر سوار کر کے کہا کہ چھوٹے دریا اور گنگا کے درمیان جا کر قلعہ تیار کریں۔جب میاں حسن اپنے ڈیرے پر آیا تو اس نے شراب خوری کی اور لودھی خان سے کہا کہ خان خانان کہتا ہے کہ این صلاح چہ سخن بمثل مردم ۔جب صبح ہوئی تو مغلوں نے دیکھا اور کہا کہ افغانوں نے اس جانب آ کر قلعہ بنالیا ہے۔پھر جگہ جگہ نقارے بجا کر فوجیں تیار کر کے قلعہ پر چڑھ آئے۔اور اس طرف لودھی خان نے کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا کہ سورۃ اخلاص پڑھیں۔جب مغل قلعہ پر پہنچ گئے تو اچانک قلعہ سے اتنی آگ برسائی کہ قلعہ سے صرف دھواں نظر آتا تھا۔نہ فوجیں نظر آتی تھیں اور نہ ہی گنگا۔جب ایک جماعت گزر گئی تو دھواں بیٹھ گیا۔افغانوں نے دیکھا کہ مغل دور کے دور ہی کھڑے ہیں اور قلعہ سلامت ہے۔اسی دوران لودھی خان نے کہا کہ چونکہ قلعہ میرے دبیر کے پاس ہے اس لیے ابھی افغانوں کو شکست نہ ہوگی۔اور کشتی پر بیٹھ کر دریا کے اس پار ہو گئے۔پہلے اپنے دور خیلان کو اور میاں گوجر کو دریا کے پار کیا اور اس کے بعد خود بھی دریا کے پار ہو گیا اور پھر دوسرا بڑا قلعہ بنانا شروع کیا۔پھر مغلوں سے تیر و بندوق اور گولوں سے جنگ کی۔پس مغل اپنے اہل وعیال کو لاہور کی جانب روانہ کرنے لگے اور اکبر بادشاہ جو گجرات گیا ہوا تھا اس لیے وہ اس بناء پر کہنے لگے کہ ہمارا بادشاہ جوان ہے ہم نہیں جانتے کہ کہاں گیا ہے۔ہمیں اہل عیال کی حفاظت کا خیال ہے۔ جب دوسری رات میاں حسن گھر گیا اور شراب پی تو کہا کہ اے دوستوں! حق بات کرنی چاہیے کہ یہ طریقہ شیر شاہ نے بھی پہلے کیا تھا۔غرض کہ مغل انتظار میں ہی تھے۔کہ جب ہمارا قبیلہ جونپور سے دو تین منزل آگے جائے تو اس وقت ہم بھی سفر شروع کرینگے۔اسی دوران اکبر بادشاہ کی قسمت و اقبال نے مغلوں کی مدد کی کہ مونگیر سے لودھی خان کو خبر ملی کہ داؤد خان نے یوسف پسر تاج خان کو قتل کر دیا ہے۔اور لودھی خان، تاج خان کا پرانا نائب تھا۔جس وقت تاج خان نے وفات پائی تو اس وقت جو کچھ مراتب تاج خان کے تھے وہ لودھی خان کو ملے کہ جس کسی کو تو یہ مراتب دے گا وہی اس کو پائے گا۔اور لودھی خان کے گھر میں تاج خان کا ماتم بھی ہوا تھا۔پھر تیسرے روز لودھی نے وہ مراتب بایزید پسر میاں سلیمان کو دیدیئے۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 134:

لودھی خان کا داؤد سے باغی ہونا

جب لودھی خان نے سنا کہ داؤد نے یوسف کو قتل کر دیا ہے اور جو امراء ہمارے ساتھ ہیں انکی جاگیروں میں تبدیلی کر رہا ہے اور مجھ سے بد دل ہو گیا ہے تو اس نے اپنی مجلس منعقد کی۔ اور میاں حسن و میاں قاسم خان و محمود مرزا سروانی سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیے۔ قاسم خان اور محمود مرزا سروانی نے کہا کہ پہلے تو داؤد کو دور کرنا چاہیے اور اپنا گھر صاف کرنا چاہیے۔ اس کے بعد اگر زندہ رہے تو جو ہم سمجھیں گے وہی کریں گے۔ اسی دوران میاں حسن نے کہا کہ یہ سب غلط رائے ہیں۔ لودھی خان تو یہ ملک داؤد کو دے دے اور تو خود اسجگہ سے منہ موڑ کے مت جا۔ مغل بھاگ رہے اور دو تین دن سے زیادہ نہیں رکے گیں۔ ملک دہلی تیرے ہاتھ میں آ رہا ہے۔ لہذا تو ملک دہلی کو پکڑ۔ میاں قاسم اور محمود مرزا سروانی نے پھر سے کہا کہ رائے تو یہی ہونی چاہیے کہ پہلے داؤد کو دور کر دیں۔ میاں حسن نے کہا کہ آپ لوگوں نے غلط سمجھا ہے اور درست بات نہیں کر رہے ہیں۔ ______(1) کسی نے خماری کہا تھا۔ آپ پھر پریشان ہونگے۔ اس وقت اگر افغان اپنے ہاتھ سے بازی جانے دیں گے تو وہ تمہارے ذمہ پڑ جائے گی اور افغانوں کی بنیاد ختم ہو جائے گی۔ لیکن لودھی خان یوسف کے مارے جانے سے بد دل ہو گیا تھا۔ اس نے میاں حسن کی بات (نہیں) سنی۔ اور خان خانان سے صلح کر کے داؤد کی جانب روانہ ہو گیا۔

بیت

نگویم چو جنگ آوری پایدار	چو خشم آیدت عقل بر جای دار
چو کاہل شود مرد ہنگام کار	ازان پس نباید چنان روزگار (2)

فربہ لوگوں کا مشورہ نہیں سننا چاہیے کیونکہ فربہ لوگ کاہلی کی وجہ سے خود بات جوڑ لیتے ہیں۔

بیت

بدنفس مباش بدگمان باش	وز فتنہ و شر در امان باش (3)

بیت

نکوی بابدان کردن چنانست — کہ بدکردن بجای نیکمر دان (4)

لیکن نیک فطرت شخص اپنی نیک فطرتی سے کام کرتا ہے چاہیے۔ کہ جب کسی کو برا جانیں کہ یہ برا ہے تو اسکے ساتھ ہرگز نیکی نہ کریں اور اس سے دوری اختیار کریں۔ کیونکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان ہے کہ من اعان ظالا سلطہ اللہ علیہ۔ اگر بروں سے نیکی کرے گا تو اس نیکی کے عوض برائی ہی کرینگے۔

بیت

اگر ز دست بلا بر فلک رود بدخوی — ز دست خوی بدخویش در بلا باشد (5)

بیت

خوی بد در طبیعتی کہ نشست — نرود جز بوقت مرگ از دست (6)

القصہ لودھی خان نے میاں سلیمان منگلی کو کشتی پر سوار کر کے روانہ کیا کہ تو جا کر گڑھی پر قبضہ کر لے۔ جب میاں سلیمان منگی نے گرہی پر قبضہ کر لیا تو داؤد مونگیر سے گرہی کی جانب آیا۔ اور میاں سلیمان نے داؤد ملاقات کی اور اسکے ساتھ مل گیا۔ جب سلیمان نے دیکھا کہ داؤد جو گرہی آ کر قابض ہو گیا ہے تو اس نے داؤد تو سے کہا کہ تو جا اور کوئی سبیل نکال۔ جب لودی خان نے گرہی پر حملہ کیا تو جلال خان گدھوریہ نے لودھی خان کے عقب پر حملہ کیا۔ اس پر لودھی خان نے میاں محمود کو بارہ ہزار سوار دے کر جلال خان کے خلاف بھیجا۔ میاں محمود دو ہزار سواروں کے ساتھ گدھور آیا اور جلال خان کے قبیلے کو قید کر لیا۔ اور جلال خان بھاگ کر سیور کی جانب چلا گیا اور وہاں سے اچانک رات کو میاں محمود پر شب خون مارا اور میاں محمود شکست کھا کر لودھی خان کے پاس آ گیا۔ پس لودھی خان گرہی کو چھوڑ کر جلال خان پر چڑھ دوڑا۔ پھر جلال خان گدھوریہ بھاگ کر پہاڑ میں چلا گیا۔ اور لودھی خان کے ساتھی بھی بھاگ کر داؤد کی جانب جانے لگے۔ جیسے میاں گوجر وغیرہ۔ جب داؤد نے سنا کہ لودھی خان لوٹ گیا ہے۔ تو اسی وقت وہ پٹنہ روانہ ہوا اور پٹنہ سے کوتہولی چلا گیا۔ لودھی خان نے روہداس اور شیرکوہ پر اپنا قبضہ کر لیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 135:

خان خانان کا لودھی خان کی مدد کو آنا اور پھر لودھی خان کا قتل کرنا

جب داؤد نے لودھی خان کا محاصرہ کرلیا تو اسی دوران خان خانان نے جونپور سے داؤد کے خلاف کوچ کیا۔ جب داؤد نے سنا کہ خان خانان آرہا ہے تو داؤد خان کوتھولی (1) سے واپس آگیا اور منیر کے نزدیک ڈیرہ کیا۔ خان خانان نے بھی آکر داؤد کے مقابل ڈیرہ لگایا۔ اسی دوران داؤد نے کچھ اچھے لوگ لودھی خان کے پاس بھیج کر کہا کہ ابھی تو زندہ ہے اور مغل افغانوں کے علاقوں پر قبضہ کررہے ہیں۔ تجھے چاہیے کہ تو جلد از جلد اس جگہ آجا۔ پھر لودیخان نے ان نیک لوگوں سے کہا کہ داؤد مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا لیکن جب تک مغلوں کو دور نہ کرے گا تب تک مجھے قتل نہ کرے گا۔ بہتر یہ ہے کہ میں چلا جاؤں۔ پھر لودھی خان نے آکر داؤد سے ملاقات کی۔ پھر اسی وقت حکم دیا کہ قلعہ درست کریں اور مغلوں کی جانب وکیل روانہ کئے کہ میرا بادشاہ جوان ہے۔ وہ چار ہزار ہاتھیوں کے ساتھ مجھ پر چڑھائی کررہا ہے۔ میں اسے روک نہیں سکتا۔ تجھے چاہیے کہ اپنا راستہ لے۔ تو خان خانان نے یہ کہلا بھیجا کہ اے لودھی خان! میں تیری وجہ سے آیا ہوں۔ اس وقت جو تو کہے میں وہی کرونگا۔ لودھی خان نے داؤد سے کہا کہ اسے کوئی چیز دے کر رخصت کریں۔ لیکن داؤد کو یہ فکر تھی کہ اب لودھی خان ہاتھ آگیا ہے پس کیا کیا جائے۔ اس پر نو دولتیوں (1) نے کہا کہ ایک روز بھی نہیں چھوڑا جائے اور اسے قتل کردیا جائے۔ پھر داؤد نے میاں حسن اور جلال خان کو بلا کر پوچھا کہ لوگ لودھی خان کو قتل کرنے پر راضی ہیں۔ آپ کیا کہتے ہیں میاں حسن نے کہا کہ افغانوں میں لودھی خان جیسا کوئی شخص نہیں ہے اور اگر لودھی خان کو قتل کر دیا تو افغانوں کی بنیاد بالکل باقی نہیں رہے گی۔ داؤد نے کہا کہ تم جو لودھی خان کی جگہ ہو۔ میاں حسن نے کہا کہ میں تو دیوانہ ہوں مجھے کوئی کام نہیں آتا۔ اور کرانیوں نے میرے بڑے فتح خان کو (بز) کی طرح ذبح کردیا۔ حالانکہ اس جیسا کوئی جوان نہیں تھا۔ اس وجہ سے لودھی خان کو قتل کرنے کے بارے میں کیا بات کروں کیونکہ اس طرح تو افغانوں کی بنیاد ہی اکھاڑ دونگا۔ یہ افغانوں کی غیرت (والی بات) نہیں ہے۔ اور جلال خان اس بات پر راضی تھا کہ لودھی خان کو قتل

نہیں کرنا چاہیے۔ پھر اس دن مجلس ختم ہوگئی اور دوسری رات نو دولتیوں نے آ کر قتل کرنا طے کر لیا۔ پھر علی الصباح لودھی خان داؤد کے دربار میں آیا جیسے ہی لودھی خان آ کر بیٹھا تو داؤد خان نے اندر سے قتلو خان وابراہیم (ترابدل) اور گوجر وغیرہ کو تیار کر کے بھیجا کہ لودھیخان کو پکڑ لیں۔ لودھی خان کمزور شخص تھا۔ لہذا قتلو خان وغیرہ تینوں اشخاص لودھی خان کے پاس آئے تو کہا کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ آپ لوگ اکھٹے بیٹھیں۔ اور قتلو خان کی کمر میں جو تلوار تھی اچانک وہ تلوار کمر سے کھول لی اور کہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قتلو خان طاقتور تھا۔ اس نے لودھی خان کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اے لودھی خان! ایمان ایمان۔ پھر کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پھر لودھی خان کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ جب یہ خبر خان خانان نے سنی تو اچانک جونپور کو بھاگا کہ اب یہ لوگ (افغان) ہم پر چڑھائی کرینگے۔ جب داؤد نے لودھی خان کو قتل کیا تو خود ہی خود اس جگہ سے پٹنہ کی جانب بھاگ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 136:

اکبر بادشاہ کا داؤد پر چڑھائی کرنا اور داؤد کا پٹنہ سے بھاگ جانا

جب مغلوں نے سنا کہ داؤد پٹنہ بھاگ گیا ہے تو وہ لوٹ کر داؤد پر چڑھ آئے اور پٹنہ کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران برسات رہی تھی کہ ایک روز سارے مہاوت داؤد کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اسی روز کے لیے تیاری کی تھی۔ ابھی برسات ہے اور راتیں تاریک ہیں چاہیے کہ ہمیں حکم دیجئے کہ ایک افغان ہمارے ساتھ ہو اور ہم مغلوں کے ڈیرے پر حملہ کریں ورنہ ہمیں معاف کریں۔ اور ہمیں اس جگہ قتل کر دیں۔ اسی دوران اگر ہم نے کام کر دکھایا تو اچھا ہے ورنہ ہاتھی ایسے نہیں ہیں کہ کسی کو پکڑیں۔ اور اگر ہمارے لشکر کے شب خون سے بھی ہاتھی باقی رہ جاتے ہیں تو اس کے بعد افغان قتل ہونگے۔ پھر فرمایا کہ بہت اچھا ہے میں ایسا ہی کروں گا لیکن شراب خوری کیوجہ سے اتنا شعور نہ تھا کہ کسی سے بات کر لیتا اسی دوران آدم خان پسر فتح خان پر غصہ کرنے لگا کہ اس کو پکڑ کر لے آؤ۔ اسی وجہ سے میاں حسن اور تمام بتنی (امراء) بھاگ گئے اور میاں قاسم خان وحمو دتو لودھی خان کے قتل پر ہی بھاگ نکلے تھے۔ پھر اکبر بادشاہ کو خان خانان نے طلب کیا کہ افغان زبوں حال ہیں۔ اس وقت بادشاہ کو آنا چاہیے۔ لہذا بادشاہ آ گئے اور میاں حسن جو پہاڑوں میں تھے وہاں اپنے قبیلے سے آ کر اکبر بادشاہ کے پاس آ گئے۔ اکبر بادشاہ بہت خوش ہوئے اور ایک رات میاں حسن کو شراب پلا کر پوچھا کہ یہ پٹنہ کس طرح سے فتح ہوگا۔ میاں حسن نے کہا کہ بہت آ-سان ہے۔ جب حاجی پور پر قبضہ کرینگے تب پٹنہ بھی ہرگز نہیں بچے گا اور اکبر بادشاہ نے اسی وقت لشکر کثیر کو کشتیوں میں بٹھا کر حاجی پور کی جانب دوڑا دیا۔ چند روز کے بعد حاجی پور پر قبضہ کر لیا۔ پھر رات کو داؤد خان پٹنہ مین سارے ہاتھی اور مال متاع چھوڑ کر ٹانڈہ بھاگ گیا مگر گوجر چالاکی سے چند ہاتھی پیش کر کے روانہ ہو گیا اور افغان جابجا منتشر ہو گئے۔ بعض تو پن پن کے پل سے گر کر غرق ہو گئے۔ بعض پہاڑوں میں چلے گئے اور خان خانان کو لقب ملا اور اکبر بادشاہ قصبہ بارتک آ کر واپس آگرہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب داؤد ٹانڈہ پہنچا تو سنا کہ خان خانان آ رہا ہے تو وہ ٹانڈہ کو چھوڑ کر اوڑیسہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ اسی دوران جہاں خان حلیم (1) تین ہزار سواروں کے ساتھ داؤد سے ملا اور کہا کہ تو کہاں جاتا ہے۔ پھر اسے واپس لوٹا کر دہر پور لے آیا۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 137:

کالا پہاڑ کا قاقشالان سے جنگ کرنا

جب خان خانان ٹانڈہ پہنچا تو تمام قاقشالان مثلاً مجنون خان و بابا خان و اکرام خان وغیرہ پندرہ ہزار سواروں کے ساتھ گھورہ گھاٹ کی جانب روانہ ہو گئے اور گھورہ گھات میں میاں کالا پہاڑ و بابو منگلی وجلال خان گدھوریہ ومیاں للو بتنی وشیر خان بتنی وشمس خان نیازی تھے۔ چونکہ قاقشالان کو ان پر مقرر کیا گیا تھا لہذا خان خانان خود پچاس ہزار سواروں کے ساتھ داؤد کے خلاف روانہ ہوا۔ جب قاقشالان گھورہ گھات کے نزدیک پہنچے تو میاں کالا پہاڑ ومیاں للو وغیرہ ینبوہ محل کے دیہات پر چلے گئے اور کالا پہاڑ کے نائب ابراہیم جو بڑے امراء میں تھا وہ کالا پہاڑ کا مقدمہ مقرر ہوا اچانک ہی جنگ شروع ہو گئی۔ آخر قاقشالان بھاگ نکلے اور جنگ جاری تھی کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ اسی دوران کالا پہاڑ کے بازو میں ایک تیر لگا اور ڈھیر سارا خون بہنے لگا۔ اس بناء پر وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ ابراہیم آگے بڑھ کر مغلوں کے مقابلے پر کھڑا تھا کہ ایک افغان نے آکر ابراہیم سے کہا کہ اے میاں! تو بددل نہ ہو۔ اب فتح تیری ہوئی ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ اگر فتح ہماری ہے تو کیوں میں بددل ہونگا۔ اس افغان نے پھر سے کہا کہ کالا پہاڑ کو تیر لگا ہے اور وہ مر گیا۔ اسی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ تیری فتح ہوگی۔ تو بددل نہ ہو۔ اسی دوران میاں قاقشالان جو دور کھڑے تھے ابراہیم نے اپنا گھوڑا انکی جانب دوڑایا۔ پھر وہ اس جگہ سے بھی بھاگ کر دور کھڑے ہو گئے۔ اس پر ابراہیم نے کہا کہ کالا پہاڑ کو عماری پر ڈال دو۔ کالا پہاڑ بے سدھ پڑا ہوا تھا۔ اچانک ہوش میں آکر بولا کہ اے تو کون! میری گردن (شکلید)۔ اس پر لوگوں نے ایک جلودار کو دوڑایا کہ وہ ابراہیم کو خبر دے کہ میاں کالا پہاڑ زندہ ہے۔ جب اس جلودار نے ابراہیم سے آہستہ سے کہا کہ میاں کالا پہاڑ زندہ ہے۔ تو میاں للو نزدیک تھا۔ اس نے اس جلودار کو چابک مارا کہ اے

گیدی! بلند آواز سے کہہ کہ زندہ ہے۔ اسی دوران رات ہوگئی تو اس جگہ جہاں پر قاقشالان کھڑے تھے وہ اپنی جگہوں پر مشعلیں جلا کر اور ان (مشعلوں) کو کھڑا کر کے بھاگ گئے۔ جب صبح ہوئی تو میاں بابو جو عقب میں تھے وہ بھی آ گئے۔ اور تمام افغان مغلوں کے تعاقب میں گور پہنچے۔ پھر گنگا عبور کر کے ٹانڈہ چلے گئے اور میاں کالا پہاڑ و میاں بابو نے فتح کی یہ خبر داؤد کو لکھی اور یہ بھی لکھا کہ تم ہرگز جنگ نہ کرنا۔ ہم بھی آپ کے پاس آتے ہیں۔

اکبر بادشاہ

حکایت نمبر 138:

داؤد گوجر کا جنگ کرنا

خان خانان جو داؤد کے خلاف روانہ ہو چکا تھا جب وہ نزدیک پہنچا تو داؤد کو خبر ملی کہ خان خانان آ رہا ہے۔ اسی دوران ڈھول اٹھی اور لوگوں نے کہا کہ مغل آ رہے ہیں تو اس نے دو سواروں سے کہا کہ تمہیں دیکھنا چاہیے کہ یہ جو ڈھول اٹھ رہی ہے وہ مغلوں کی ہے یا کسی اور کی۔ جب خبر لانے کے لیے سواروں کو دوڑایا تو اسی دوران میاں قتلو خان اور حسین سلحدار اور گوجر نے داؤد سے کہا کہ بادشاہ ہتھیار بند ہو لیں۔ جب سوار خبر لائے کہ آج مغلوں نے ڈیرہ لگایا ہے اور نہیں آ رہے تو داؤد بددل ہو گیا۔ لوگوں کو گالیاں دینے لگا۔ حسین سلحدار کو جسے اپنا خان خانان مقرر کیا تھا اسے گالیاں دے کر فرمایا کہ یہ گیدی خان خانان نہیں ہے پاخانہ ہے۔ اسی طرح لوگوں کو ماں بہن کی گالیاں دینے لگا۔ میاں بابو کہ جو فاتح ہو کر اس جگہ آ گیا تھا اس نے کہا کہ منگیوں کو زعم پیدا ہو گیا ہے۔ پھر وہ گالیاں دیتا ہوا محل میں داخل ہوا اور میاں گوجر جو وہاں کھڑا ہوا تھا قتلو خان نے گوجر کے پاس جا کر کہا کہ حق تعالیٰ نے کرم کیا کہ میاں بابو فتح کر کے آ رہا ہے۔ اب جنگ کیے بغیر ہی ہماری فتح ہو جائے گی۔ ابھی ہمیں جنگل کی جانب نکلنا ہوگا۔ پھر کہا کہ جنید نے ملک بہار پر قبضہ کر لیا ہے اور بارہ ہزار سواروں کے ساتھ حسین خان نے ملک حاجی پور پر قبضہ کر لیا ہے۔ خدا نے اپنے کرم سے ہمارا کام خود کر دیا ہے چند روز میں مغل باقی نہ رہیں گے۔ میاں قتلو یہ باتیں میاں گوجر کے سامنے کہہ رہا تھا لیکن گوجر نے کوئی جواب نہ دیا۔ قتلو خان نے کہا کہ اے گوجر! تو جواب نہیں دے رہا۔ شاید کہ اس دیوانے نے گالیاں دی ہیں۔ اس وجہ سے دل گیر ہو گیا ہے۔ پھر اسے دلاسا دینے کے طور پر کہا کہ اے گوجر! میں نہیں جانتا کہ تو دیوانے کی باتوں سے بددل ہوا ہے۔ بولا کہ اپنے غلام کو جو ہمیں چند گالیاں دیتے ہیں اس طرح سے دل گیر ہو جائیں تو پھر تو ہمارا کام ہو گیا ہے۔ دنیا کو غارت کیوں کرتا ہے۔ گوجر نے پھر جواب نہیں دیا اور اپنے مرنے پر قرار کر لیا۔ جب صبح ہوئی تو میاں گوجر چار سو قبایان کے ساتھ جو اس کے ہمراہ تھے اسلحہ پہن کر میدان میں کھڑا ہو گیا۔ خود مقدمہ پر آیا۔ دائیں جانب حسین سلحدار بائیں جانب جہان خان کو

رکھا اور داؤد قلب میں ہو گیا۔ سارے چھ ہزار سوار تھے۔ لہذا ان فوجوں کو تیار کر کے روانہ ہو گیا اور مغلوں کی جانب سے عالم اور لشکر خان مقدمہ تھے۔ اور خان خانان خود قلب میں تھا اور دائیں جانب قیا خان (اور دریائے) گنگا تھا بائیں جانب راجہ ٹوڈر مل تھا لیکن داؤد ہاتھی پر سوار ہو گیا اور شراب پیتے ہوئے آہستہ آہستہ روانہ ہوا۔ اسی دوران گوجر کا بھائی میاں الو جو داؤد کے ساتھ تھا اس نے کہا کہ بادشاہ! گوجر تیز روانہ ہو گیا ہے اور درمیان میں بہت فاصلہ ہو گیا ہے بادشاہ بھی تیز ہو جائیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہاں میں بھی تیز ہوتا ہوں۔ اسی طرح ہر بار میاں الو یہ بات کہتا اور بادشاہ اسی طرح سے جواب دیتا۔ جب بادشاہ سو گیا تو اس نے قتلو خان سے کہا کہ میاں گوجر دور چلا گیا ہے اور بہت زیادہ فاصلہ (درمیان میں) ہے بادشاہ سے کہو کہ تیز ہو جائیں۔ میاں قتلو نے کہا کہ تیرا بھائی اپنے سر پر خاک ڈال رہا ہے۔ پس میاں الو نے ایک سوار جہان خان کی جانب اور ایک سوار حسین سلحدار کی جانب دوڑایا کہ بادشاہ کہتے ہیں کہ آپ آہستہ کیوں چل رہے ہیں اور گوجر تیز جا رہا ہے۔ اور بھیل کو میاں گوجر کے پاس دوڑایا کہ بادشاہ ہم پر غصہ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ تیرا بھائی اتنا تیز جا رہا ہے اور آہستہ نہیں جا رہا۔ جب بھیل گوجر کے پاس گیا تو بات کہی۔ اس پر گوجر نے بھیل کو ایک چابک مارا اور کہا کہ اے گیدی! تو اور تیرا بادشاہ۔ اس پر بھیل ڈر کے پیچھے ہو گیا۔ پھر کہا کہ میں میاں الو کو کیا کہوں۔ پھر اس نے تھوکا اور کہا کہ الو سے کہہ دے کہ مجھے خدا پر چھوڑ دے۔ اور جب یہ سوار جہاں خان کے پاس گیا اور جہاں خان سے کہا کہ آپ آہستہ کیوں چل رہے ہیں تو جہاں خان نے گھوڑے کو چابک مارا اور راجہ ٹوڈر مل کی جانب دوڑا اور اچانک راجہ ٹوڈر مل (1) اور راجہ ٹوڈر مل کی فوج کو جا لیا اور خان خانان کے عقب پر لے گیا۔ اور حسین سلحدار قیا خان پر چڑھ دوڑا۔ قیا خان نے آگے بڑھ کر اتنے تیر مارے کہ بھاگ کر داؤد کے پیچھے آ گیا۔ میاں داؤد پر خان خانان کا مقدمہ کہ جس پر خان عالم اور لشکر خان تھے جب نزدیک آیا تو گوجر انپر چڑھ آیا اور انکے لشکر کو شکست ہوئی۔ ہر چند خان عالم اور لشکر خان نے ان کو اکھٹا کر کے کہا کہ اے لوگوں کچھ نہیں ہوا کچھ نہیں ہوا صبر کرو۔ لیکن فائدہ نہ ہوا اور تمام لشکر بھاگ گیا اور پھر نہ آیا۔ لہذا خان عالم اور لشکر خان کھڑے رہ گئے۔ افغانوں نے آ کر گریبان سے پکڑ لیا اور زمین پر گرا دیا اور ہاتھی کھول لیے۔ پھر گوجر خان خانان کی جانب بڑھا۔ جب قریب آیا تو خان خانان کا لشکر بھی شکست کھا گیا۔ کہتے ہیں کہ میاں گوجر خود خانان کے پاس آیا اور تلوار سے ایسا مارا کہ دونوں (کنف) ٹوٹ گئے اور گوجر و بہار خان منگلی کے پاس ایک بہت اچھا جوان تھا۔ اس سے

فرمایا کہ خان خانان کا سر کاٹ لے۔ بہار خان نزدیک گیا اور کہا کہ اے میاں! یہ بوڑھا ہے اور دنوں ہاتھ کٹ گئے ہیں۔اسے ہر گز تکلیف نہیں چاہیے۔

میاں گوجر کا قتل:

اسی دوران گوجر تھوڑے سے سواروں کے ساتھ رہ گیا۔مغلوں نے ہر جانب سے تیر مارنے شروع کر دیے اور گوجر ہر جانب دوڑ نکلا۔جس وقت کہ حسین سلحدار بھاگا۔تو داؤد کے پاس پہنچا۔اسی وقت وہ پیچھے سے بھاگ نکلا اور گوجر چاروں جانب سے مغلوں پر جا پڑا اور اسی جگہ قتل ہو گیا اور کچھ لوگ جو اس کے ساتھ باقی رہ گئے تھے وہ بھاگ نکلے۔(2)

دیوان ٹوڈرمل

حکایت نمبر 139:

خان خانان کا داؤد سے صلح کرنا اور خان خانان کا وفات پانا

جب چند روز کے بعد خان خانان کو زخموں سے فرصت ملی تو داؤد کے تعاقب میں روانہ ہوا اور جب داؤد کنک پہنچا تو خان خانان بھی پیچھے سے نزدیک ہو گیا۔ پھر جہاں خان (جیلم) نے پندرہ سو افغانوں سے مرنے پر قسم لی۔ جب یہ خبر خان خانان تک پہنچی تو ایک وکیل داؤد کے پاس بھیجا کہ میں تجھ سے صلح کرنا چاہتا ہوں اور ملک دیتا ہوں اور تھوڑی سی حد مقرر کر کے واپس جانا چاہتا ہوں۔ داؤد نے بھی قبول کر لیا۔ اسی دوران راجہ ٹوڈرمل نے خان خانان سے کہا کہ اب افغان زبون حال ہو گئے ہیں۔ چاہیے کہ ہم انہیں مار دیں۔ خان خانان نے جواب دیا کہ اے بقال! جب چار سو افغان پورے عالم کو غارت کر رہے تھے تو تو کہاں تھا۔ اس وقت کہ پندرہ سو افغان مرنے پر تیار ہیں ان کے قتل کرنے کا کیا حال ہو گا۔ آخر خان زمان نے صلح کر لی اور دریائے کانس بانس (1) پر تھوڑی سی حد بندی کر کے واپس گور آ گیا اور میاں بابو وغیرہ جو گور میں تھے وہ لوگ گور چھوڑ کر ٹپلاوہ کے مقام کی جانب چلے گئے۔ خان خانان گور میں تھے کہ پیٹ کا درد شروع ہو گیا اور چند روز مر گیا اور وہ امراء جو اس کے ساتھ تھے سب بہاگل پور آ گئے۔ اسی فرصت میں داؤد گنگا سے جھمل (2) کی جانب روانہ ہوا اور امراء جو منتشر ہو گئے تھے۔ وہ داؤد کے پاس آ گئے۔ میاں بابو بھی آ گئے۔

☆☆☆☆☆☆

حکایت نمبر 140:

حسن قلو خان وخانان واسمعیل قلی خان کا داؤد پر حملہ

افغانوں کا بنگالیوں سے اختلاف:

جب اکبر بادشاہ نے سنا کہ خان خانان وفات پا گیا ہے تو حسن قلی خان نے خان جہان کو اور اسمعیل قلی خان کو بہت سے امراء اور بے شمار لشکر دے کر داؤد کے خلاف روانہ کیا۔ وہ راج محل میں آکر داؤد سے مل ہو گئے اور داؤد کے پاس بہت سا لشکر جمع ہو گیا تھا اور تمام (لوارہ) (1) بنگالی اس کے ہمراہ ہو گئے تھے۔ اور داؤد کے لشکر سے کوئی گولہ مغلوں کے لشکر میں کسی جگہ پر جا کر گرتا تو اس جگہ سے مغلوں کا ڈیرہ اٹھ جاتا تھا مگر داؤد نے عین حالت جنگ میں خود یہ رائے قائم کر لی کہ بنگالیوں سے کہا کہ تم لوگوں نے دو سال سے کوئی پیسہ نہ دیا ہے۔ ابھی دو۔ اس پر بنگالیوں نے کہا کہ ہم اس جگہ جنگ کر رہے ہیں اور آپ گھروں میں ہمارے بچوں کو قید کر کے پیسہ وصول کر رہے ہیں۔ اس بناء پر تمام بنگالی اپنی کشتیاں لے کر اپنے گھروں کو جگہ جگہ روانہ ہو گئے۔ اور داؤد کے پاس ساٹھ ہزار سوار رہ گئے۔ لیکن اس نے پھر بھی مجلس منعقد نہیں۔

داؤد خان کی عیاشی:

ایک رات میاں جنید اور قلو خان اور میاں بابو وغیرہ گئے اور اس کی مجلس میں بیٹھ کر داؤد سے عرض کیا کہ بادشاہ دن کو ایک پاس (گھڑی) شراب نہ پیئے تا کہ افغان جنگ کریں ورنہ افغان جواب آ گئے ہیں اگر وہ لوٹ گئے تو کام ہاتھ سے نکل جائے گا۔ انہوں نے ہر چند کہا مگر اس نے قبول نہ کیا اور یہ کہتا رہا کہ تین چار روز دیکھتا ہوں۔ آخر سمجھانے سے اور (بجد) ضد (2) کرنے سے قبول کر لیا کہ میں علی الصباح جنگ کرتا ہوں۔ پھر اس رات تو افغانوں کی عید ہو گئی کہ علی الصباح بادشاہ جنگ کرے گا اور تمام رات اپنے گھر میں خطوط لکھتے رہے کہ اگر میں زندہ رہ گیا تو آجاؤں گا ورنہ اسی طرح کرینگے۔ تمام رات کتابت کرتے رہے اور غالیہ وعطر ایک دوسرے کے سر پر ڈالتے رہے اور غسل کرتے۔ جب آدھی رات گزر گئی اور پہلا

نقارہ بجا تو لوگ تیار ہو گئے۔ پھر جب ایک گھڑی رہ گئی اور دوسرا نقارہ بجا تو افغان اسلحہ پہن کر اور تلواریں باندھ کر اور فوجیں تیار کر کے میدان میں کھڑے تھے۔ اور اسی انتظار میں تھے کہ جب بادشاہ رکاب پر پیر رکھے تو ہم اچانک دشمن کی فوج پر حملہ کردیں۔ آخر داؤد بادشاہ باہر آیا اور اس نے سلاح پہن لی اور گھوڑے کو آہستگی کے ساتھ آگے کھڑا کردیا۔ جب سلاح پہن لی تو خواص (ملازمین) سے فرمایا کہ میرے جوتے لاؤ کہ میں اندر جاؤں۔ اسی دوران میاں قتلو خان اس کے پاس کھڑا تھا اور اس نے کہا کہ ہے ہے بادشاہ! کیا کرتے ہیں۔ بادشاہ نے رُکاب پر پیر نہیں رکھ پائے گا کہ افغان جنگ شروع کردیں گے۔ یہ اندر جانے کا کونسا موقع ہے۔ پھر اس نے گالی دی کر کہا اے گیدی! (3) تو مجھے بولنے نہیں دیتا۔ قتلو خان نے پھر آگے جا کر کہا کہ بادشاہ! آپ کیا کرتے ہیں۔ پھر اس نے قتلو خان کے منہ پر طمانچہ مارا۔ اس پر قتلو خان بادشاہ کے پیچھے لوٹ آیا۔ پھر بادشاہ نے قتلو خان کے سینے پر ایک گھونسا مارا پھر اندر چلا گیا۔ قتلو خان نے دروازے پر فریاد کی کہ بادشاہ! ایک دو گھڑی کے لیے آجائے ورنہ ساری قوم غارت ہو جائے گی۔ وہ اسی طرح سے فریاد کر رہا تھا کہ داؤد کی نوازی نامی حرم اندر جھانک کر بولی کہ بادشاہ شراب پی کر سویا پڑا ہے۔ پھر قتلو خان اس جگہ سے باہر آگیا اور افغانوں سے کہنے لگا کہ اے بھائیوں خدا کے قہر میں آگئے ہیں۔ تم جہاں چاہے چلے جاؤ۔ اس پر تمام افغان جو فوجیں تیار کیے آئے تھے وہ ادھر ادھر چلے گئے۔ جب چالیس ہزار سوار باقی رہے گئے تو افغان پھر سے متفق ہو کر آئے کہ ایک بار پھر اس سے بات کریں۔ آخر جو افغان داؤد کے پاس آئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ چلو بادشاہ ایک ساعت شراب خوری کرلیں اور گھوڑے پر سوار ہو جائیں کیونکہ اب ہم جنگ کرینگے اس پر اس نے قبول کر لیا کہ میں جنگ کرونگا۔ پھر اسی طرح نقارہ بجا۔ لوگ سوار ہو کر میدان میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ بادشاہ نے اندر سے (باہر) آکر سلاح پہنی۔ اس کے بعد اسی طرح سے جوتے منگوائے۔ پھر اس طرح سے قتلو خان سامنے آیا۔ پھر بادشاہ نے اس کو گالیاں دے کر اور طمانچہ مار کر اور گھونسہ لگا کر اندر چلا گیا۔ قتلو خان نے پھر کھڑے ہو کر فریاد وزاری کی اور پھر آکر افغانوں کو گالیاں دے کر کہا کہ خدا کے قہر و عذاب میں گرفتار ہو گئے ہو جہاں چاہے چلے جاؤ۔ اس پر افغانوں میں پراگندگی پھیل گئی اور وہ جا بجا متفرق ہو گئے۔ اس وقت نو ہزار سوار باقی رہ گئے۔ تب مغلوں نے دیکھا کہ ان کا کام خراب ہو گیا ہے تو وہ فوجیں بنا کر اور دلیر ہو کر داؤد کے ڈیرے پر آئے کالا پہاڑ وغیرہ تھوڑی سی جنگ کر کے بھاگ گئے۔ اور بادشاہ اسی طرح گھر میں سوئے پڑے تھے کہ میاں

بابو منگلی نے خبر کی کہ مغل آ گئے ہیں۔ پس بادشاہ نے فرمایا کہ اے دوست (3) کیا کریں کہ جنگ آج نہ ہو۔ بابو نے کہا کہ اب تو جنگ کو روکنا مشکل ہے۔ یہ بات کہہ کر چلے گئے۔ اور اسی دوران میاں نے داؤد کی چوکی میں پندرہ لودھی جو مبارا خان کے قبیلے کے تھے اور دریا خان پسر سلیم خان کاکڑ بھی تھا اور دریا خان ہمیشہ اپنے ہاتھ میں نیزہ رکھتا تھا انہوں نے جب دیکھا کہ ساری دنیا شکست کھا کر بھاگ گئی ہے تو وہ داؤد کو بستر خواب سے اٹھا کر گھوڑے پر سوار کر کے روانہ ہو گئے (4)۔ جب بازار میں پہنچے تو دیکھا کہ ان مغلوں کا بڑا ہاتھی آ رہا ہے۔ لہذا دریا خان نے گھوڑے کو تیز کر کے ہاتھی کو کاری ضرب لگائی۔ اس پر یہ ہاتھی چیختا ہوا بھاگ نکلا۔ وہ بولے کہ فتح ہو گئی ہے۔ جب مغلوں نے سنا اور دیکھا کہ افغان ہیں تو ہر جانب سے گھیرا کر کے تلواریں چلا کر گھوڑے سے اتار لیا۔ داؤد کو زندہ حسن قلی خان، خان جہان کے پاس لے گئے۔

داؤد خان کا قتل:

اور الیاس خان جو بچپن سے داؤد کے ساتھ رہا تھا وہ حسن قلی خان و خان جہان کے ساتھ تھا۔ جب داؤد کو اس کے سامنے لے گئے تو حسن قلی خان نے الیاس سے پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے؟ الیاس نے کہا کہ داؤد ہے۔ پھر حکم فرمایا کہ اس کا سر کاٹ دیں۔ جب وہ داؤد کا سر کاٹنے لگے تو حسن قلی خان نے کہا کہ میں داؤد کی عزت کرتا ہوں ورنہ بادشاہ اسے قتل کر دیتا۔

بنای دولت خود را کسی خراب کند — کہ شام می خورد و صبح کاہ خواب کند (5)

میاں جنید کے حالات:

اور داؤد کے قتل ہونے سے قبل میاں جنید پسر میاں سلیمان چہار پائی کے تکیہ پر بیٹھ کر حجامت کر رہا تھا کہ ایک گولہ چار پائی کے پایہ پر آن گرا اور پایہ ٹوٹ گیا اور میاں جنید کے پیر میں لگا۔ لہذا میاں جنید کا پیر بھی ٹوٹ گیا کہ اچانک مغل آ گئے اور داؤد مارا گیا۔ پھر میاں جنید ٹوٹے ہوئے پیر کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوا۔ کالا پہاڑ و قتلو خان و ابراہیم وغیرہ فرار ہو گئے اور پہاڑوں کی جانب روانہ ہو گئے اور راستے میں بہت سپاہ گری کی اور کچھ مغلوں کو بھی مارا اور ان کے گھوڑوں کو پکڑ لیا۔ اسی طرح جب پہاڑ تک پہنچے تو جنید کو انہوں نے چار پائی کے اوپر کر کے روانہ کر دیا۔ اور راستے میں بارش آ گئی تو جنید (روش باد گرفت برد) (؟) (6)۔ پھر کالا پہاڑ میاں جنید کا سارا مال

ومتاع لے کر نکل گیا۔

افغانوں کی آخری جنگ:

شہر بہرہ (7) میں معصوم خان (8) تھا۔اس سے جنگ کی ۔جب معصوم خان میدان میں آیا تو فاتح رہا کہ اچانک 'ادباد' ہاتھی سرکش ہوگیا۔سارے ہاتھی کے ہاتھی سواریوں کے اوپر بھاگے۔اس ہاتھی نے سوار کو گرادیا کہ اچانک اس ہاتھی کی گردن بند (گردن کی زنجیر) ٹوٹ گی اور مہاوت گر پڑے۔لہذا وہ اپنے ہی لشکر پر چڑھ دوڑے۔جب دوسرے مہاوت دوڑے کہ ادبار ہاتھی آرہا ہے تو اپنے ہی ہاتھیوں کے آگے آکر بھاگ نکلے۔لہذا تمام ہاتھی مہاوتوں کے بغیر ہوگئے۔سارے مہاوت ہاتھیوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔یوں کالا پہاڑ کے لشکر کو شکست ہوگئی۔ جب مغلوں نے دیکھا کہ انکے لشکر کو شکست ہوگئی تو مغلوں نے اچانک پلٹ کر تیر بازی شروع کردی۔کالا پہاڑ اسی جگہ میدان میں مارا گیا۔

اس دن سے کرانیوں میں کوئی دوسر باقی نہ رہا ہے۔اور وہ حسن خان کے ساتھ پڑا ہوا تھا۔آخر کار مغلوں نے افغانوں کے گھروں کو تاراج کرنا شروع کردیا۔بہت سا مال غنیمت لے کر داؤد کے ساتھ دہلی میں داخل ہوئے۔(9) اس وقت سے چغتائی مغلوں کی عملداری تمام ملک ہندوستان پر ہوگئی اور افغانوں کی بنیاد کمزور ہوگئی۔(10)

☆☆☆☆☆☆

اختتام:

نسخہ افسانہ شاہان بوقت پانچ گھڑی مکمل ہوا۔ دن شنبہ تھا۔ تاریخ سولہ 16 بہر سواری سنہ 6 جلوس والا بمطابق 1136 ہجری (11)۔ بادشاہ محمد شاہ غازی خلد اللہ ملکہ حشمتہ وسلطنتہ بعون الملک الوہاب از خط (بقلم) فقیر عاجز کشن لعل ولد ہیرا رام ولد جگدیش داس کا تبہ (کاتب) تائید عرفی لکھیا ساکن موضع مانکپور شہر پرگنہ بھاگپور سرکار مونگیر وصوبہ بہار در بلدہ پٹنہ نقل شد۔ مالک الکتاب لالہ جیت رام جیو۔ (12)

نوشتہ بماند سیہ در سفید۔ نویسندہ را نیست فردا امید (13)

تمام شد **تمام شد** **تمام شد**

(دوسرے نسخے کا اختتام)

الحمد اللہ رب العالمین۔ تمام شد کتاب تاریخ افغانی بعون الملک السبحانی در 1189 ہجری۔ (14)

(اردو ترجمے کا اختتام)

الحمد اللہ۔ اردو ترجمہ افسانہ شاہان مورخہ 24 جولائی 2010ء بمطابق 11 شعبان 1431ھ بروز ہفتہ بوقت 12:23 دوپہر بقلم ڈاکٹر سعود الحسن خان روہیلہ بمقام لاہور مکمل ہوا۔

☆☆☆☆☆☆

تحقیقی حواشی

دیباچہ مصنف:

1۔ جو زمین و آسمان کا مالک ہے اور جن و انسانوں کا خالق ہے۔

2۔ ترجمہ:

آپ کا نام کیسا (مبارک) ہے جو ہستی (وجود) کا سبب ہے۔

آپ کے نام سے آگے اور کوئی نام نہیں ہے۔

آپ وہ ہیں کہ جن کی وجہ سے حضرت آدم پیدا کیے گئے۔

آپ کی وجہ سے عرش اعظم پیدا کیا گیا۔

جب ایک عالم میں آپ کا نور بھی نہیں تھا۔

تو خدا نے آپ کے لئے (ایک تو کیا) دو عالم پیدا کئے۔

نسخہ ''ب'' میں آغاز کتاب اسطرح سے ہے:

''بعد تحمید خداوند جہان نعت بر حضرت سید دوران وصلی اللہ علیہ وسلم''

(خداوند جہان کی تعریف کے بعد حضرت سید دوران صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو)

فاتحہ فکرت و ختم سخن — نام خدا ایست برو ختم کن

(فاتحہ پڑھو اور بات ختم کرو) — (خدا کا نام آپ پر مکمل کرو)

سابقہ سالار جہان قدم — (دوسری سطر مسخ ہے)

(پہلے سالار جہان کے قدم مبارک)

ای ہمہ ہستی ز تو پیدا شدہ — خاک ضعیف از تو توانا شدہ

(یہ ساری ہستی آپکی وجہ سے پیدا ہوئی) — (کمزور حقیر مٹی آپکی وجہ سے طاقتور ہوگئی)

(یہاں حضرت آدمؑ کے تخلیق کی جانب اشارہ ہے۔ مترجم)

ای ز ازل بودہ و نابود ما — وای باید زندہ و فرسود ما

(آپ تو ازل سے موجود تھے اور ہم غیر موجود تھے)

(اور آپ زندہ رہیں گے اور ہم فنا ہو جائیں گے)

ای کشائندہ خزانہ جود — نقش پیوند کارگاہ وجود

(اے جود و سخا کے خزانے کھولنے والے) — (پیدا کرنے والے کے نقش کے وجود کی نشانی)

کسی شخص میں اللہ کی حمد وثناء کرنے کی اتنی طاقت نہیں ہے کہ اگر درختوں کو قلم اور سمندروں کو سیاہی اور قرطاس کو ورق بنالیں تو بھی ایک ذرہ برابر (تعریف) نہ لکھ پائیں۔

3۔ چہار بیت یا چار بیت پشتو شاعری کی ایک صنف ہے۔ پشتو سے یہ صنف اردو میں بھی آئی ہے۔

4۔ ترجمہ: چاند کے رسولان کے بعد سورج کو
ابو بکرؓ سے زیادہ بہتر شخص کوئی نہیں ملتا۔
عمرؓ نے اسلام کو آشکار کیا
تو حق بہار کی طرح آ گیا
ان دونوں کے بعد پسندیدہ عثمانؓ تھے۔
جو شرم وحیا کے مالک اور دین کے محافظ تھے۔
چوتھے علیؓ تھے جو بتولؓ کے شوہر تھے۔
کہ جن کی تعریف بھی رسولؐ نے کی ہے۔

5۔ یعنی کہ شیعہ ہو جاتے ہیں جو صحابہ کرامؓ کے ناقد ہیں۔

6۔ ترجمہ:۔

بے چارے گدھے نے دم کی خواہش کی
دم تو نہ ملی بلکہ دونوں کان بھی گم ہو گئے

7۔ ترجمہ:۔

اسطرح سے یہ جاہ طلب جہلاء
جو علوی نسب ہونے میں جھوٹ سے کام لیتے ہیں
ان کے ماں باپ کا نسب تو ہوتا ہی نہیں
جبکہ بیٹا نسب جوڑنے میں لگ جاتا ہے۔
اس کا باپ شروع سے رزیل ہوتا ہے۔
مگر آج اس کا بیٹا عولی سید بن بیٹھا ہے۔

اسکی ماں لولی ہوتی ہے اور باپ لولا ہوتا ہے (یہ ہندو نسل کے نومسلموں کی جانب اشارہ ہے)

اور وہ دم مارنا شروع کر دیتا ہے۔
وہ خود کو مصطفیٰؐ کی نسل سے بنانے لگتا ہے
اور خود کو مرتضیٰؓ کی نسل بیان کرتا ہے۔
وہ یہ کہتا ہے کہ لوگ اس کے قول و فعل کو
............(یہاں ایک سطر کم ہے)
............(یہاں بھی ایک سطر کم ہے)
وہ ہر گھڑی جھوٹ بولتا ہے۔
بیٹا کش ہے اور باپ مکیرا تھا
مرتہی (گروی رکھنے والا) کو کتنے سال کی تاریکی تھی۔
کہ وہ اہل بیتؓ ہونے کے لائق ہی نہ تھا۔
بلکہ جہالت میں وہ تو ابوجہل کو بھی پیچھے چھوڑ گیا۔
ایک گدھے نے دوسرے گدھوں کو لات ماری
کہ میرا باپ تو رستم کا گھوڑا رخش ہے
ان میں سے ایک نے اس کو لوٹ کر جواب دیا
کہ تیرے گواہ تو بس یہ دو لمبے کان ہیں

8۔ ترجمہ:۔

تمام بادشاہ بغیر تاج و تخت کے
اور تمام شہریار بے رخت و قسمت کے
تمام عقاب بادشاہ کے ہاتھ پر
خود جاتے ہیں اور اپنے اوپر نگاہ دالتے ہیں۔

9۔ حضرت خواجہ غریب نواز کا اصل نام معین الدین حسن سنجری حلف غیاث الدین تھا۔ آپ سنجر (افغانستان) میں 535ء 1140ء میں پیدا ہوئے۔ خواجہ عثمان ہارون چشتی کے ہاتھ پر بیت کی 586ء 1190ء میں ہندوستان تشریف لائے۔ سلسلہ چشتیہ کے ہندوستان میں بانی ہیں۔ اجمیر شریف میں قیام فرمایا۔ 633ء 1236ء میں اجمیر میں فوت ہوئے۔

10۔ خواجہ زبیر برنی کے حالات کہیں نہیں ملتے۔

11۔ خواجہ بایزید بسطامی خراسان کے مشہور صوفی بزرگ گزرے ہیں۔ آپ 804ء میں پیدا ہوئے اور 874ء میں انتقال فرمایا۔

12۔ زندیق یعنی کافر۔ بے ایمان۔ ملحد (لغات کشوری ص 231)

13۔ اصل محاورہ ہے "دراصحاب اکثر جائیزۃ الکذب است" جس کا مطلب ہے کہ مبلغین کی اکثر باتیں لوگوں کو مبالغہ آرائی سے (beguile) کرتی ہیں۔

14۔ ترجمہ

بغیر عقل کا آدمی راہ میں بھٹکا ہوا ہوتا ہے۔
کہ راستہ دور تک اندھیرا اور پر چاہ ہے۔
علم اور دانش کا چراغ اپنے سامنے رکھ
ورنہ کسی قوم کو کسطرح (اپنے آگے) سرنگوں کر سکے گا۔

15۔ ترجمہ

کہ تجھے شرافت کی بھی عقل نہ تھی
نام جو تو بتا تا ہے وہ تیری تعریف کرتی ہے۔

16۔ خواجہ حافظ شیرازی، 1310ء 1325ء کے درمیان شیراز جنوبی ایران میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام شمس الدین محمد تھا۔ تصوف میں آپ کا بہت اونچا مقام تھا۔ شاعری میں کمال حاصل کیا۔ شیخ سعدی اور حافظ شیرازی دونوں فارسی ادب کے درخشندہ ستارے ہیں۔ آپ نے 69 سال کی عمر میں 791ھ / 90-1388ء میں انتقال کیا۔ آپ کا مزار بھی شیراز میں ہے۔ آپ کا دیوان بہت مشہور ہے اور اس سے فال بھی نکالے جاتے ہیں۔

17۔ ترجمہ

سرآب دور ہے۔ اس صحرا میں درخت سے پتے جھاڑ
تا کہ جنگل کے بھوت تیری 'بالو' کا دھوکا نہ کھالیں

18۔ شیخ اسمعیل حزیانی کے حالات کیلئے دیکھئے حکایت نمبر 78

19۔ نوشہ سے مراد ہے بادشاہ، نوجوان، نیا داماد، دولہا (لغات کشوری ص 547)۔ مصنف

نے آگے بیان کیا ہے کہ اس کی فارسی کچی ہے یعنی کمزور ہے۔۔اس نے ''نوالہ کو نوشہ لکھ دیا ہے۔ جو اس دور کے لہجے کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔ مصنف شیخ خلیل حقانی کی بیٹی کا بیٹا یعنی ان کا نواسہ تھا(حکایت نمبر 125)۔

20۔ شیخ خلیل حقانی کیلئے دیکھئے حکایت نمبر 125۔

21۔ مصنف نے اپنی کمزور فارسی کا ذکر کیا ہے۔اس کی فارسی تحریر کی غلطیاں جگہ جگہ ظاہر ہوتی ہیں جن ڈاکٹر حسین خان نے متن میں نشاندہی کی ہے۔

22۔ شیخ سعدی مرحوم کا پورا نام مصلح الدین مشرف بن عبداللہ تھا۔آپ کی شاعری کو دوام حاصل ہوا ہے۔ 1184ء میں پیدا ہوئے۔آپ کی جائے پیدائش بھی شیراز تھی۔ آپ نے بہت سیاحت کی یہاں تک کے سومنات (ہند) کا بھی دورہ کیا۔آپ کی تصانیف میں گلستان اور بوستان کو بہت شہرت حاصل ہے۔آپ نے 1283ء یا 1291ء میں وفات پائی۔

23۔ ترجمہ:۔

غرض کہ ایک نشانی ہے جو ہم سے یادگار رہ گئی۔
کیونکہ ''ہستی'' (وجود) کو تو میں باقی (رہ جانے والی) نہیں دیکھتا

24۔ ترجمہ:۔

میں عقلمند سے دنیا کا حال پوچھتا ہوں
اس نے کہا کہ یہ ہوا ہے یا خواب یا افسانہ ہے۔

25۔ مصنف شیخ محمد کبیر کے بیٹے کا نام

26۔ یہاں اپنے بیٹے کو سلطان محمود غزنوی سے تشبیہہ دی ہے۔

سلطان محمود غزنوی 375ھ/968ء کو پیدا ہوا۔389ھ/999ء میں تخت نشین ہوا۔ ہندوستان پر کوئی حملے کئے۔اوران حملوں کی وجہ سے ہندوستان کی سیاسی طاقت کافی کمزور ہوگی۔421ھ/1030ء کو فوت ہوگیا۔سلطان محمود کو محمد مورخین نے نیک کردار اور مصنف بادشاہ قرار دیا ہے۔یہی وجہ کہ مصنف نے اپنے بیٹے کی اس سے تشبیہہ دی ہے۔(تاریخ فرشتہ ص 96-56)

27۔ ترجمہ:۔

اس تازہ واقعہ سے دنیا خاک میں مل گئی ہے۔
سارے دل خون سے بھرے ہوئے ہین اور سارے جگر مٹی ہو گئے ہیں۔
اے دل واقعہ تازہ ہے جو کہ اس سال
جان کے باغ سے ایک تازہ پھول خاک کے نیچے ہے۔

28۔ ترجمہ:۔

جب سے کہ نظروں کے آگے سے جہاں کو دیکھنے والا میرا نور گیا ہے۔
کوئی ہمارے حال سے واقف نہ ہے کہ ہماری آنکھوں کے آگے سے تو دنیا ہی چلی گی

29۔ ترجمہ:۔

جب شیراز کی خاک سے گزرتا ہے تو
میں فلان سے کہتا ہو کہ میں زمین کا قیدی ہوں
اے سعدی جو مونس روزگار ہے۔
جاتا ہے یا نہیں جاتا میرے ضمیر سے۔

30۔ ترجمہ عربی شعر:۔

اے ہوا اٹھ اور اچھی طرح سے اُٹھ
ہمارے محبوب کو سلام پہنچادے
اور سلام و تحییت کے بعد کہنا
کہ تیرا خیال ہمیشہ میرے دل میں رہتا ہے۔

31۔ مصنف شدت غم سے خود کو ان الفاظ سے ملامت کر رہا ہے۔

32۔ ترجمہ: کاش کہ اس دن جب تیرے پیر میں موت کا کانٹا چُبھا

تو دنیا کے ہاتھ نے میرے سر پر ہلاک کر دینے والی ہوا چلا دی
یہاں تک کہ اس دن تک آنکھ تیرے بغیر دنیا نہیں دیکھتی
یہ میں ہوں کہ جو خاک کہ سر پر ہوں اور تو میرے سر پر خاک بن گیا ہے۔

33۔ ترجمہ:۔

جب وہ سیدھا سرو کاردانی ہو گیا تو

سروانگور کے درخت سے دیدہ بانی کرتا ہے
وہ چلا گیا اور مجھ خوش طبع کو غم زدہ کر گیا
بھائی نے بھائی کے ساتھ یہ کیا ہے
جانے والوں کی یاد میں دوستوں نے
بہاروں کے بادل سجا دیئے ہیں۔
بے رحم نے زخم جدائی ایسا لگایا
کہ وہ خوب بھی اس تکلیف سے آگاہ نہ ہوگا۔
پس اے دوستوں یہ کہنا چاہئے
اے بے کسوں کے دوستوں اور غریبوں کے یار
اگر ایک دوست بھی میرا حال دیکھ لے
تو میری موت پر میرے سرہانے بیٹھے
دوست ایک دوسرے کی قدر جانیں
کیا معلوم ہے کہ تشریح شروع سے آخر تک پڑھ لیں
دوست دوستوں کو یاد رکھتے ہیں
یہ وہ ایک دوسرے کو یاد رکھتے ہیں۔

34۔ ترجمہ:۔

اگر نوے سالہ بوڑھا مر جائے تو یہ عجیب نہیں ہے
یہ بہت سخت تکلیف کی بات ہے کہ یہ کہا جائے کہ جوان مر گیا۔

35۔ مجاز اُملک کہا ہے۔ یہاں مراد ہے حال

36۔ ترجمہ عربی:

اے عزیز! آپ کی خاطر تو میں سارے مصائب برداشت کرلوں میں اپنے اوپر وہ دن بھی برداشت کرلوں جب اس تکلیف کا سوچوں جو آپ کی جدائی سے ہوتی ہے۔ روایت ہے کہ یہ شعر حضرت فاطمہؓ نے اپنے والد حضرت محمد مصطفیؐ کی وفات پر کہے تھے (ڈاکٹر حسین ص 7)

37۔ ترجمہ:۔

جب دعا کرتا ہوں تو ایک جہاں چلا جاتا ہے
جب اس کے در پر جاؤں تو کیا فائدہ
زمانہ کتنا سنگدل اور بدگوہری ہے
جو خود پرور اور خود بشگری ہے۔

38۔ 'مار' پشتو میں سانپ کو کہتے ہیں۔ مصنف نے یہاں پشتو لفظ استعمال کیا ہے۔ 'ماری' یعنی ایک سانپ

39۔ ''پرتاب'' فارسی میں اس تیر کو کہتے ہیں جو دور جا سکے۔ اس سے مراد وہ فاصلہ بھی ہے جو تیر انداز کا اور نشانہ تیر کے درمیان ہو (لغات کشوری ص 82) یہاں مراد ہے جو تیر دور جا سکتا ہو اس سے بھی دوگنا یا تین گنا فاصلہ تھا۔

40۔ اس واقعہ کا صحیح ترجمہ نہیں ہوتا جس کی وجہ مصنف کی کمزور فارسی ہے جیسا کہ اس نے قبل ازیں تسلیم کیا ہے۔

41۔ ترجمہ:۔

موت کی قینچی نے اسکی عمر کی رسی کاٹ دی
موت کے دلال نے دنیا کے لوگوں کو بیچ ڈالا

42۔ ترجمہ:۔

اے دوست ہمارے درمیان جدائی حد سے زیادہ طویل ہوگئی ہے۔
آجا آجا! کہ میں تیرا غلام ہوں۔ آجا اے دوست

43۔ ترجمہ: میں اپنی قسمت کے ساتھ اتنا جھگڑالو کیوں ہوگیا
میں اپنے نصیب سے خود کیوں بھاگ گیا۔
مجھے اس کی جدائی سے اتنی شکایت ہے۔
میں اس جگہ حکائیتیں بھی جمع نہیں کرسکتا تھا۔
اس جگہ بات کرنا کس کے تئیں ہوسکتا ہے
اللہ تعالیٰ کس قدر بے نیاز ہے۔

حکایت نمبر 1:

ترجمہ: کسان بات کرتا ہو تو پہلی بات یہ کہے گا۔
کہ دنیا میں بُرائی کا تاج چھانگ لگا کر (لے لو)
جو کچھ میں نے اپنے گاؤں میں سر پر رکھا
وہ زمانے والوں کو دیا رہے گا
یہ بات قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے
کہ پہلوانوں کی داستانیں رہ جاتی ہیں
مگر ایک باپ کی یاد بیٹے کے پاس رہتی ہے
کہ تجھے بتاؤں کہ اچانک در بدر ہو گیا
کہ بزرگی کا نام جو اسکے سامنے آیا
تو اس کا اگلا قدم برتر تھا
تو پھر ایک داستان دوستوں کو سنا دے
کہ بادشاہی سے جو طاقت ملتی ہے
وہ ہر کوئی چاہتا ہے اور ہر وقت چاہتا ہے

2۔ **ہندوستان** برصغیر کو کہتے ہیں۔ آج یہ تین حصوں پاکستان (مغرب میں) بھارت (درمیان میں) اور بنگلہ دیش (مشرق میں) منقسم ہے۔ یورپیوں کے نزدیک دریائے سندھ ہندوستان سے شروع ہو جاتا تھا۔ اہل مشرق وسطیٰ بھی یہی خیال کرتے تھے۔ ہندوستان کے مورخین کے نزدیک خاص ہندوستان سرہند سے شروع ہوتا تھا۔ عہد وسطیٰ میں موجودہ یوپی اور ایم پی کا علاقہ ہندوستان کہلاتا تھا۔ جبکہ موجودہ برصغیر کیلئے زیادہ تر لفظ ہند استعمال ہوتا تھا۔ البتہ شاہجہان کے دور سے یہ سارا خطہ ہی ہندوستان کہلاتا تھا۔ بھارت کو انگریزی میں India مگر اُردو میں ہندوستان اور ہند آج بھی کہتے ہیں۔

3۔ ''روہ'' افغانوں کے وطن کا قدیم نام ہے۔ ماضی میں بلغ سے لیکر بھکر (موجودہ سکھر) اور

حسن ابدال سے لیکر قندھار تک کا علاقہ روہ کہلاتا تھا۔ (فرشتہ جلد ا ص 47) مختلف ادوار میں اس علاقے کی حدود وسیع یا محدود ہوتی رہی ہیں۔ آج یہ علاقہ پاکستان اور افغانستان کے درمیان تقسیم ہے

4۔ ترجمہ:

اپنے کام سے کام رکھتے ہیں اور بدحال رہتے ہیں
کم کھالیتے ہیں مگر کسی کی سرزش نہیں سنتے

5۔ ترجمہ:

نہ تو میں اونٹ پر سوار ہوں اور نہ ہی اونٹ کی طرح زیر بار ہوں
نہ میں عوام کا خواجہ (سردار) ہوں اور نہ ہی میں شہریار (بادشاہ) کا غلام ہوں

6۔ دریائے گمل یعنی دریائے گومل جو صوبہ خیبر بختونخواہ میں وزیرستان کے پاس ہے۔

7۔ افغانان، افغان کی جمع ہے۔

مخزن افغانی اور دیگر کتاب کے مطابق افغار بنی اسرائیل ہیں۔ اور سائنسی نقطہ نظر سے یہ بات درست بھی ہے۔ بنیامین بن حضرت یعقوبؑ کی اولاد سے ملک طالوت (ساؤل) تھے۔ جنکی تیسری پشت میں ایک شخص افغنہ گذرا جس کی اولاد افغان کر کے مشہور ہوئی۔ اسکی چالیسویں پشت میں حضرت قیس عبدالرشید تھے۔ جو مسلمان ہو گئے اور پٹھان کے نام سے مشہور ہوئے۔ اسی نسبت سے انکی اولاد کو ہندوستان میں پٹھان بھی کہتے ہیں (دیکھیے قیس پٹھان از ڈاکٹر سعود الحسن خان روہیلہ اور مخزن افغانی ص118)۔

8۔ سربنی، غرغشت اور بیٹنی

قیس عبدالرشید کے تین بیٹے سربن، غرغشت اور بیٹنی تھے۔ یہ تینوں حقیقی بھائی تھے۔ سربن کی اولاد سے غوریا خیل، دولت خیل داؤدزئی، خلیل، مہمند، محمد زئی اور، یوسف زئی وبریچ، ترین اور ابدال ہیں۔ ابدالی میں درانی پٹھان بھی ہیں۔ غرغشت کی اولاد میں کاکڑ بہت مشہور ہیں۔ بیٹنی کی اولاد سے سروانی، لودھی، سوری، جلوانی، نیازی اور دیگر قبائل ہیں۔ ایک روایت کے مطابق کرلانی بھی قیس عبدالرشید کا بیٹا تھا۔ اسکی اولاد سے کرلانی پٹھان ہیں۔

''سب سے پہلے قدیم زمانے'' سے مراد افغانوں کے آغاز کی بابت ہے۔ جبکہ آگے جو قصہ یتیم لڑکے کا آرہا ہے وہ سلطان سکندر کے دور کا ہے۔ اس یتیم لڑکے کے قصے کا سربن وغیرہ کے دور سے کوئی تعلق نہ ہے۔

9۔ آمدنی کی معلومات نئی ہے۔

10۔ شیخ بیٹ کے لڑکوں کے نام اشپون اور کجین تھے (مخزن ص 433)۔

11۔ بی بی متو شیخ بیٹ کی بیٹی تھی۔ اس کی شادی شاہ حسین سے ہوئی جو غور کا رہنے والا تھا۔ اس کے تین لڑکے ہوئے۔ پہلا غلزئی دوسرا ابراہیم عرف لودھی (لودھی) اور تیسرا سردانی۔ لودھی سے آگے نیازی، سیانی اور دوتانی پیدا ہوئے۔ سیانی کی اولاد سے نوحانی، شاہوخیل، یوسف خیل (بائی خیل) اور سوری ہیں۔ شاہوخیل سے سلطان بہلول ہے۔ یوسف خیل جسے بائی خیل بن کہتے اس سے دولت خان لودھی تھا۔ جس نے بابر کو دعوت دی اور سوری سے شیر شاہ سوری تھا۔ (مخزن ص 457-435)

12۔ متی افغانوں کی بہت بڑی شاخ ہے جس میں بڑے قبیلے آتے ہیں۔ جن کا ذکر اوپر حاشیہ میں آگیا ہے۔

13۔ بتینوں کے اس جنگ سے مراد غالباً کوئی قبائلی جنگ ہے۔ جس کا ریکارڈ اب موجود نہ ہے۔

14۔ نوحانی افغانوں کا مشہور قبیلہ ہے۔ لودھی اور سوری سلاطین کے دور میں اس نے سیاست میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ یہ لودھی افغانوں میں شمار ہوتے ہیں۔

15۔ یہ واقعہ سلطان سکندر کے دور (1489ء تا 1517ء) کا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے یہ یتیم لڑکا بیٹ (بیتنی) کا صلبی بیٹا نہیں تھا بلکہ اس کی آگے کی اولاد میں تھا۔

16۔ دولت خیل نوحانی قبیلے کی ایک شاخ ہے۔ (مخزن ص 450) یعنی دولت خیل بن یسین بن سما بن نوحانی۔

17۔ یجنی فیتی فی کلک قتل نسئی غربی میں افغانوں کی مثل کا ترجمہ ہے۔

حکایت نمبر 2

1۔ مئی قبیلے کا شجرہ اوپر بیان ہوگیا ہے۔

2۔کالا برداران:

مخزن افغانی جو کالا برادران کے تقریباً 250 سال بعد لکھی گئی ہے اس میں کالا کی اوپر کے پشتوں کے سارے نام ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے ملک کالا شاہو افغان کی نسل سے تھا۔ملک شاہو افغان کی بغاوت کا تذکرہ تاریخ فیروز شاہی میں بھی ہے (ص88-687)۔ یہ ملتان سے واپس روہ چلا گیا تھا۔تاریخ مبارک شاہی کے مطابق سلطان شہ لودھی کا خطاب اسلام خان تھا۔(تاریخ مبارک شاہی ص196)۔ یہ ہم عصر ماخذوں کا بیان ہے۔کالا برادران کا ہم عصر ماٰخذ کوئی نہ ہے۔لہذا ہمیں ثانوی ماٰخذوں پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔تاریخ شاہی،تاریخ شیر شاہی،تاریخ دولت شیر شاہی،طبقات اکبری،منتخب التواریخ،واقعات مشتاقی میں سلطان بہلول کے باپ اور دادا کا ذکر نہ ہے۔ یہ نام بعد کی روایات میں آئے ہیں۔تاریخ ابراہیم شاہی (جو ابراہیم لودھی کے دور میں لکھی گئی تھی) سے جب مخزن نے بہلول کے حالات نقل کئے تب بھی بہلول کے باپ کا نام نہیں لکھا (ص129)۔البتہ مخزن میں جب متی قبیلے کے انساب بیان کئے گئے تو ہمیں بتایا گیا ہے کہ ملک شاہو کا بیٹا احمد تھا۔احمد کے بیٹے ملک بہرام،ملک محمود اور ملک موجی تھے۔ملک بہرام کے دو بیٹے'الا' اور 'کالا' تھے۔الا لاولد فوت ہوا مگر ملک کالا کے محمد اور بہلول پیدا ہوئے (ص452-451)۔اگرچہ کتب تواریخ میں کسی جگہ محمد بن کالا کا ذکر نہیں ہے مگر افسانہ شاہان میں بہلول کی بھتیجی بی پری کا ذکر ہے۔جو یقیناً محمد بن ملک کالا کی بیٹی تھی۔اس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ مخزن کے نسب نامے کافی حد تک درست ہیں۔ جہاں تک ''الا'' کے بے اولاد ہونے کا ذکر ہے تو وہ مشکوک ہے۔کیونکہ مخزن کے مطابق سلطان شہ لودھی عرف اسلام خان جو بہلول کا چچا تھا اس کا بیٹا قطب خان تھا (30-129)۔سلطانہ شہ لودھی وہی ہے جس کو افسانہ شاہان نے ملک کالا خوردلکھا ہے۔جبکہ قطب خان کو اس کا بیٹا بتایا ہے۔جبکہ ملک کالا کلاں کو بہلول کا باپ لکھا ہے۔ممکن ہے کہ دو بھائی الا اور کالا نام کے تھے مگر افسانہ کی تحریر کے وقت دونوں کے ناموں میں مشابہت کی وجہ سے لوگوں نے دونوں کا نام کالا سمجھا ہو۔

'ملک کالا' اور 'ملک الا' کے نام مخزن میں ملنے سے افسانہ شاہان کے اس بیان کی

تصدیق ہوتی ہے کہ یہ دو بھائی ہم نام تھے۔ پھر انکے نام کے آگے محمد خان بھی درج ہیں۔فرشتہ کے بیان میں ہمیں ملک کالا کے ایک بھائی کا نام محمد بھی ملتا ہے۔فرشتہ نے بہلول کے پس منظر کو یوں نقل کیا ہے۔

''اس خاندان کی اصلیت یہ ہے کہ لودھی فرقے کے بہت سے افغانی گروہ کے گروہ ہندوستان میں تجارت کرنے آتے تھے۔ اسی افغانی گروہ میں ایک شخص جس کا نام ملک، بہرام تھا اور یہ بہرام لودھی کا دادا تھا۔ وہ اپنے بھائی سے ناراض ہوکر ملتان چلا آیا اور سلطان فیروز شاہ باربک کے زمانہ میں وہیں رہ پڑا۔ملک بہرام نے ملک مردان دولت (جو ملتان کا حاکم تھا) کی ملازمت کر لی۔ بہرام کو خدا نے پانچ بیٹے دیئے۔ جن کے نام یہ ہیں، ملک سلطان شاہ، ملک کالا، ملک فیروز، ملک محمد، ملک کواجہ ، یہ پانچوں بھائی باپ کے بعد بھی ملتان ہی میں رہے سلطان فیروز شاہ کے دور میں خضر خاں ملتان کا حکمران بن گیا اور ملک سلطان شہ خضر خان کی ملازمت کر کے افغانوں کے ایک گروہ کا سردار ہو گیا۔ سلطان شہ کی قسمت اچھی تھی خضر خان اور اقبال ملو کی جنگ میں ملو اقبال اور سلطان شہ کا مقابلہ ہو گیا۔ اقبال کا زوال شروع ہو چکا تھا لہذا وہ سلطان شہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ سلطان شہ خضر خان کے مقربین خاص میں شامل ہو گیا اور اسلام خان کے لقب سے سرفراز ہوا۔ سرہند کا حاکم بنا دیا گیا۔ بہرام لودھی کے باقی چاروں بیٹے بھی اپنے بھائی کے پاس رہنے لگے، ملک کالا بہلول کا باپ اپنے بھائی کی خاص توجہ سے دورالہ کا حاکم مقرر ہوا۔ ملک بہلول کی ماں جو ملک کالا کی چچازاد بہن بھی تھی، حاملہ تھی اتفاق سے مکان گر پڑا اور یہ بدقسمت عورت گھر کے نیچے دب کر مر گئی۔ چونکہ بچے کی پیدائش کا وقت قریب آ گیا تھا لہذا اس کا پیٹ چاک کر کے فوراً بچہ نکال لیا گیا۔ یہی بچہ بہلول لودھی تھا۔ اس کی حفاظت اور دیکھ بھال بہت اچھی طرح کی جانے لگی۔ اس کے بعد ملک کالا اور نیازی افغانوں میں جھگڑا ہو گیا۔ جس میں ملک کالا مارا گیا اور ملک بہلول جو اس وقت ملو کے نام سے پکارا جاتا تھا اپنے چچا اسلام خان کے پاس سرہند چلا گیا اور وہیں تربیت پائی۔ جب اس کی بہادری کے جوہر کھلے تو چچا نے اپنی بیٹی اس کے ساتھ بیاہ دی اور اپنے داماد کی تعلیم و تربیت کا بہت خیال رکھنے لگا (تاریخ فرشتہ II ص 385)

ہمیں یہ تو نہیں پتہ کہ فرشتہ نے یہ تفصیل کہاں سے حاصل کی ہے۔اس نے تاریخ ابراہیم شاہی سے استفادہ نہیں کیا ہے مگر ضروری نہیں کہ یہ تفصیل وہاں ہی موجود ہو کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو مخزن یا طبقات اکبری میں بھی اس کا ذکر ہوتا کیونکہ ان دونوں مصنفوں نے بھی اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔فرشتہ کا یہ بیان آگے سبحان رائے نے اپنی خلاصہ التواریخ میں نقل کیا۔

3۔ سنبل، نیازی افغانوں کی ایک شاخ ہے۔اس کا ذکر دیگر افغان تواریخ میں بھی ہے (دیکھیے تاریخ شیر شاہی ص 154-151 مخزن 445)۔

4۔ افغانوں کی عورتوں کا جنگ میں حصہ لینا مختلف کتب سے ثابت ہے (تذکرہ الابرار و اشرار ص: خلاصہ الانساب 54: واقعات مشتاقی ص 7)

5۔ یہ قدیم روایت ہمارے لیئے نئی معلومات ہے۔

6۔ کاتب سے سہو ہوا ہے۔ یہاں اصل میں سنبلان ہونا چاہیے۔

7۔ بجواڑہ، جالندھر کے دوآبہ میں سرکار جالندھر میں ایک محل کا نام تھا۔محل سے مراد گویا موضع ہے۔ابتدائی افغانوں کا یہ مظبوط مرکز تھا۔اور چودھویں صدی میں انڈیا کی مشہور تجارتی منڈی تھا۔

8۔ عموماً ایسی روایت بادشاہوں سے بعد میں منسوب کر دی جاتی ہیں اور انکی تخت نشینی اور عروج وزوال کو پیروں اور مذہبی شخصیات سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔ بہلول لودھی سے بھی ایسی باتیں منسوب ہے۔(مخزن ص 131-130 واقعات ص 3، داؤدی ص 4-3، شاہی ص 5-4)۔

9۔ ترجمہ:

جب تک تجھ پر کسی مرد (خدا) کی نظر نہ پڑے
تب تک تجھے اپنے وجود کی بھی کیا خبر ہوگی۔

10۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ آج بھی پٹھان پردیس میں چنے بادام اور پستہ وغیرہ فروخت کرتے ہیں۔

11۔ افغانوں میں بھیک مانگنے کا رواج بہت ہی کم ہے۔ وہ گرے سے گرا کام بھی کر لیتے ہیں تا کہ محنت کر کے کچھ معاوضہ مل سکے مگر بھیک نہیں مانگتے۔اسطرح سے یہ معلومات

کچھ عجیب لگتی ہے مگر طالبان کی جنگ کے بعد بہت سے افغان گداگری میں مصروف نظر آتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حالات انسان کو کچھ بھی کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ اس دور میں بھی افغانوں کی گداگری عجیب ضرور ہے مگر ناممکن نہیں۔

12۔ اسطرح کی کاروائیاں روہیلہ افغانوں نے بھی اپنے بالکل ابتدائی زمانے میں کیں اور جنگل کی لکڑیوں پر لوٹ مار کی تھی

13۔ ترجمہ:

ضرورت کے وقت جب فرار کا موقع نہ بچے
تو تیز تلوار کے دستے کو ہاتھ میں پکڑ لو

14۔ سرہند، پنجاب کا مشہور شہر ہے۔ یہ اب مشرقی پنجاب (بھارت) میں ہے۔

15۔ جموں، کشمیر کا شہر ہے۔ یہاں مراد ہے جموں کا نواحی علاقہ نہ کہ خاص شہر جموں۔

16۔ 'پتہان' لفظ کا استعمال بہت اہم ہے۔ یہ نبی کریمؐ کی جانب سے قیس عبدالرشید کو خطاب دیا گیا ہے۔ روایت ہے کہ آپ نے 'پتہان' خطاب دیا تھا۔ جس کا عربی میں مطلب ہے کشتی کا پیندا، اور فرمایا تھا کہ اسلام کی کشتی کا انحصار تمہاری اولاد پر ہوگا۔ یہ لفظ قیس کے ساتھ رہ آیا اور یہاں زبانوں کے اختلاف سے عربی کا 'بتان' ہندی میں 'پتان' اور پھر پٹھان ہو گیا جیسا کہ آج مستعمل ہے۔ یہ بات کا قابل ذکر ہے کہ مغلوں کے دور میں یہ پٹان یا پٹھان نہیں بلکہ 'پتہان' لکھا جاتا تھا۔ جیسا کہ یہاں درج ہے۔ مخزن جو 1612ء کو تصنیف ہے اسمیں بھی پتہان درج ہے۔ (ص654 اردو ترجمہ: فارسی متن جلد دوم ص)

17۔ یہ لودھیوں کی ابتدائی فوج کی تعداد ہے۔ بڑی اہم معلومات ہے۔

یہاں مراد ہے کہ اس علاقے پر کالا کے گروہ کا غلبہ ہو گیا۔ اوران کا اثر ورسوخ زیادہ ہو گیا۔

حکایت نمبر 3۔

1۔ یہ معلومات نئی اور اہم ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور کے افغانوں میں مذہبی شدت پسندی بہت کم تھی اسلئے انہوں نے ایک ہندو سے دوستی کر لی۔ حالانکہ اس

وقت اس وقت ہند پر مسلمانوں کی حکومت تھی۔ اسکے علاوہ اور بہت سے امراء مسلمان موجود تھے۔ مگر سیاسی مصلحت کے مطابق افغانوں نے ہندوؤں سے دوستی کی۔ اس واقعہ سے افغانوں پر مذہبی تعصب کے الزام کی تردید ہوتی ہے۔

2۔ لاہور صوبہ پنجاب کا صدر مقام ہے۔ بہت مشہور تاریخی شہر ہے۔ مسلم دور حکومت میں بہت اہمیت کا حاصل رہا۔ آج بھی ایک تاریخی' ثقافتی' اور اہم سیاسی مقام مانا جاتا ہے

3۔ راؤ دسرت جو خود ہندو تھا کا ان ہندوؤں کو'' کافر'' کہنا جن سے کالا نے جنگ کی تھی معنی خیز ہے۔ اس سے مراد ہے کہ اس دور میں'' کافر'' لفظ مذہبی معنوں میں نہیں بلکہ سیاسی مخالفت کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔

4۔ راؤ دسرت:

راؤ دسرت کا نام تاریخ مبارک شاہی میں جسرت شیخا کھر اور جسرتھ کھوکھر آیا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ شیخا اسلامی نام ہے ہندوستان میں نومسلموں کو شیخ کہتے ہیں جسرت شیخا کھوکھر کے حمایتی نومسلم قائم خانی راجپوت تھے جن کا ذکر آگے آئے گا۔ لفظ شیخا سے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جسرت نومسلم راجپوت تھا؟ تاریخ مبارک شاہی جو اسکی ہم عصر تاریخ ہے اس میں اسلام خان لودھی سے اس کا تعلق وتصادم بیان کیا گیا ہے۔ تاریخ مبارک شاہی کے مطابق 823ھ 1420ء میں کشمیر کے بادشاہ سلطان علی سے جسرتھ کا ٹکراؤ ہو گیا اور اس میں جسرتھ کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ اس کے حوصلے بڑھ گئے۔ جب اس نے فوج اکٹھی کر لی تو دہلی پر قبضے کا ارادہ کیا اور اسی دوران خضر خان (دہلی کے سید خاندان کا پہلا بادشاہ) نے 824ھ 1421ء میں وفات پائی جسرتھ نے دریائے بیاس وستلج کا دوآب عبور کر تلونڈی پر قبضہ کر لیا پھر اس نے لودھیانہ اور اوپر تک لوٹ مار مچائی۔ پھر اس نے جالندھر پر قبضہ کر لیا۔ اس ساری جنگ میں قبیلہ طوغان پٹھانوں کا ایک سردار بھی اپنی فوج (جو غالباً پٹھانوں پر ہی مشتمل تھی) کے ساتھ جسرتھ کھوکھر کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ پھر اس نے لودھیانہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ 824ھ میں 20 جمادی الآخر کو اس نے سرہند پر حملہ کیا اور ملک سلطان شہ لودھی جو سرہند کا امیر یا ناظم تھا وہ محصور ہو گیا۔ جسرتھ پوری کوشش کے باوجود سرہند فتح نہ کر سکا۔ اسی دوران نیا بادشاہ مبارک شاہ پسر خضر خان ملک سلطان شہ لودھی کی مدد کیلئے آیا

جسرتھ سرہند چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ شاہی فوج نے لودھیانہ کے پاس اس سے مقابلہ کیا مگر جسرتھ پھر سے بغیر لڑے بھاگ گیا۔ جسرتھ کے بہت سے سپاہی بھی مارے گئے۔ شاہی لشکر واپس آ گیا اور لاہور میں قیام کرتا ہوا مبارک شاہ دہلی کو روانہ ہوا۔ یہ محرم 825ھ دسمبر 1421ء کی بات ہے۔ شاہی فوج کے لوٹتے ہی جسرتھ نے پھر سے یلغار کی اور لاہور پر قبضہ کرلیا۔ مگر جلد ہی شاہی فوج نے اسے وہاں سے بیدخل کر دیا۔ چندروز بعد اس نے لاہور پر قبضہ کرنے کی پھر کوشش کی مگر ناکام رہا۔ رمضان 825ھ ستمبر 1422ء میں جموں کے راجہ بھیم نے جسرت پر حملے کئے۔ کیونکہ وہ مبارک شاہ سے وفادار تھا۔ مگران جنگوں کا کوئی فائدہ نہ ہوا اور جسرتھ اور راجہ جموں میں صلح ہوگئی۔ شوال 825ھ میں ملک سکندر تحفہ لاہور کا گورنر بن کر آیا اور اس نے کھوکھروں کی سرکوبی کی۔ (ص 300-295)

جمادی الاول 826ھ اپریل 1423ء میں جسرتھ کھوکھر کی راجہ بھیم والی جموں پھر جنگ ہوئی اور راجہ بھیم مارا گیا۔ جسرتھ کھوکھر نے تھوڑے سے مغل لشکر کو ساتھ ملا کر دیپالپور اور لاہور پر حملہ کیا اور لوٹ مار کی۔ اور واپس پہاڑوں میں چلا گیا۔ (ص 300-295)

ذی قعد 831ھ اگست 1428ء میں جسرت کھوکھر نے پھر حملے شروع کئے۔ اس نے کلانور قصبے کا محاصرہ کرلیا۔ پھر گورنر لاہور ملک سکندر تحفہ کو شکست دی۔ اس پر سلطان مبارک شاہ نے امیر سامانہ زیرک خان اور امیر سرہند اسلام خان لودھی کو ملک تحفہ گورنر لاہور کی مدد کیلئے روانہ کیا دریائے بیاس کے کنارے پر جسرتھ کو شکست ہوئی اور وہ دریائے چناب کے پار چلا گیا۔ (303-300)

ربیع الاول 835ھ نومبر 1431ء میں جسرتھ کھوکھر نے ملک سکندر تحفہ گورنر لاہور کو ایک جنگ میں گرفتار کرلیا۔ اور لاہور پر حملہ کر دیا۔ اسی دوران کابل کے تیموری گورنر شیخ علی نے ملتان کے علاقے پر حملہ کر دیا۔ جمادی الاول 835ھ جنوری 1432ھ میں مبارک شاہ نے پیش قدمی کی جس کی خبر سنتے ہی جسرتھ کھوکھر واپس چناب کے پار پہاڑیوں میں چلا گیا اور شیخ علی بھی لوٹ۔ ذی الحجہ 835ھ اگست 1432ء میں جسرتھ کھوکھر نے لاہور پر قبضہ کرنے کی ایک اور ناکام کوشش کی (331-328)

محرم 836ھ ستمبر 1432ء میں مبارک شاہ نے لاہور و جالندھر کے علاقوں پر ملک

الہداد لودھی کو مقرر کیا۔ اسی وقت جسرتھ نے بیاس عبور کر کے باجواڑہ (افسانہ شاہان کا بجواڑہ) پر حملہ کر کے الہداد لودھی کو شکست دے کر بھا دیا (ص 3-332)

9 رجب 837ھ فروری 1433ء کو مبارک شاہ بادشاہ قتل ہو گیا وراس کی جگہ محمد شاہ بن فرید شاہ بن خضر خان بادشاہ ہوا۔ (342-340)۔

تاریخ مبارک شاہی کے جو نسخے موجود ہیں ان میں جسرتھ کھوکھر کے بس یہی حالات درج ہیں۔ مصنف نے محمد شاہ خلف فرید شاہ کے حالات کافی تفصیل سے لکھے ہیں مگر اس کی کتاب ربیع الثانی 838ھ نومبر 1434ء تک حالات بیان کر کے ختم ہو جاتی ہے (ص 1-350) ان حالات میں اسلام خان لودھی کے بھی حالات ہیں۔

1434ء سے لیکر 1526ء یعنی بابر کے ابرہیم لودھی تک کے حالات ہمیں کسی بھی عصر تاریخ میں نہیں ملتے۔ یہ حالات ہمیں طبقات اکبری جو 94-1593ء میں لکھی گئی اور تاریخ فرشتہ جو 1612ء میں لکھی گئی میں ملتے ہیں۔ لہذا ہم انہی کی جانب رجوع کرتے ہیں۔

طبقات اکبری میں ہے کہ 840ھ 1436ء میں بادشاہ خود سامانہ گیا اور شیخا/جسرتھ کھوکھر کے علاقے برباد کرنے کیلئے فوجیں روانہ کیں (طبقات ا ص 421)۔

845ھ 1441ء میں محمد شاہ نے ملک بہلول لودھی کو دیپال پور اور لاہور کی گورنری اور جسرتھ کھوکھر کی سرکوبی پر مامور کیا۔ جسرتھ کھوکھر نے ملک بہلول سے صلح کر لی اور اسے سلطنت دہلی پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی۔ سلطان بہلول نے اردگرد سے افغان جمع کر کے دہلی پر حملہ کیا اور محاصرہ کر لیا مگر ناکام رہا۔ اور واپس چلا گیا۔ 847ھ 1443ء میں سلطان محمد شاہ کا انتقال ہو گیا۔ (3-422)

محمد شاہ کا بیٹا سلطان علاء الدین کے خطاب سے تخت نشین ہوا مگر وہ بہت کمزور تھا۔ 850ھ 1445 میں علاء الدین سامانہ گیا مگر بادشاہ جونپور کے دہلی آنے کی غلط اطلاع پر فوراً واپس دہلی آ گیا۔ 851ھ 1447ء میں اس نے بدایوں کا دورہ کیا اور وہاں محل بنایا۔ پھر 825ھ 1448ء میں بدایوں مستقل طور پر منتقل ہو گیا۔ اور شہر دہلی اپنے امراء پر چھوڑ دیا۔ جہاں بعد میں بہلول لودھی نے قبضہ کر لیا (ص 426-432)

طبقات اکبری میں جسرتھ کھوکھر کی ملک بہلول لودھ سے جنگوں کو بہت مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے۔فرشتہ نے اسکی تفصیل دی ہے۔

اسلام خاں نے دھیرے دھیرے ایسا اقتدار حاصل کرلیا کہ بارہ ہزار افغانی جس میں اس کے رشتہ دار بھی شامل تھے اس کی اطاعت گزار ہو گئے۔اگرچہ اسلام خن کے اپنے بیٹے موجود تھے مگر اس نے انتقال کے وقت یہی وصیت کی تھی کہ اس کا جانشین ملک بہلول لودھی مقرر کیا جائے۔اسلام خان نے محمد شاہ کے زمانہ ہی میں انتقال کیا۔ اسلام خان بعد اس کے ماننے والے تین گروہوں میں بٹ گئے۔افغانوں نے تو اسلام خان کی وصیت کی پوری پوری پابندی کی اور ملک بہلول کے خیر خواہ رہے اور بعض لوگ فیروز خان (جو اسلام کان کا بھائی تھا) کی طرفداری کرنے لگے۔کچھ لوگ قطب خان جو اسلام خان کا بیٹا تھا۔اس کی خیر خواہی کرنے لگے۔ان تین وارثوں میں سے ملک بہلول ہی کو جانشین بنایا گیا یہ اچھا جانشین ثابت ہوا اور دھیرے دھیرے اس نے پورا اقتدار حاصل کرلیا۔ملک فیروز نے قطب خان کو بالکل کمزور کردیا ورقطب خان اسی جھگڑے کی وجہ سے سرہند سے سلطان محمد شاہ کے پاس دہلی چلا گیا۔قطب نے خان نے درباری امیروں کے ذریعہ سے محمد شاہ کی خدمت میں عرض کی اکہ سرہند افغانی پٹھانوں کا مرکز ہو کر رہ گیا ہے۔جس کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ ملک میں شورش اور فساد بپا ہو جائے گا۔

محمد شاہ نے ملک سکندتحفہ کو ایک بڑی فوج کے ساتھ قطب خان کی سرکردگی میں سرہند بھیجا تاکہ ملک سکندر افغانوں کو دہلی بھیج دے اگر وہ بغاوت کریں تو انہیں سرہند سے جلاوطن کردیا جائے۔محمد شاہ نے جیرت کھکھر کے نام بھی اسی طرح کا ایک حکمنامہ بھیا جا افغانوں کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو وہ سب پہاڑوں میں جا کر چھپ گئے۔ جیرت کھکھر اور ملک تحفہ نے افغانوں سے کہلا دیا کہ تم نے کوئی ایسا قصور نہیں کیا ہے جو ادھر اُدھر خوفزدہ ہو کر پھر واس پر افغانوں نے عہد نامہ مانگا۔ملک تحفہ اور جیر کھکھر نے ایمان کی قسم کھا کر اپنے عہد کو سچا ثابت کیا۔تب ملک فیروز لودھی اپنے فرزند شاہین خان اور پانے بھتیجے ملک بہلول کو اپنے بال بچوں کی دیکھ بھال کے لیے چھوڑ کر خود قابل اعتبار شاہی امراء جیرت کھکھر اور ملک سکندر کے ہمراہ آگیا ملک سکندر اور جیر

نے ملک قطب خان کے بھڑکانے سے اپنا وعدہ توڑ دیا اور ملک فیروز کو قید کر دیا۔ نیز دوسرے افغانوں اور ان کے بال بچوں کو قتل کرنے کے لئے لشکر بھیجا۔ شاہین خان نے شاہی فوج کا مقابلہ کیا افغانوں کے بہت سے سپاہی تو شاہین خان کے ساتھ لڑائی میں مارے گئے۔ اور جو باقی رہے وہ زندہ گرفتار کر لیے گئے جو افغان مارے گئے تھے ان کے سر سرہند لائے گئے۔ ملک فیروز خان، جیرت کھکھر کو مقتولوں کے سر دکھا کر ان کے نام بتاتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ فیروز کی نگاہیں اپنے بیٹے شاہین خان پر پڑیں اس نے جیرت پر ظاہر نہ کیا کہ شاہین اس کا بیٹا ہے اور کہہ دیا کہ وہ اسے نہیں پہچانتا جیرت کے ملازموں نے جب کہا کہ یہ نوجوان بہت بہادر تھا اس نے جنگ میں بہت ہمت اور جوانمردی کا مظاہرہ کیا۔ یہ سن کر فیروز خان رونے لگا اس پر جیرت نے رونے کا سبب پوچھا۔ تب فیروز خان نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور میں نے اس خیال سے اس کو اپنا فرزند ظاہر نہ کیا کہ شاید اس نے جنگ میں بزدلی دکھائی ہو لہٰذا اب جب یہ پتہ چل گیا کہ اس نے بہت جسارت اور بہادری سے کام لیا ہے تو مجھے اس کو اپنا فرزند کہنے میں کوئی شرمندگی نہیں۔

اس نے یہ بھی بتایا کہ ملک بہلول اس جنگ میں شامل نہ تھا اور وہ ایک روز ان بے گناہوں کا بدلہ ضرور لے گا۔ جیرت نے سرہند ملک سکندر کو دیا اور خود پنجاب پہنچ کر اسیران جنگ کو دہلی بھیج دیا۔ جیرت کے جانے کے بعد ملک بہلول نے اپنے دوستوں اور خیر خواہوں سے روپیہ قرض لے کر افغانوں میں بانٹ دیا اور خود ایک گروہ کو لے کر لوٹ مار اور رہزنی کرنے لگا۔ تھوڑے ہی دنوں میں مغلوں اور افغانوں کے بہت سے گروہ بہلول لودھی کے پاس جمع ہو گئے۔ اسی عرصہ میں ملک فیروز بھی دہلی سے بھاگ کر بہلول سے آ کر مل گیا اور قطب شاہ بھی اپنی پرانی حرکتوں پر بہت پشیمان ہوا اور بہلول کا دوست بن گیا۔ بہلول نے دوبارہ سرہند پر اپنا قبضہ جمایا۔ محمد شاہ نے اس دفعہ حسام خان وزیر الملک کو ایک بڑی فوج کے ساتھ بہلول کے فتنہ کو ختم کرنے کے لئے بھیجا۔ موضع گڑھ میں جو خضر آباد اور شاہپور میں شامل تھا۔ ملک بہلول لودھی نے جنگ کی اور حسام خان کو شکست دے کر بہت قوت حاصل کر لی"۔ (تاریخ فرشتہ II ص 87-385)

اس ساری بحث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ افسانہ شاہان کے مصنف نے ملک کالا اور

بہلول لودھی کے بہت سے واقعات کو آپس میں غلط ملط کر دیا ہے۔ مگر افسانہ شاہان کی باتیں یکسر مسترد نہیں کی جاسکتیں۔ مثلاً بہلول اور جسرتھ کی صلح کا ذکر طبقات میں بھی ہے اور افسانہ شاہان میں بھی ہے۔ جسرتھ کے لاہور پر قبضہ کا ذکر تاریخ مبارک شاہی میں بھی ہے۔ اور افسانہ میں بھی ہے۔ جسرتھ کے حوالہ سے فرشتہ نے لکھا ہے کہ محمد شاہ بادشاہ نے اسے بہلول کی سرکوبی پر مامور کیا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک وقت میں جسرتھ کو محمد شاہ بادشاہ کے ہاں اثر و رسوخ تھا۔ یہی بات اثر و رسوخ والی افسانہ شاہان بھی بتاتی ہے۔ گو کہ وہاں پر نام ملک کالا کا آتا ہے۔

دراصل سلطان محمد شاہ کے آخری حالات اور سلطان علاء الدین کے حالات کے بارے میں کوئی ہم عصر تاریخ نہ ہے۔ یہ تفصیل ہمیں تقریباً 130 سال بعد طبقات اکبری اور فرشتہ سے ملتی ہیں۔ ان دونوں کے بیانات میں بھی جگہ جگہ اختلاف ہے۔ اس لیے بات کو مستند قرار دینے میں بہت احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ افسانہ شاہان کے جو حالات ہیں ان کو اگرچہ یکسر مسترد نہ کرنا ہوگا مگر یہ یاد کرنا ہوگا کہ بہت سے واقعات سلطان بہلول کے ملک کالا سے منسوب کر دیئے گئے ہیں۔

حکایت نمبر 4۔

سلطان فیروز شاہ تغلق نے 23 محرم 752ھ / مارچ 1351ء سے لیکر 18 رمضان 790ھ / 20 ستمبر 1388ء تک تخت دہلی پر حکومت کی۔ اسکے حالات پر ایک مستند کتاب "تاریخ فیروز شاہی از ضیاء الدین برنیؔ" موجود ہے۔ اس کے دور میں کئی دیگر کتب تواریخ بھی تحریر کی گئیں جن میں شمس سراج عفیف کی کتاب بھی ہے۔ سلطان فیروز شاہ نے مغلوں کے حملوں کی روک تھام کی۔ رفاہ عامہ کے بہت سے کام کروائے، قلعے کی تعمیر کروائی اور سلطنت کا تحفظ کی اور اسے وسعت دی۔ اسکی تفصیل کیلئے دیکھئے تاریخ فیروز شاہی از برنی و دیگر کتب۔

اس کی اولاد میں درج ذیل لوگ بادشاہ ہوئے۔

1۔ غیاث الدین تغلق شاہ بن فتح خان بن سلطان فیروز شاہ۔ یہ بادشاہ کا پوتا تھا جو دادا کی جگہ تخت نشیں ہوا۔ اس نے 18 رمضان 790ھ سے 21 صفر 791ء تک حکومت

کی۔

2۔ سلطان ابوبکر ظفر خان تغلق جسنے 5 ماہ اور چند روز حکومت کی۔

3۔ سلطان محمد شاہ تغلق بن سلطان فیروز شاہ تغلق جس نے 6 سال 7 ماہ 796ھ تک حکومت کی۔

4۔ سلطان علاء الدین سکندر شاہ بن سلطان محمد شاہ تغلق جسنے ایک ماہ سولہ روز حکومت کی۔

5۔ سلطان ناصر الدین محمود شاہ پسر سلطان فیروز شاہ تغلق جس نے دہلی پر مختلف وقفوں سے حکومت کی۔ اس کے دور میں سلطان نصرت شاہ نے بھی سلطنت کے دعویٰ کیا۔ اس دوران 801ھ / 1398ء میں امیر تیمور نے ہندوستان پر حملہ کر دیا اور کافی تباہی مچائی۔ محمود شاہ نے 804ھ / 1401ء میں پھر دہلی پر قبضہ کر لیا۔ 815ھ / 1412ء میں وہ فوت ہو گیا۔ اس کی وفات کے بعد 2 سال تک دولت خان لودھی نے دہلی پر قبضہ رکھا۔ پھر 817ھ / 1414ء میں خضر خان نے دہلی پر قبضہ کر کے سید خاندان کی بنیاد رکھی۔

2۔ اس بیان کی تصدیق کہیں سے نہیں ہوتی۔ تاریخ مبارک شاہی جو مستند ہم عصر تاریخ ہے اسمیں درج ہے کہ آخری تغلق بادشاہ سلطان ناصر الدین شاہ کی وفات کے بعد دولت خان (لودھی) نے دو سال تک دہلی پر حکومت کی۔

3۔ یہ بات بھی غلط ہے۔ دولت خان لودھی کے بعد خضر خان بانی خاندان سادات نے حکومت کی۔ اسکی حکومت 817ء / 1414ء سے 824ھ 1421ء تک رہی۔ اسکے بعد اس کا لڑکا مبارک شاہ تخت نشین ہوا جس نے 824ھ / 1421ء سے 837ھ / 1433ء تک حکومت کی۔ اسکے بعد محمد شاہ پسر فرید شاہ پسر خضر خان نے 837ھ 1433ء سے 847ھ / 1443ء تک حکومت کی۔ یہ محمد شاہ تھا جس کے دور میں دہلی کی حالت بالکل دگرگوں ہو گئی اور سلطان بہلول لودھی کو عروج حاصل ہوا۔ ان حالات کی تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے تاریخ مبارک شاہی۔

4۔ بداؤن کو اب بدایوں کہا جاتا ہے یہ بہت مشہور اور قدیم تاریخی شہر ہے۔ دہلی سے مشرق کی سمت لکھنو کی راہ پر ذرا جنوب کی جانب ہے۔ منتخب التواریخ کے مصنف ملا عبدالقادر بدایونی اور خواجہ نظام الدین اولیاء دونوں حضرات کا تعلق یہیں سے تھا۔

سلطان بہلول کے دور تک اسے بہت اہمیت حاصل رہی ہے۔

5۔ یعنی شاہ عالم کی بادشاہی دلی سے پالم تک ہے۔ پالم دہلی کے جنوب میں 18 کوس پر ایک قصبہ ہے۔ سلطان محمد شاہ کے بارے میں تاریخ داؤدی میں ہے کہ جب اس کے آخری دور میں ہر شہر میں ایک شخص حاکم بن بیٹھا تو لوگوں میں اس کے بارے میں یہ مثل مشہور ہوگئی کہ ''بادشاہی عالم از دہلی تا پالم'' (ص 7) افسانہ شاہان کے مصنف نے غالباً اسی مثل سے بادشاہ وقت کا نام شاہ عالم خیال کرلیا ہے۔ حالانکہ یہ مثل برسوں پہلے گزرے ایک دوسرے بادشاہ ''شاہ عالم'' کے بارے میں مشہور تھی جو ہر عہد طوائف الملوکی میں دہرائی جاتی رہی ہے۔ تاریخ شاہی میں بھی محاورہ علاء الدین کے بارے میں درج ہے (ص 7)۔

6 کروہ، کوس کو کہتے ہیں۔ کوس میں چار ہزار گز ہوتے ہیں۔ ایک کردہ تقریباً ڈھائی کا /چار کلومیٹر کا ہوتا ہے۔

حکایت نمبر 5۔

تاریخ فرشتہ سے ظاہر ہے کہ محمد شاہ کے آخری دور میں جسرتھ کھوکھر نے محمد شاہ کی اطاعت کرلی تھی۔ (ص 386) لیکن وہاں یہ درج ہے کہ سلطان بہلول کا چچازاد بھائی قطب خان لودھی محمد شاہ بادشاہ کے دربار میں پہونچا (ص 386۔ طبقات اص 428 مخزن ص 130)۔

حکایت نمبر 6۔

1۔ ترجمہ:۔ اسکے نزدیک لوگوں کی راہ ذلیل ہوگئی
جب اس بندہ کا دل دیناروں کا خزانہ ہوگیا

2۔ راؤ دسرت دہلی پر حملے کی تصدیق کہیں اور سے نہیں ہوتی۔ البتہ یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ اس نے محمد شاہ بادشاہ کے آخری دور میں اس کی اطاعت کرلی تھی۔ (فرشتہ II ص 386)

حکایت نمبر 7:

1۔ اس خط کا طرز تحریر بابر بادشاہ کے دور کے طرز تحریر سے مطابقت رکھتا ہے۔لگتا ہے کہ مصنف کے پاس اصل خط کے مندرجات پہونچے ہیں۔

2۔ دریا نیلاب، دریائے سندھ کے اس حصے کو کہتے ہیں جو اٹک کے مقام پر ہے پرانی فارسی کتب میں اسے دریائے اباسین اور دریائے نیلاب لکھا جاتا تھا۔

3۔ لوزہ کا مطلب ہے'' بادام'' افغان تاجر خشک میوے کے شروع سے بڑے اچھے بیوپاری رہے ہیں۔اور خشک میوے میں پستہ اور بادام مشہور میوے ہیں جو افغانوں کی پہچان بن گئے ہیں۔

4۔ ''قلعہ گلی''یعنی مٹی کا قلعہ۔اسے قلعہ خام بھی کہتے ہیں۔یہ افغانوں کا ایک طریقہ جنگ تھا۔اسمیں فوج کے گرد ایک مٹی کی دیوار بنادی جاتی تھی۔اور چاروں جانب تیر اور آتش بازی نصب کردی جاتی تھی۔اس دیوار کے ساتھ ساتھ خندق ہوئی تھی۔یہ چیز دفاعی اور جارحانہ دونوں نقطہ نظر سے افغان استعمال کرتے تھے پٹھانوں میں آج بھی گڑھیاں قائم کرنے کا رواج ہے اور آج کے دور میں وہی گڑھیاں دیہات اور قصبے بن گئے ہیں۔

5۔ تیر اور بندوق افغانوں کے بنیادی اوزار ہین۔بندوق اور دیگر آتش اسلحہ آج بھی افغان قبائلی علاقوں میں تیار کیا جاتا ہے۔

6۔ اگرچہ افغانوں کی بڑی تعداد بہلول لودی کی دعوت پر ہند آئی (مخزن 138-139 تاریخ شیر شاہی ص 6-9) مگر اس سے قبل بھی افغان اپنے بھائیوں کی امداد کو آتے رہے تھے۔واقعات مشتاقی سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ بہلول کے بادشاہ بننے سے قبل بھی افغان سرہند میں جمع ہو رہے تھے جو ابتدائی عہد کے لودھیوں کا مضبوط مرکز تھا۔(تاریخ مبارک شاہی ص 296-317 واقعات مشتاقی ص 4)

7۔ یہ جنگ موسم گرما میں دوپہر کو لڑی گئی جب گرمی کی شدت سے لوگ خیموں میں گھسے ہوئے تھے۔

8۔ ترجمہ:

اے سعدی! ہر کسی کے پاس منصب حاصل کرنے کی قوت باز و نہیں ہوتی

وہ سلطنت میں لوگوں کا مال کھا جاتا ہے

وہ لوگوں کو زیر کر کے ہڈیاں بنا سکتا ہے

جب ناف کے اندر پیٹ میں درد ہوتا ہے

9۔ یہاں پھر سے افغانوں اور ہندوؤں کی دوستی کا ثبوت ملتا ہے۔

10۔ لاہور پر کالا کی حکومت کی تصدیق کہیں اور سے نہیں ہوتی۔ لاہور ایک اہم شہر تھا۔ اس پر سلاطین تغلق کے دور میں درج ذیل گورنر رہے ہیں۔

1۔ مبارک شاہ بادشاہ کے دور میں ملک سکندر تحفہ جو 825ھ 1422ء سے 835ھ 1431ء تک گورنر لاہور رہا (مبارک شاہی ص 301-329)

2۔ نصرت خان گرگ انداز جو 835ھ /1431ء سے 836ھ 1432ء تک مبارک شاہ بادشاہ کے دور میں گورنر رہا۔ (مبارک شاہی ص 330-329)

3۔ ملک الہداد لودھی جو مبارک شاہ کے دور میں چند دن گورنر لاہور رہا۔ (مبارک شاہی ص 332)

4۔ شمس الملک جو مبارک شاہ کے دور میں 836ھ میں حاکم مقرر ہوا (مبارک شاہی ص 337)

5۔ ملک بہلول لودھی جو 845ھ /1441ء سے 855ھ تک محمد شاہ بادشاہ اور علاء الدین بادشاہ کے دور میں لاہور کا گورنر رہا اور بعد ازاں 855ھ /1451ء میں دہلی کا بادشاہ بن گیا۔ (طبقات II ص 422)

11۔ افغان چونکہ قبائلی تھی لہذا کرپشن اور ظلم وتشدد سے دور تھے۔ انکے اندر قبائلی جمہوریت کا عنصر آیا بھی پایا جاتا ہے۔ پنجاب سے انکے معاشی اور ثقافتی رابطے دوسری صدی ہجری سے تھے (فرشتہ I ص 47)

12۔ ترجمہ: ہر چہرہ جو روشن ہو وہ دلبری نہیں رکھتا

نہ ہی آئینہ بنانے والا ہر شخص سکندری کی صلاحیت رکھتا ہے۔

نہ ہر کوئی جو ترچھی ٹوپی پہنتا ہے

وہ کلاہ داری (سرداری) اور اصول بادشاہت جانتا ہے۔
یہاں بال سے بھی زیادہ باریک نکتے ہیں
نہ ہی ہر کوئی جو سر منڈوائے وہ قلندر ہو جاتا ہے۔
عہد وفا کیلئے درخت بھی بہت میٹھا ہوتا ہے۔
ورنہ ہر کوئی جسے تو دیکھے ستمگری جانتا ہے۔

13۔ رعیت نوازی اور لشکر کی سرداری
کھیل کود اور سرسری کام نہیں ہیں۔

14۔ ترجمہ: دانے کے سر میں زمین اور پانی ہوتا ہے۔
ایک دہقان یہ کام اپنے سر پر کرتا ہے۔
اگر یہ کھیتی باڑی کا کام کیا جائے تو
تو اس خرمن میں ۔۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔(آگے مفہوم مبہم ہے)۔

15۔ کالا کے خطبہ پڑھنے کی معلومات نئی ہے۔مگر اس کی کہیں اور سے تصدیق نہیں ہوتی

16۔ یعنی بادشاہ کے آدمی دہلی سے خارج کر دیئے۔اور خود اپنا اختیار قائم کیا۔

17۔ شاہ عالم کی تاریخ وفات کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہاں پر بادشاہ کا نام غلط لکھا گیا ہے۔جس دور کے یہ واقعات ہیں اس دور میں دو بادشاہ بہلول لودھی سے قبل،گزرے ہیں جن کی تواریخ وفات ذیل ہیں۔

i۔محمد شاہ بادشاہ 847ھ/1443ء (طبقات I ص 423)

ii۔علاء الدین بادشاہ 883ھ/1478ء بعہد سلطان بہلول لودھی (فرشتہ II ص 384)

18۔ ترجمہ:
زمانہ کسی کو نہیں بخشتا کہ وہ باقی رہ جائے
کمینے سے مروت مت کر کیونکہ اس سے کسی لاش کا شبہہ ہوتا ہے

حکایت نمبر 8۔

1۔ شاہ عالم بادشاہ کے بیٹوں کے نام کہیں پر درج ذیل نہیں ہیں۔

2۔ ملک جہان جو سلطان جونپور شرقی کی بیوی تھی، اس کا نام واقعات مشتاقی میں بی بی خونذا درج ہے۔(ص 13) مخزن میں ملکہ جہان درج ہے۔(ص 141)۔

3۔ اس سے ملک کالا کہ قبائلی افغان سپاہیوں کی تعداد پتہ چلتی ہے جو تقریباً پچاس ساٹھ ہزار تھے۔

4۔ اس سے مراد ہے کہ ملک کالا کے ساتھ 30 یا چالیس پٹھان سردار تھے جو ان 50 یا 60 ہزار افغان سپاہیوں کے سردار تھے۔ فرشتہ تحریر کرتا ہے کہ بہلول اپنے افغانوں کے ساتھ فرش پر بیٹھتا تھا۔(فرشتہ II ص 393)

5۔ ملک کالا کی مدت حکومت دراصل اس کی سرداری اور جدو جہد کی مدت ہے۔ جس کو ملک بہلول کی بادشاہی سے غلط ملط کر دیا گیا ہے۔

1۔ ترجمہ:

اس سے قبل تخت پر کوئی افغان نہ بیٹھا تھا۔
اس بات پر افسوس کرنے کا اور کیا فائدہ
یہی زندگانی طویل ہونی چاہیے
کیونکہ دنیا راز کو فاش نہیں کرتی
یہی شہد کی پروری کرتی ہے اور اسے پیتی ہے
آواز کے علاوہ سرمست کسی پر کان نہیں لگاتا
اچانک جو کہتا ہے کہ محبت بجھ گئی ہے
وہ برائی کو سبز چہرہ نہیں دکھانا چاہتی
اس پر خوش ہو جا اور اس پر ناز کر
اس پر دل کے سارے راز کھول دے
ایک نغر بازی باہر آئی
تو گویا کہ دل کے اندر درد سے خون آ گیا
میرا دل اس تین پانچ کے گانے الاپنے سے سیر ہو گیا
اے خدا! مجھے جلد اس تکلیف سے نجات دے۔

حکایت نمبر 9۔

1۔ جلال الدین محمد خان جسے گذشتہ صفحات میں ملک کالا خورد بھی لکھا گیا ہے۔ اسے سلطان بہلول لودھی کا چچا بیان کی گیا ہے۔ کتب تواریخ میں سلطان بہلول کے باپ اوراس کے بھائیوں کی تعداد 5 بیان کی گئی ہے۔ (فرشتہ ا ص 6-385) طبقات میں بھی یہی درج ہے (جلد ا ص 426)۔

2۔ یہ معلومات نئی ہے کہ قطب خان اوراسکی بہن (جو بہلول کی بیوی بنی) کی مائیں الگ الگ تھیں۔

3۔ مخزن میں قطب خان کی بہن جو بہلول کی بیوی تھی اس کا نام شمس خاتون ہے (ص 143) ممکن ہے کہ ایک ہی عورت کے دو نام ہوں جیسا کہ ماضی میں عموماً ہوا کر تا تھا۔

4۔ قطب خان سلطان بہلول کا دست راست تھا۔ ابتدائی میں وہ بہلول سے ناراض رہا مگر جلد ہی اس سے مل گیا بہلول کے پورے دور میں اس نے بہلول کا جتنا ساتھ دیا س کی مثال اور کہیں نہیں ملتی۔

5۔ سلطان محمد کی مدت بادشاہت کا بیان صرف افسانہ شاہان میں ملتا ہے۔ کہیں اور سے نہیں ملتا اگر یہ وہی سلطان شہ لودھی عرف اسلام خان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ مدت اسکی گورنری کی بیان کی گئی ہے۔ مگر پھر بھی غلط ہے۔ کیونکہ اسلام خان نے تقریباً 20 سال سرہند کی گورنری کی۔

6۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس دور میں افغانوں کی نزدیک سرداری کے لیے ماں باپ دونوں کی جانب سے افغان ہونا ضروری تھا۔ یہی اعتراض سلطان سکندر کی بادشاہی کے وقت بھی کیا گیا۔ (فرشتہ ص 395) بعد میں بھی سلطان سکندر کو اس کا طعنہ دیا جاتا رہا (افسانہ شاہان حکایت نمبر 27)

7۔ اس کا مطلب ہے کہ بہلول، سلطان محمد کا وزیر تھا۔ سلطان محمد نے اب اپنی زندگی میں ہی بہلول کو بادشاہ بنایا اور قطب خان کو اس کا وزیر بنا دیا۔ وزیر اور بادشاہ کی پگڑیاں الگ الگ تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام خان لودھی گورنر نے اپنے گروہ و جاگیر کا

جانشین بہلول کو بنایا تھا (مخزن ص 130: فرشتہ 385I: مشتاقی ص 4)۔

8۔ ترجمہ:

نہر کے کنارے بیٹھ اور عمر کے گزرنے کو دیکھ

تیرے لیئے ہمارے جہان سے گزر جانے کا یہی اشارہ کافی ہے۔

حکایت نمبر 10۔

1۔ جب بہلول بادشاہ ہوا تو شرقی سلطنت (جونپور) کا بادشاہ سلطان حسین نہ تھا بلکہ سلطان محمود تھا۔ جونپور کے سلاطین کے نام اور مدت حکوت یوں ہیں۔

i۔ سلطان اشرق ملک سرور 776ء تا 802ء۔

ii۔ سلطان مبارک شاہ سرقی 802ھ تا 804ء۔

iii۔ سلطان ابراہیم شرقی 1401ء تا 1457ء۔

iv۔ سلطان محمود شاہ شرقی 1440ء تا 1458ء۔

v۔ سلطان محمد شاہ شرقی 1457ء تا 1458ء۔

vi۔ سلطان حسین شاہ شرقی 1458ء تا 1483ء۔ (طبقات جلد ا ص 50)

یہاں مصنف سے سہو ہوا ہے۔ اسنے سلطان محمود شرقی اور سلطان حسین شرقی کی بہلول کے ساتھ کئی جنگوں کو آپس میں غلط ملط کر دیا ہے۔

2۔ سلطان حسین کی فوج کی تعداد جو اس وقت دراصل سلطان محمود شرقی کی فوج کی تعداد ہے۔ وہ کسی اور کتاب میں درج نہ ہے۔ البتہ تاریخ شاہی میں ایک ہزار ہاتھی بیان کیئے گئے ہیں۔ (شاہی ص 13)

3۔ پانی پتھہ یعنی پانی پت، دریائے جمنا کے کنارے دہلی کے شمال میں مشہور شہر ہے۔

4۔ قطب خان نے ہوشیاری کی اور سلطان بہلول کی حدود کو پانی پت تک برقرار رکھا۔

5۔ دہلی پر سلاطین جون پور کے قبضے کی تصدیق کہیں سے نہیں ہوتی۔ تمام کتب میں ہے کہ سلاطین جونپور جتنی بار دہلی کی جانب آئے تو بہلول سے شکست ہی کھائی۔

6۔ یہاں پھر افغان سپاہیوں کی تعداد بیان کی گئی ہے۔

7۔ احمد خان جلوانی افغانوں کا مشہور سردار تھا۔ جلوانی قبیلہ لودھیوں کا برادر قبیلہ ہے۔ اس

کے قبضے میں بیان کا علاقہ تھا۔ احمد خان جلوانی کی آمد دراصل سلطان بہلول کے افغانوں کو روہ سے بلانے کے واقعہ کی تصدیق کرتی ہے۔ دیکھئے (مخزن ص 138-139)

8۔ یعنی روہ میں طاقت کا انحصار صرف مال و دولت پر ہی نہیں بلکہ افرادی قوت پر بھی ہوتا ہے۔

9۔ سلطان بہلول کے دور میں جلوانی بہت طاقتور گروہ تھا۔ ان کا زور سکندر لودھی نے توڑا تھا۔ جلوانیوں کے اس اثر و رسوخ کی تصدیق دیگر کتب تواریخ سے بھی ہوتی ہے (طبقات ا ص 455: مخزن ص 7-156: شاہی ص 38)

حکایت نمبر 11۔

1۔ قائم خانی راجپوت: چوہان راجپوت کی ایک شاخ ہے۔ چوہان راجپوت میں سے ایک شخص مسلمان ہو گیا جس کا اسلامی نام قائم خان تھا۔ اسکے گروہ کے لوگ قائم خانی مسلمان کہلاتے تھے۔ راؤ دسرت کھوکھر بھی اس قوم سے تھا۔ آیا وہ مسلمان تھا یا نہیں؟ اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کتب میں اسے کافر لکھا گیا ہے۔ جبکہ تاریخ مبارک شاہی میں اس کے نام کے ساتھ شیخا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جو نو مسلموں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ قائم خانی راجپورت جند (پنجاب) اور جے پور ریاست (راجستھان) میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ (روز جلد III ص 257)

2۔ یہاں مخالفین یعنی راجپوتوں کی تعداد بیان کی گئی ہے۔

3۔ ''مہلائی'' قدیم لفظ ہے۔ یہاں مراد ہے وہ جگہ جہاں لشکر ٹھہرتا ہوں یا قیام پزیر ہو۔ فارسی میں یہ ح سے لکھا جاتا ہے یعنی محلی۔

4۔ اس بیان سے افغانوں کی صلح پسندی ظاہر ہوتی ہے۔ راؤ دسرت سے بھی جنگ کا آغاز افغانوں نے نہ کیا تھا۔ اور اب قائم خانیوں سے بھی جنگ کا آغاز افغانوں نے نہیں کیا۔

5۔ اس سے ظاہر ہے کہ راؤ دسرت کے قبیلے کے بہت سے لوگ مسلمان تھے۔ ان میں قائم خانی بھی شامل تھے۔ اس دور میں مذہب سے زیادہ نسل کی اہمیت پر غور کیجئے۔

6۔ سلطان بہلول کی ایک ہی بیٹی تھی جس کا ذکر کہیں اور نہیں ملتا۔ صرف افسانہ شاہان میں یہ حوالہ ہے۔ یہ معلومات بھی بالکل نئی ہے۔

7۔ قبائلی معاشرے کا اثر کہ وزیر (قطب خان) بادشاہ (بہلول) کو گالی دے سکتا تھا اور یہ بات معیوب نہ سمجھی جاتی تھی۔

8۔ لاہور پر بہلول کے قبضے کی تصدیق دیگر کتب تواریخ سے بھی ہوتی ہے یعنی جب بہلول بادشاہ ہوا اور اگلے سال سلطان شرقی نے دہلی کا محاصرہ کی تو سلطان بہلول دیپالپور بغاوت کو دبانے گیا ہوا تھا جس کا مطلب ہے کہ لاہور پر اس کا قبضہ تھا۔ اور وہاں تاتار خان لودھی حاکم / گورنر تھا۔ (مخزن ص 8-137 طبقات ص 435)

9۔ افغانی زبان سے مراد غالباً پشتو زبان ہے کیونکہ یہ افغانوں کی قدیم زبان ہے اور اس کو اسی دور میں افغانی بھی کہتے تھے۔ البتہ بابر نے تزک بابری میں اسے پشتو سے الگ قرار دیا ہے۔

''اس ملک میں عربی، فارسی، ترکی مغل، ہندی، افغانی، پشتو۔ پراچی، کیری، کشمیری اور لغمانی زبانیں بولی اور سمجھی جاتی ہیں'' (ص 88)۔

اگر بابر کا بیان بالکل درست ہے تو اس سے مراد افغانی فارسی بھی ہوسکتی ہے جسے آج کل دری کہتے ہیں اور پشتو آمیز فارسی بھی ہوسکتی ہے کہ جس زبان میں تواریخ افاغنہ، خان گجو نے تحریر کی تھی۔ بہر حال اغلب امکان ہے کہ اس سے مراد پشتو ہی ہے کیونکہ اس دور میں فارسی زبان سے اکثر ہندو مسلمان واقف تھے۔ جبکہ قائم بھی مسلمان ہی تھے۔ دوئم کو یہ بات ایک ایسی زبان میں کہنی چاہیے تھی کہ جو افغانوں کے علاوہ دوسرے لوگ نہ سمجھتے ہوں۔ اس لحاظ سے یہ زبان پشتو ہی ہوسکتی ہے۔

حکایت نمبر 12۔

1۔ افغان سرداروں کا مرکزی مقام اس وقت تک سرہند تھا (واقعات ص 4) جب سلطان بہلول بادشاہ بنا اور دہلی منتقل ہوا تب بھی اس نے سرہند کو ترقی دی (شاہی ص 19)۔

2۔ بہلول کے افغان سپاہیوں کی تعداد یہاں پھر بیان کی گئی ہے۔

3۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ چونکہ دوبارہ اقتدار نیا نیا حاصل کیا ہے۔ لہذا انتظام سنبھالنے میں وقت لگے گا۔

4۔ بہلول کے برسر اقتدار آنے کے بعد افغان پھر سے آکر اسکے پاس جمع ہو گئے لہذا سپاہیوں تعداد بڑھ گئی۔ دیگر کتب تواریخ میں ہے کہ اس دور میں روہ سے بھی بہت سے افغان بلائے گئے (مخزن ص139-138 تاریخ شیر شاہی ص9-9)

حکایت نمبر13۔

1۔ **میاں بدی حقانی:** کو مصنفین نے بدہ حقانی، بدھا حقانی، بڈہ حقانی اور بڑی حقانی بھی لکھا ہے۔ آپ شیخ محمد عیسیٰ جون پوری کے خلیفہ تھے۔ 130 سال کی عمر پائی۔ جونپور کی مشہور شخصیت تھے۔ آپنے 28 صفر 950ھ/1543ء کو وفات پائی۔ آپ کی اولاد سے شیخ فتح اللہ حقانی جونپوری تھے۔ آپ کے بھائی شیخ مبارک بنارسی تھے۔ (تذکرہ مشائخ شیراز ہند جونپور۔ ص6-294)

2۔ اس بیان سے اس دور میں ہند کے افغانوں کے روزمرہ کے معمولات پر روشنی پڑتی ہے۔

3۔ **محمد آباد** نامی قصبہ قنوج سے تقریباً40 کلومیٹر مشرق میں ہے۔ یہ جون پور کی راہ پر آتا ہے۔ ماضی میں مشہور قصبہ تھا۔ اب غیر معروف ہے۔ مخزن میں ہے کہ اٹاوہ کے پاس لڑائی ہوئی (ص141)

4۔ **قتلو خان** کا اصل نام قاضی سماء الدین تھا۔ انکے والو عماد الملک بختیار خان، جون پور کے پہلے وزیر تھے۔ قاضی سماء الدین اپنے والد کی وفات پر دبیر الملک قتلغ خان کے نام سے وزیر بنے۔ سلطنت کا سارا کام آپ کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ بہت ہوشیاری سے کام کرتے تھے۔ 1478ء میں ایک جنگ میں سلطان بہلول کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ پھر ہمیشہ قیدی ہی رہے۔ البتہ سلطان بہلول نے ہمیشہ ان سے اچھا سلوک کیا مگر قیدی ہی رکھا۔ سلطان سکندر کو ان سے تعلیم ملی۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے 1479ء میں وفات پائی۔ مزار جونپور میں ہے (تذکرہ مشائخ شیراز ہند جونپور ص32-531)۔ فرشتہ کہتا ہے کہ 894ھ/1489ء میں جب سلطان بہلول فوت ہوا تو قتلغ خان زندہ تھا۔ اس نے سلطان سکندر کو مشورے دیئے تھے۔ (فرشتہ II ص393)۔

5۔ یعنی یوں کیا گیا کہ قطب خان کے محافظ واپس بھیج دیئے گئے اور اپنے محافظ لگا کر قطب خان کی روک تھام کر دی۔ اس دور کے دستور کے مطابق وکیل کو قید نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لہذا یہ ایک عزت دارانہ طریقہ وکیل کو قید کرنے کا نکالا گیا۔
دیگر کتب میں ہے کہ قطب خان دورانِ جنگ گرفتار ہو گیا تھا۔(شاہی ص16: طبقابت ص ا 435)

6۔ دیگر کتب میں ہے کہ ادھر سے ملکۂ جونپور کے بھائی رہا کئے گئے اور ادھر سے قطب خان رہا کیا گیا(شاہی18 طبقات ا ص442)۔

7۔ سلطان بہلول اور سلاطین جونپور کے درمیان کئی جنگیں ہوئی ہیں جن کی تفصیل مخزن افغانی اور طبقات اکبری میں موجود ہے۔ یہاں مصنف شیخ کبیر نے جنگوں کے طویل سلسلے کو صرف ایک جنگ کے پیرائے میں مختصر کر دیا ہے۔

8۔ سقلات بالوں کا کپڑا ہوتا ہے جسے بانات بھی کہتے ہیں۔ پرانے دور میں بادشاہوں کے وزیر استعمال کرتے تھے۔

9۔ قطب خان کی چال اور قتلو خان کی چالوں کی تفصیل صرف افسانہ شاہان سے ملتی ہے۔

10۔ قتلو خان کی قید کیلئے دیکھئے(مخزن149 مشتاقی15)۔

11۔ سلطان سکندر کے قتلو خان سے حصول تعلیم کیلئے دیکھئے(فرشتہ ا ص393).

12۔ سلطان بہلول کے جونپور پر قبضے کے بعد سلطان حسینے ایک بار پھر سے جونپور پر قبضہ کر لیا مگر سلطان بہلول نے جلد ہی جونپور پر پھر سے قبضہ کر لیا۔

حکایت نمبر14۔

1۔ اس تقسیم کا حوالے سے افسانہ کی معلومات تفصیلی ہیں۔ روہیلہ افغانوں میں بھی علی محمد خان نے ملک اس طرح سے تقسیم کیا تھا۔ یہ تقسیم ہند کے افغانوں میں قبائلی جمہوریت کے اثرات کی جانب اشارہ کرتی ہے۔

2۔ **ملک سارن** بنگال اور بہار کی سرحد پر واقع ایک پرگنہ تھا۔ اور شمالی حدود میں تھا۔ اس سے ملحقہ پرگنہ چپارن تھا۔

3۔ **میاں حسین فرملی کے والد کا نام** ہمیں کسی تاریخ میں نہیں ملتا۔ بلکہ ان کا تذکرہ صرف

افسانہ شاہان میں ملتا ہے۔

4۔ میاں مباراں خان نوحانی قبیلے کا بڑا سردار تھا۔ یہ قبیلہ ہندوستان میں ملک کالا کے دور میں آ کر لودھیوں سے مل گیا تھا۔ اس کا نام دیگر کتب میں مبارک خان نوحانی درج ہے۔

5۔ آز ہمایوں سروانی، سروانی قبیلے کا سردار تھا۔ یہ بھی ملک کالا کے دور میں ہند آئے۔ دیگر کتب میں آز ہمایوں کا نام اعظم ہمایوں کا نام اعظم ہمایوں سروانی درج ہے۔

6۔ احمد خان جلوانی، جلوانی قبیلے کا سردار تھا۔ اس کا باپ یوسف خان جلوانی تھا۔ ایک بار وہ (احمد خان جلوانی) سلطان بہلول کے خلاف سلطان حسین سے بھی مل گیا تھا۔ (طبقات ا مخزن ص 147-443)

7۔ یہ معلومات نئی ہے کہ احمد خان جلوانی کو سلطانی کا خطاب دیا گیا۔ احمد خان کو یہ خطاب دیئے جانے کی روایت درست تسلیم کئے جانے پر اس وقت کوئی اعتراض نہیں رہتا کہ جب ہم دیگر کتب تواریخ میں دیکھتے ہیں کہ اسکے لڑکے بیانہ میں بہت طاقتور تھے اور سلطان سکندر نے جب ان سے عہدے اور جاگیر واپس لی تو ان لوگوں نے زبردست مزاحمت کی (مخزن ص 157-156: طبقات ا ص 455)۔

8۔ **ملک بیان** آگرہ کے پاس مشہور علاقہ ہے۔ اس نام کا شہر آج بھی بہت شہرت رکھتا ہے

9۔ **خواجہ احمد** کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملتی۔

10۔ **بہرائچ** لکھنو کے شمال میں نیپال کی سرحد کے پاس ایک علاقہ تھا۔ یہ شہر آج بھی موجود ہے۔

11۔ گورکھپور مشرقی اتر پردیش کا تاریخی شہر ہے اور سرحد نیپال کے قریب ہے۔

12۔ فرملی پٹھانوں کا مشہور قبیلہ رہا جو اب ناپید ہے۔ اس کے بارے میں مخزن میں ہے۔

''فرملی اور خطائی قبیلے افغانوں میں شامل نہیں ہیں۔ اگرچہ بعض کے نزدیک یہ بھی افغان ہی ہیں لیکن یہ قول صحیح نہیں۔ یہ قبیلے موضع فرمل میں آباد ہیں۔ فرمل اصل میں ایک دریا کا نام ہے جو کابل اور غزنین کے علاقوں میں بہتا ہے۔ جو قبیلے یا خاندان اس دریا کے کنارے آباد ہیں ان سب کو فرملی کہتے ہیں۔

فرملی قوم کے آباء واجداد صوفیاء میں سے ایک شیخ جن کا نام محمد سلمان تھا، کی تعلیمات و

تبلیغات کو سن کر ایمان لائے اور انکے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام سے مشرف ہونے اور ایک مدت تک اس ولی اللہ کی خدمت میں زندگی بسر کرتے رہے۔ اس بنا پر وہ اپنے آپ کو افغان کہتے ہیں لیکن حقیت میں وہ افغان نہیں ہیں۔ شیخ محمد سلمان مذکور کے حالات اس کتاب کے خاتمے پر بیان کیے جائیں گے۔ (مخزن ص 75-474)
اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرمل کے باشندے فرملی کہتے تھے خواہ وہ کسی بھی نسل کے ہوں۔ البتہ ان کا اپنا دعویٰ افغان نسل سے ہونے کا تھا جیسا کہ اوپر بیان سے ظاہر ہے۔ ممکن ہے کہ وہ نسلاً افغان ہی ہوں مگر سلطان ابراہیم کے دور کی فرملی لودھی آویزش نے لودھی مورخین و بااثر شخصیات نے مذکورہ بالا بیان نقل کروایا ہو یا اس بات کو شہرت دی ہو۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ لودھیوں اور سوریوں کے دور میں فرملی پٹھان بہت طاقتور رہے ہیں اور انکی بادشاہوں سے رشتہ داریاں بھی تھیں۔ سلطان بہلول کی ایک بہن بھی فرملیوں کو بیاہی تھی۔ ملک کالا پہاڑ سلطان بہلول کا بھانجا تھا۔ اسکے علاوہ اور بھی کئی فرملی شخصیات لودھی بادشاہوں کے قریب ترتھیں۔

13۔ واقعات مشتاقی میں ہے کہ لودھیوں کی سلطنت کا نصف علاقہ فرملیوں کے پاس تھا (ص 169) بہرائچ اور گھورکھپور کے علاقوں کے علاوہ سارن کا علاقہ بھی فرملیوں کے پاس تھا جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔

14۔ دولت خان لودھی جس نے بابر کو دعوت حملہ دی تھی وہ بھی بائی خیل تھا۔ بہلول کے دور میں پنجاب کا علاقہ تاتارخان لودھی کو دیا گیا (بابر نامہ 154-153)

15۔ بتنی قبیلے کے لوگوں کو ملتان کا علاقہ دیا جانا ہمارے لیئے نئی معلومات ہے۔ مگر یہ بات قابل ذکر ہے کہ سلطان بہلول کے عہد میں ملتان لودھی سلطنت میں شامل نہ تھا۔ (طبقات III ص 517-510) لودھیوں نے اس اور قسے سے ملحقہ کوئی جاگیر بتنی پٹھانوں کی دی ہوگی۔ ورنہ ملتان پر لودھیوں کے حملے ناکام رہے تھے۔

16۔ کالپی، اترپردیش میں دریائے جمنا کے کنارے ایک مشہور تاریخی شہر ہے۔

17۔ محمود خان لودھی، سلطان بہلول کا قریبی رشتہ دار تھا مگر اس کے شجرے کی معلومات کہیں سے نہیں مل سکی۔

18۔ بنگالیان ۔یعنی بنگال کے رہنے والے۔ بنگالی اس وجہ سے سلطان حسین کی مدد کرنا چاہتے تھے کہ سلطنت دہلی کی وسعت بہار تک پھیل گئی تھی اور اب بنگال کو دہلی سے براہ راست خطرہ تھا۔

19۔ بانگر مئو مشہور قصبہ ہے۔ جواب یوپی کے ضلو اناؤ میں تحصیل صفی پور میں 43 میل مغرب کی جانب ہے۔

20۔ سلطان بہلول کی جائے وفات: طبقات اکبری میں موضع تلاولی پرگنہ سکت تحریر ہے (اص450) بعض نسخوں میں اسے بلاولی، تلاولی اور ملاوہ بھی لکھا گیا ہے۔فرشتہ نے عصد والی آور (ااص393) اور داؤدی نے جلالی (ص20) اور مخزن میں ملاولی درج ہے(ص153)۔ملاون گاؤں اتاوہ اور پٹیالی کے درمیان ہے۔

21۔ ترجمہ:

نتیجہ یہ کہ دونوں مٹی کے دندر ہیں
آسمان کی خوشی سے دونوں اس خاک کے اندر ہیں۔

22۔ترجمہ:

اگر تو دنیا کا سلطان بھی ہو جائے تو کیا ہوا
اگر تو قارون کا خزانہ بھی جمع کرلے تو کیا ہوا
جب تو جانتا ہے کہ مرنا لازم ہے
تو اگر قیامت تک بھی زندہ رہے تو کیا ہوا۔

23۔ کلوخی کا مطلب ہے مٹی کا ڈھیلا

24۔ بادشاہ نے یہ کام احتجاجاً کیا۔ یہاں عام سلاطین اور افغان سلاطین کے طرز حکومت میں فرق نظر آتا ہے۔ عام سلاطین اسطرح کا کام کبھی نہ کرتے تھے۔ فوراً سزا کے بارے میں سوچتے تھے۔ یا پھر حکم کرتے تھے۔ افغانوں پر چونکہ قبائلی اثرات تھے اور وہ عوام کے زیادہ قریب تھے لہذا وہ ایسا کر سکتے تھے۔

25۔ سلطان بہلول کی مدت حکومت:

مخزن افغانی درج ہے کہ سلطان بہلول نے اڑتیس سال، 8 ماہ اور 8 روز حکومت کی۔ طبقات اکبری میں نظام الدین نے بھی یہی مدت لکھی ہے۔ لیکن بہلول نے طبقات

اکبری کے مطابق 17 ۔ ربیع الاول 855ھ کو تخت سنبھالا اور 13 شعبان 894ھ میں فوت ہوا۔ جبکہ سلطان سکندر 17 ۔شعبان 894ھ کو تخت نشین ہوا۔ یوں اس کی مدت سلطنت 39 سال اور تقریباً 5 ماہ بنتی ہے۔ نظام الدین سے مدت شمار کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ اور مخزن کے مصنف نعمت اللہ نے بھی اس کی پیروی کی ہے۔ تاریخ شاہی میں درج ہے کہ سلطان بہلول نے 27 محرم 855ء کو تخت سنبھالا تھا۔ اس حساب سے اس کی مدت سلطنت 39 سال اور تقریباً 7 ماہ بنتی ہے۔ افسانہ شاہان میں اس کی مدت سلطنت چوالیس سال، سات ماہ، بیس روز اور چار گھڑی درج ہے۔ یہ مدت دراصل تب سے شمار کی گئی ہے جب سلطان محمد شاہ کے دور میں بہلول لودھی نے دہلی پر پہلا ناکام حملہ کیا اور اسے سرہند واپس جانا پڑا۔ وہاں جا کر اس نے خود کو سلطان کا خطاب دے کر اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا مگر خطبہ اور سکہ رائج کرنا فتح دہلی تک موقف رکھا۔ سلطان سکندر نے 17 ۔شعبان 894ھ کو تخت نشینی کی رسم قصبہ جلالی میں ہی ادا کی اور اسی روز سلطان بہلول کی لاش دہلی روانہ کر دی تھی۔ سلطان بہلول کی تاریخ وفات 13 شعبان 894ھ ہے۔ اسی سے 44 سال، سات ماہ اور بیس روز چار گھڑی پیچھے جائیں تو سلطان بہلول کا سرہند میں اپنی بادشاہت کا اعلان کرنا مورخہ 23 ذالحج 848ھ 12 اپریل 1445 کو بنتا ہے۔ جبکہ سلطان محمد شاہ کی وفات شوال 849ھ میں ہوئی۔ بالکل درست ہے۔ کیونکہ یہ اعلان سلطان محمد شاہ کے آخری ایام زندگی کیا گیا تھا۔ جس کی وفات 849ھ/1445ء میں ہوئی تھی۔ فرشتہ نے بھی اس کی تاریخ وفات 849ھ 1445ء درج کی ہے۔

حکایت نمبر 15۔

1۔ سلطان بہلول کے 9 لڑکے تھے جن کے نام درج ذیل ہیں۔

i۔ خواجہ بایزید   ii۔ نظام خان عرف سکندر بودھی   iii۔ باربک شاہ

iv۔ مبارک خان   v۔ عالم خان   vi۔ جمال خان

vii۔ یعقوب خان   viii۔ فتح خان   ix۔ میاں موسیٰ

x۔ جلال خان

(طبقات اکبری اص 433)

مگر یہاں پر طبقات میں 10 گنوائے گئے ہیں فرشتہ نے مبارک خان کا نام حذف کیا ہے۔غالباً مبارک شاہ اور باربک شاہ ایک ہی تھے۔(فرشتہ 393)

2۔ دیگر کتب تواریخ میں ہے کہ پہلے سلطان سکندر نے خطبہ پڑھا پھر باربک شاہ نے اعلان بادشاہی کیا۔(مخزن ص 156: طبقات ص 52-454: تاریخ شاہی ص 38-39)

3۔ باپ بیٹوں میں اس سیاسی اختلاف کی معلومات بھی صرف افسانہ شاہان میں ملتی ہے۔

4۔ باربک شاہ نے اس کے بعد سلطان سکندر سے صلح کر لی۔سلطان نے اسے پھر سے جونپور کا گورنر مقرر کر دیا۔مگر جب اس کی کارکردگی ٹھیک نہ رہی تو اسے قید کر دیا۔یہاں تک کے حالات دیگر کتب تواریخ میں درج ہیں (مخزن ص 158: طبقات ص 452-456: تاریخ شاہی ص 41)

گجرات جانے کے حوالے سے کہیں اور سے تصدیق نہیں ہوتی۔غالباً باربک شاہ بعد ازاں قید سے فرار ہو کر گجرات گیا اور وہیں فوت ہو گیا۔یہ معلومات بھی نئی ہے۔

5۔ یہ معلومات بھی نئی ہے کہ مبارک خان نوحانی نے باربک شاہ کا ساتھ دیا۔ دیگر کتب ہے کہ جب باربک شہا کی کارکردگی اچھی نہ رہی تو اسکے بعد اس کو برطرف کر کے مبارک خان کو جونپور پر گورنر مقرر کیا گیا تھا۔(مخزن ص 158: طبقات اص 457: شاہی ص 41)۔

حکایت نمبر 16

1۔ اس سے ملتے جلتے تاریخی جملے کیلئے دیکھئے مخزن ص 217: جو شیر شاہ سوری سے منسوب ہے۔

2۔ چوگان بازی بادشاہی کھیل رہا ہے۔سلطان قطب الدین ایبک چوگان کھیلتے ہوئے ہی گر کر فوت ہوا تھا۔(طبقات ناصری ص) سکندر لودھی کی چوگان سے دلچسپی کا ذکر سب مصنفین نے کیا ہے۔(مخزن ص 163: طبقات اص 462)۔

3۔ قبیلہ جادو پر حملے تذکرہ کسی اور کتاب میں نہیں ہے۔یہ نئی معلومات ہے۔

4۔ راجہ باندھو کی یہ روایت بھی ہماری نئی معلومات میں شامل ہے۔

حکایت نمبر 17

1۔ ٹھٹھہ سندھ کا مشہور شہر ہے۔ ماضی میں سندھ کا صدر مقام تھی رہا ہے۔ عربوں کی اور اسکے بعد مسلمانوں کی حکومت کے بہت قدیم نشانات یہاں آج بھی موجود ہیں۔

2۔ یعنی سوکھی کٹی ہوئی گھاس

3۔ فتح سندھ کی روایت کی تصدیق کسی اور تاریخ سے نہیں ہوتی۔

4۔ ارغون قبیلے کے بابر کے دور میں ٹھٹھہ آنے کی روایت کیلئے دیکھئے طبقات اکبری III ص 503-499۔
البتہ اس میں درج نہیں ہے کہ ارغون یہاں بابر کے ہاتھوں جلاوطن ہو کر آئے۔ نہ ہی بابر نامہ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

حکایت نمبر 18۔

1۔ **گھیری کرہ** چنار کے نزدیک ایک علاقے کا نام ہے۔

2۔ **چنارہ** مشہور قلعہ ہے جسے عرف عام میں چنار کہتے ہیں۔ یہ افغانوں کا بہت مظبوط مرکز رہا ہے۔

3۔ **بیڑہ پان** بیڑہ سے مراد ہے ٹکڑا اور پان ایک خوراک کا نام ہے۔ بیڑہ پان کا مطلب ہے کہ پان کا پکڑا۔

4۔ سلطان حسین اور مبارک خان لودھی کی اس جنگ کیلئے دیکھئے واقعات مشتاقی ص 25-29)

5۔ **راجہ بھید** کیلئے دیکھئے مخزن ص 160-158 : شاہی 41-39 تاریخ شاہی میں راجہ بھید کا نام چوکا لکھا ہے۔ (ص 39) اور واقعات مشتاقی میں جوگا لکھا ہے (ص 25)

6۔ مبارک خان کی راجہ بھید کے ہاتھوں گرفتاری کیلئے دیکھئے۔ مشتاقی ص 25 جہان راجہ کا نام جوگا ہندو درج ہے۔ تاریخ شاہی یہ نام چوکا لکھا ہے۔ (شاہی ص 39)۔ مشتاقی اور شاہی میں ہے کہ مبارک کا بھائی لڑائی میں قتل ہوا لیکن مبارک کے قید ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ طبقات میں ہے کہ مبارک کو قید کر لیا گیا (ص 456) یوں افسانہ کے

بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔

حکایت نمبر 19۔

1۔ **گھورہ**، ضلع باندہ میں کنوی سے 12 میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔

2۔ **مبارک خان کی قید سے آزادی کیلئے دیکھئے** مشتاقی ص 26 جہاں مبارک کے آزاد کیلئے بغیر جوگا کے فرار کا ذکر ہے۔ البتہ طبقات میں ہے کہ قید کیا مگر بہید نے فرار ہوتے وقت مبارک کو آزاد کر دیا (طبقات ا ص 457)

3۔ معلومات ہمارے لئے نئی اور اسکی طبقات سے بھی تصدیق ہوتی ہے کہ جس میں ہے کہ 1496ء میں مبارک خان نوحانی فوت ہو گیا (طبقات ا ص 461)

4۔ روہداس بہار کے مشہور قلعوں میں سے ہے یہ پہلے راجپوتوں نے بنایا تھا۔ شیر شاہ نے اسے تڑوا کر از سر نو بنوایا جو آج بھی موجود ہے۔ اب اسے روہتاس کہتے ہیں۔

5۔ دریائے سوندا، روہتاس کے پاس ایک چھوٹا سا دریا ہے۔

6۔ سلطان حسین کے بہار سے فرار کو شیخ کبیر نے بہت مختصر کر کے بیان کیا ہے۔ اسکی تفصیل کیلئے دیکھئے واقعہ ت مشتاقی ص 29-26: شاہی ص 41-39: مخزن ص 161-160: طبقات ا ص 60-459)۔

7۔ اس کا مطلب ہے گائے (گاؤ) بھیڑیں (میشان)۔ سلطان سکندر کی مراد ہے کہ یہ ہاتھی تو ہمارے نزدیک گائے بھیڑوں کی طرح ہیں کیونکہ یہ بہت مقدار میں ہیں۔

8۔ سلاطین لودھی میں امرا کے منصب کی نوعیت کا واحد ذکر افسانہ شاہان میں ملتا ہے۔ اس کے علاوہ کہیں کسی امیر کے عہدے کی نوعیت پتہ نہیں چلتی۔ اس منصب سے اندازہ ہوتا ہے کہ بڑے امراء کو باون ہزار سپاہی رکھنے کی اجازت تھی۔ اور فوج کی طاقت و تعداد کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

9۔ اصل آدمی یعنی خالص نسل کے لوگ۔

حکایت نمبر 20۔

1۔ **شیخ فخرالدین زاہدی** یعنی شیخ فخرالدین مداری پسر شیخ صدرالدین ثابت مداری جونپور کے ساکن تھے۔ 10 جمادی الا 942ھ /7 نومبر 1535ء کو ان کا انتقال ہوا۔

(تذکرہ مشائخ شیراز ہند جونپور ص449)۔

2۔ سدہ سے مراد سارہ ہے۔ جو اکبر بادشاہ کے دور میں سرکار خیر آباد کا ایک پرگنہ تھا۔

3۔ تیار۔کبیر نے تیار کو 'ط' سے لکھا ہے۔

4۔ **مولانا جمالی** یعنی مولانا حامد بن فضل اللہ جمالی کمبوہ مصنف سیر العارفین۔ اپنے زمانے کے نامور صوفی، شاعر، ادیب اور سیاح تھے۔ مولانا جامی نے بھی آپ کی شاعری کی داد دی ہے۔ سلسلہ چشتیہ اور سہروردیہ سے منسلک تھے۔ سلطان سکندر سے بڑا اچھا تعلق تھا۔ ہمایوں کے دور میں 10 ذی قعد 942ھ 1536ء کو گجرات میں انتقال کیا (سیر العارفین۔ تعارف ص66۔19)۔ لیکن انکو دہلی لاکر دفن کیا گیا۔

5۔ یعنی شیخ زادہ دیگر لوگوں سے تو ممتاز ہے مگر جاہل ہے کہ بجائے 'ذکر' کرنے کے 'غیبت' کا لفظ استعمال کیا۔ غیبت سے مراد ہے کہ پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرنا۔

6۔ **میاں بدی حقانی** کیلئے دیکھئے حکایت نمبر 13 حاشیہ نمبر 1

7۔ مصلی یعنی مصلہ پکڑنے والے۔ اس کا مطلب ہے جو مصلے پر نماز پڑھتے ہیں۔ نماز پڑھنے والا مصلیان جمع ہے۔ یہ لفظ پنجاب میں زیر استعمال ہے یہ لفظ 'مسلی' سے الگ ہے جو نومسلموں اوران کی اولادوں کے لئے بطور طعنہ استعمال ہوتا ہے۔

8۔ **شیخ بدن منیری**، قصبہ منیر کے ساکن تھے۔

9۔ **شیخ بدی طیب** بھی جونپور کے مشہور علماء میں تھے۔

10۔ نقد دیا یعنی پیسے دیئے۔

11۔ مدد معاش یعنی گذارے کیلئے کچھ جاگیر دینا جس سے علماء کی آمدنی بندھی رہتی ہے۔

12۔ اس سے مراد ہے کہ ہمیں جونپور دیا جائے۔

13۔ مخدوم پور دریائے گنگا کے کنارے ایک قصبہ تھا۔ آج ایک شہر کی شکل میں ضلع جہان آباد صوبہ بہار میں موجود ہے۔ گیا کے مشہور شہر کے قریب ہے۔

14۔ فیر نامی جگہ کا تعین ابھی تک نہیں ہوسکا ہے۔

15۔ سیور بہار میں ایک علاقہ کا نام ہے۔ یہ ایک مضبوط قلعہ تھا۔ آئین اکبری میں بھی س کا ذکر ہے۔

16۔ اس روایت کی تصدیق اور کہیں نہیں ہوتی۔

حکایت نمبر21۔

1۔ آگرہ کی آبادکاری کیلئے دیکھئے مخزن168-167؛فرشتہ II ص401۔

حکایت نمبر22۔

1۔ مخدوم کی جمع یعنی بزرگ لوگ یہاں مجازاً جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے اس سے مراد ہے کہ وہ شخص شہرت میں زیادہ تھا۔

2۔ ترجمہ:

منافق اگر کلمہ بھی پڑھ لے تو کیا فائدہ
کیونکہ ایمان کی بنیاد تو اخلاص ہے۔

3۔ ترجمہ:

ایک شخص نیکی کے علاوہ زمین پر کچھ کرے
تو اس سے انسان بھی نیچا ہو جاتا ہے
ایک شخص برائی کرتا ہے اور نیکی اسکے سامنے آتی ہے
۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تو اس کا تخت آتا ہے۔(مصرع کا مفہوم مبہم ہے)
اس سے خدا کی نعمتیں دور ہو جاتی ہیں
برائی کا بدلہ خدا کی جانب سے برائی ہوتا ہے۔
برائی دنیا میں چھپ کر بھی نہ کر
جبکہ نیکی تو کبھی چھپ بھی نہیں سکتی
جب تک بات دو انسانوں کے درمیان رہے
تو تین انسان دنیا کے درمیان انجمن بن جاتے ہیں۔

4۔ ترجمہ: مثنوی

میں اپنے دوستوں سے رنج کی وجہ سے الگ ہو گیا ہوں
کیونکہ میں ہر دم وگوں سے حسن سلوک کرتا ہوں
وہ میرے عیب کو ہنر و کمال سمجھتے ہیں
میں پھول کا کانٹا ہوں اور وہ مجھے یاسمین سمجھتے ہیں

کہ دشمن تو شوخ ہے مگر آنکھ ناپاک ہے
جب تک کہ میرا عیب مجھے نہ دکھادیں

5۔ اے اللہ! مجھے کسی جگہ پہونچادے۔

6۔ ترجمہ:

حضرت نوحؑ کا بیٹا برے لوگوں کے ساتھ بیٹھتا تھا
اس کی نسل کا خاندان ہی گم ہوگیا
اصحاب کہف کے ساتھ ان کا کتا چند روز رہا
لوگ اسے بھی نیکوں میں شمار کرتے ہیں

7۔ ترجمہ:

کم حوصلہ پرندے کو اپنے پھنسنے کا غم کیا
اس شخص میں کیا رحم ہوگا جس نے جال رکھا تھا
(عربی) تم جب بھی کسی جھگڑالو اور خودغرض شخص کو دیکھو
تو اس شخص کو قید کرنا قرین انصاف و درست ہے۔

8۔ ترجمہ:

ایسے دوستوں سے تو چور اچھے ہیں
جو آنکھیں تو دور کھتے ہیں مگر زبان ایک نہیں ہوتی
اس طرح کے معیار سے چاروں جانب رہ روی کیا ہے
تب تک دو نہریں نہیں ملتیں جب تک انکو ملوایا نہ جائے
گزرے وقت کے ساتھ ساتھ ایسے ساتھیوں سے دور رہو
کیونکہ اس نکتہ کی (تشریح کرنے سے) میری زبان تھک گئی ہے۔

9۔ منافق کی تین علامتیں ظاہر ہوتی ہیں
جس کی وجہ سے وہ قاہر (خدا) قہر سے منقسم ہو رہا ہے
منافق وعدہ کرکے وفا نہیں کرتا
اس کی وجہ سے رخش میں روشنی نہیں ہوگی
اس کے وعدے ہمیشہ پورے نہ ہونگے

اس کی بات میں جھوٹ اور دھو کے کے علاوہ کچھ نہ ہوگا
وہ مومنوں کی مدد کم کرتا ہے
ہر امانت میں خیانت کرتا ہے
تو منافق سے کبھی آمین نہ کہہ
اس بد بخت کیلئے روئے زمین پر انصاف نہیں ہے
اے بیٹے منافق سے دور رہ
اپنی تلوار ہمیشہ اسے قتل کرنے کیلئے تیار رکھو
جو کوئی بھی منافق کے ساتھ ہو جاتا ہے
اس کی منزل پاتال بن جاتی ہے

10۔ ترجمہ:
دو چہرے مت رکھو اور دو زبانیں مت رکھو
کیونکہ یہ دنیا کو نقصان پہنچاتی ہیں
قلم دو زبان والا ہے اور کاغذ دو شکل (طرف) والا
وہ اسی وجہ سے سیاہ رو ہوتا ہیں

11۔ **کہل گانو**: صوبہ بنگال میں بھاگل پور سے 23 میل کے فاصلے پر ہے۔

12۔ سلطان حسین اور نصیب شاہ کی ملاقات کی یہ تفصیل صرف اس کتاب میں ملتی ہے۔

13۔ یعنی تیروں اور بندوقوں سے جنگ کرتا تھا۔

14۔ دریا خان پر حملے کی تفصیل بھی ہمیں اور کہیں نہیں ملتی۔ واقعات مشتاقی میں کچھ ذکر ہے (واعات مشتاقی ص99)

15۔ کھو شامال پہلوان کا نام تھا۔ ماضی میں بادشاہ طاقتور پہلوان بھی اپنے پاس رکھتے تھے۔

16۔ سلطان حسین کے بیٹے کا قصہ ہماری نئی معلومات میں شامل ہے۔ اس کی اطلاع کہیں اور سے نہیں ملتی۔

17۔ سلطان حسین کی وفات کے بارے میں طبقات جلد سوم میں درج ہے کہ وہ شکست کے بعد چند سال اور زندہ رہا (ص289)۔ تذکرہ مشائخ شیراز ہند جونپور میں مسکوسات

کے حوالے سے درج ہے کہ اس نے 911ھ/1505ء تک اپنے نام کے سکے جاری رکھے۔ اس سے خیال کیا جاتا ہے۔ کہ وہ 1505ء میں فوت ہوا۔ جونپور نامے کے مطابق وہ جونپور میں ہی دفن ہوا (ص 8-127)

18۔ ترجمہ:

جب دنیا ہم سے خالی ہو جائے گی
تو شہنشاہی سے زیادہ فقیری ہوگی۔

19۔ ترجمہ:

نہر کے کنارے بیٹھ جا اور عمر کا گذر جانا دیکھو
دنیا سے گذر جانے کا اشارہ ہمارے لیے یہی ہے۔

حکایت نمبر 23۔

1۔ ترہٹ کے راجہ سلطان سکندر کے مطیع تھے (طبقات ا ص 460)

2۔ یعنی ترہت کے بعد اب بنگال فتح کرنے کی نیت ہو جائے گی۔

3۔ مخدوم شاہ کیلئے دیکھئے حکایت نمبر 56

4۔ سلطان سکندر کا اتنا وسیع علاقہ شاہ بنگال کو از خود دے دینا خلاف عقل ہے۔

5۔ سلطان سکندر کی مدت بادشاہت کے بارے میں طبقات میں درج ہے کہ اس نے 28 سال 5 ماہ حکومت کی (طبقات ا ص 479) تاریخ شاہی میں ہے کہ 28 سال 5 ماہ اور دو دن حکومت کی۔ (ص 66) جبکہ تاریخ شاہی کے ایک دوسرے نصف میں ہے کہ 2 8 سال 5 ماہ اور 9 دن حکم کی (ایضاً) مخزن میں بھی 28 سال 5 ماہ درج ہے (ص 176)

6۔ ترجمہ:

اچھا شخص ہو یا برا ہو وہ کبھی باقی نہیں رہتے
جو بھی نیکی کر جائے وہ یادگار رہ جاتا ہے۔

حکایت نمبر 24۔

1۔ یہ حکایت خلاف عقل ہے۔ اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ مخزن میں بھی درج ہے

۔(ص181-183)

2۔ حضرت سلیمانؑ نبی تھے۔ جن آپکے قبضے میں تھے۔ مئوکل سے مراد ہے غلام

3۔ روم سے یہاں مراد اٹلی نہیں بلکہ موجودہ ترکی کا علاقہ ہے جو اس دور میں روم کر کے مشہور تھا۔ اس وقت روم میں بایزید ثانی بادشاہ تھا۔ جس نے 1481ء تا 1512ء حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سلیم اول (1512-1520) حکمران رہا۔

4۔ ''ہندی زبان'' کے استعمال سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں مسلمانوں کی مادری زبان ہندی ہو چکی تھی۔ جیسا کہ امیر خسرو ے دور میں ہندوی یا ہندی کا مسلمانوں میں رواج ہو گیا تھا۔

5۔ پان ہندوستان کا خاص تحفہ ہے۔ بادشاہ نے پان یوں منگوایا کہ وہ تصدیق کر لے جو جو معلومات لڑکی کو ملی ہیں وہ درست ہیں یا نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ کوئی ہندوستانی کسی اور ملک میں بیٹھ کر یہ کام کر رہا ہو۔

6۔ سلطان سکندر کے نام فرمان خلافت کی کہیں اور سے تصدیق نہیں ہوتی۔

حکایت نمبر 25۔

1۔ مولانا جمالی کیلئے دیکھئے حکایت نمبر 30۔

2۔ مولانا جمالی کا سلطان سکندر کے پاس ناراض ہو کر چلے جانا کسی دیگر کتاب سے ثابت نہیں۔ البتہ انکو سیاحت کا شوق تھا۔ وہ خراسان بھی گئے پھر واپس آ گئے (تذکرہ علمائے ہند ص152-153)۔

3۔ مولانا جامی خراسان میں ایک قصبہ جام (جواب افغانستان) میں 1414ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تصوف اور شاعری دونوں میں کمال حاصل کیا۔ آپ کا پورا نام نور الدین عبدالرحمٰن جامی تھا۔ آپ 1492ء میں ہرات میں فوت ہوئے۔

4۔ ترجمہ:

میں نے تیرے کوچے کی خاک سے کپڑا بنا کر جسم پر اوڑھا ہے۔

وہ بھی پانی دیکھ کر دامن تک سو جگہ سے پھٹ گیا ہے۔

5۔ **امیر خسرو دہلوی**، خواجہ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے۔ 1254ء کو پٹیالی (ایٹہ

یوپی میں پیدا ہوئے۔ تاریخ، تصوف اور شاعری میں نام کمایا۔ 1325ء میں دہلی میں فوت ہوئے (تذکرہ علمائے ہند ص180)

6۔ حسن دہلوی کا پورا نام امیر حسن بن علاء سجزی دہلوی تھا۔ نظام الدین اولیاء کے مریدوں میں تھے۔ کتاب فوائد الفواد کے مصنف ہیں۔ شاعری سے بھی کمال پیدا کیا۔ امیر خسرو کے مصاحب تھے۔ 736ھ میں انتقال کیا (تذکرہ علمائے ہند ص163-64)

7۔ ترجمہ:

8۔ کشتی کے جمع جو پانی میں تیرتی ہے۔

9۔ ترجمہ:

10۔ خواجہ نظام الدین اولیاء حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے خلفیہ تھے اور آپ بدایوں میں 1233ء میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ چشتیہ کی شاخ نظامیہ کے بانی مبانی ہیں۔ آپ کے سلسلے کو بہت فروغ ہوا۔ آپ 1324ء میں فوت ہوئے۔ دہلی میں درگاہ مرجع خلائق عام ہے۔

11۔ اس لفظ کا مطلب واضح نہ ہے۔

12۔ **یعنی شاید یہ لوگ طاقتور ہو جائیں گے اور سیاست پر اثر انداز ہونگے**۔ یہاں جس بادشاہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ خراسان کا سلطان حسین مرزا تھا۔ (تذکرہ علمائے ہند ص152)

13۔ ترجمہ:

دو تین گز کا بوریا لیکن کھال ایک ہے

دل تو یار کے درد سے بھرا ہوا ہے مگر دوست ایک ہی ہے۔

جمال کے لئے اب اتنا ہی کافی تھا۔

عاشق کے لئے لاابالی میں مست ہونا کافی ہے۔

14۔ ذیل کا شعر غالباً سلطان سکندر کا اپنا ہے۔

15۔ ترجمہ:

جب مکہ و مدینہ کو گیا تو ایک گوہر تھا اور خزانہ بن کر واپس آیا

چاہیے کہ آپ خود یہاں آجایئے کہ اب بہت جدائی ہوگئی

16۔ ترجمہ:

اگرچہ میں دور ہوں مگر آپ کی قربت کی بساط سے دوری کی ہمت نہیں ہے

میں آپ کی بادشاہی کا غلام ہوں اور آپ کی تعریف کرنے والا ہوں

17۔ **سلطان سکندر** 7 ذی القدر 923ھ کو فوت ہوا۔ جو 1518ء بنتا ہے۔ مخزن، داؤدی، فرشتہ وشاہی سب ااسپر متفق ہیں۔ منتخب التواریخ میں 17۔ ذی القدر 929ء درج ہے مولانا جمالی بعد میں ہندواپس آگئے۔

حکایت نمبر 26۔

1۔ سلطان سکندر کے کردار کے حوالے سے دیکھئے۔ ''سلطان سکندر لودھی'' از ڈاکٹر سعود الحسن خان روہیلہ۔

2۔ سکندر کی شاعری کے حوالے سے دیکھیئے ۔ مخزن ص 188-186 منتخب التواریخ ص 213

3۔ اس قصے کیلیئے دیکھیئے واقعات مشتاقی ص 44-42: شاہی ص 44-42

4۔ ترجمہ:

دو یتیموں نے ایک روز جگر کو جلایا\
اور بولے کہ اے ہمارے باب\
ہمارے ان دنوں کی بے بسی کو دور کردے\
یہاں پھول کھل جائیں اور نئی بہار آجائے\
کوئی شخص جو ہم سے پوشیدہ ہے\
وہ آجائے اور ہماری خاک پر سے گذرے\
چونکہ ہر کوئی دنیا میں باقی نہیں رہتا\
مگر یہی کہ نیکی ہی یادگار رہ جاتی ہے۔

5۔ ترجمہ:

قارون ہلاک ہوگیا کہ جو چالیس گھر خزانوں سے بھرے رکھتا تھا۔

نوشیروان نہیں مرا کیونکہ اس نے اچھا نام پیدا کیا
بہت سے نامور لوگ جو زمین کے اندر دفن کر دیئے گئے ہیں
ان کے وجود کا کوئی نشان زمین پر باقی نہ رہا ہے
اور اس پیر کا لاشہ جسے خاک کے نیچے دفن کیا گیا ہے
خاک اسے اس طرح کھاتی ہے کہ ہڈیاں بھی نہیں رہتیں
بادشاہ نوشیروان کا نام اس کے خیر کے کاموں سے زندہ ہے
گو کہ نوشیروان کے مرنے کے بعد بھی بہت سے گذرے ہیں
اے فلاں شخص! اچھا کام کر اور عمر کو غنیمت جان
اس سے پہلے کہ یہ اعلان ہو کہ فلاں زندہ نہیں رہا

حکایت نمبر 27۔

1۔ سلطان سکندر کی لڑکیوں کے بارے میں اطلاع بالکل نئی ہے۔ البتہ ایک رات کے اندر ہی ان کا نکاح ہو جانا ور خصتی کر دینا خلاف عقل ہے۔

2۔ کسی پٹھان کا باپ کی جانب سے پٹھان ہونا مگر ماں کی جانب سے غیر پٹھان ہونا اس دور میں سخت معیوب ہوتا تھا۔ اس کی دیگر مثالوں کیلئے دیکھئے حکایت نمبر 9 اور تاریخ و فرشتہ جلد اا ص 395۔

3۔ محمود خان سلطان کا کزن تھا۔ اسے سلطان بہلول نے کالپی دیا تھا۔ یہ دراصل سلطان بہلول کا کزن یعنی چچازاد بھائی تھا۔ دیکھئے حکایت نمبر 14

4۔ اس سے ملتا جلتا ایک قصہ واقعات مشتاقی میں شیر شاہ کے حوالے سے درج ہے (ص 128-127) لیکن واضح طور پر دونوں واقعات الگ الگ ہیں۔

5۔ اس واقعے سے ہند آنے والے افغانوں کے اپنے وطن سے رابطوں کے تصدیق ہوتی ہے۔

حکایت نمبر 28۔

1۔ فراش یعنی فرش بچھانے والا۔ مکان صاف کرنے والا نوکر (قطعات کشوری 344)

2۔ ایک کملی، کمل (نعات کشوری 403)

3۔ ہتھوڑی

4۔ فرج

5۔ قلعہ کامن رومی مانڈو کی سرحد پر ایک قلعہ کا نام تھا۔ بعدازاں یہ ریاست بھرتپور میں چلا گیا اور راجستھان کی سرحد کے اندر تھا۔

6۔ سلطان غیاث الدین والئ مانڈو/مالوہ نے 837ھ/1469ء سے 906ھ/1501ء تک مالوہ پر حکومت کی۔ یہ درست ہے کہ وہ لڑکیوں کا شوقین اور عیاش تھا۔ طبقات کے مطابق اس نے اسہال کے مرض میں وفات پائی۔ جبکہ بعض کے نزدیک اسے اسکے لڑکے سلطان ناصرالدین نے زہر دے کر ہلاک کر دیا۔ (طبقات III، ص3755-347و365)۔

7۔ مسلمان حکمرانوں کے ساتھ آج تک لفظ راجہ استعمال نہیں کیا گیا۔ یہ بات بہت حیران کن ہے۔ کہ مصنف نے یہ لفظ استعمال کیا ہے حالانکہ یہ لفظ ہر دور اور ہر زمانے میں حرف ہندوؤں کے لئے استعمال کیا ہے۔ اگر ہندو حکمران مسلمان ہو جاتا تھا۔ تب بھی اس کے ساتھ لفظ راجہ استعمال نہ ہوتا تھا۔

8۔ عرف عام میں اسے چھجا کہتے ہیں۔

9۔ سلطان غیاث الدین کی موت کا یہ واقعہ غلط ہے۔ یہ واقعہ دراصل سلطان ناصرالدین خلف سلطان غیاث الدین کا ہے جس کی تصدیق طبقات جلد سوم ص369,367 سے ہوتی ہے۔ اس میں بھی درج ہے کہ سلطان ناصرالدین پانی میں ٹھہرا رہا۔ جس سے بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔

10۔ ترجمہ:

اگر خواجہ نیکی کرے گا تو وہی ہوگا
جو کچھ وہ کریگا اس کا صلہ ملے گا

11۔ ترجمہ:

جو کوئی برائی کا ارادہ کرتا ہے
تو وہ اپنے جسم سے ہی برائی کرتا ہے
جس کسی کو غلطی کا خطرہ تھا۔

تو اس غلطی پر اس کی رائے اچھی ہو جاتی ہے
اس طرح خود لیئے جو ظاہری بات کرے
وہ عقل مند کے آگے رسوا ہو جائے

حکایت نمبر 29۔

1۔ اس عداوت کے بارے میں کہیں اور سے تفصیل نہیں ملتی

2۔ یعنی بدمعاش (نقات کشعوری ص418) یہ بات مذاقاً کہی۔

3۔ دیکھئے طبقات جلد اول ص462 جہاں یہ واقعہ دوسرے طریقے سے درج ہے

4۔ پتھر اور شیشے کے۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ میاں حسین کے ساتھ 360 عمائدین بھی چلے گئے تھے کہ جن کی تعداد کی جانب یہ اشارہ ہے۔

5۔ ترجمہ:

وہ شخص اپنی حکومت کی بنیاد کھود دیتا ہے
جو رات کو کھانا کھاتا ہے اور دن کو سوتا ہے

6۔ سلطان ابراہیم کی سختیوں کیلیئے دیکھئے۔ طبقات ا ص496: مخزن 200-199

7۔ ترجمہ:

دانشمندوں کے خزانے چھپ گئے
جنوں کے کام خراب ہو گئے
عقلمندوں کا جادو بکھر گیا
نیکی اور اچھائی پوشیدہ ہو گئی
پری کے اور دیوون کا ہاتھ دراز ہو گیا
نیکی میں راز کی بات کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا

8۔ **محمد کالا پہاڑ**، سلطان بہلول کا بھانجا تھا۔ دیکھئے حکایت نمبر 52 افسانہ شاہان کے مطابق کالا پہاڑ ابراہیم کے آخری دور میں بابر سے لڑتا مارا گیا۔ اس کی تصدیق تاریخ شیر شاہی سے ہوتی ہے کہ کالا پہاڑ سلطان ابراہیم کے آخری دور میں فوت ہوا

(ص 67)

حکایت نمبر 30

1۔ راجہ مان گوالیار کے راجہ نام ہے۔ وہ سلطان سکندر کا تابع اور فرمانبردار تھا۔ (طبقات ا ص 467-465) اس وجہ سے سلطان سکندر نے گوالیار پر کبھی حملہ نہ کیا۔ راجہ مان کا لڑکا بکرم جیت سلطان سکندر کے آکر ملا تھا۔ سلطان نے اسے اعزاز کے ساتھ واپس کر دیا تھا (طبقات ا ص 467)

2۔ میاں بھووہ، سلطان سکندر کے دور کا وزیر تھا اور اس کا اچھا دوست بھی تھا۔ اس کے بہت قصے واقعات، مشتاقی اور طبقات اور مخزن میں درج ہیں۔ وہاں ملاحظہ کیجئے۔ میاں بھووہ کا لڑکا دلاور خان سلطان ابراہیم کا امیر تھا۔ میاں بھووہ کو قتل کروا کر اس نے اس کے لڑکے کو اس کی جگہ مقرر کیا (مشتاقی ص 82)

حکایت نمبر 31

1۔ کھوڑہ سے مراد ہے گھوڑہ

2۔ یہ مخفف ہے کہ پاذہر کا۔ اصل میں لفظ 'پاذہر' جس کا مطلب ہے زہر مہرہ۔ (لغات کشوری 80)

3۔ اعظم ہمایوں کی قید کیلئے دیکھئے شاہی ص 89-86؛ طبقات ا ص 95-494: مخزن 200-202

حکایت نمبر 32

1۔ یہ معلومات نئی ہے کہ سلیم خان، دریا خان کا داماد تھا۔

2۔ چنڈول یا چوڈول۔ ہندی لفظ ہے اس سے مراد دو Poles والے sedan کی ہے

3۔ سلیم خان کی شکست کیلئے دیکھئے۔ طبقات ا ص 96-495؛ مخزن 04-202:

4۔ آز ہمایوں کے قتل کیلئے دیکھئے۔ مشتاقی 102-101: مخزن ص 204: طبقات ا ص 496۔

5۔ سلطان ابراہیم کے ڈر کیلئے دیکھئے۔ طبقات ا ص 97-496؛ مشتاقی 104-102:

مخزن ص 07-204۔

حکایت نمبر 33

1۔ بایزید فرملی سلطان ابراہیم کے خاص ساتھیوں میں تھا۔اس نے سلطان کا ہر مشکل میں ساتھ دی اور بابر و ہمایوں کے دور میں طویل عرصے تک مغلوں کو پریشان کئے رکھا۔ اس کے حالات کیلئے دیکھئے۔بابر نامہ اور ہمایوں نامہ جہاں اس کے حالات کی تفصیل موجود ہے۔افغان تواریخ میں افسانہ شاہان ہے جو اس کے حالات زیادہ تفصیل سے بیان کرتی ہے۔

2۔ دریا کہتہ کی نشاندہی ہنوز نہیں ہو پائی ہے۔

3۔ میاں شیخ فرید بتنی کے تفصیلی حالات کہیں اور نہیں ملتے

4۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امراء کے رشتہ دار چھوٹے کاموں پر بھی مامور ہوا کرتے تھے۔

5۔ اس جنگ کی تفصیل صرف یہیں ملتی ہے۔نیز دیکھئے واقعات مشتاقی ص 104-103: باقی کتب میں اس جنگ کا حال بہت مختصر ہے۔

حکایت نمبر 34۔

1۔ پرمانڈلی یعنی پرمندل ایک جگہ کا نام ہے

2۔ خواجہ اسمعیل کیلئے دیکھئے۔مخزن ص 197: طبقات ا ص 491:

3۔ ترجمہ:

بری عادت جو طبعیت میں جم جائے
وہ علاوہ مرنے کے وقت کے، کبھی ہاتھ سے نہیں جاتی

حکایت نمبر 35

1۔ میاں حسن، شیر شاہ سوری کا باپ تھا، شیر شاہ کا باپ اپنے والد ابراہیم خان کے ساتھ سلطان بہلول کے دور میں ہند آیا (تاریخ شیر شاہی ص 9)

2۔ ابراہیم خان، یعنی شیر شاہ سوری کا دادا۔ یہ ژغرئی المعروف روہری (کوہ سلیمان کا

حصہ) کا ساکن تھا (شیر شاہی ص 9)

3۔ یعنی وطن میں انکے معاشی وسماجی حالات اچھے نہ تھے۔

4۔ قصور ایک مشہور تاریخی شہر لاہور کے جنوب میں اب بھی موجود ہے۔ مگر تاریخ شیر شاہی میں ہے کہ وہ بجوارے میں رہنے لگا۔ (ص 9)

5۔ یعنی یہ دونوں لڑکے قصور میں پیدا ہوئے۔ یہ بات بالکل نئی ہے کہ شیر شاہ اور نظام دین قصور ہوئے تھے۔ شیر شاہ کے مقام پیدائش کے بارے میں شیر شاہی میں ہے کہ وہ بہلول کے دور میں پیدا ہوا مگر مقام درج نہیں ہے۔ تاریخ شاہی میں ہے کہ فرید حصار فیروز میں پیدا ہوا (ص 175)۔

6۔ شیر شاہ کا نام فرید خان تھا جبکہ نظام خان کا نام یہاں نظام الدین لکھا ہے۔

7۔ تاریخ شیر شاہی میں ہے کہ وہ لوگ سلطان بہلول کے دور میں آئے اور جاگیران کو سلطان بہلول کے دور میں ہی قلعہ فیروزہ کے گورنر جمال خان نے نارنول کی دی ۔(ص 10-9)

8۔ نارنول اس وقت صوبہ ہریانہ کا مشہور شہر ہے پہلے یہ پنجاب میں تھا۔

9۔ یعنی حسن کی حیثیت، ابراہیم کے وکیل کی تھی جو ہر وقت دربار میں رہتا تھا۔

10۔ آنونت گڑھ، گوالیار اور نروار کے درمیان درہ پنڈ کے جنوبی سرے پر کرولی سے 28 میل کے فاصلے پر ہے (کے ایس لال ص 178-177)۔

11۔ جان گڑھ، آنونت گڑھ کے پاس ایک علاقہ ہے۔

12۔ نفیر کا مطلب ہے کہ "فریاد" نالہ آواز اور مجازاً بھاگنے والا اور نفرت کرنے والا۔ نیز بڑے سائز کی بانسری۔ (لغات کشوری ص 540)۔

13۔ چی کا مطلب ہے رکھنے والا (لغات کشوری ص 146)۔

14۔ یہاں جملے کا مطلب ذرا سے سے مبہم لگتا ہے۔ نفیر کی جگہ نفی کردن ہونا چاہیے یعنی "دور کرنا" نیست کرنا یا شہر سے نکال دینا۔

15۔ سہسرام کی جاگیر میاں حسن کو سلطان سکندر سے ملی۔ اسکے لیئے دیکھئے شیر شاہی ص 11۔

16۔ یعنی وزیر اعظم، یہ معلومات بھی بالکل نئی ہے کہ سلطان ابراہیم کے دور میں دریا خان کو

وزیراعظم کا درج حاصل تھا۔ دیکھئے واقعات مشتاقی ص103 جہان دریا خان کو وزیر لکھا ہے۔

17۔ تاریخ شیر شاہی میں ہے کہ خاص پور فائدہ اور سہرام دونوں اکھٹے جاگیر میں ملے۔ مگر یہاں وضاحت ہے کہ حسن خان کو یہ دونوں چیزیں الگ الگ شخصیات سے ملیں۔

18۔ میاں ابراہیم کا نارنول میں انتقال ہوا (تاریخ شیر شاہی ص10) اس کا مقبرہ آج بھی نارنول میں ہے۔ (پنجاب اور ہریانہ کی تاریخی مساجد)۔

19۔ نصیر خان اور دریا خان کی وفات کیلئے دیکھئے، واقعات مشتاقی ص105-103: مخزن 205: طبقات ا ص97-496۔

20۔ شیر شاہ کا بہار خان کی بغاوت میں شریک ہونا قابل ذکر بات ہے۔ اسکی اطلاع کہیں اور سے نہیں ملتی مگر یہ بات اس لیئے قابل قبول ہے کہ جب بابر ہندوستان آیا تو فرید خان ایک بااثر سردار بن چکا تھا۔ پھر سلطان ابراہیم کا اس کو جاگیر دینا بھی اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ فرید خان کی اہمیت بڑھ چکی تھی۔ اس کا اشارہ تواریخ دولت، شیر شاہی میں بھی ''پہلی بات'' سے ہے (ص61)

21۔ مانک پورا اور کہرہ دو الگ الگ شہر ہیں اور شمالی ہندوستان میں جونپور کے شمال میں اور مشرق میں ہیں نقشے میں انکی نشاندہی کردی گئی ہے۔

22۔ ''حسوہ'' گاؤں کا تعین تاحال نہیں ہوسکا ہے۔

حکایت نمبر36۔

1۔ میاں حسن کی ناراضگی کی اصل وجہ یہ تھی جس کا ذکر افسانہ شاہان نے کیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی شکایت تھیں مگر اصل سبب یہ تھا۔ تواریخ دولت شیر شاہی میں ہے کہ فرید کے ایک ہندو لڑکی سے عشق کی وجہ سے میاں حسن اس سے ناراض ہوا (ص61-60)۔ مگر اسی میں آگے ہے کہ عشقیہ قصے نے پہلی بات، کو تقویت دی (ص61)۔ وہ پچھلی بات یہی تھی جس کا افسانہ شاہان میں ذکر ہے۔ حسن کا محض ایک کنیز کے کہنے پر شیر شاہ کو جاگیر سے بیدخل کرنا محض مبالغہ آرائی ہے۔

2۔ میاں شیخ ادہن خلف شیخ بہار الدین نھو جونپوری۔ اپنے والد کے خلیفہ تھے۔ بہت

پہونچے ہوئے عالم و فاضل تھے۔ ان کا انتقال 970ھ / 1562ء یا 976ھ / 1568ء میں ہوا۔ طویل عمر پائی (تذکرہ شائع شیراز ہند ص 298-300)۔

3۔ میاں حسن سہسرام میں گھوڑے سے گر کر فوت ہوا (تواریخ دولت شیر شاہی ص 62)

4۔ یہ معلومات بالکل نئی ہے کہ حسن اور محمد خان چوندیہ (محمد خان سور) ایک دادا کی اولاد تھے۔ اسکی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ قبیلے میں رتبہ اس کا بڑا تھا لہذا حسن خان کی دیگر اولاد اس کے پاس شکایات لے کر گئی۔ دیکھئے فرشتہ II ص 464: طبقات ا ص 116-117؛ منتخب التواریخ ص 247؛ تاریخ شاہی ص 178-79؛ تاریخ شیر شاہی ص 33-36؛ تواریخ دولت شیر شاہی ص 62-63: مخزن افغانی ص 215-16)۔

4-A یہاں شیر شاہ کو جاگیر سلطان ابراہیم سے ملنے کا ذکر نہیں ہے۔ واقعات مشتاقی میں بھی یہی بات درج ہے (ص 121) کہ شیر شاہ کو سلطان سے جاگیر نہ ملی بلکہ وہ از خود چلا آیا اور نظام نے جاگیر اس کے سپرد کردی۔

5۔ جونپور میں میاں ادھن سے شیر شاہ کی ملاقات کا ذکر اور کہیں نہیں البتہ اس کے جونپور میں تعلیم حاصل کرنے کا ذکر ہے دیکھئے۔ مخزن 211؛ منتخب التواریخ ص 247: فرشتہ ص 462: طبقات II ص 114۔

6۔ دیکھئے فوجی بھرتی کے وقت شیر شاہ کی نیت کے لیے تواریخ دولت شیر شاہی ص 66۔

7۔ محلّہ یعنی جگہ یا شہر کا ایک حصہ (لغات کشوری 442) جہاں فوج کا نظارہ کیا جا سکے۔

8۔ یعنی تمہیں حصہ زمین کا دے دونگا۔

9۔ محمد خان چوند / سور کی گرفتاری کیلئے دیکھئے فرشتہ II ص 465: طبقات II ص 119-120؛ تاریخ شیر شاہی ص 39-40؛ تاریخ شاہی ص 181-82؛ تواریخ دولت شیر شاہی ص 67؛ مخزن مخزن ص 218-219۔

10۔ میاں جعفر خان بتنی، شیر شاہ کے دور میں بڑے امراء میں تھا۔ مگر اس کا ذکر دیگر کتب میں نہیں ملتا۔

11۔ چنار پر قبضہ کے لیے تواریخ دولت شیر شاہی ص 71-72؛ تاریخ شیر شاہی

ص60-57: مخزن ص223-222: تاریخ شاہی ص159-158۔

حکایت نمبر 37

1۔ کنیت گڑھی اس وقت ضلع مرزاپور میں ہے۔ اور الہ آباد سے ریوہ جات والے راستے پر آتا ہے۔ یہ الہ آباد سے 16 میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں کے سردارن "بیجاپور راجے" کر کے مشہور تھے۔

2۔ میاں رعنا اختیار خان بتنی، شیر شاہ کے خاص آدمیوں میں تھا۔

3۔ بہار خان کی بیوی کا نام دودو درج ہے۔ (طبقات II ص121: مخزن 220: تاریخ شیر شاہی ص44۔

4۔ دریائے جون سون صوبہ بہار کے ایک دریا کا نام ہے۔

5۔ نوحانیوں سے اس جنگ کے لئے دیکھئے تواریخ دولت شیر شاہی ص70-69؛ تاریخ شیر شاہی ص49-46؛ تاریخ شاہی ص3-182؛ مخزن ص2-221؛ فرشتہ ص طبقات II ص123-122

6۔ دراصل شیر شاہ نے بادشاہت کا آغاز کر دیا۔ دیکھے تواریخ دولت ص69۔

7۔ شیر گڑھ کی تعمیر کیلئے دیکھئے
نیز دیکھئے واقعات مشتاقی ص 187 جہاں شیر گڑھ کی تعمیر اسلام شاہ پسر شیر شاہ سے منسوب ہے۔

حکایت نمبر 38

1۔ ترجمہ:

اپنے (مال وطاقت) میں کمی نہیں چاہتا اور کبھی کسی کو پکڑ لیتا
کسی کو نہیں مارا اور ہرگز ۔۔۔۔۔ (یہاں مطلب واضح نہ ہے)۔
بیان کرنے والا چونکہ چونٹی ہے اور وہ کرفش (بدبودار دوا) ہے۔
تو جان لے کہ اسکو جان دینا اچھا نہیں ہے۔

2۔ دولت خان لودھی بائی خیل پسر تاتار، خان لودھی، اس کا باپ بھی پنجاب کا گورنر تھا۔ یہ یوسف خیل کی شاخ بائی خیل سے تعلق رکھتا تھا۔ (بابرنامہ ص154)

3۔ بابرنامے سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ دیکھئے تزک بابری ص 154۔

4۔ دولت خان کے چار لڑکے یہاں درج ہیں۔ بابرنامہ کے مطابق اس کے لڑکوں کے نام درج ذیل ہے۔

علی خان پسر دولت خان (ص 154) (بیورج ص 60-459-382)

دلاور خان پسر دولت خان المعرف خان، خانان (بیورج ص 40-439)

اپاق غازی خان پسر دولت خان (بیوریج ص 60-442,451)

ان تین لڑکوں کے نام ملتے ہیں۔ ان میں سے دو وہ ہیں جو ابراہیم کے حضور میں قید ہوئے دو جو قتل ہوئے انکے نام معلوم نہیں ہوئے۔ غالباً یہ علی خان و اپاق خان وہ ہیں جو قید سے رہا ہو کر پانی پت کی آخری لڑائی میں آ گئے اور وہاں مارے گئے۔

5۔ بردہ یعنی غلام اور قربہ یعنی مشک پانی سے بھری ہوئی۔ یہاں مراد غالباً موٹا ہے یعنی جیسے مشک موٹی ہو جاتی ہے یہ بات حقارر سے کہی۔

6۔ ترجمہ:

جب بخشش کیلئے جھکا تھا تو باز رہنے والا ہو جا

وہ مت کر جو وہ کہتے ہیں بلکہ انکے ساتھ نیکی کر

اسے نصیحت کر جو تیری دانست میں برا ہو

جان کا ڈر کر اور وہ بھی تیری جان کا ڈر کریں

اگر عرضی کے درمیان میں 'خود' نہ ہو

تو نقصان کے حتمال سے ڈر جا۔

7۔ سرحدی صوبہ ہونے کی وجہ گورنر پنجاب دولت خان کے بابر سے اچھے تعلقات تھے۔ تحائف کیلئے دیکھئے تاریخ شاہی ص 93-91۔

8۔ یہ نام نیا ہے ایک اور نام او شخص کیلئے دیکھئے تواریخ دولت شیر شاہی ص 63 تاریخ شاہی میں ہے کہ دولت خان کا بیٹا بابر کے پاس گیا (ص 91)۔ اور بابرنامے میں ہے کہ دولت خان کے بیٹے کے علاوہ عالم خان بھی آیا (تزک بابری ص 78-176)

9۔ اس سے ظاہر ہے کہ بابر کو صرف مدد کیلئے بلایا گیا تھا مگر وہ قابض ہو کر بیٹھ گیا۔ اس خرچے کی معلومات بالکل نئی ہے۔

10۔ یہ معلومات بھی نئی ہے۔

11۔ 'اونچہ' سے مراد ہے۔

12۔ پانچ پشتوں اور ایک سوستائیس سال سے مراد ہے لودھی خاندان کی بادشاہی جس کی تفصیل افسانہ شاہان کے مطابق یوں بنتی ہے:

i۔	ملک کالا کلاں لودھی	13 سال۔9 ماہ۔1 دن۔ پانچ گھڑی
ii۔	ملک کالا خورد لودھی	3 سال۔6 ماہ
iii۔	سلطان بہلول	44 سال۔7 ماہ۔20 دن۔4 گھڑی
iv۔	سلطان سکندر	35 سال۔9 ماہ۔13 دن۔24 گھڑی
v۔	سلطان ابراہیم	20 سال۔2 ماہ۔19 دن۔13 گھڑی

یہ کل مدت بنی 107 سال، 10 ماہ اور 25 دن۔ اس میں 9 سال وہ شامل ہیں جو درمیان میں سلطان حسین نے دہلی میں بادشاہی کی۔ اور دسواں سال جب سلطان بہلول نے شاہ عالم کے لڑکوں کو بیدخل کیا۔ اسطرح سے 117 سال بنتے ہیں۔ پھر 4 سال وہ ہیں جو شاہ عالم نے بادشاہی کی یوں 121 سال بن گئے۔ ملک کالا اس دور میں وزیر تھا۔ اس سے قبل امانت شاہ (شاہ عالم کے والد) کی مدت ایک سال 7 ماہ و ایک گھڑی جبکہ اس کے پیش رو اور بخشش کی مدت حکومت 3 سال دو ماہ 3 روز پانچ گھڑی ملائیں تو یہ کل 125 سال 7 ماہ 28 دن و 6 گھڑی بنتے ہیں۔ اس میں وہ چند ماہ بھی شامل کر لیئے جائیں جو سلطان بہلول نے بطور حکمران دہلی (ملک کالا خورد اور سلطان حسین کے درمیان) گزارے تو پورے 127 سال ہو جاتے ہیں یہ حساب کتاب افسانہ شاہان کا ہے اس میں غلطیاں ہیں اس کی الگ ضمیمے میں وضاحت کر دی ہے۔

13۔ ترجمہ:

مروت غایب ہوگئی اور وفاداری ختم ہوگئی

یہ دونوں نام تو بس سیمرغ کیمیاء کی طرح ہو گئے ہین

نوٹ:۔ سیمرغ ایک پرندے کو کہتے ہیں جسے عنقاء بھی کہتے ہیں جو شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے۔

14۔ بابر نامے میں ہے کہ بابر نے اسے سلطان پور کی جاگیر پر جلاوطن کر دیا اور وہ جلد ہی از

خود فوت ہو گیا۔ مگر افسانہ شاہان کا بیان یہاں بابر کی غلط بیانی کی پول کھول دیتا ہے۔

15۔ ترجمہ:

بد نفس مت ہو بلکہ بدگمان ہو جا
فتنہ اور شرارت سے پناہ مانگ
اسکے شریر لڑکے کا کان ایسا تھا
باپ کی شرم سے اسکی پیوند نجس ہو گئی ہے
وہ بدخو بیٹا تھا جو شیر کا بچہ تھا
وہ باپ کے خون سے بھی دلیر نہ بن سکا
باپ کے خون سے اسکی کہانی بن گئی
میں نے ایک دانا سے یہ کہانی سنی ہے
وہ ناپاک مفلس ظالم بھی ہو گیا
اسطرح سے اس نے اپنے باپ کا نام پکڑ لیا ہے
اگر اس کی پوشیدگی میں کوئی اور بات ہے
تو جاسوسی کا راز ماں کے پاس ہے

16۔ ملک کالا پہاڑ کی بابر سے جنگ کی کسی دیگر کتاب سے تصدیق نہیں ہوتی۔ البتہ تاریخ شیر شاہی میں اتنا درج ہے کہ وہ سلطان ابراہیم کے آخر دور میں فوت ہوا (ص 67)

17۔ افسانہ میں جنگ پانی پت کی تفصیل بالکل نہیں ہے۔ اسکے لیے دیکھئے مخزن ص 8-207؛ تزک بابری ص 190-186؛ تاریخ شاہی ص 101-95؛ طبقات II ص 40-38؛ فرشتہ I ص 36-433۔ منتخب التواریخ 220۔

18۔ ترجمہ:

اس آوردگاہ (دنیا) کا آئین اس طرح ہے
ایک کو مٹی (قبر) ملتی اور دوسرے کو تخت و تاج

19۔ یہ معلومات نئی ہے البتہ بابر کی جانب سے بھی یہ اشارے ملتے ہیں کہ دولت خان کے دوسرے لڑکے بابر کے خلاف تھے۔ تزک بابری (بیوریخ) ص 455,460,,461 و فرشتہ II ص 4-431۔

20۔ یہ معلومات بھی نئی ہے۔

21۔ سلطان ابراہیم کی مدت حکومت کے بارے میں مختلف کتاب میں یوں درج ہے:
9سال (منتخب التواریخ ص 221) 8سال 8ماہ اور 18دن (مخزن ص 208) 7سال چند ماہ (طبقات ا ص 49) : 8سال و چند ماہ (داؤدی ص104)7سال چند ماہ(تواریخ نامہ شاہان ہندورق 187ا)

22۔ ابراہیم لودھی کے چار لڑکے تھے:

i شہزادہ فتح خان (جوسب سے بڑا تھا)

ii شہزادہ شمس خان

iii شہزادہ علاء الدین خان

iv شہزادہ بہادر خان

(تواریخ نامہ شاہان ہندورق 179ا)

دیگر کتاب میں ان کا ذکر نہیں ملتا۔ بابر نے ابراہیم کے ایک لڑکے کا ذکر کیا ہے جسے دادی کے ساتھ قندھار جلاوطن کر دیا گیا (تزک بیورتج ص544)۔مگر بابر نے اس کی دادی (ابراہیم کی ماں) کی خودکشی کا ذکر نہیں کیا ہے۔حالانکہ دیگر مغل تواریخ سے اس کا پتہ چلتا ہے۔(اقبال نامہ از ساقی معمد خان بحوالہ اکبر نامہ ا ص Addenda-xi) اس سے ظاہر ہے کہ بابر نے بہت سی چیزیں چھپائی ہیں۔اس سے ظاہر ہے کہ افسانہ شاہان کا یہ بیان کہ ابراہیم کا کمسن لڑکا بر کے ہاتھ سے قتل ہو گیا درست ہے۔ جسے بابر نے چھپایا۔اور اس کا نام غالباً شہزادہ بہادر خان تھا۔

23۔ مصنف سلطان ابراہیم کی باتوں اور افعال کو افغانوں کے زوال کا سبب قرار دیتا ہے جیسا کہ مغلیہ دور میں اکثر مورخین نے کیا۔حالانکہ سلطان ابراہیم کا کردار اور پالیسی اس سے بالکل مختلف تھی ۔ دیکھئے سلطان ابراہیم لودھی از ڈاکٹر سعود الحسن خان روہیلہ۔

حکایت نمبر 39

1 کاہ کش یعنی گھاس کاٹنے والے اور ہیزم کش یعنی لکڑہارے۔

2 پناہ گزین۔مہاجرین۔

3 ان دو مقامات کی نشاہندی نہیں ہوسکی ہے۔

4 بابر بادشاہ اور رانا سانگا کی لڑائیوں کے لیے دیکھیئے تزک بابری ص35-222 تاریخ فرشتہ II ص 440-442 ؟طبقات II ص 45-51 منتخب التواریخ ص229-230۔

5 تاریخ شاہی ص22-121

7 قاضی نصیرالدین کنہدی یعنی قاضی نصرالدین گنبدی۔دہلی کے شیخ گھرانے سے تھے وہیں تعلیم حاصل کی۔امیر تیمور کے دہلی پر حملے سے جونپور چلے گئے۔سینکڑوں لوگو مستفید ہوئے۔قاضی جونپور بھی مقرر ہوئے۔زیادہ وقت عبادت میں گزارتے تھے۔حجرہ عبادت پر ایک گنبد بنا ہوا تھا جس کی وجہ سے گنبدی مشہور ہوگئے۔جونپور میں 3 صفر 7 لـ8/ 4 1414ء کو وفات ہوئی۔جونپور میں محلہ چاچک پور میں مزار ہے۔(تذکرہ مشائخ شیراز ہند جونپور ص(97-195)

8 اس قتل عام کی معلومات بھی نئی ہے۔

9 دیکھئے تزک بابری ص659-652

10 دریائے کزدک شمالی ہند کا ایک چھوٹا سا دریا ہے

11 بایزید کے حملوں کے لیے دیکھئے تزک بابری ص۔5-652,673-692,681

حکایت نمبر 40

1 **بانگرمو ایک مشہور شہر کا نام ہے۔**

2 **دریائے سرور ایک دریا کا نام ہے۔**

3 شیر شاہ کے بایزید سے مل جانے کے لیے دیکھئے بابرنامہ /تزک بابری ص۔

4 شیر شاہ کی یہ جنگی چال ہمارے لیے نئی ہے۔اور اہم معلومات ہے۔

5 **خانی فرملی کالڑ کا علی خان ماہونی کے بابر بادشاہ سے ملنے کی تصدیق بابرنامے سے بھی** ہوتی ہے۔(بیورتج ص 27-526)

678,582,576,567

6 اس جنگ کے لیے دیکھئے تزک بابری (بیورتج) ص,602-598,594
638,652,673,677,679

حکایت نمبر 41

1 ترجمہ:

جلال نے اپنے بچپنے سے غلط کام کیا ہے
عجیب بات نہیں ہے کہ اپنے بچپنے کی وجہ سے مارا جائے۔

2 ترجمہ:

جو کوئی بھیڑیئے کو گھر میں لے آئے
وہ اپنے گھر کو ویران کر لیتا ہے۔

3 نوحانیوں سے شیر شاہ کی جنگ کے لیے دیکھئے تاریخ شیر شاہی ص 54-52
تواریخ دولت شیر شاہی ص 70-69 تاریخ شاہی ص 183-182 مخزن ص 221
طبقات ص II,122۔
فرشتہ ص II466 منتخب التواریخ ص 248

4 **مونگیر** جو شمالی بہار کا مشہور شہر ہے۔

5 **تواگڑھی** سے مراد غالباً تیلیا گڑھی ہے۔

حکایت نمبر 42

1 **شاہ بسیاری** نامی جگہ کی تاحال شناخت نہ ہو سکی ہے۔

2 میاں جلو اور جلال خان سور کے بارے میں یہ معلومات بالکل نئی ہے اور بہت اہم ہے۔

3 میاں قاسم محمود خلف رکن خان۔ رکن خان نوحانی تھا۔ اسی لیے شیر شاہ سے غداری کر گیا۔ بعد ازاں شیر شاہ نے اس سے بھی اچھا سلوک کیا۔ دیکھئے حکایت نمبر 43۔

4 یہ شیخ علی بتنی مصنف کتاب شیخ کبیر کا دادا ہے۔ دیکھئے حکایت نمبر 78۔

5 یعنی چوچی۔ یہاں مراد ہے بوتل کا منہ۔

6 بہت بوڑھا۔ نہایت ضعیف۔

7 یہ ساری معلومات مصنف کی خاندانی روایت پر مبنی ہے۔

حکایت نمبر 43

1 **برمزید کور** شیر شاہ کا بہت وفادار تھا۔ شیر شاہ سوری کے بڑے امراء اور دوستوں میں سے تھا۔

2 یہ ابتدائی مغلوں کی بربیت کی مثال ہے۔

3 **دریائے سنبلہ** بہار کے مشہور دریا کا نام ہے۔

4 **کدھور** ایک علاقے کا نام ہے جو بہار میں ہے۔

5 اس طرح شیر شاہ نے ہندو راجہ کو اپنا حمایتی بنالیا۔

حکایت نمبر 44

1 **چپہ** ایک جگہ کا نام ہے۔

2 شیر شاہ کی اس فرح کی خبر بھی ہماری نئی اہم معلومات میں شامل ہے۔

3 **درکسی** سے مراد غالباً کاشی ہے۔

4 **جرہ** نامی جگہ کی تاحال نشاندہی نہ ہوسکی ہے۔

5 بنگالیوں کے ہاتھوں افغانوں پر مظالم کی تفصیل ہمیں صرف افسانہ شاہان میں ملتی ہے۔

6 **برای کا میدان** کی بھی تاحال نشاندہی نہیں ہوسکی ہے۔

7 یہ شیخ خلیل اللہ مصنف شیخ کبیر کے نانا ہیں۔ دیکھئے حکایت نمبر 125۔

8 **بھور کوندہ** ایک پہاڑی علاقے کا نام ہے۔

9 ترجمہ:

چراغ کو جب رگڑو تو وہ جل جاتا ہے
جو کوئی اسپر تف کرے اس کی داڑھی بھی جل جاتی ہے۔

10 اس جنگ کے تذکرے کے لیے دیکھئے تاریخ شاہی۔

11 میاں نظام کی فہم وفراست کا اندازہ اسبات سے لگایا جا سکتا ہے۔ وہ فرید کا دست راست رہا تھا۔

حکایت نمبر 45

1 **بابر کی تاریخ وفات** 5 جمادی الاول 25/937 دسمبر 1530ء ہے (طبقات II ص 51)۔

2 **محمود خان عرف سلطان محمود لودھی** پسر سلطان سکندر لودھی یہ سکندر لودھی کا بیٹا تھا۔ کہتے ہیں کہ بابر کے ہندوستان پر قبضے کے وقت خورد سال تھا۔ غالباً ابراہیم لودھی کے سارے لڑکے مرچکے تھے لہذا اس کے بھائی کو بادشاہ بنایا گیا۔

3 **دریاباد** ایک مشہور شہر ہے۔ حضرت عبدالماجد دریابادی کا تعلق یہیں سے تھا۔

4 **دورہ** دریا آباد کے پاس ایک گاؤں کا نام ہے۔

5 **بایزید فرملی کے قتل** کے لیے دیکھئے تاریخ شیر شاہی ص 63-61 مخزن ص 335-334 جہاں بایزید کے صرف زخمی ہوکر بھاگنے کا ذکر ہے۔

6 **راجہ بودھ** سے مراد ہے کہ گوتم بدھ جو شہزادہ ہونے کے باوجود ترک دنیا کر گئے۔

7 مرزاؤں کی بغاوتیں مغل بادشاہوں کو ہمیشہ تنگ کرتی رہی ہیں۔ اکبر بھی ان پریشان تھا دیکھئے منتخب التواریخ ص 236,234 وغیرہ۔

8 اس معاہدے کی معلومات بھی بالکل نئی ہے۔

9 دیکھئے طبقات II ص 55 تا 56:

حکایت نمبر 46

1 **شیخ میاں بہلول** کے لیے دیکھئے طبقات II ص 68۔ آپ بہت مشہور بزرگ تھے اور ہمایوں کے ساتھیوں میں سے تھے۔ شیخ محمد غوث کے برادر حقیقی تھے۔ 1538/945ء میں ہمایوں بادشاہ نے انہیں مرزا کامران کے پاس بھیجا تو اس نے انکو قتل کرا دیا۔ آپ سلسلہ شطاریہ پر بیعت تھے۔

2 **شیخ محمد غوث** بھی بہت سرکردہ علماء میں سے ایک تھے، شیخ میاں بہلول کے برادر حقیقی تھے بشطاری سلسلے پر بیعت تھے۔ 1500/906 میں پیدا ہوئے اور 1562/960 میں آگرہ میں فوت ہوئے مگر تدفین گولیار میں ہوئی۔ ہمایوں بادشاہ آپ کے معتقد تھے۔ (تذکرہ مشائخ شیراز ہند جونپور ص 19-578)

3 راجی نور خلف راجی سید حامد شاہ مانک پوری۔ سلسلہ چشتیہ پر بیعت تھے۔ سپاہی وضع تھے سرکردہ علماء وصوفیاء میں شمار کیے جاتے تھے۔ 3 رمضان 1540/947 کو مانکپور میں انتقال ہوا۔ (تذکرہ مشائخ شیراز ہند جونپور 327)۔

4 مصنف بزرگوں کی کرامات پر بڑا یقین رکھتا ہے۔

5 جلال خان جلو، جس کے باپ کا نام بھی جلو تھا۔ مصنف کہتا ہے کہ وہ سوری پٹھان تھا۔ (دیکھیے حکایت)۔

حکایت نمبر 47

1 کوتھولی کا دوسرے نسخے میں نام کتھونی لکھا ہے۔ درست نام کھٹولی ہے۔ یہ گوالیار کے پاس ایک جگہ کا نام ہے۔

2 قصبہ سہار دریائے سون کے مغربی کنارے پر پٹنہ سے 40 میل کے فاصلے پر ہے۔

3 ارول دریائے سون کے مشرقی کنارے پر پٹنہ سے 40 میل دور ہے۔

4 دیکھیے واقعات مشتاقی ص 123-122 تاریخ شیر شاہی ص 54-52 تواریخ دولت شیر شاہی ص 70-69۔

5 بشیر پور ایک مشہور تاریخی جگہ کا نام ہے۔

حکایت نمبر 48

1 اجین، یوپی اور بہار کی سرحد پر مشہور تاریخی شہر ہے۔ اس کی ایک قدیم تاریخ ''اجینیہ کی ورتہ'' کے نام سے موجود ہے جو راقم ڈاکٹر سعود الحسن نے اردو ترجمہ کر کے تواریخ دولت شیر شاہی کے ساتھ شائع کی ہے ملاحظہ کیجیے تواریخ دولت شیر شاہی مطبوعہ 2011

2 اجینی راجوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے ''اجینیہ کی ورتہ'' مطبوعہ 2011۔

3 عبدالرشید خلف شیر شاہ کے لیے دیکھیے مخزن ص 336-335 جہاں اس کی جگہ نام غلطی سے قطب خان درج کر دیا گیا ہے۔

4 شیر شاہ کے بارے میں یہ بات نئی ہے کہ وہ سماع اور فقیری میں بھی دلچسپی رکھتا تھا وہ ایک صوفی سلسلے میں مرید بھی تھا۔

5 محسوی چوند میں گاؤں کا نام ہے۔

6 انکی شہادت کے لیے دیکھئے مخزن ص.336-335

7 یعنی مرنے والے کے لیے بخشش کی دعا کرتے تھے۔

8 یہ معلومات بھی بہت اہم ہے کہ شیر شاہ کی کون کون سی اولادیں ایک ماں سے تھیں۔

9 یہ شیر شاہ کی ورا داری اور مروت کی زندہ مثال ہے۔ مخزن میں ہے کہ انکے ساتھ شیر خان یوسف خیل بھی مارا گیا۔ اور شیر شاہ نے اس کی اولاد کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کیا (ص336-335)۔

حکایت نمبر 49

1 نصیب شاہ کے بچوں کے قتل کے بارے میں یہ ساری معلومات بالکل نئی ہیں۔

حکایت نمبر 50

1 مصنف یہاں پھر بزرگوں کی کرامات سے تاریخی واقعات منسوب کرتا ہے۔

حکایت نمبر 51

1 یہاں مصنف پھر بزرگوں کی کرامات کا ذکر کرتا ہے۔ اروا س سے تاریخی واقعات کو منسوب کرتا ہے۔

2 یہ معلومات نئی ہیں۔ حبشی بادشاہ مظفر شاہ اور سید اشرف (جس کا نام شریف بھی لکھا گیا ہے) کے لیے دیکھئے طبقات III ص 274-273 فرشتہ IV ص 44-642۔

3 یہ معلومات بھی نئی ہیں۔

4 ترجمہ:

اس شہر میں کوئی ولی نہ رہے گا
یہاں محمدؐ کا دین ہوگا نہ ہی علیؓ کی محبت ہوگی۔

5 مصنف بزرگوں کی بددعاؤں اور ان سے ہونے والی زیادتیوں کو تاریخی واقعات کی بنیاد بناتا ہے۔ اس سے اس دور کے لوگوں کی نفسیات کا اندازہ ہوتا ہے۔

6 **یعنی معلم**

7 یعنی حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جو عراق میں گزرے ہیں قادری سلسلہ آپ سے ہی منسوب ہے۔آپ 470ھ 1077 کو پیدا ہوئے اور 1166/561 میں انتقال ہوا۔

8 جھوسی شہر کی نشاندہی نہ ہو سکی ہے۔

9 اس واقعے سے اس دور میں عورتوں کے اثر و رسوخ اور میاں بیوی کے تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے۔

10 ترجمہ:

میں اس کے غم کے ساتھ ہی خوش ہوں اگر چہ رات لمبی ہوگئی ہے
میں گزرے ہوئے کو یاد کرتا ہوں ان راتوں کے حوالے سے جو یاری میں گزری ہیں۔

11 ترجمہ:

دنیا پانی کا بلبلہ ہے۔زندگی برباد ہے۔
وہ شخص خوش ہے جو اس عالم ناپائیدار میں دل نہیں لگاتا۔

حکایت نمبر 52

1 گندک ایک دریا کا نام ہے جو بہار و بنگال میں ہے۔

2 کالا پہاڑ سلطان بہلول کا بھانجا تھا (تاریخ شیر شاہی ص 66)

3 بی بری سلطان بہلول کی بھتیجی تھی سلطان بہلول کا ایک بھائی محمد خان نامی تھا جس کی یہ بیٹی تھی محمد خان کے لیے دیکھئے مخزن ص 452۔بی بری کے حوالے سے ساری معلومات بالکل نئی ہے۔تاریخ شیر شاہی میں یہ ساری معلومات بی بری اور کالا پہاڑ کی بیٹی بی بی فتح ملک کے حوالے سے ذرا مختلف درج ہے 69-67)

4 شیر شاہ چالبازیوں میں بہت ماہر تھا۔اس کی یہ چال بھی کامیاب رہی۔

5 حضرت میر سے مراد کیا ہے اس حوالے سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

6 گھی نکالا ہوا دودھ

7 کھانے کا سامان

8 چھوٹا دستر خوان

9 سفرہ یعنی کھانے کا دستر خوان

10 غالیہ ایک خوشبو کا نام ہے جو عنبر، مشک اور کافور وغیرہ سے ملا کر بناتے ہیں۔

11 ترجمہ:

چونکہ کوئی بھی شخص دنیا میں ہمیشہ نہیں رہتا
اسی لیے صرف نیکی ہی رہ جاتی ہے۔

12 ترجمہ:

دولت باقی چھوڑنے والا ہر کوئی نیک نام نہیں ہوتا
کیونکہ اس کے بعد صرف خیرات ہی اس کے نام کو زندہ رکھتی ہے۔

حکایت نمبر 53

1 یہ بات معاشی بدحالی سے ممکن ہے جیسا کہ حکایت نمبر 2 میں بھی درج ہے۔

2 میاں شیخ عبدالکریم اور میاں شیخ عبدالرحیم سور دونوں بھائی تھے انکے بارے میں معلومات نئی ہیں۔

3 **قطب شاہ کے بیٹے کا نام** ابراہیم خان تھا (تواریخ دولت شیر شاہی ص 71 تاریخ شیر شاہی ص 55-54

4 **پنپن پل** ایک پل کا نام ہے جو دریائے پنپن پر تھا۔

5 **چلہ پٹنہ** ایک پرانے مقام کا نام ہے۔

6 **پنپن خورد** دریائے پنپن کی ایک شاخ کا نام ہے۔

7 **سہو** کی تا حال نشاندہی نہیں ہو سکی ہے۔

8 یعنی لشکر کو جس کے لیے ترکی لفظ 'اردو' استعمال ہوا ہے۔

9 **تیگوڑھ** پٹنہ سے 58 میل شمال مشرق میں ہے۔

10 **قصبہ بار** یا بارہ گنگا کے کنارے پٹنہ سے جنوب مشرق میں ہے۔

11 **میاں معروف فرملی** سلطان بہلول کے دور کا مشہور امیر تھا سلطان سکندر و ابراہیم کے دور میں بھی رہا ہے اس کے حالات کے لیے دیکھیئے واقعات مشتاقی ص 103، 154

تا155، 181 تا183)۔

12 شاہ محمد فرملی، میاں معروف فرملی کا بیٹا تھا (حکایت نمبر 98,96)

13 دریائے کوسی بہار کا مشہور دریا ہے۔

حکایت نمبر 54

1 سورج گڑھ کی تفصیل کے لیے دیکھئے اجینہ کی ورتہ (مطبوعہ) ص149-148 اور تاریخ شاہی ص185-184۔ مخزن ص222 منتخب التواریخ ص248 جہاں اس جنگ کو ابراہیم خان کی جنگ سے منسوب کرنے کی غلطی کی گئی ہے۔

2 شیر شاہ کے اس راستے کو اختیار کرنے کی تصدیق دیگر ذرائع سے بھی ہوتی ہے۔ دیکھئے شیر شاہ سوری (انگریزی) از ڈاکٹر حسین خان ص202-201۔

3 رہداس یعنی روہتاس جو بہار کا مشہور قلعہ ہے اسی نام سے ایک قلعہ پھر جہلم کے پاس بھی بنایا گیا۔

4 دیکھئے تاریخ شیر شاہی ص 76-72 طبقات II ص 127-126 :شاہی ص191-189۔

5 میاں بھوا چشتی کے بارے میں مزید معلومات نہیں ملتی۔

6 اس وقت روہتاس کا راجہ ہری کشن تھا اور رانی کا نام معلوم نہ ہو سکا (فرشتہ II ص 469: مخزن ص228)۔

7 یعنی انکو اطلاع کروائی کہ میں ملنا چاہتا ہوں۔

8 یہ شیر شاہ کی ہندوؤں سے حسن سلوک اور دوستوں سے نیکی کی بہترین مثال ہے۔

9 راجہ بہر ہری کے حوالے سے یہ ساری معلومات بالکل نئی ہے آثار قدیمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس جگہ پرانے قلعے کے آثار موجود ہیں جو 700ء عیسوی تک جاتے ہیں۔

10 قلعہ روہتاس کی نئی تعمیر کے حوالے سے معلومات نئی ہیں۔

حکایت نمبر 55

1 شیر شاہ کی اس چال کی اطلاع بھی ہمیں اسی کتاب سے ملتی ہے۔

حکایت نمبر 56

1 اس دور میں افغان سپاہی ہونے کے علاوہ تجارت میں بھی مشغول تھے۔ یہ حکایت اس بات کا ثبوت ہے کہ حکومت ملنے کے باوجود انہوں نے تجارت نہ چھوڑی۔

2 رانا پرتاپ کے حوالے سے دیگر کتب میں درج نہ ہے فرشتہ نے لکھا ہے کہ اس راجہ کا نام بکرماجیت تھا جو چتوڑ کا حاکم تھا اور اس نے ہمایوں سے مدد طلب کی اور ہمایوں اس کی مدد کو روانہ ہوا (فرشتہ II ص 451)۔

3 سلطان بہادر کے لیے دیکھئے حکایت نمبر 59,58۔

4 **چیتوڑ** یا چتوڑ مشہور قلعہ ہے۔

5 اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیر شاہ کو تجارت اور معیشت کا کتنا خیال تھا معیشت کی بحالی اور تحفظ کے لیے دیکھئے واقعات مشتاقی ص۔

حکایت نمبر 57

1 یعنی درویش ہے۔

2 یہ معلومات بھی نئی ہے۔

حکایت نمبر 58

1 **کہتری** یعنی چھوٹے یا کم تر لوگ

2 **نادوان** ایک مشہور شہر کا نام ہے۔

3 سلاطین گجرات کی تفصیل آگے آتی ہے۔

4 شیخ زادوں سے مراد ہے کہ وہ لوگ جو ہندو سے مسلمان ہو گئے۔

5 ترجمہ:

یہ ایک خبیث درخت ہے اس کی جڑ کاٹ دو۔

حکایت نمبر 59

1 **سلطان بہادر گجراتی** جس نے 932 سے 943 تک حکومت گجرات پر کی۔

سلطان بہادر کی سلطان مظفر سے ناراضگی کے لیے دیکھئے طبقات III ص 4-203۔

2 **قلعہ رائے سین**، وسطی ہند کا مشہور و معروف قلعہ ہے۔

3 **سلہدی**، قلعہ رائے سین کے راجہ کا نام ہے۔ انکے حالات کے لیے دیکھئے طبقات III ص 233-225۔

4 **تاج خان** ایک مسلمان نام ہے البتہ طبقات کے مطابق سلہدی مسلمان ہو گیا تھا اس کا بھائی لکشمن ہندو تھا۔ (طبقات III ص 228)

5 **چندیری** ایک مشہور قلعہ کا نام ہے۔

6 اس کا مطلب ہے کہ یہ واقعہ سلطان ابراہیم کے دور (1526-1517) میں ہوا۔

حکایت نمبر 60

1 اس عبارت کا مفہوم واضع نہ ہے۔

2 یعنی راکٹ یا میزائل۔

3 **شاہان دکن** کی تفصیل یوں ہے۔

(1)	حسن کانگو سلطان علاء الدین شاہ	748ھ تا 759ھ
	محمد شاہ	759ھ تا 777ھ
	مجاہد شاہ	777ھ تا 778ھ
	داؤد شاہ	778ھ
	محمد شاہ	778ھ تا 798ھ
	شمس الدین	798ھ تا 799ھ
	فیروز شاہ	799ھ تا 824ھ
	احمد شاہ	824ھ تا 837ھ
	علاء الدین	837ھ تا 860ھ
	ہمایوں شاہ	860ھ تا 863ھ
	نظام شاہ	863ھ تا 865ھ
	محمد شاہ	865ھ تا 884ھ

محمود شاہ	884ھ تا 924ھ
احمد شاہ	924ھ تا 926ھ
علاء الدین	926ھ تا 928ھ
ولی اللہ و کلیم اللہ	928ھ تا 931ھ
احمد نظام	931ھ تا 935ھ
برہان نظام	935ھ تا 983ھ
حسین نظام	983ھ تا 996ھ
مرتضیٰ نظام	996ھ تا 1022ھ

4 **برہان پور** مشہور تاریخی شہرہ یا س نام سے ایک ریاست مسلمانوں کی قائم رہی ہے۔

5 **سلاطین برہان پور** کی تفصیل یوں ہے:

ملک راجہ فاروقی	772ھ تا 1398/801ء
نصیر خان فاروقی	801ھ تا 1437/840ء
میران عادل فاروقی	840ھ تا 1439/843ء
مبارک خان فاروقی	843ھ تا 1457/861ء
میران علینا عادل فاروقی	861ھ تا 1493/898ء
داؤد خان فاروقی	898ھ تا 1508/914ء
غزنین خان فاروقی	(10 روز) 1509/914ء
عالم خان فاروقی	چند ماہ (915ھ/1509
عادل خان فاروقی	915ھ تا 1527/933ء
میران محمد شاہ فاروقی	933ھ تا 1531/938ء
مبارک شاہ فاروقی	938ھ تا 1567/974ء
میران محمد شاہ فاروقی	974ھ تا 1576/984ء
راجہ علی خان فاروقی	984ھ تا 1597/1005ء
بہادر خان فاروقی	1005ھ تا 1599/1008ء

6 مہاندان یعنی بزرگانِ دین۔

7 پکا کر یعنی گوشت کی سیخ پکا کر لایا۔ ہندو گوشت نہ کھاتے تھے۔ یہ مسلمان ہونے کا ثبوت ہوتا تھا کہ نومسلم گوشت کھالے۔

8 واقعات مشتاقی میں سلہدی کے قتل اور رائے سین قلعہ کی فتح کا واقعہ مختلف درج ہے۔ وہاں لکھا ہے کہ قلعہ رائے سین شیر شاہ نے فتح کیا۔ اس کی ساری فتح شیر شاہ سے منسوب ہے۔ (ص143-138) نیز دیکھئے تاریخ شیر شاہی ص122-117۔

حکایت نمبر 61

1 **ہمایوں کے چیتوڑ جانے کی تفصیل۔ کے لیے دیکھو تذکرہ الواقعات ص** 17، طبقات II ص57-56: فرشتہ II ص451۔

2 **مندسور** گجرات میں ایک مشہور شہر ہے۔

3 **تروجہ** یا بہروجہ یہ دونوں نام اس شہر کے درج کیے ہیں۔ گجرات کے جنوب میں ایک شہر کا نام ہے۔

4 **بچھول** بھی ایک شہر کا نام ہے۔

5 **بکلانہ** مشہور شہر ہے جو پہلے ریاست برہان پور میں تھا۔

حکایت نمبر 61

1 **دیو** ایک مشہور شہر ہے جو بحیرہ عرب کے کنارے صوبہ گجرات میں ہے صدیوں تک یہ پرتگالیوں کے زیر اقتدار رہا ہے۔

2 **سلطان بہادر کے قتل** کے لیے دیکھئے طبقات III ص240-239۔

3 **میاں قاضی محمود** کے حالات کے۔ لیے دیکھئے اولیائے گجرات ص۔

4 **کہلی**

5 **سکہا**

6 خدا کسی قوم کو رسوا نہ کرے

مرد خدا کا دل نہ رکھے

7 **ترجمہ:**

قارون کا خزانہ اب بھی محل کے نیچے جاتا ہے
علم تو ہمیشہ درویشوں کی عزت سے آتا ہے

حکایت نمبر 63

1 گلوبند

2 گجرات کے بادشاہوں کی تاریخ اور سلسلہ طبقات اکبری میں یوں دیا گیا ہے۔
فرحت الملک نائب محمد شاہ تغلق بادشاہ دہلی۔

1 ظفر خان عرف مظفر شاہ پسر وجیہہ الملک قوم کلال 1391 تا 1403ء
2 تاتار خان پسر ظفر شاہ 1403 تا 1404ء
3 ظفر خان عرف مظفر شاہ (دوبارہ) 1404 تا 1411ء
4 احمد شاہ پسر سلطان محمد بن سلطان مظفر 1411 تا 1442ء
5 سلطان محمد شاہ پسر احمد شاہ 1442 تا 1451ء
6 سلطان قطب الدین احمد شاہ بن محمد شاہ بن احمد شاہ بن مظفر شاہ
1451 تا 1459ء
7 سلطان داؤد شاہ بن احمد شاہ بن محمد شاہ بن مظفر شاہ
1459 (7 دن)
8 سلطان محمود شاہ بن محمد شاہ 1459 تا 1511ء
9 سلطان مظفر شاہ بن محمود شاہ 1511 تا 1521ء
10 سلطان سکندر بن مظفر شاہ 1526
11 نصیر خان عرف سلطان محمود بن سلطان مظفر 1526
12 سلطان بہادر شاہ بن مظفر شاہ 1526 تا 1537ء
13 سلطان میران شاہ امیر مظفر شاہ 1537
14 سلطان محمود بن لطیف خان بن مظفر شاہ 1537 تا 1554ء
15 سلطان احمد رضی الملک از خاندان سلطان احمد بانی احمد آباد
1554 تا 1561ء

16 سلطان مظفر بن سلطان محمود بن لطیف خان 1561 تا 1572ء
اس کے دور میں گجرات اکبر بادشاہ نے فتح کر کے سلطنت مغلیہ میں شامل کرلیا۔
(طبقات III ص 262-109)

3 شاہانِ گجرات کی اصل کے لیے دیکھئے فرشتہ IV ص 369۔

4 اسطرح کے عشقیہ قصلے اکثر بادشاہوں سے منسوب کردیئے جاتے ہیں جیسے انارکلی کا قصہ یا ممتاز محل کا قصہ۔

5 بات خلاف عقل ہے بادشاہ کبھی اپنی سلطنت کے صوبے اس طرح سے نہیں کھوتے تھے اس طرح کی بیوقوفی اگر کوئی بادشاہ کربھی دیتا تو امرائے اراکین سلطنت، ملک کو تقسیم نہ ہونے دیتے تھے جیسا کہ اورنگزیب کے بعد ہوا۔ اورنگزیب نے اپنی سلطنت بیٹوں میں تقسیم کی مگر امراء نے اسے قبول نہ کیا۔

6 سلاطین شرقی کی مدت حکومت اور انکے نام درج ذیل ہیں:

1 ملک سرور خواجہ سرا المعروف سلطان الشرق 1382 تا 1401ء
2 سلطان مبارک شاہ قرنفل متبنٰی سلطان الشرق 1400 تا 1402ء
3 سلطان ابراہیم شرقی برادرِ خورد سلطان مبارک شاہ 1402 تا 1437ء
4 سلطان محمود شرقی بن ابراہیم شرقی 1437 تا 1457ء
5 سلطان محمد شاہ پسر سلطان محمود شرقی 1457ء
6 سلطان حسین شرقی پسر سلطان محمود شاہ شرقی 1457 تا 1477ء

اس کے دور میں سلطان بہلول نے ریاست شرقی فتح کر کے سلطنت دہلی میں شامل کرلی۔ سلطان حسین نے بہار کے کچھ علاقے پر 1477 سے 1490 تک حکومت کی پھر سلطان سکندر نے وہ بھی فتح کرلیا۔ سلطان حسین بنگالہ چلا گیا چند سال اور زندہ رہا پھر 911/1505 میں فوت ہوگیا۔ (طبقات III ص 289-277)

7 ترجمہ:

یہاں پر سونے سے لکھی جانے والی (نیکی) لکھی گئی ہے
اہل کرم سے ہونے والی ہر نیکی باقی نہیں رہتی۔

8 **شیخ شرف الدین بہاری** پہلے مولانا شرف الدین لاہوری کہلاتے تھے ملک سرور

سلطان الشرق کے دور میں جونپور آ گئے بہت پائے کے عالم تھے (تذکرہ مشائخ شیراز ہند جونپور ص195-194) بہار آ کر بہاری کے نام سے مشہور ہوئے۔

9 **شیخ احمد چرم پوش** بہار کے مشہور صوفی بزرگ تھے سیرت فیروز شاہی میں سلطان فیروز شاہ کی مخدوم احمد چرم پوش سے ملاقات کا تذکرہ ہے پندرھویں صدی کے مشہور چشتی بزرگ حاجی حسام الدین مانک پوری بھی سلطان کی حاجی شرف الدین سے ملاقات کا ذکر کرتے ہیں۔ 17 ویں صدی کی کتاب ملفوظ رکنی مفقہ حاجی شطری جندھوی میں بھی اس ملاقات کا ذکر ہے۔ ایک قدیم جین مندر کے کتبے ہیں بھی سلطان فیروز شاہ کے اس علاقے میں آنے کا ذکر ہے (افسانہ شاہان فارسی متن حاشیہ نمبر 38 از ڈاکٹر حسین خان)

10 یعنی برنج شالہ جس کا مطلب ہے زردہ یا میٹھے چاول (لغاتِ کشوری)

11 یعنی گھر کی پلی ہوئی مرغی (لغات کشوری ص423) گھر کا پلا ہوا مرغا خروس کہلاتا ہے۔

12 اس روایت کی سند کمزور ہے۔

13 سلطان فیروز شاہ کے دور میں بنگال کی بغاوت کے بارے م یں تاریخ فیروز شاہی از برنی میں درج ہے کہ بادشاہ فیروز شاہ نے بنگال فتح کر لیا تھا (817-28) عفیف نے دوسری بار بھی بنگال فتح کا حال لکھا ہے (ص143-130) برنی نے لکھا ہے کہ بھنکرہ کا اصل نام حاجی الیاس تھا اور وہ بھنگ استعمال کرتا تھا (ص19-817) ریاض اسلاطین اور سیرت فیروز شاہی میں بھی اس کے بھنگ کا عادی ہونے کا ذکر ہے فرشتہ نے لکھا ہے کہ اسے بھنگرہ کہتے تھے (فرشتہ IV ص633) طبقات میں بھی اسے بھنگرہ درج کیا گیا ہے (265 جلد سوم) کتب تواریخ میں درج ہے کہ بھنکرہ نے فیروز شاہ کا مقابلہ کیا۔ کئی جنگیں ہوئیں۔ بادشاہ بارش کے موسم کی وجہ سے واپس لوٹ گیا۔ بھنگرہ نے دوبارہ بنگال میں حکومت قائم کی مگر فوراً ہی بادشاہ دہلی کی اطاعت کرنے کا اعلان کیا اور کئی بار نذریں پیش کیں (برنی ص817 تا832: مبارک شاہی ص5-214)

14 ترجمہ:

داناؤں اور عقلمندوں نے یہ بات طے کر دی ہے کہ دولت نہیں بچتی
دوست کے ساتھ خوش رہ کہ اس سے حاتم طی کی روح خوش ہوتی ہے

15 ترجمہ:

دنیا ایک سانپ ہے اور جہان جوئی، سانپ کی طرح کام کرنے کی مانند ہے

اور سانپ گیری کرنے سے سانپ ہی پیدا ہوتا ہے
ہوشیار رہو کہ عمر میں اضافہ کرنا بال برابر ہی ہوسکتا ہے
اپنوں کا غم خوار بن جا، روزگار کا غم کیا ہوتا ہے
جان لے کہ طاقتور لوگوں کے محل کی بنیاد کمزور ہے
دوست کے ساتھ رہ کیونکہ زندگی کی بنیاد تباہ ہونے والی ہے

16 ترجمہ:

دوسروں کی زمین پر گھر مت بنا
اپنا کام کر دوسروں کا کام مت کر
تیرے تن خاکی کے لیے بیگانہ کون ہے
دوسرے کی وجہ سے تجھ دکھ ہی ملے گا

17 دیکھئے گذشتہ حکایت جہاں یہی اشعار پہلے ہی درج ہو گئے ہیں

حکایت نمبر 64

1 شاہ بنگال کے ہمایوں سے مدد مانگنے کے لیے دیکھئے تذکرہ الواقعات ص 34-33 :تاریخ شاہی ص152، شیر شاہی ص71-70 ,81-77)۔

2 شیر شاہ کی یہ چال ہماری نئی معلومات میں شامل ہے

3 یعنی گولے

4 یہ معلومات ہمارے لیے بالکل نئی ہے

5 یہ بات بھی نئی معلومات میں شامل ہے

6 ہمایوں کے فتح چنارہ کے لیے دیکھئے تاریخ شیر شاہی ص76 (جہاں حالات بہت مختصر

درج ہیں) تذکرۃ الواقعات ص 31-29 طبقات II ص.126 مخزن ص 227۔

حکایت نمبر 65

1 شیخ دادن سروانی کا تعلق سروانی پٹھانوں سے تھا انکے بارے میں مزید معلومات نہیں ملتی

2 یعنی ریحان کا پھول

3 یہ معلومات ہمارے لیے نئی ہے

4 شیخ دکوہ سروانی کے بارے میں بھی مزید معلومات نہیں ملتی

حکایت نمبر 66

1 یہ شیر شاہ کی ہوشیاری کی ایک اور مثال ہے اس نے یہ ظاہر کیا کہ میں نے فرزین کو بادشاہ کے ملازم کی حیثیت سے بادشاہ کی حکم عدولی پر قتل کیا ہے۔ فرزین کے قتل کے لیے دیکھئے تذکرۃ الواقعات ص 35 جہان اس کا نام میر نذرین درج ہے۔ نیز دیکھئے تاریخ شیر شاہی ص 83۔

2 یعنی کمینہ۔ یہ لفظ حقارت کے طور پر استعمال کیا۔

حکایت نمبر 67

1 کرہ جرہ ایک قلعہ کا نام ہے۔

2 مسلمان آباد ایک شہر کا نام ہے۔

3 سیف خان سروانی کے لیے دیکھئے تاریخ شیر شاہی ص 82-80۔

4 تھانہ سے مراد ہے وہ اس علاقے کا منتظم اور امن و امان کا ذمہ دار تھا۔ لفظ تھانہ کا استعمال بھی قابلِ غور ہے یہ ہندی لفظ ہے۔

5 ترجمہ:

دو دل ایک ہو جائیں تو پہاڑ کو بھی توڑ دیتے ہیں
اور کثیر فوج کو بھی منتشر کر دیتے ہیں

6 مصنف نے یہاں ہندی لفظ ''بچہ'' کا استعمال کیا ہے

اس سے مراد ہے افغان کی اولاد یا بیٹا

7 یعنی مخالفین نے زبردست جنگ کی تھی سیف خان کی جنگ کی معلومات بھی نئی ہے۔

8 بشیر پورا طائی اب صرف شیر پور کر کے مشہور ہے اکبر نے اسے شیر پور لکھا ہے جو سرکار شریف آباد میں تھا اور گنگا کے کنارے تھا یہ میمن سنگھ کے پاس تھا بعض اسے میمن سنگھ بھی بتلاتے ہیں (افسانہ شاہان فارسی متن ص 121 حاشیہ نمبر 14)

حکایت نمبر 68

1 جہانگیر قلی خان اور علی خان کے لیے دیکھئے طبقات II ص 129-128 مخزن ص 234 تاریخ شیر شاہی ص 95

2 اس جنگ کے لیے دیکھئے تاریخ شیر شاہی ص 82 تاریخ شاہی ص 189-188

3 یہ بات قابل غور ہے کہ شیر شاہ کے اراکین بھی مال اپنے پاس نہ رکھتے تھے بلکہ سرکاری خزانے میں ایمانداری سے بھیج دیتے تھے

4 یعنی کشتیوں والے سردار کو

5 یعنی وہ لوگ نوکری نہ کرتے تھے بلکہ آزاد تھے اور شیر شاہ کے دوست تھے یہاں مراد ہے کہ ہم دوستی میں کام کرینگے کسی حکم کے تابع نہیں ہیں

6 ان جنگوں کی تفصیل کہیں نہیں ملتی

7 بردوان ایک شہر کا نام ہے جو بنگال میں ہے

8 پتن دیری ایک جگہ کا نام ہے مگر اس کی تا حال نشاندہی نہ ہو سکی ہے

9 ترجمہ:

خوشخبری ملی کہ غم کے دن باقی نہیں رہے گے۔

10 ترجمہ:

اگر وہ نہیں رہے ہیں تو یہ بھی نہیں رہیں گے۔

11 اصل لفظ ہے ڈولہ

ڈولہ اس پالکی کو کہتے ہیں جس میں دلہن بیٹھ کر آتی ہے

یہاں مراد ہے کہ زمیندار نے کوئی خوبصورت لڑکی بھیجی

12 ترجمہ:

اے دوستوں! میرا دل مجھ سے ایک سفید (لڑکی) لے گئی
اور اسے سفید (چونا) مت کہو وہ تو کسی چاند کی طرح تھی
(مجھے) تیرے عشق سے مطلب ہے خواہ کسی بھی صورت میں ہو
خواہ دلبر سفید ہو یا سیاہ رنگ کی ہو

13 . یعنی کابل اور اس کا علاقہ جو ولایت کر کے مشہور تھا پرانی کتب میں اسے ولایت لکھتے تھے

14 **گور کی دولت اور ثروت** کی شہادت ہر کتاب سے ملتی ہے مخزن ص229 طبقات II ص128 تاریخ شاہی ص153 تاریخ شیر شاہی ص83۔

حکایت نمبر 69

1 **میاں بجور ترک** خواص خان کے ایک سالار کا نام ہے تو اریخ دولت شیر شاہی پتہ چلتا ہے کہ شیر شاہ کے دور میں بھی بعض ترک بڑے عہدوں پر تھے (ص83)

2 یعنی سور قبیلے کا پٹھان تھا

3 غالب خان بتنی کا تذکرہ کسی اور کتاب میں نہیں ملتا یہ اطلاع بھی نئی ہے
مصنف نے اپنے قبیلے بتنی کے کسی بھی فرد کے کردار کو بیان کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔

4 خانِ خانان بائی خیل کے قتل کے لیے دیکھئے تذکرہ الواقعات ص36؟ تاریخ شیر شاہی ص83

5 ترجمہ:

جو کوئی برائی کا بیج بوتا ہے مگر امید نیکی کی کرتا ہے
تو وہ بالکل بے ہودہ بات سوچتا ہے اور اس کا خیال سراسر غلط ہوتا ہے

حکایت نمبر 70

1 چوپارن جے چنپارن بھی کہتے ہیں بنگال کے ایک علاقے کا نام ہے اسی نام سے شہر بھی ہے

2 یہ روایت بھی بالکل نئی معلومات میں شامل ہے البتہ اس سے مشابہہ روایت مخزن میں

درج ہے (ص 229)

حکایت نمبر 71

1 قرولی کا مطلب ہے ہراول یعنی اگلا دستہ
2 محمد زمان کے قتل کے لیے دیکھئے طبقات II ص 69
3 گالیاں دینا شیر شاہ کی عادت تھی
4 شیر شاہ کے قبضے کی اطلاع کے لیے دیکھئے تذکرۃ الواقعات ص 35: مخزن ص 230

حکایت نمبر 72

1 سلطان محمود کے گھرانے کے قتل کی معلومات بھی نئی ہے
2 جہانگیر قلی کے مراتب کے حوالے سے معلومات بھی نئی ہے
3 دریائے سہیا ایک چھوٹے دریا کا نام ہے
4 میاں بیرک بتنی کے حوالے سے معلومات کہیں اور نہیں ملتی

مصنف پھر اپنے قبیلے کے ایک فرد کے کردار کو بیان کرتا ہے

5 میاں فتح خان نیازی وغیرہ کا شجرہ یوں ہے:

آز ہمایوں ____ میر داد نیازی ________ 4 برادران

شیر خان نیازی

میاں فتح خان عیسیٰ خان

6 بوتیار کا مطلب ہے بگلہ جو پرندوں میں آتا ہے اور بیری شاہین یا عقاب کو کہتے ہیں
7 وہی شیر شاہ کی گالی دینے کی عادت عموماً ہند کے پٹھانوں میں بیٹی کی گالی ''بیٹی چود'' دی جاتی تھی اس کا رواج آج تک ہے
8 توتہ یعنی لاش یہاں توتہ ہی درج ہے
9 دیکھئے شجرہ مندرجہ حاشیہ نمبر 5 مذکورہ بالا
10 میاں ابوسیدانی کے بارے میں کسی دیگر کتاب میں معلومات نہیں ملتی

11 ماخولیا مخفف ہے مالیخولیا کا جو ایک دماغی خرابی کا عرض ہے اس سے مراد مجازاً جنگلی بھی ہوتا ہے۔ (لغات کشوری ص 421)

12 بیراگی یعنی سادھو

13 شیر شاہ کے گالی دینے کی ایک اور مثال

14 شادی یا رشتہ داری

15 یہ بیان واعتراف ہماری نئی معلومات میں شامل ہے

16 گالیاں دینے کی شیر شاہ کی سابقہ عادت

17 یعنی بے غیرت

18 یعنی غلام نے بھی گالیاں دیں جس کا شیر شاہ نے برا نہیں منایا اس بات سے اس دور کے افغانوں میں جمہوری رویے کی نشاندہی ہوتی ہے

19 کون پشتو لفظ ہے جس کا مطلب ہے چوتڑ یا مقعد

20 شیر شاہ کا دوسرا بیٹا جو بعد میں بادشاہ بنا

21 اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیر شاہ سب سے مشورہ کر کے کام کرتا تھا اور دوسروں کی بات بھی مانتا تھا

22 یعنی دوم یا ڈوم جو گاتے بجاتے ہیں

23 یعنی پشتو زبان میں

24 کاش مصنف یہ پشتو شعر لکھ دیتا تو ہمارے پاس پشتو ادب کا ایک قدیم نمونہ محفوظ ہو جاتے

25 یعنی برسات

26 دریائے گانگی ایک چھوٹے دریا کا نام ہے

27 میاں بابو میکلی اسلام شاہ کے دور میں بڑا امیر بنا

28 اس کا نام نظام تھا دیکھئے تاریخ شاہی ص 200:
اس کو ہمایوں نے دو روز کی بادشاہی دی تھی

29 یعنی شمس الدین محمد جو بعد میں اتکہ خان کے نام سے مشہد ہوا (شاہی ص 159) یہاں انکا کو اتکا پڑھیئے

30 شیر شاہ کے مغلوں کی عورتوں کی عزت واحترام کے لیے دیکھئے (اکبر نامہ ا ص 344 شاہی ص 202 تا 205)۔

حکایت نمبر 73

1 شیخ علی بتی جو مصنف کتاب ھذا کے دادا تھے

2 یہ بات بہت اہم ہے کہ مصنف نے یہ روایات اپنے دادا شیخ علی سے سنی ہیں

3 بندگی شیخ معروفؒ جونپور میں پیدا ہوئے والد کا نام عارف شیر سوار تھا مولانا شیخ الہداد جونپوری کے مرید وخلیفہ تھے انکے بہت سے خلفاء تھے جن میں سے شیخ نظام الدین امیٹھوی اور احمد زین جونپوری مشہور ہوئے آپ کے پوتے شیخ قطب الدین بھی آپکے مرید تھے (تذکرہ مشائخ شیراز ہند ص 12-311)

4 شیخ الہداد جونپور کے ساکن تھے سید راجی حامد مانک پوری کے اجل خلفاء میں تھے (تذکرہ مشائخ شیراز ہند ص 326)

5 راجی حامد شر مانک پوری کا اصل نام راجی سید حامد شاہ مانک پوری تھا بہت مشہور بزرگ گزرے ہیں سلسلہ چشتیہ میں بیعت تھے سید راجہ شاہ مانک پوری کے فرزند تھے 1495/901ء میں انتقال ہوا مزار مانک پور میں ہے۔ (تذکرہ مشائخ شیراز ہند ص 326-324)

6 میر سید علی قیام سے مراد دراصل سید علی قوام چشتی جونپوری ہیں شیخ بہاء الدین تھو جونپوری کے مرید تھے 1543/950ء کو فوت ہوئے جونپور میں دفن ہیں۔

7 اس دور کا عربی سکہ یہاں مراد ہے۔ پیسہ ودولت۔

8 مٹی۔

9 مٹی کا ڈھیلا۔

10 شیخ محمود کا مزار شمس آباد میں ہے غالباً شیخ علی بتی کا بھی شمس آباد میں ہی ہوگا۔

(10-A) آدوقہ

11 خان عالم کے بارے میں معلومات نہیں ملتی۔

12 میاں شیخ عبدالرحمٰن کے بارے میں مزید معلومات نہیں ملتی۔

13 میاں شیخ محی الدین جونپور کے ساکن تھے آپ شیخ وجیہہ الدین اشرف المعروف شیخ فرید جونپور کے بیٹے تھے (تذکرہ مشائخ شیراز ہند جونپور ص302) فرید جونپوری شیخ شیخ عیسیٰ جونپوری (متوفی 1465 یا 1505) کے مرید تھے۔

14 ترجمہ:

تیری جدائی کے عرصے میں جو ہیات (آسمان وزمین کا علم) لے رہا ہوں
ایک خط میں مشکل ہے کہ وہ سارا تحریر کروں

حکایت نمبر 74

1 حافظ سارنی کے بارے میں مزید معلومات نہیں مل سکی غالباً سارن کے ساکن تھے جو بنگال میں ہے۔

2 لمبوترا یعنی لمبے قد والا۔

3 یعنی علاقہ جھاڑ کنڈ جواب صوبہ ہے۔

4 شیر شاہ کے حسن سلوک کی کئی مثالیں موجود ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔

حکایت نمبر 75

1 جہانگیر کے قتل کے حوالے سے یہاں ذرا تفصیل ملتی ہے باقی کتب تواریخ میں بہت مختصر ہے۔

2 مخزن ص 231: شاہی ص 194-193۔

3 جھترہ سے مراد غالباً چندیری ہے جہاں شیر شاہ نے اپنے لڑکے قطب خان کو بھیجا تھا۔

4 کمینہ پن۔ یہ حقارت سے کہا۔

5 ترجمہ:

آپ جو کہتے ہیں مناسب رائے وہی ہے
لیکن قطب خان اپنی جگہ سے نہیں ہلتا

حکایت نمبر 76

1 پناہ گاہ یا سرنگ بنادی ہے۔

2 قاضی نصیرن کی سفارت کی ساری معلومات نئی ہے۔
3 یعنی اس سے رشتہ داری کر لیں۔
4 ہمایوں کا اعتراف قابلِ غور ہے۔
5 عاشورہ یعنی دس محرم اس سے ہمیں اس جنگ کی تاریخ کا تعین کرنے میں مدد ملے گی۔
6 سہ شنبہ یعنی منگل کا دن۔
7 بول کی جگہ بوم ہونا چاہیے جس کا مطلب ہے نحوست۔
8 اس بات کی وجہ معلوم نہیں ہوسکتی کہ اس دور میں افغان سہ شنبہ کے دن جنگ کیوں نہیں کرتے تھے۔
9 ترجمہ اس شعر کا بہم لگتا ہے۔
10 ہر جنگ ایک دھوکہ ہے یہ حدیث پاک ہے (دیکھیئے تاریخ مسعودی II ص 226)۔
11 سجاول خان پسر شیر شاہ کا نام مخزن افغانی میں نہ ہے بلکہ اس کی جگہ سلیم خان درج ہے (ص 448)۔
12 پارہ یعنی پارہ۔ ہندی میں اس کا مطلب ہے ٹکڑا یا حصہ۔
13 کمینے۔ یہ لفظ غصے سے کہا۔
14 بہت بوڑھا۔
15 میر معید ہمایوں کا مصاحبِ خاص تھا۔
16 یعنی اس کا چارج کیوں لیا۔
17 مصنف نے پھر اپنے قبیلے کی کارکردگی بیان کی ہے۔
میاں خضر خان بتنی کی تفصیل مزید نہیں ملتی۔
18 دوآبہ یعنی دو دریاؤں کے درمیان کا علاقہ یہاں مراد ہے گنگا جمنا کا درمیانی علاقہ جو آگرے سے قبل تھا۔
19 یعنی لشکر کے آگے رہنے والے حصے (ہراول یا مقدمہ) کے سپاہی۔
20 اس جنگ کی یہ ساری تفصیل افسانہ شاہان سے ملتی ہے دیگر کتب میں کم ہے یہاں تک کہ جوہر آفتابچی جو اس جنگ میں خود شریک تھا اس نے بھی بہت مختصر حالات لکھے ہیں۔

حکایت نمبر 77

1 میر سید محمود بخاری قنوج کے ساکن اور بڑے علماء میں تھے۔

2 بہتہ یا شاعر ہندہ۔ میاں مراد غالباً بھاٹ ہے جو گانے گایا کرتے تھے آج کل بھاٹ کو بھانڈ بھی کہتے ہیں۔

3 ماضی کا قاعدہ یہ تھا کہ جب حکمران خاندان تبدیل ہوتا تھا یا کوئی نیا علاقہ فتح کیا جاتا تھا تو نیا بادشاہ یا فاتح سابقہ حکمرانوں کے مردوں کو جو دعویدار سلطنت ہوا کرتے تھے قتل کر دیتے تھے۔ مگر عورتوں اور بچوں یا بے ضرر لوگوں کی پرورش اپنے ذمہ لے لیتے تھے۔ سابقہ خاندان کے لوگ سلطانی کہلاتے تھے۔ موجودہ حکمران خاندان کے لوگ شہزادے کہلاتے تھے۔ سابقہ خاندان کے گھر کی عورتوں کی عزت کی جاتی تھی اور عورتوں اور بچوں کی ذمہ داری بادشاہ خود لیا کرتے تھے۔ اسی نسبت سے بادشاہ شیر شاہ نے بنگال کے سابق حکمران کی بیٹیوں کو اپنی بیٹی کہا تھا۔

4 ھندوستان میں جہیز کی رسم کا ایک پرانا حوالہ یہاں بھی ملتا ہے۔

5 یعنی سابقہ حکمران کی عورتوں کی شادی تو پیر کے خاندان میں کر دی مگر سرداران عورتوں میں سے کسی کو نہ بنایا کہ پھر سے دعویٰ تخت نہ کر دیں سردار پیر کے مردوں کو ہی بنایا۔

6 پتر کہتہ بنگال میں ایک علاقے کا نام ہے۔

7 یہاں مراد ہے اولاد۔

8 راجہ مان سنگھ اکبر بادشاہ کے دور کا مشہور وزیر گزرا ہے۔

9 میر سید ناصر بخاری اپنے دور کے مشہور بزرگ تھے۔

10 ہمایوں بادشاہ میں ظلم کا عنصر موجود تھا اس نے اپنے بھائی کامران کو بھی قتل کرنے کی جگہ اس کی آنکھیں پھوڑ دی تھی۔ بابر کے دور میں سکندر پور خریدہ کی تمام آبادی کو قتل کر دیا تھا۔

11 سوردن صوبہ آگرہ میں ایک دیہات کا نام ہے۔

12 شیر شاہ نے سیاست کی بنیاد پر ایسا کی جس نے افغانوں سے غداری کی اس نے انکو قتل کر دیا خواہ وہ خانِ خانان بائی خیل جیسا امیر ہو یا سوردن کے افغانوں جیسے عالم

لوگ۔

13 ترجمہ:

بادشاہ کے کاموں میں بہت خطرہ ہے
کیونکہ بادشاہ کسی کو رشتہ دار نہیں رکھتا

حکایت نمبر 78

1 شکار اس دور میں بہترین مشغلہ تھا۔

2 یہ میٹھا کیا تھا؟ زردہ یا کھیر یا کچھ اور؟ فارسی میں صرف "شکر کردہ" درج ہے۔

3 یہ شیر شاہ کا کمال تھا کہ اس نے باز کا شکار ہاتھ سے کیا۔

4 حضرت فرید الدین گنج شکرؒ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مرید تھے اور وہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے مرید تھے۔ خواجہ صاحب نے حضرت فرید کو دعا دی تھی حضرت فریدؒ کے دو مریدوں سے آپ کا سلسلہ شہرہ آفاق ہو گیا۔ ایک حضرت نظام الدین اولیاءؒ جن سے نظامی اور دوسرے حضرت علاء الدین صابر جن سے صابری ہیں حضرت گنج شکر کا مزار پاکپتن میں ہے آپ کا 664ھ میں انتقال ہوا۔

5 استاد۔ یہاں مراد ہے حکم لکھنے والا کاتب۔

6 شیر شاہ کی فراست کی ایک اور مثال یہاں موجود ہے۔

7 ترجمہ:

فرشتوں کی مانند نظر آنے والے بوڑھوں کی آنکھ سانپ کی ہوتی ہے۔
وہ منہ کھولتے ہیں تو بڑے اژدہوں کی طرح
پاک زاد فردوسی نے کیا خوب کہا ہے کہ
برے شخص کا نیک چہرہ مت دیکھو

8 ترجمہ:

یہ سر کہ ناپاک لوگ بھی کھاتے ہیں اور ظلم کرتے ہیں
کہ ایہردی (؟) سے ڈھال بھی ٹیڑھی ہو جاتی ہے

9 مصنف کا آگے بیان بہت قابل غور ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ جعل سازوں کو ہر دور

میں پہچان لیا جاتا تھا اور نام نہاد مولویوں اور صوفیوں پر اس دور میں بھی برملا تنقید کی جاتی تھی۔

10 یہ لفظ اسی طرح درج ہے۔

11 ترجمہ:

اگر مسکین کا رونا اٹھ جائے

تو دنیا سے چڑیا کا بیج بھی اٹھ جائے

12 بھاگل پور بنگال کا مشہور شہر ہے۔

13 یہ لفظ یہاں اسی طرح لکھا ہے۔ ایک دوسرے نسخے میں برشیرک درج ہے (فارسی متن ص143 و145 حاشیہ نمبر II۔

14 ترجمہ:

بزرگی برائی بن گئی ہے اور بھکاریوں سے بھی زیادہ بری ہے

دن ٹھنڈے اور برف ہو گئے ہیں اور کپڑے گیلے ہو گئے ہیں۔

15 ترجمہ:

مسجد کا مالک جو مسجد کے دل کی طرح تھا

وہ دام ریزی میں سخی نہیں تھا

گوشت (کاندرشت تو ماہی ریاست)؟

اتنا سا لقمہ بھی بخشش کرنا سخاوت سمجھتا ہے۔

16 خاقانی مشہور شاعر گزرے ہیں۔

17 ترجمہ:

صلہ حاصل کرنے کے لیے سخاوت کرنا دراصل ہمت میں سود خوری ہے

کہ ایک بدی اور دس جزائیں زیر دانش ہونی چاہیں۔

18 ترجمہ:

جس کسی نے بہت زیادہ بے غیرتی کر رکھی ہو

وہ کسی دوسرے کی عزت کی کیا فکر کرے گا۔

19 ترجمہ:

ہاتھ کی ہتھیلی پر (ای ہزہا) رکھا ہوا ہے اور بغل میں کئی عیب چھپائے ہوئے ہیں
اے مغرور تو کیا خریدنا چاہتا ہے ایک دل دھو کے کا خطرہ رہ جائے گا۔

20 ترجمہ:

انکے او پر سنت کا کوئی اثر نہیں ہوتا
مگر یہ کہ ظہر کے وقت سوتے ہیں اور سحر کے وقت کھانا کھاتے ہیں۔

21 ترجمہ:

ایک بار جو بری عادت مزاج میں سما جائے
تو اس وقت تک ہاتھ سے نہیں جاتی جب تک کہ موت نہ آجائے۔

22 ملک شام جو مشرقِ وسطیٰ کا مشہور ملک ہے دمشق اس کا دارالحکومت ہے۔

23 پیکون سے مراد فنیقیہ ہے جو لبنان کہلاتا ہے اور ملک شام کے پڑوس میں ہے۔

24 کھیم جیو یہاں سے مراد صاحب ہے جیو ہندی لفظ ہے۔

25 اس روایت کی حقیقت مشکوک ہے۔

26 اس روایت کی حقیقت بھی مشکوک ہے۔

حکایت نمبر 79

1 شیر شاہ اور کامران کے رابطے کے لیے دیکھئے تذکرۃ الواقعات ص 57۔

2 ہمایوں کے راجستھان میں حالات کے لیے دیکھئے تذکرۃ الواقعات ص 85-76۔

3 شیر شاہ کی مجلس کے حوالے سے دیکھئے تاریخ شیر شاہی ص 107۔

4 ہمایوں کی شکست کے لیے دیکھئے تاریخ شیر شاہی ص 8-107۔

5 بھکر دراصل سکھر صوبہ سندھ کا پرانا نام ہے۔

6 ادھم خان کی ماں ماہم انگہ تھی جو بعد میں اکبر کے ابتدائی دور بادشاہی میں بہت با اثر خاتون ہوگئی اکبر نے بعد ازاں ادھم خان کو مروا دیا۔ بیٹے کے غم میں ماں بھی مرگئی۔

7 دریائے نیلاب یعنی دریائے سندھ جو روہڑی کے پاس بہتا ہے پٹھان اسے نیلاب کہتے ہیں۔

8 یہی وجہ ہے کہ اس عورت کو اکبر کے دور تک معاملات میں بہت دخل رہا۔

9 ترجمہ:

جب بیٹا بہت زیادہ دولت مند ہو جائے

تو عقل کی جانب جانا چاہیے خواہ مرد ہو یا عورت

10 یہ مغلوں کی بربریت کی ایک اور مثال ہے۔

11 شیر شاہ نے مثلہ نہ کیا بلکہ صرف قتل کا حکم دیا۔

12 ترجمہ:

بروں کے ساتھ برا ہو جا اور نیک لوگوں کے ساتھ نیک ہو

پھول کی جگہ پھول بن جا اور کانٹے کے ساتھ کانٹا بن

13 یعنی ''دوہائی ہے شاہ عالم''۔شاہ عالم شیر شاہ کا لقب تھا۔دوہائی ہندی زبان کا لفظ ہے۔جو فریاد کے لیے بولا جاتا ہے۔

حکایت نمبر 80

1 **مزید تفصیل کے لیے دیکھیے**۔تاریخ شیر شاہی ص 142-140 :مخزن ص 50-249 :طبقات II ص 133 :فرشتہ II ص 473 :تواریخ دولت شیر شاہی ص 75 اور 81 :منتخب التواریخ ص 250 :تاریخ شاہی ص 228 :واقعات مشتاقی ص 125۔

حکایت نمبر 81

1 ملو خان کی فراری کے لیے دیکھیے تاریخ شیر شاہی ص 116-114 :واقعات مشتاقی ص 137۔اس نے 924ھ/1518ء تا 974ھ/1567ء حکومت کی (فرشتہ IV ص 614-612)۔

2 مبارک شاہ بادشاہ خاندیش خلف عادل خان فاروقی۔اس نے خاندیش (برہانپور) پر حکومت کی دیکھیے حاشیہ نمبر 5 حکایت نمبر 60۔

3 یہ شیر شاہ کی انسانیت کی ایک مثال ہے۔ورنہ بادشاہوں نے کم سن لڑکیوں سے شادی کرنے میں کبھی پرہیز نہ کیا۔

4 فتح خان پسر شیر شاہ سوری کا نام مخزن میں درج نہ ہے (ص 448)۔

5 شاید یہ فتح خان کی ماں کے حوالے سے کہا ہو جو سید ہو گی۔

6 دریائے نربدہ مشہور دریا ہے جو جنوبی ہند کو شمالی ہند سے جدا کرتا ہے۔
7 مینچسپار، وسطی ہند میں ایک علاقے کا نام ہے۔
8 مَرج کہتے ہیں چراہ گاہ جانوروں کی مرج دہ یعنی دیہی چراگاہ۔
9 بھیگہ زرعی ٹکڑے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے آج کل کے ایک ایکٹر کے 5/8 حصے کو بھیگہ کے برابر قرار دیا جاتا ہے۔
10 فلوس یعنی پیسہ۔
11 یہ بات اسلام شاہ کے دور کی خوشحالی کی جانب اشارہ کرتی ہے۔
12 ہاندیہ ایک علاقے کا نام ہے جو وسطی ہند میں ہے۔
13 سلطان ہوشنگ غوری مالدہ اور منڈو کا حکمران تھا۔ اس نے 1405/808ء سے 1435/838ء تک حکومت کی۔
14 گوبر۔ گائے کا گوہ۔ گائے ہندوؤں میں مقدس جانور ہے۔
15 قلعہ باندیہ کی شیر شاہ کے دور میں فوجی چھاونی کے لیے دیکھئے واقعات مشتاقی ص 127۔

حکایت نمبر 82

1 سجاول خان جسے قنوج کی جنگ میں گولہ لگا تھا وہ بچ گیا تھا اور زندہ تھا یہ شیر شاہ کا بیٹا تھا۔
2 مراد ہے زین وغیرہ کے ساتھ سجا ہوا۔
3 اس سے شیر شاہ کے شکار کے شوق کی تصدیق ہوتی ہے۔
4 بابر بادشاہ اور اس کے اہل عصبیت ترک تھے مغل نہ تھے تاریخ میں انکو مغل لکھنا غلط ہے مگر سے غلط العام رواج بن گیا ہے انکے سپاہیوں میں مغل قوم کے لوگوں کی کثرت تھی مگر بابر اور اس کا گروہ خود کو ہمیشہ ترک کہتا تھا (تزک بابری ص 384-380)۔
5 گوندان قوم ہندوؤں کی ہے جو وسطی ہند میں کثرت سے آباد ہے۔
6 یعنی بیلیں۔ جمع ہے بیل کی جو گائے کا نر جانور ہے۔
7 وسطی ہند کا مشہور شہر جہاں ایک قلعہ بھی ہے۔

8 مہتمی ایک دریا کا نام ہے۔
9 یہاں مراد ہے بھیل قوم کے لوگ۔
10 سگ فلکم۔ سگ سے مراد ہے کتا اور فلک آسمان کو کہتے ہیں۔ صیغہ متکلم ہے۔
11 وزیر سلطان محمود سے مراد عماد الملک ہے جو اصل طاقت کا مالک تھا (فرشتہ IV ص 457)۔
12 بیرم خان کے فرار کے لیے دیکھئے تاریخ شیر شاہی ص 105-104۔

حکایت نمبر 83

1 دیکھئے تاریخ شیر شاہی ص 114-113: مخزن ص 44-243: طبقات II ص 131
2 دیکھئے تاریخ شیر شاہی ص 119-117: مخزن ص 245-244: طبقات II ص 131۔
3 دیکھئے تاریخ شیر شاہی ص 122-119: مخزن ص 245-244 طبقات II ص 131
4 سرونج ایک شہر کا نام ہے۔
5 پورن کے قتل کے لیے دیکھئے تاریخ شیر شاہی ص 122: مخزن ص 245: طبقات II ص 131۔

حکایت نمبر 84

1 سرونج کی آبادکاری کے لیے دیکھئے۔
2 قبیلہ بہورتیہ، ہندوؤں کے ایک قبیلے کا نام ہے۔
3 شیر شاہ نے جودھ پور پر ہندوؤں کی مدد کے لیے چڑھائی کی اس کے نزدیک ہندو مسلم برابر تھے اس سے اسکی رواداری اور سیاست کی فراست کی ایک مثال ملتی ہے۔ واقعات مشتاقی میں مالدیو پر حملے کی وجہ بھی کچھ ایسی ہی درج ہے (ص 143)۔
4 میاں حسن کا نام ہمارے لیے نیا ہے۔
5 اے شخص۔
6 شیر شاہ کے نزدیک زراعت کی کیا اہمیت تھی اس کا اندازہ اس بیان سے ہوتا ہے مزید دیکھئے واقعات، مشتاقی ص 132-131۔

7 ایک نسخہ میں کوہِ راتا درج ہے۔
8 سعید خان بلوچ بھی نیا نام ہے اس سے ظاہر ہے کہ بلوچ بھی اس کی فوج میں شامل تھے۔
9 قلعہ چیتوڑ و مسجد قلعہ شیر شاہ کی تعمیر کردہ ہے (واقعات مشتاقی ص 127) یہ قلعہ صوبہ راجستھان کی سرحد پر ہے۔
10 قلعہ کدھور بہار میں ہے۔
11 قلعہ مہدی شیر شاہ کا بنایا ہوا ہے۔
12 قلعہ روہداس جسے راہتاس بھی کہتے ہیں بہار میں ہے۔
13 قلعہ شیر گڑھ صوبہ بنگال کی سرحد پر ہے اسی نام کا ایک قصبہ دریائے سندھ کے کنارے بلوچستان کی سرحد پر بھی ہے۔
14 بجی کرہ بھی شیر شاہ کا بنایا ہوا ہے۔
15 کوہ کہری کرہ کے تین قلعے وسطٰی ہند کے پہاڑی سلسلے میں ہیں۔
16 قلعہ پیتھل سے مراد غالباً پٹیالی ہے۔
17 صحرا کرہ جو ریگستان میں بنائے۔
18 ملک ککھر جو اب گھکھڑ کہلاتا ہے وہ پنجاب میں پوٹوہار کے علاقے میں ہے۔
19 روہداس خورد جو جہلم کے پاس (اب پاکستان ہے)۔
20 قلعہ کلینجر وسطٰی ہند کا ایک اور مشہور قلعہ جہاں حملے پر شیر شاہ مارا گیا۔
21 قلعہ رشید کی جگہ کا تعین تا حال نہیں ہو سکا۔
22 اسلام شاہ کی قلعہ سازی کا تاریخ میں یہ پہلا اعتراف ہے۔
23 شیر شاہ کے حاجیوں کی سہولیات کے لیے دیکھئے تاریخ شاہی ص 226: منتخب ص 253 :مخزن ص 251۔
24 جلکمن اس جگہ کے ایک سردار کا نام ہے تاریخ شاہی میں نہر سنگھ دیو بندیلہ درج ہے (ص 228) واقعات مشتاقی میں مالدیو پر حملے کی وجہ ہندوؤں کی مدد کرنا درج ہے (ص 143)۔
25 دھندھیرہ جے پور کا پرانا نام ہے۔

26 قلعہ دہندھیرہ یعنی قلعہ جے پور۔

27 بادشاہوں کے ہمراہ شاعر رہا کرتے تھے۔ یہ ہر دور اور ہر بادشاہ کی خاصیت ہے۔ قبل ازیں بھی شیر شاہ کے پاس شعراء کی موجودگی کا ذکر ہو چکا ہے۔

28 راجہ بہرہ کا نام ہماری نئی معلومات میں شامل ہے۔

حکایت نمبر 85

1 راجہ بیر بھان اور رام چندر سے متعلق معلومات کے لیے دیکھئے تاریخ ٹاڈ راجستھان

2 سرا بچہ یعنی پردہ گاہ یا سرا پردہ۔

3 اس جنگ کی تفصیل کے لیے دیکھو تاریخ شیر شاہی ص129-127 : تاریخ شاہی ص232-230 : مخزن ص248-247 : طبقات II ص133-132 : فرشتہ II ص473: منتخب التواریخ ص255-254۔

4 شیر شاہ کے پاس آگ لگنے سے متعلق اختلافی بیانات ہیں دیکھئے تاریخ شیر شاہی ص129 : تاریخ شاہی ص232 : مخزن ص248 ، طبقات II ص133 : فرشتہ II ص473: منتخب التواریخ ص254: واقعات مشتاقی 144۔

5 اس میں بھی اختلاف ہے کہ شیر شاہ 3 روز زندہ رہا یا ایک روز زندہ رہا۔ دیکھئے دیگر کتب و حوالہ جات مندرجہ حاشیہ نمبر 4 بالا۔

6 شیر شاہ سوری کی تاریخ وفات کے بارے میں اختلاف ہے جو یوں ہے: بارہ ربیع الاول 952ھ (فرشتہ II ص473): 24 ذی قعد 951ھ بروز جمعرات (تاریخ شاہی ص232) 952ھ (منتخب التواریخ ص255) ہفتہ دس ربیع الاول کی آدھی رات 952ھ (تاریخ شیر شاہی ص129) گیارہ ربیع الاول 952ھ (مخزن ص248) دس محرم 952ھ (اکبر نامہ I ص196)۔

7 شیر شاہ کی مدت حکومت کے بارے میں بھی اختلاف ہے 15 سال تک امارت اور 5 سال پورے ہند پر حکومت کی (مخزن ص249 وطبقات II ص133) 6 سال ایک ماہ اور 7 دن حکومت (مخزن کا ہی دوسرا نسخہ ص105) 7 سال 2 ماہ 9 دن ایک گھڑی افسانہ شاہان۔

8 ترجمہ:

میرا دل دنیا اور اسکے اسباب پر
اس لیے کہ اس کی کسی کے ساتھ وفاداری نہیں دیکھی
کوئی شخص بغیر چھری کے شہد دوکان سے نہیں کھاتا
کوئی شخص بغیر کانٹے کا رطب اس باغ سے نہیں چنتا
جو کوئی بے تکلف ہوکر اس سے دل لگاتا ہے
جب میں اپنے دشمن کو دیکھتا ہوں تو خود اس کی پرورش کرتا ہوں
شاہ غازی خسرو گیتی ستان
وہ کہ جس کی تلوار سے خون ٹپکتا تھا
جو کبھی ایک حملے سے ہی ایک فوج کو توڑ دیتا تھا
کبھی دل کاٹ دیتا اور کبھی پھاڑ دیتا
اس نے دشمنوں کو نہتا کر دیا
اور دشمنوں کے سر فوراً کاٹ دیتا
جب اس نے شیراز و تبریز و عراق کی عاقبت فتح کر لی تو اس کا وقت آ گیا
وہ جو بڑے جہان کی روشنی تھا وہ آگے چلا گیا
خرابی نے دنیا کی آنکھ میں چھری چلا دی

9 ترجمہ:

شیر شاہ کہ جس کے ڈر سے
شیر اور بکری ایک ساتھ پانی پیتے تھے
جب وہ اس فانی دنیا سے بقاء کے عالم میں گیا
اس کے سال کی ''آگ سے مرنا'' ہے

10 شیر شاہ کے لیے ایک دشمن کی زبان سے یہ الفاظ اور خراجِ تحسین کسی اعزاز سے کم نہیں ہے۔

حکایت نمبر 86

1 ترجمہ:
میرے علاوہ کسی کے دل میں اتنا اخلاص نہیں ہے۔
میں وہ باہمت غلام ہوں جو اس قدر (اخلاص) رکھتا ہے۔

2 استار ایک وزن کا نام ہے جو ساڑھے چار مثقال کا ہوتا ہے۔ایک مثقال میں ساڑھے چار ماشہ کا وزن ہوتا ہے۔ایک ماشہ میں آٹھ رتی ہوتے ہیں۔

3 یہ شیر شاہ کی معاشی پالیسی کا اہم تذکرہ ہے۔

4 قاضی مخدوم بدی مشہور بزرگ گزرے ہیں۔

5 وہی اسکی گالی دینے کی پرانی عادت۔

6 اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ شیر شاہ کی ایک بیٹی بھی تھی۔مگر اس سے قبل حکایت نمبر 48 میں شیر شاہ کی دو بیٹیوں کا ذکر ہے۔

7 یعنی بنگال۔'بنگ' بنگالی زبان میں کہتے ہیں۔یہ لفظ انڈیا کے قومی ترانے میں بھی آیا ہے۔

8 یعنی اہل شخص سے جبراً کام لیتا تھا۔نرمی نہ کرتا تھا۔

9 منیر ایک قصبے کا نام ہے جو بہار میں ہے۔

10 نحو ایک علم کا نام ہے جو عربی زبان دانی سے متعلق ہوتا ہے۔

11 کافیہ،عربی گرائمر کا ایک ایک علم ہے۔

12 شیر شاہ کی مراد ہے کہ آدمی عالم تب بنتا ہے جب اسے علم کی ہوس ہو تب یہاں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ شیر شاہ علم کا حریص تھا۔

13 دیکھئے واقعات مشتاقی ص 123: شاہی ص 179۔

14 یعنی گانٹھ باندھ لی۔

15 جلالی سے مراد ہے غصہ والا یعنی جس کے کھانے سے جوش آئے اور جمالی سے مراد ہے خوبصورت یعنی جس کے کھانے سے شہوت پیدا ہو۔

16 ہندی لفظ ہے اس کا مطلب ہے مذاق کرنا۔

17 جوا۔

18 دین کی پابندی شیر شاہ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

19 ترجمہ:

وہ محل جس میں بہرام نے قیام وطعام کیا
کس کی جانب منہ کیا اور شیر نے آرام کیا
بہرام نے تو ہمیشہ کے لیے قبر پکڑ لی
آج قبر نے بہرام کو پکڑ لیا

20 شیر شاہ اکثر کہا کرتا تھا کہ مجھے حکومت شام کے وقت ملی ہے۔

21 ترجمہ:

ہر رات کہتا ہوں کہ کل یہ کام ترک کر دونگا
پھر جب کل آتی ہے تو پھر آج کو کل کہہ دیتا ہوں

22 ترجمہ:

آجا کہ مضبوط محل کی بنیاد کمزور ہے
دوست کے ساتھ رہ کیونکہ زندگی کی بنیاد تباہ ہوگئی ہے۔

حکایت نمبر 87

1 یہ معلومات نئی ہے۔

2 اس کا مطلب ہے درویش اور فقیر ہر وقت انکے ساتھ رہتے تھے ابن خلدون تحریر کرتا ہے کہ جب تیمور نے دمشق فتح کیا تو اس نے فقیروں کو جاسوسی پر مقرر کیا ہوا تھا (آپ بیتی ابن خلدون)۔

حکایت نمبر 88

1 یعنی روایات میں اختلاف ہے مگر نتیجہ یہی ہے۔

2 اس سفارت کے لیے دیکھئے تاریخ شاہی ص 243-242: طبقات 140-138: منتخب التواریخ 259-258۔

حکایت نمبر 89

1 خواص خان کا اصل نام شابو جان تھا یہ معلومات بھی نئی ہے۔

2 دوسرے نسخے میں ہے "ایی غیسبانی"۔

3 دیکھئے تاریخ شاہی ص 238-237 :مخزن ص 5-264 :طبقات II ص 137-135 :منتخب ص 257-256۔

حکایت نمبر 90

1 آیت قرآن شریف سورۃ الفجر۔ترجمہ: پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہوا اور میری جنت میں آ۔

2 عادل خان کے فرار کے لیے دیکھئے شاہی ص 239 :طبقات II ص 136 :منتخب 257:

3 ملو خان حاکم مانڈو وہی ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور وہ شیر شاہ کے حضور سے بھاگ گیا تھا۔

4 حسین خان سرجانی کون تھا اس بارے میں تفصیل کچھ نہیں ملتی۔

5 یہاں غلطی سے فتح خان درج ہے ورنہ یہاں حسین خان ہونا چاہیے۔

6 یہ بات واضح نہیں ہے کہ آیا وہ دوہرہ ہندی میں تھا یا فارسی میں۔مصنف نے یہاں فارسی میں نقل کیا ہے۔

7 ترجمہ:

بے بسی کے روز میرے لیے میرے یار کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہے
لیکن وہ بھی نہیں رکھتا کہ میری راتوں کو چیر دے۔

8 یہ باتیں غریب العقل ہیں۔

حکایت نمبر 91

1 اس کا نام محمود خان تھا دیکھئے منتخب التواریخ ص 258-252 (جہان شاہ عالم نام لکھا ہے): مخزن ص 245 (جہان غلطی سے پوتے کو نواسی لکھ دیا ہے):واقعات مشتاقی

ص186۔

2 فارسی میں ہے ''تنگ ہا'' جس کا مطلب ہے لمبے لمبے گون یہ تھیلے کی طرح ہوتے ہیں۔

3 یہ روایت ہمارے لیے ایک نئی معلومات ہے۔

4 یعنی توشک۔

5 یعنی اس لڑکے کی بیوی جو شیر شاہ کا پوتا اور عادل خان کا بھتیجا تھا۔

6 شہباز خان کے لیے دیکھئے طبقات II ص139-138: شاہی ص242۔

7 ترجمہ:

عورت بہت فرمان بردار تھی اور پارسا تھی

اس نے مرد درویش کو پارسا کردیا

8 عادل خان کے قتل کے حوالے سے یہ معلومات بھی نئی ہے۔

حکایت نمبر 92

1 جوشن یعنی زرہ بکتر۔

2 ترجمہ:

زبان کاٹ کر ایک کونے میں اندھے گونگے بن کر بیٹھ جاؤ

اس لیے کہ کس کی زبان حکم کے تابع نہیں رہتی۔

3 آز ہمایوں کی اسلام شاہ سے پہلی جنگ کی تفصیل کے لیے دیکھئے طبقات II ص138 تا140۔

4 نیزے کی نوک۔

5 آز ہمایوں کی فتح کے لیے دیکھئے طبقات II ص140: منتخب ص3-262۔

6 کشمیریوں کی غداری کے لیے دیکھئے۔ طبقات II ص141: منتخب التواریخ ص263

حکایت نمبر 93

1 میاں دلو شیخ زادہ چشتی کے بارے میں مزید معلومات نہیں ملتی۔

2 زخم آگ کا۔

3 راتلہ بالناتھ پوٹوہار (پنجاب) میں ایک قصبہ کا نام ہے۔

4 بالناتھ جوگی ہندوؤں کی مقدس شخصیت گزرے ہیں۔

5 پون بندھی ہندی لفظ ہے۔ پون کا مطلب ہے ہوا۔ بندہی کا مطلب ہے بندھ جانا یا کسی چیز کے ساتھ لگ جانا یا اڑنا۔

6 یہاں بھی لفظ موزہ استعمال ہوا ہے جو جوتے کے اندر پہنتے ہیں۔

7 مبارا خان دیوار (منتخب ص 261) جہان لکھا ہے کہ وہ سلیم شاہ کا چچازاد بھائی اور سالا تھا۔

8 ترجمہ:

گھر سے باہر نکل کر پریشان پھر کر روٹی سے غرض ہے
کیونکہ یہ کالے پیالے آخر مہمان کو قتل کر دیتے ہیں۔

9 اسلام شاہ کے دربار سے مرزا کامران کے فرار کے لیے دیکھئے۔ منتخب التواریخ

10 یہ معلومات بھی نئی ہیں۔

حکایت نمبر 94

1 سلیم کرہ جو سلیم شاہ نے اپنے نام پر بنوایا۔ واقعات مشتاقی میں اس کا نام اسلام گرہ لکھا ہے (ص 187)۔

2 رشید کرہ جو اس نے اپنے بھائی عبدالرشید کے نام پر بنوایا۔ اسے رشید کوٹ بھی کہتے ہیں دیکھئے منتخب التواریخ ص 262: واقعات مشتاقی ص 187)۔

3 مان کرہ یا مان کوٹ کے لیے دیکھئے منتخب التواریخ ص 262 :واقعات مشتاقی ص 187)۔

4 اقبال خان غلام اسلام شاہ کے لیے دیکھئے منتخب ص 277: طبقات II ص 141: شاہی ص 48-247: مخزن ص 73-272۔

5 تواجیان یعنی خاص لوگ۔

6 میاں حسن جس کا اوپر بھی ذکر آچکا ہے۔

7 دریا خان سنزئی اسلام شاہ کے امراء میں سے تھا سن زئی قبیلے سے تھا۔

8 تاج خان اسلام شاہ کے امراء میں سے تھا کرلانی قبیلے کا تھا (مخزن ص 276)۔
9 اسلام شاہ پر قاتلانہ حملے کے لیے دیکھئے اوپر حاشیہ نمبر 4۔
10 امراء کے کھرے رہنے کی رسم کے حوالے سے معلومات نئی ہے۔
11 خواص خان کے قتل کے لیے دیکھئے منتخب التواریخ ص 276: شاہی ص 254-250
12 تارخان کاسی کی جگہ تاریخ شاہی میں قطب خان لکھا ہے (شاہی ص 255)۔

حکایت نمبر 95

1 دیوچہار یعنی جونک جس سے گندا خون نکالا جاتا ہے۔
2 اٹھارہ دن میں گوالیار سے لاہور تک کے سفر کی (پورے لشکر ساتھ) نئی مثال ہے۔ منتخب التواریخ میں ہے کہ لشکر 7 روز میں پنجاب پہنچا (ص 278)۔
3 دریائے راوی پنجاب کا مشہور دریا ہے لاہور شہر اسی کے کنارے آباد ہے۔
4 سرائے کماؤن ایک قدیم دیہات کا نام ہے۔
5 یعنی حمیدہ بانو جو ہمایوں کی بیوی تھی۔
6 یہ ایک نئی روایت اور نئی معلومات ہمارے علم میں آئی ہے۔
7 دیکھئے منتخب التواریخ ص 278۔

حکایت نمبر 96

1 سید منجھن مصنف مدھو مالتی، شیخ محمد غوث گوالیاری کے نامور خلیفہ تھے ریاضت و مجاہدوں میں بے مثل تھے۔ شیر شاہ نے انکو رائے سین قلعہ کی خانقاہ داری پر مقرر کیا تھا۔ آپ 1593ء تک زندہ رہے کئی کتب کے مصنف تھے۔ مدھو مالتی آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور ہے (تذکرہ مشائخ شیراز ہند جونپور ص 466-467)۔
2 سورداس ایک ہندوستانی سادھو اور موسیقار تھا وہ 1479ء میں پیدا ہوا اور 1586ء

میں انتقال کیا۔

3 عربی فارسی اور ہندی کے شعراء کا اسلام شاہ کے دربار میں اکٹھا ہونا ایک نئی معلومات ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکبر کے دور سے بہت پہلے سے علمی اور تہذیبی سرگومیوں کی سرپرستی ہو رہی تھی اور اس ضمن میں سوری حکمران کچھ کم نہ تھے۔

4 کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا رواج تمام مسلمانوں میں ہے۔

5 ترجمہ:

تو میری قدر جانتا ہے کہ میں وفاداروں میں سے چنا گیا ہوں
وہیں رہ یہاں تک کہ دوستوں کی مجلس دریابی ہو جائے

6 عورتوں کی عزت کے حوالے سے یہ معلومات نئی ہے مگر اس کا اپنے گھر کی عورتوں کی بےعزتی کرنے کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔

7 ترجمہ:

بادشاہ نے تیری کورنش کو بخش دیا ہے
تو خود اپنے طریقے سے سلام کر

8 ترجمہ:

مجنون کا دور گذر گیا اب ہماری باری ہے
ہر کسی کی پانچ دن کی نوبت آتی ہے
جو ہمیشہ کے لیے تھا اور سب کا ہے
اور جو چند ایک لوگوں کے لیے ہے وہ مٹی ہو جائے گا

9 ترجمہ:

سچائی حقیقت کے اندر سوراخ میں ہے
عارفوں نے کین خانے کو جن کہا ہے
زندگی کے ٹھہرنے سے شاید درگذر نہیں ہے
یہ دنیا کسی شخص سے درگذر نہیں کرتی
مال اور جاہ کی محبت سے دور رہو
اس لیے کہ مال اور جاہ کی چاہت دراصل ایک کنواں ہے

میں نے خود پکڑ لیا ہے تجھے اے بہرام گور
آخر کار تو خود قبر کے جال میں گرنا چاہتا ہے
میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو دیکھے تو قبر کو دیکھ لے
میں تجھ سے کہتا ہوں کہ ایک لحہ بھی فالتو مت بیٹھ
ارے (انسان) جو کچھ ہم پر گذری اس سے دامن بچا
اور خلوص کے ساتھ حق کی تعریف کر۔

10 شیخ عبداللہ لاہوری اس دور کے مشہور بزرگ تھے انہیں سلطان پوری بھی کہتے تھے وہاں کے ساکن تھے اور لاہور میں قضاۃ پر فائض تھے لہذا لاہوری کہلاتے تھے (مخزن ص277-78)۔

11 یہ جملہ بہت اہم ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس دور میں ہندوستان میں افغانوں کی تعداد نولاکھ تھی۔

12 اس قصے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں تعصب بادشاہ میں نہیں تھا مگر امراء میں لگائی بجھائی کیا کرتے تھے۔

13 دف بجانے والا۔

14 یعنی بازاری شخص اس سے مراد ہے کہ لاابالی اور بے تہذیب۔ آجکل ہندی میں یہ لفظ بازار اور بازاری دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔

15 چھکہ یعنی چھکنا۔ چھک سے مراد ہے شوخ ہونا۔ بے باک ہونا۔

16 کھچری جسے آج کھچڑی کہتے ہیں یہ چاول کے ساتھ کوئی سی دال ملا کر پکائی جاتی ہے عموماً چاول اور چھلکوں والی ماش کی دال کی ڈش کو کھچری کہتے ہیں یہ ہندی لفظ ہے۔

17 بہر بھونجہ جو چنے گرم کرتے ہیں۔

18 اسلام شاہ کی بیماری یا مرض الموت کے لیے دیکھئے منتخب التواریخ ص279-278 :فرشتہ II ص 479 :طبقات II ص142 :مخزن ص276 :شاہی ص 254 :واقعات مشتاقی ص190-189۔

19 ترجمہ:
سنا ہے کہ اس بزم میں وہ خوش ہو کر بیٹھے گا

جو صحبت کے آخر میں ندامت سے نہ اٹھے۔

20 اسلام شاہ جس کو بعد کے مورخین نے ہمیشہ منفی شکل میں پیش کیا ہے اس کے بارے میں یہ ریمارکس بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

21 یہ اشعار مورخ فرشتہ کے والد نے کہے ہیں (تاریخ فرشتہ II ص479) لیکن منتخب التواریخ میں یہی اشعار سلیم شاہ کے ایک مصاحب سید نعمت اللہ اشوئی نے کہے ہیں۔

ترجمہ:

ایک سال میں تین بادشاہوں کو زوال آ گیا
کہ جن کے عدل کی وجہ سے ہندوستان دارالامان تھا
ایک محمود جو گجرات کا شہنشاہ تھا
وہ اپنی حکومت میں نوجوان تھا
دوسرا اسلام شاہ جو احسان کرنے والا خان تھا
وہ شیر خان کا پیارا بیٹا تھا
تیسرے نمبر پر نظام الملک بحری آتا ہے
جو دکھن میں خسرو نشان تھا
ان تینوں بادشاہوں کی تاریخ کیا پوچھتا ہے
کیونکہ سال زوالِ خسروان تھا۔

22 ترجمہ:

ایک لاش دوسری لاش پر عاشق ہو گئی
عدم وجود عدم وجودی کے علاوہ کسی کو راہ نہیں دیتا۔

23 ترجمہ:

اے (انسان) یہ کیا کہ تو غفلت میں ڈوبا ہوا ہے
دنیا میں رہ کر تو نے اپنا دین خراب کر لیا ہے

24 ترجمہ:

عیش کے ٹکڑے کو اپنی قبر سمجھ لے
تیرے پیچھے کوئی نہیں آ رہا تو سب کو اپنے آگے سمجھ لے

25 ترجمہ:

اس کھیل تماشے کے بارے میں ایک حرف بھی مت بول

کیونکہ ہوش والے اس (یعنی کھیل تماشے) سے ایک نصیحت بھی نہیں لے سکتے

اور اگر نادان کے سامنے حکمت کے سو سبق بھی رکھ دو

جب وہ پڑھیں گے تو انکے کان میں کھیل تماشا ہی پڑے گا

26 ترجمہ:

اگر انسان کے کان میں رغبت نہ آئے

تو رسولوں کے لیے پہنچا دینا ہی کافی ہے

یہ اشارہ ہے وما علینا الا البلاغ (سورۃ یاسین قرآن شریف) کی طرف۔

27 ترجمہ:

موت سے قبل نماز کی جلدی کرو اور موت۔ سے قبل توبہ کی بھی جلدی کرو۔

28 اسلام شاہ کی مدت بادشاہت کے لیے دیکھئے۔ تاریخ شاہیہ، منتخب التواریخ وغیرہ

حکایت نمبر 97

1 شیر شاہ کے رضائی بھائی ہونے کی معلومات ہمارے لیے بالکل نئی ہے۔

2 یعنی دھوکے باز۔

3 یعنی شادی ہو جائے لودھی گذشتہ 100 سال سے امیر وحکمران تھے لہذا لوگوں میں گمان تھا کہ یہ خاندان ہی شاہی ہے یعنی شاید خدا نے اسے سلطنت کے لیے پیدا کیا ہے یہ لوگوں میں پہلے عام خیال تھا سوریوں کو اس دور میں عزت نہ دی جاتی تھی حالانکہ وہ بھی لودھی تھے۔ جب سوری بادشاہ ہوئے اب لوگوں میں ہوا کہ بھی بادشاہی خاندان ہے اسی نسبت سے یہ بات ہے۔

4 اس امیر کا نام کہیں درج نہ ہے۔

5 اس سے مراد ہے کہ میں ہرگز لودھیوں سے باہر شادی نہ کرونگا۔

6 بائی خیل لودھیوں کے سردار دولت خان لودھی گورنر پنجاب نے بابر کو دعوت دی تھی اور اس کے لڑکے خانِ خانان ہمیشہ افغانوں کو نقصان پہنچایا۔ اس لیے تمام افغان ان سے

بیزار تھے۔ سوری دور میں بائی خیل پٹھانوں کو کبھی کوئی بڑا عہدہ نہ دیا گیا۔

7 چونکہ بائی خیل پٹھانوں میں ذلیل ہو چکے تھے لہذا لوگ ان سے شادی نہ کرتے تھے اس بائی خیل نے یہ بات غنیمت سمجھی کہ کسی امیر سے اس کی نسبت ہو رہی ہے۔

8 ترجمہ:

ہر نیک لڑکی چونکہ اس کی بیٹی نہیں ہے
جو بیٹی ہے تو وہ اس کی نیک اختر نہیں ہے

حکایت نمبر 98

1 عیسیٰ خان سور کے لیے دیکھئے مشتاق ص 187۔
تاریخ شاہی میں فتح خان سور درج ہے (ص 3-272)

2 ترجمہ:

ایک درخت کہ جس کا خمیر ہی کڑوا ہے
اگر اس کی باغ بہشت میں کوئی نشانی ہے تو یہ کہ
پانی کے وقت وہ ضبت کی نہر سے بھی زیادہ طبا ہے
جو انگبین کی جر سے بہتا ہے اور خالص میٹھا ہے
گو ہر کے انجام کے سرا کام آجاتا ہے
ہی وہ کڑوا میوہ ہے جو پھل دار ہوتا ہے۔

3 سلطان فیروز شاہ پسر اسلام شاہ کی مدت حکومت بعض کے نزدیک 3 روز (مشتاق ص 191: مخزن ص 286: منتخب ص 280 فرشتہ II ص 481) اور بعض کے نزدیک ایک ماہ تھی (شاہی ص 274)۔

4 تاج خان کرانی نے بعد از ان بغاوت کر دی تھی منتخب ص 282: مخزن ص 90-289

5 داؤد شاہ خیل کسی شخص کا نام نہیں بلکہ قبیلے سور کی ذیلی شاخ کا نام ہے دیکھئے مخزن ص 447۔

6 بی بی بائی زوجہ اسلام شاہ یہ عورت میاں نظام کی بیٹی تھی اور یوں شیر شاہ کی بھتیجی تھی (منتخب ص 280: مخزن 286)

7 بھانجے اسطرح کہ اس کی سگی بہن کے بیٹے تھے۔ بھتیجے اس طرح کہ اس کے چچازاد بھائی اسلام شاہ کی بھی اولاد تھے۔

8 اس سے مراد ہے کہ متی قبیلے کے لوگ جو ہندوستان میں تھے وہ 9 لاکھ کی تعداد میں تھے۔

9 داہ سے مراد ہے کنیز یا لونڈی داہ فروشی سے مراد ہے بیرون ملک سے آنے والی کنیزیں لاکر فروخت کرنا۔

10 یہ ہندی لفظ ہے اس کا مطلب ہے کالا منہ یا روسیاہ۔

11 خنجر۔

12 یعنی سکندر نے سرمست کی مار دیا تھا جبکہ سکندر اور شاہ محمد کو لوگوں نے مار دیا۔

13 یہ اطلاع بھی بالکل نئی ہے کہ اسلام شاہ کے چار لڑکے تھے اور ان چاروں کو اسلام شاہ نے مار دیا تھا۔ اس کا شارہ (کہ اسلام شاہ کی اور آولاد بھی تھی) ہمیں مخزن میں بھی ملتا ہے جہاں درج ہے کہ ''اسلام شاہ کی اولادوں میں کوئی دوسرا اس قابل موجود بھی نہ تھا'' (ص 286)۔

14 ترجمہ:

ایک شخص جو محفل کا سردار تھا\
اسے عورت کے حکم کی نسبت کفن اچھا تھا\
فیروز شاہ عورت کی باتوں سے برباد ہو گیا\
ایک کچی عورت جو عورت کی ہی ذات تھی\
تو پارسائی کے علاوہ عورت کے پاس مت جا\
بدذات عورت ہمیشہ ذلت لے کر آتی ہے۔

15 فیروز شاہ کی مدت بادشاہت کے لیے دیکھئے حاشیہ نمبر 3 بالا۔

16 اسلام شاہ کے زندہ رہ جانے والے بیٹے کے بارے میں یہ اطلاع بہت حیران کن اور نئی ہے مشرقی پنجاب شہر جالندھر میں کچھ خاندان تھے جو شیر شاہ سوری کے لڑکے اسلام شاہ کی اولاد سے ہونے کا دعویدار تھے اس خاندان کے کچھ لوگ پاکستان بھی آ گئے ہیں (افاغنہ جالندھر ص 94-88)۔

17 سارنگ کرہ اڑیسہ میں مشہور قلعہ ہے۔

18 راجہ رک پنج کا نام ہماری نئی معلومات میں شامل ہے۔

19 یہ معلومات بالکل نئی ہے۔

حکایت نمبر 99

1 یعنی اسلام شاہ سے متعلق۔

حکایت نمبر 100

1 ملح آباد جسے اب ملیح آباد کہتے ہیں یہ یوپی کا مشہور شہر ہے۔

2 کاکوری بھی یوپی کا مشہور شہر ہے۔

3 عدلی کی مدت حکومت طبقات اکبری کے مطابق 3 سال رہی (جلد دوم ص 152)۔ یہاں جو مدت بیان کی گئی ہے وہ دہلی میں حکومت کی ہے دیگر کتب میں اس کی وفات تک کو شامل کیا گیا ہے۔

4 عدلی کی تین میں سے دو بہنوں کے شوہروں کے نام مصنف نے درج کئے ہیں تیسرے کا نام حوالہ دیئے بغیر کیا ہے۔ عدلی کی تین بہنوں اور شوہروں کی تفصیل یوں ہے:

1 بی بی بائی زوجہ اسلام شاہ پسر شیر شاہ سوری۔

2 دوسری بہن زوجہ ابراہیم خان۔

3 تیسری بہن زوجہ احمد خان سور تھی (مخزن ص 286 اور 290)۔

5 یہ ذکر شیر شاہ سوری کی بیٹی اور اسلام شاہ کی بہن کا ہے۔ اس کا نام بھی نہیں معلوم۔ البتہ اس کا شوہر آز ہمایوں سروانی شیر شاہ کی بہن کا بیٹا تھا جیسا کہ درج ہے۔

6 ترجمہ:

مچھر کو جب پر لگ جائیں تو وہ ہاتھی کو مارے گا
پوری طاقت اور قوت کے ساتھ کہ جو اس کے اندر ہے
چونٹیوں کا جب اتفاق ہو جائے
تو وہ شیر کا گوشت نوچیں گی

حکایت نمبر 101

1 سلیم خان کاکڑ گوڑ کا حاکم تھا۔ (مخزن ص 302)۔

حکایت نمبر 102

1 محمد خان سور شیر شاہ کا رشتہ دار تھا (مخزن ص 447)۔

2 بحری جہاز۔

3 گنگ سے سنگ تک یعنی دریا گنگا سے پہاڑوں تک۔

4 کوسی سے کھوسی تک کوسی دریا ہے اور کھوسی بھی ایک ندی کا نام ہے۔

حکایت نمبر 103

1 رکن خان مروت کے بارے میں یہ معلومات نئی ہے۔

2 یعنی لڑتے ہوئے مارا گیا۔

3 تبنی قبیلے کے لوگوں کا ذکر یہاں پھر آیا ہے۔

حکایت نمبر 104

1 ترجمہ:

تاج شاہی طلب کرتا ہے تو اپنے ذاتی جوہر بھی دکھا
اپنے اندر کی صلاحیتوں سے جمشید یا فریدون بن جا

2 ترجمہ:

اگر ایک بار بری عادت طبیعت میں جم جائے
تو علاوہ بوقت مرگ کے وہ نہیں جاتی

3 امام اعظم یعنی حضرت امام ابو حنیفہؒ جو فقہ حنفی مذہب اہل سنت کے بانی ہیں بعض کا خیال ہے کہ آپ بھی کابل کے افغان تھے (تذکرہ از روشن خان)۔ آپ 689ء میں پیدا ہوئے اور 778ء میں انتقال ہوا۔ آپ کا مسلک مسلمانوں میں سب سے زیادہ عام ہے۔

4 افغانوں کا ملکوں کو آباد کرنا ایک تاریخی حقیقت ہے۔

حکایت نمبر 105

1 ہیمون قوم کا بقال تھا ہندو مذہب سے تعلق رکھتا تھا ترقی کرتے کرتے وزیر کے عہدے تک پہنچ گیا (منتخب ص 280: مشتاقی ص 191: مخزن ص 287: طبقات II ص 147۔

2 قصبہ بار بہار میں ایک جگہ کا نام ہے۔

حکایت نمبر 106

1 بھنگی یعنی جو علاقوں کی صفائی کرتے ہیں۔

2 مبارا خان لودھی دراصل مبارک خان لودھی ہے اس سے مراد دراصل کمال خان ہے جس کے بھائی عمر خان کا پوتا خان جہان لودھی تھا۔

3 خان جہان لودھی کا اصل نام پیر خان تھا۔ جہانگیر کا بادشاہ بہت منظور نظر تھا اور بہت با اثر تھا 988ھ/1580ء میں پیدا ہوا ترقی کرتے کرتے جہانگیر کے خاص امراء میں شامل ہو گیا شاہجہان کے دور میں بغاوت کی اور 1040ھ/1630ء میں لڑتے ہوئے مارا گیا البتہ تاریخ میں اپنا نام کر گیا۔ لفظ خان جہان لودھی کا استعمال اس کتاب کی تصنیف کے سال کا تعین کرنے میں مدد دیتا ہے۔ جہانگیر بادشاہ نے پیر خان کو خان جہان لودھی کا خطاب 1016ھ/1607ھ میں دیا تھا۔

4 یعنی دوآبہ کے درمیان کا علاقہ میان کا مطلب ہے درمیان کا۔

5 عالم چند پہتہ سفارت پر فائز تھا۔

6 کرہ پتھلی سے مراد غالباً پٹیالی ہے۔

7 سلطان ابراہیم کی مدت حکومت ہمیں صرف افسانہ شاہان سے پتہ چلتی ہے تاریخ افاغنہ از حسین خان افغان میں اسکی مدت حکومت درج ہے (جام جم مشمولہ مقالات سرسید)۔

حکایت نمبر 107

1 ہمایوں کے ہندوستان پر دوبارہ حملے کی تفصیل کے لیے دیکھئے تذکرۃ الواقعات

ص181-198۔

2 ترجمہ:

آدمی کو چاہیے کہ دھیان دے

دیوار پر ایک نصیحت (نوشتہ) لکھی ہوئی ہے

جب آدمی جنگ کے وقت ست ہو جائے

تو اس کے بعد پھر وہی وقت نہیں آیا۔

3 ماچھی واڑہ پنجاب میں ایک جگہ کا نام ہے۔

4 دیکھئے حاشیہ نمبر 2 بالا۔

5 مصنف بعض جگہ مذاقیہ قصے بھی بیان کر دیتا ہے۔

حکایت نمبر 108

1 دیکھئے تذکرۃ الواقعات ص189-193: منتخب ص305-06۔

حکایت نمبر 109

1 یہاں پر جگہ خالی ہے جس سے مراد ہے کہ حبیب خان کا جملہ ادھورا رہ گیا جو سکندر نے تلوار چلادی۔

2 چمیاری ایک جگہ کا نام ہے۔

3 ہمایوں بادشاہ نے دوبارہ دہلی میں سات ماہ قیام کیا۔

4 سوراخ۔

5 ہمایوں کی وفات کی تفصیل کے لیے منتخب ص308۔

6 ترجمہ شعر:

جو کوئی دنیا میں آیا ہے وہ اہل فنا میں شامل ہو گیا

اور وہ جو باقی اور ہمیشہ رہتا ہے وہ خدا ہو گیا ہے

7 ترجمہ شعر:

جو کوئی دنیا میں آتا ہے وہ ختم ہونے کی نشانی رکھتا ہے

خرابیوں میں یہ مت پوچھو کہ ہوشیار کہاں ہے

8 ترقی محمد خان یا تردی بیگ جس کا ذکر تمام کتب تاریخ میں ہے۔

9 کلاں نور ایک جگہ کا نام ہے۔

10 قلعہ مان کوٹ پنجاب میں ایک جگہ کا نام ہے۔

حکایت نمبر 110

1 میاں ادریس کے بارے میں معلومات نئی ہے۔

2 مراج نام بھی نیا ہے۔

3 تردی بیگ کی شکست کیلئے دیکھئے منتخب ص330 : شاہی ص356 : طبقات II ص 157۔

4 تردی بیگ کے قتل کے لیے دیکھئے منتخب ص 331 : شاہی ص350 : طبقات II ص 158۔

5 شادی پسر میاں خوذی کے حوالے سے اہم معلومات ہے اس کی تصدیق مخزن سے بھی ہوتی ہے (ص303) نیز طبقات II ص156 میں بھی اس کا ذکر ہے۔

6 ہیمون سے لوگوں کی بدظنی کے لیے دیکھئے منتخب ص 331 : شاہی ص361-360 : تاریخ داؤدی ص200۔

7 توپین ہاتھ سے نکلنا کیلئے دیکھئے منتخب ص 331:

8 یہاں مصنف نے اختصار سے کام لیا ہے دیگر کتب میں تفصیل ہے۔

9 ہیمون کے قتل کے لیے دیکھئے شاہی ص 367-366 : طبقات II ص160 : طبقات II ص332۔

حکایت نمبر 111

1 موتا راجا کے حوالے سے معلومات نئی ہے۔

2 اس کا مطلب ہے کہ مالدیو کی بیٹی حاجی خان کو بیاہی تھی۔

3 میواتی قوم کے لوگ عموماً افغانوں کے ساتھ ملے رہے ہین۔

4 قدم۔

5 عالم چند بھات وکیل۔

6 راجہ بہارہ مل (راجا مان سنگھ کا دادا) کا نام مخزن میں رانا اودے سنگھ درج ہے (ص 257)۔

7 شراب فروش۔

8 فارسی متن میں شپاشپ لکھا ہے جس کا مطلب جھٹ پٹ ہے۔

9 راؤ سرجن کا نام نئی معلومات میں شامل ہے۔

10 مظفر خان سروانی کا نام بھی نئی معلومات میں شامل ہے۔

11 شیر خان فولادی کے لیے دیکھئے تاریخ فرشتہ IV ص 86-485۔

12 پٹن گجرات میں ایک مشہور تاریخی مقام کا نام ہے۔

13 اعتماد خان خواجہ سرا کے لیے دیکھئے فرشتہ IV ص 479 تا 491۔

14 مظفر نتھو کے لیے دیکھئے تاریخ فرشتہ IV ص 497-483۔

15 آمین خان ماندوالی کا نام ہماری نئی معلومات میں شامل ہے۔

16 حاجی خان کی وفات کے لیے دیکھئے مخزن ص 262۔

17 ترجمہ:

میں مٹی سے نکلا ہوں اور مٹی کی جانب ہی جانا ہوگا

سب لوگ بیم ہیں اور خوفزدہ ہیں اور باک ہیں۔

حکایت نمبر 112

1 راستہ نکال کر۔

2 یعنی ملاقات کریں۔

3 سلار پور گاؤں بنگال میں ایک جگہ کا نام ہے۔

4 لودھی خان یعنی مبارا خان لودھی۔

5 چھتری اس سے مراد ہے کہ جو بادشاہ جنگ پر جاتا تھا تو وہ اس نیت سے چھتری رکھتا تھا کہ بادشاہت کا دعویٰ کرے۔

6 سلیم خان سور کا نام نئی معلومات میں شامل ہے۔

7 سرمست خان بتنی کا نام بھی نئی معلومات میں شامل ہے۔

8 اس بیان کے مطابق سلیم خان سور عدلی کا بھانجا تھا۔

9 ندامت ب۔

10 ڈیرہ کا مطلب ہونا ہے کہ وہ جگہ جہاں آرام کیا جائے اس سے مراد ہے کہ ٹھہر کر سکون لیں یعنی آرام کریں۔

حکایت نمبر 113

1 دریائے بہارا کے نام سے ایک گاؤں صوبہ بہار میں ہے۔

2 میاں شیخ نظام سور کیلئے دیکھئے تاریخ شاہی ص 293۔

3 میاں دولہ خان عدلی کا مصاحب تھا۔

4 یعنی نوکر۔

5 ترجمہ:

ساری دنیا کی نصیحت قید خانے میں بند ہوگئی

نادان لوگوں پر کان دھرنا پانی کر آٹا چھاننے کی چھلنی میں ڈالنا ہے۔

6 ترجمہ:

جو کوئی برا خیال کرتا ہے
وہ اپنے جسم کے ساتھ ہی برائی کرتا ہے
جس کسی کو برائی کا ڈر تھا
اس برائی کے بارے میں اس کی رائے اچھی لگتی تھی
وہ اسی چاہنے کو جلیپا کرتا
اور اسے عقلمند کے سامنے رسوا کرتا
لیکن وہ کسی اپنے کی آہ کو نہیں دیکھتا
تجھے تو وہی اچھا لگتا ہے جو تیری اپنی خواہش ہے
اگر یہ چاہتا ہے کہ اس جگہ (دنیا) میں رہ جائے
چونکہ عقل اچھی ہے اور پسندیدہ ہے

تو تو اپنی خواہش کو دریا میں ڈال دے

7 عدلی کے قتل کے لیے دیکھئے طبقات اا ص 152: منتخب ص 290۔

8 عبدالرحیم سور کے لیے دیکھئے حکایت نمبر 53۔

9 ترجمہ:

اس بیابان میں دور تک یہ سب مرحلے ہیں
کہ لشکر میں سلم اور طور بھی گم ہو گئے
یہ خراب دنیا وہی منزل ہے
جو افراسیاب کا محل نظر آتی ہے
لشکر توڑے والے بوڑھوں کی رائے کہاں گئی
اور تلوار چلانے والے شیروں کی طرح بہادر مرد کہاں گئے
اس کے محل اور قصر ہوا کے ساتھ اکیلے نہ رہ گئے
کہ اس خان میں جانے والا کوئی بوڑھا یاد نہ رہا
آدمی کو چاہیے کہ وہ کان دھرے
اور دیوار پر جو نوشتہ ہے اسے پڑھ لے۔

حکایت نمبر 114

1 غیاث پور و مالدہ بہار کے قصبات کے نام ہیں۔

2 موکانوہ بہار کی ایک جگہ کا نام ہے۔

3 امرأخایہ۔

4 چوتڑیا گانڈ

5 ترجمہ:

اس سے پچاس سال کی نیکی سے جو بہت سا نام کمایا تھا
وہ ایک برے کام سے پایمال کر دیا۔

6 اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکبر کے دور تک لوگوں میں مغلوں کے خلاف جذبات مضبوط تھے۔

7 سکندر کی تاریخ وفات کہیں پر درج نہ ہے۔

8 ترجمہ:

نہ تو خضر کی عمر رہتی ہے اور نہ ہی سکندر کا ملک باقی رہتا ہے۔

اے درویش تو دنیاوی معمالات میں جھگڑا نہ کر۔

حکایت نمبر 115

1 اگر چہ مصنف کتاب ھذا بھی بتنی ہے مگر وہ اپنے ہم قبیلہ کی برائیاں بھی بیان کرتا ہے اور تعصب اور مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیتا۔

2 میاں جلال الدین کے لیے دیکھے اکبر نامہ جلد روم ص 477,89۔

3 خان زمان اکبر بادشاہ کا مشہور سپہ سالار تھا اس کے لیے دیکھئے اکبر نامہ II ص 215۔

حکایت نمبر 116

1 برہی (برسی) راجپوتوں کی ایک قوم کا نام ہے۔

2 غیاث الدین کے لیے دیکھئے اکبر نامہ II ص 386۔

3 ان واقعات کیلئے دیکھئے اکبر نامہ II ص 84-380 388,366۔

حکایت نمبر 117

1 حلصہ بہار میں ایک جگہ کا نام ہے۔

2 چچنہ بہار میں ایک جگہ کا نام ہے۔

3 رام داس اوجینیہ یعنی اوجین کا سردار رام داس۔

4 یہاں جملے میں ربط نہ ہے۔ البتہ اس سے مراد یہ لگتی ہے کہ شخص نے کہا کہ آج تتار خان کی عورتیں قید ہیں کل کو تیری بھی ہو سکتی ہیں۔

5 مصنف پھر بزرگوں کی کرامات کو تاریخی واقعات میں دخل دلاتا ہے۔

6 اندھیاری بہار میں ایک جگہ کا نام ہے۔

7 میاں اوری بتنی کا نام نئی معلومات میں شامل ہے۔

8 خوند میاں برخوردار کے بارے میں مزید معلومات نہیں ملتی۔

حکایت نمبر 118

1 اوڑیسہ، بہار کے جنوب میں ایک ملک یا صوبے کا نام ہے۔
2 بدھ کنکل ایک جگہ کا نام ہے۔
3 یہ سوری شخص کون تھا اس حوالے سے کوئی معلومات دستیاب نہ ہیں۔
4 ملک اوجین کی اس فتح سے قبل اوجین پر وہ راجے حاکم تھے جو افغانوں کی طرف دار تھے۔

حکایت نمبر 119

1 میاں للو کے بارے میں مزید معلومات نہیں ملتی۔
2 یعنی پہاڑوں کو پارہ پارہ کر دینے والا۔

حکایت نمبر 120

1 سید منجھن راجگیری کے حالات کے لیے دیکھئے تذکرہ مشائخ شیراز ہند جونپور ص 466-467۔
2 فیروز خان صوفی کے بارے میں معلومات نہیں ملتی۔
3 من خذم خذم۔
4 یہ روایت بھی بہت اہم ہے اس سے مراد ہے کہ بادشاہی کی صلاحیت بھی ہے اور علم وفضل بھی ہے۔
5 راجی پور مانک پور کے پاس ایک علاقہ ہے۔
6 اکبر کے دور میں عوام کی بدحالی کے لیے دیکھئے منتخب التواریخ ص 343۔
7 میران صدر جہان کے حوالے سے مزید معلومات نہیں ملتی۔
8 پتن جو گجرات میں ہے۔
9 یعنی دیوار اونچی کر کے یا نئی تعمیر کر کے پردہ کرنا ہوتا تاکہ دوسروں کو نظر نہیں آئے۔
10 ترجمہ:

کوئی بھوکا سوتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہے

پھر جان ہونٹوں تک آجاتی ہے اور اس پر کوئی نہیں روتا۔

11 زیارت قبور کا سلسلہ افغانوں میں شروع سے رہا ہے۔

12 شیخ ابوالفتح گیلانی اکبر کے مصاحبین میں سے تھے۔(منتخب التواریخ ص 654)۔

13 قاصد کا کام یا ذمہ داری۔

14 عہد وسطیٰ کی ہندی تاریخ وسیاست میں شیعہ حضرات دروغ گوئی کی وجہ سے مشہور تھے۔

15 شیخ سلطان کے بارے میں مزید معلومات نہیں ملتی۔

16 شیخ ذکریا کے بارے میں مزید معلومات نہیں ملتی۔

17 حسن بتنی کے بارے میں بس یہی معلومات موجود ہے۔

18 محمد اوت کا مقام پنجاب میں ہے۔

19 خط:

20 وہی خدا ہادی ہے۔وہ رشد وہدایت دینے والا ہے۔اے نبی ﷺ آپ کو مبارک کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اور آپؐ اور آپ کی اولاد اور آپ کے بھائی اور آپکے اصحابؓ اور آپ کے ساتھی سب خوش قسمت ہیں۔

21 ترجمہ:

عاقل وہ ہے جو اپنی ٹانگوں کی فکر کرے۔

22 شیخ افغانی تھے اور اس دور میں افغانی ہندی زبان میں بھی شاعری کرتے تھے۔

23 یعنی کسی چیز یا بات کے پابند نہ ہیں۔

24 ترجمہ:

شیخ شیوخ شیخ خلیل پسر شیخ آفتاب وش\
از اپنی شرافت کے خوبصورتی کے ساتھ مٹی میں چھپ گئے\
سو سو بار افسوس ہے اور ہزاروں حسرتیں ہیں\
جب آپ سو گئے تو سارا جہان اندھیرا ہو گیا۔

25 یہ مصنف کتاب ھذا کی ننھیال کی تفصیل ہے۔

26 ترجمہ:

اے اہل دل آخر کہاں ہیں آپ
اس دور کی مجلس میں چلے آیئے
میں اس زمانے تک درد و غم کو نہ جانتا تھا
کیوں کہ (امام غزالی کی کتاب) کیمیائے سعادت میری ساتھی تھی
اس زمانے کو دیکھنا میری دلی آرزو ہے
تاکہ میں اپنی نظروں میں آپ کے خوبصورت چہرے کی تصویر بنالوں۔

27 ترجمہ:

اچھے دوست جو ہمیشہ ہاتھوں میں ہوتے ہیں
ایک ایک کر کے ان سب کا پیر موت کھینچ لیتی ہے
ایک شراب سے عمر بھر کا سرمایہ
ایک دور ہم سے ذرا پہلے بہت مست تھا۔

28 مصنف پھر ہندی اشعار کا ذکر کرتا ہے۔

29 ترجمہ:

جب موت آتی تو آنکھیں بند ہو گئیں
اچھی بات ایک دوسری لمبی بات میں تبدیل ہو گئی۔

30 یہ مصنف اپنی رشتہ داری بتا رہا ہے۔

31 اس سے ظاہر ہے مصنف بچپن میں یشیر ہو گیا تھا۔

32 ترجمہ:

ایک آسمانی پرندہ جال سے نکل گیا
اس نے سچائی کی بات میں سکون پایا
عرشی نے عرش کی طفاب ہاتھ دے ماری
اور ایک خاکی، خاک کے کنارے بیٹھ گیا۔

حکایت نمبر 121

1 قلیج محمد خان کے بہار میں آنے کے حوالے سے دیکھئے اکبر نامہ II ص 365و383-4۔

2 یہاں اس کتاب میں اسلام شاہ پسر شیر شاہ کا دوسرا نام بھی سلیم شاہ درج ہے۔

3 اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام شاہ کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ یہ معلومات بھی نئی ہے۔

4 اس دور میں بیٹی غیر قوم میں دینا بہت بڑا عیب کہلاتا تھا۔

حکایت نمبر 122

1 آرہ ملوک۔

2 مصنف اپنے قبیلے کے لوگوں کی بہادری بیان کرتا ہے۔

حکایت نمبر 123

1 یعنی ایک ایک کر کے قلعے فتح کرتا ہوا آگے بڑھتا گیا یہاں تک کہ خان زمان کے پاس آ گیا۔

2 قصبہ زمانیہ زمان خان نے بسایا تھا۔(اکبرنامہ II ص 478)۔

3 یعنی پچھلا حصہ۔

حکایت نمبر 124

1 راجہ کوچ یعنی کوچ بہار کا راجہ۔ کوچ بہار ایک علاقے کا نام ہے۔

2 دریائے پہن بہتیان بہار میں ایک دریا کا نام ہے۔

حکایت نمبر 125

1 شیخ کبیر چشتی کے بارے میں مزید معلومات نہیں ملتی۔

2 یعنی ملک کفار کا ہے۔

3 ترجمہ:

ہمیں اس کے لطف پر بھروسہ ہے
اوراس کی اطاعت کرنے سے گناہ سے پاک کردیا ہے
جس جگہ لطف ہوتا ہے تو ہو جائے
نہ کیا ہوا کیسے کیا ہوا ہے ہو جائے اور کیا ہوا کیسے نہ کیا ہوا ہو جائے

حکایت نمبر 126

1 میاں موسیٰ مزیانی عہد اکبری کے مشہور بزرگ گزرے ہیں۔

حکایت نمبر 127

1 فتح زمان وغیرہ کی بغاوت کے لیے دیکھئے اکبرنامہ II ص 398-383۔
2 خان خانان یعنی منعم خان کے لیے دیکھئے اکبرنامہ II ص 230-228۔
3 میدنی اڑیسہ میں ایک جگہ ہے۔
4 دہرپور بھی اڑیسہ میں ایک جگہ ہے۔
5 قلعہ کنک اڑیسہ میں ہے۔
6 سارنگ گڑھ اڑیسہ میں ہے۔
7 ان حالات کی تفصیل کے لیے دیکھئے مخزن ص 306-305۔

حکایت نمبر 128

1 ملاخیل قبیلے کا نام ہے۔
2 یہ ساری معلومات نئی ہے۔

حکایت نمبر 129

1 ماضی کی ایک اور افغان عورت کا نام اس تاریخ میں درج ہے۔
2 یہ جہانگیر بادشاہ کا ذکر ہے اس سے ظاہر ہے کہ کتاب یقیناً جہانگیر کی تخت بعد کی ہے۔ شاید اسی لیے جہانگیر کا نام پہلی بار آیا ہے۔
3 ترجمہ:

دنیا اور دنیاوی معاملے سب کم تر اور حقیر ہیں

میں نے ہزاروں بار اس بات کی تحقیق کی ہے۔

حکایت نمبر 130

1 میاں سلیمان کی وفات کے لیے دیکھئے مخزن ص 306۔ جہاں درج ہے کہ اس نے 16 سال گور میں حکومت کی۔

2 ترجمہ:

جو کوئی شور سے بھرے اس جہان میں آتا ہے
اس کی آخرت قبر میں جانا ہی ہے
اگر تو قبر کو دیکھتا ہے تو میں تجھ سے کہتا ہوں
ایک لمحہ بھی بے کار مت بیٹھ یہ میں تجھ سے کہتا ہوں۔

3 شیر و چیورہ ایک پکوان کا نام ہے۔

4 سور خیل پٹھانوں کے قبیلے کا نام ہے۔

5 اس دور میں کسی عورت سے پیسے دے کر صحبت کرنے کی قیمت کا ذکر ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور کے مالدار لوگ زنا کی کیا قیمت دیتے تھے۔

6 ترجمہ:

ان اوراق میں زبر کو پیسے سے لکھا گیا ہے
اہل کرم ہونے کے علاوہ کوئی نیکی باقی نہ رہ جاتی ہے

7 ترجمہ:

قارون ہلاک ہو گیا جس کے پاس چالیس گھرانوں کے خزانے تھے
نوشیروان نہیں مر سکا کیونکہ اس نے نیک نامی چھوڑ دی ہے۔

حکایت نمبر 131

1 یعنی لودھیوں اور بھتنیوں نے مغلوں سے جنگیں کیں مگر کرانی / کرلانی قوم نے کوئی جنگ نہ کی۔

2 میاں بایزید کے قتل کیلئے دیکھئے مخزن ص 307۔

3 ترجمہ:

بندہ لالہ سے غافل نہیں ہے

دل کالا ہے عمر کم ہے اور ہنستا ہے۔

4 ترجمہ:

کوئی خود کو نہیں چاہتا کوئی کسی شخص کو نہیں پکڑے

کوئی سرداروں کا سردار ہے اور ہرگز سردار نہیں

مت دیکھو کہ کوئی چیونٹی ہے یا کرفش ہے

تو یہ دیکھ کہ اس کا جان دینا اچھا نہیں ہے۔

5 ترجمہ:

پھول مت کھا، مت لے مت لے

اس لیے کہ پھول ہمیشہ پیلے رنگ کا کانٹا ہے۔

حکایت نمبر 132

1 داؤد خان کا نام آگے داؤد شاہ آیا ہے۔ اس کے حالات کی تفصیل صرف افسانہ شاہان میں ملتی ہے۔ مختصر حالات کے لیے دیکھئے مخزن ص 310-307۔

حکایت نمبر 133

1 کہوت، بہار کے پاس یوپی میں ایک گاؤں ہے۔

2 اس جگہ متن میں خالی جگہ ہے۔

حکایت نمبر 134

1 اس جگہ متن میں جگہ خالی ہے۔

2 ترجمہ:

میں نہیں کہتا کہ جنگ مضبوط ہوتی ہے

جب غصہ آئے تو عقل پھانسی گھاٹ پر آجاتی ہے

جب کام کے وقت آدمی کاہل ہو جائے

اس کے بعد پھر وہی وقت لوٹ کر نہیں آتا۔

3 ترجمہ:

بدنفس مت ہو بلکہ بدگمان ہو

اور لڑائی جھگڑے سے دور رہ

4 ترجمہ:

بروں کے ساتھ نیکی کرنا ایسا ہے کہ

جیسے نیک لوگوں کے ساتھ برائی کر دی۔

5 ترجمہ:

اگر بلا کا ہاتھ آسمان پر بھی برائی کرنا چاہیے

تو اچھے کا ہاتھ کا برائی کرنا بھی بلا ہے۔

6 ترجمہ:

ایک بار جو بری عادت طبیعت میں جم جائے

تو مرتے وقت کے علاوہ وہ نہیں جاتی۔

حکایت نمبر 135

1 کوتھولی بہار میں ایک جگہ کا نام ہے۔

2 یعنی جن کے پاس ابھی ابھی پیسہ آیا تھا۔

حکایت نمبر 136

1 جہان خان حلیم کا نام نئی معلومات میں شامل ہے۔

حکایت نمبر 138

1 راجہ لوڈرمل اکبر کے نورتنوں میں شامل تھا۔ اس کا وزیر خزانہ تھا۔

2 یہ ساری معلومات نئی ہے۔

حکایت نمبر 139

1 دریائے کانس بانس بہار میں مشہور دریا ہے۔

2 مجہول، نئی معلومات میں شامل ہے۔

حکایت نمبر 140

1 لوارہ کا مطلب واضح نہیں ہے۔

2 مصنف نے یہاں کچی ہندی میں ض کی جگہ ج استعمال کیا ہے۔

3 غلام۔

4 یہ عجیب بات مصنف نے لکھی ہے کہ داؤد خان بغیر جنگ کئے پکڑا گیا۔مغل کتب میں درج ہے کہ وہ لڑتا ہوا پکڑا گیا۔

5 ترجمہ:

اگر کسی نے اپنی حکومت کی بنیاد خراب کی ہے

تو اس طرح کہ شام کو کھاتا ہے اور دن کو سوتا ہے۔

6 فارسی متن میں اس جگہ پر جملہ غیر واضح ہے۔

7 بہرہ بہار میں ایک شہر کا نام ہے۔

8 معصوم خان کون تھا اس حوالے سے معلومات نہیں ملتی۔

9 دراصل داؤد کی لاش کے ساتھ دہلی آئے۔

10 لفظ ''کمزور'' معنی خیز ہے کیونکہ ابھی ہندوستان سے مغلوں کی حکومت پوری طرح ختم نہ ہوئی تھی۔بنگال میں افغان جہانگیر کے دور تک حکمران رہے ہیں گو کہ انکی حکومت بہت ہی کمزور تھی۔

11 یہ افسانہ شاہان کے نسخہ الف کی کتابت کی تاریخ ہے۔اس کے حساب سے اتوار 1724ء بنتا ہے۔

12 ترجمہ:

بادشاہ محمد شاہ غازی خدا اس کے ملک وحشمت کو اور سلطنت کو اپنی مدد سے ہمیشہ قائم رکھے۔اے مالک اے وہاب۔یہ فقیر عاجز کشن لعل ولد ہیرا رام ولد جگدیش داس کے قلم کی کتابت ہے۔تائید عرفی مکھیا ساکن موضع مانک پور شہر پھر گند بھاگپور سرکار مونگیر صوبہ بہار کا ہے۔اور ملک پٹنہ میں نقل کی ئی ہے۔کتاب کے مالک لالہ جیت

رام جیو ہیں۔

13 ترجمہ:

سفید (کاغذ) پر سیاہ نکھارہ جائے گا
لکھنے والے کو کل کی امید نہیں ہے۔

14 ترجمہ:

الحمد اللہ رب العالمین۔ الملک السبحانی (خدا) کی مدد سے کتاب تاریخ افغانی 1189ھ میں مکمل ہوئی۔

یہ دوسرے نسخے کا اختتام ہے جو 1189ھ/1775ء میں کتابت کیا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

ضمیمہ

افسانہ شاہان میں بادشاہوں کی مدت حکومت

افسانہ شاہان نامی کتاب میں افغان بادشاہوں کی مدت حکومت بیان کی گئی ہے جو بعض مقامات پر غلط ہے لیکن بعض جگہ درست ہے۔ اس کی مدد سے ہم بادشاہوں کی تخت نشینی اور وفات کی تاریخ کا تعین کرنے میں کافی حد تک کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ان تواریخ کے دو حصے ہیں ایک لودھی افغانوں کا۔ اور دوسرا سوری افغانوں کا۔

لودھی افغانوں کی مدت حکومت:

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ لودھی دور کی کوئی تاریخ اب موجود نہ ہے۔ اس کا تعین پانی پت کی پہلی لڑائی سے کیا جائے گا۔ پانی پت کی پہلی لڑائی سب مورخین ومعاصرین کے مطابق 8 رجب 932ھ بمطابق 21 اپریل 1526ء کو لڑی گئی۔ افسانہ شاہان کے مطابق سلطان ابراہیم نے 20 سال 79 دن (یعنی 2 ماہ اور 19 دن) اور 13 گھڑی حکومت کی۔ 13 گھڑی سے مراد ہے کہ جدید نظام اوقات کے مطابق دوپہر ایک بجے ابراہیم لودھی مارا گیا۔ بابر نے بھی بابر نامہ میں لکھا ہے کہ دوپہر کے وقت تک فیصلہ ہو گیا۔ اس حساب سے 13 گھڑی والی بات درست ہے۔ جہاں تک سال کا تعلق ہے تو وہ غلط ہے تمام مورخین کے مطابق سکندر لودھی نے 7 ذی قعد 923ء بمطابق 21 نومبر 1517ء کو وفات پائی۔ مخزن کے مطابق ابراہیم لودھی 8۔ ذی قعد 923ھ بمطابق 22 نومبر 1517ء کو تخت نشین ہوا یہ پہلی تخت نشینی تھی۔ اپنے بھائی جلال خان کی شکست کے بعد اس نے 15 ذی الحج 923ء بمطابق 29 دسمبر 1517ء کو پھر سے تخت نشینی کا جشن منایا۔

یوں 8 ذی قعد 923ھ سے 8 رجب 923ھ تک اس نے 8 سال 7 ماہ حکومت کی۔ اگر یہ ایام 15 ذی الحج 923ھ سے لگائے جائیں تو یہ مدت 8 سال 5 ماہ 21 دن ہوتی ہے۔

افسانہ شاہان کے مطابق سکندر نے 35 سال 9 ماہ 13 روز اور 24 گھڑی حکومت کی۔ تاریخ شاہی کے مطابق اس نے 28 سال 5 ماہ اور دو دن حکومت

کی۔مخزن میں بھی یہی درج ہے۔اگر ہم سلطان سکندر کی وفات 7 ذی قعد 923ھ سے 35 سال 9 ماہ اور 13 روز 24 گھڑی پیچھے جائیں تو یہ سال 888ھ بنتا ہے جو غلط ہے کیونکہ بہلول بادشاہ کے سکے 895ھ تک کے ملتے رہے ہیں جو یقیناً اس کی بادشاہت کے سال تھے۔اگر ہم 28 سال 5 ماہ اور 2 دن پیچھے جائیں تو یہ سال 895ھ مہینہ جمادی الثانی اور تاریخ 6 بنتی ہے سکندر لودھی کے سکے بھی 895ھ سے ملنا شروع ہوئے ہیں جو 919ھ تک کے ملتے ہیں یوں افسانہ شاہان کی یہ مدت بھی غلط ہے جہاں تک بہلول لودھی کا تعلق ہے کہ اس نے 44 سال 7 ماہ 20 دن و چار گھڑی حکومت کی تو صرف یہی مدت کسی حد تک درست نظر آتی ہے۔

مخزن افغانی میں درج ہے کہ سلطان بہلول نے اڑتیس سال، 8 ماہ اور 8 روز حکومت کی طبقات اکبری میں نظام الدین نے بھی یہی مدت لکھی ہے۔لیکن بہلول نے طبقات اکبری کے مطابق 17۔ ربیع الاول 855ھ کو تخت سنبھالا اور 13 شعبان 894ھ میں فوت ہوا۔جبکہ سلطان سکندر 17۔شعبان 894ھ کو تخت نشین ہوا۔یوں اس کی مدت سلطنت 39 سال اور تقریباً 5 ماہ بنتی ہے۔نظام الدین میں مدت شمار کرنے میں غلطی ہوئی ہے اور مخزن کے مصنف نعمت اللہ نے بھی اس کی پیروی کی ہے۔تاریخ شاہی میں درج ہے کہ سلطان بہلول نے 27 محرم 855ء کو تخت سنبھالا تھا۔ اس حساب سے اس کی مدت سلطنت 39 سال اور تقریباً 7 ماہ بنتی ہے۔افسانہ شاہان میں اس کی مدت سلطنت چوالیس سال، سات ماہ بیس روز اور چار گھڑی درج ہے۔ یہ مدت دراصل تب سے شمار کی گئی ہے جب سلطان محمد شاہ کے دور میں بہلول لودھی نے دہلی پر پہلا ناکام حملہ کیا اور اسے سرہند واپس جانا پڑا۔وہاں جا کر اس نے خود کو سلطان کا خطاب دے کر اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا مگر خطبہ اور سکہ رائج کرنا فتح دہلی تک موقوف رکھا۔سلطان سکندر نے 17۔شعبان 894ھ کو تخت نشینی کی رسم قصبہ جلالی میں ہی ادا کی اور اسی روز سلطان بہلول کی لاش دہلی روانہ کر دی تھی۔سلطان بہلول کی تاریخ وفات 13۔شعبان 894ھ ہے۔اسی سے 44 سال، سات ماہ اور بیس روز چار گھڑی پیچھے جائی تو سلطان بہلول کا سرہند میں اپنی بادشاہت کا اعلان کرنا مورخہ 23 ذی الحج 848ھ/12 اپریل 1445ء کو بنتا ہے جو درست ہے۔جبکہ سلطان محمد شاہ کی وفات شوال 849ھ میں ہوئی۔ بالکل درست

ہے۔ کیونکہ یہ اعلان سلطان محمد شاہ کے آخری ایام زندگی میں کیا گیا تھا۔ جس کی وفات 849ھ/1445ء میں ہوئی تھی۔ (181) فرشتہ نے اس کی تاریخ وفات 849ھ/1445ء درج کی ہے۔ (182)۔

بہلول کی تخت نشینی سے قبل افسانہ شاہان نے جو نام بادشاہان اور انکی مدت بتائی ہے وہ درج ذیل ہے۔

7 سلطان حسین کا قبضہ دہلی: 9 سال (846ھ تا 855ھ)

6 سلطان بہلول کا قبضہ: چند ماہ (846ھ)

5 ملک کالا خورد: 3 سال 6 ماہ (842 سے 846ھ)

4 ملک کالا کلاں: 13 سال 9 ماہ ایک روز 5 گھڑی (828ھ تا 842ھ)

3 شاہ عالم: تقریباً 4 سال (824ھ تا 828ھ)

2 امانت شاہ: ایک سال 7 ماہ ایک گھڑی (826 تا 827ھ)

1 سلطان داؤد بخش: 3 سال 2 ماہ 3 روز 5 گھڑی (823ھ تا 826ھ)

اسمیں بھی غلطیاں ہیں۔ کسی تاریخ سے ثابت نہیں کہ سلطان حسین کا دہلی پر قبضہ رہا ہو۔ پھر داؤد بخش، امانت شاہ، ملک کالا کلاں اور ملک کالا خورد کے تخت نشین ہونے کا بھی ثبوت نہیں ملتا۔ تاریخ مبارک شاہی جو ہم عصر ماخذ ہے اور جو ربیع الثانی 838ھ/نومبر۔دسمبر 1434ھ کو ختم ہو جاتی ہے اسمیں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے یہاں تک کہ دہلی کے گرد و نواح میں بھی ان لوگوں کی کسی جگہ حکومت کا ذکر نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ملک کالا خورد اور ملک کالا کلاں کی بادشاہی کو انکے اپنے قبائلی لوگوں پر اختیار سے زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ یوں افسانہ شاہان کی بتائی ہوئی یہ ساری تاریخیں غلط ہیں علاوہ سلطان بہلول کی مدت حکومت کے۔

سوری افغانوں کی مدت حکومت:

افسانہ شاہان میں شیر شاہ سوری کی مدت حکومت 7 سال 2 ماہ 9 دن اور ایک گھڑی بیان کی گئی ہے۔ مورخین کی اکثریت کے مطابق شیر شاہ نے 10 ربیع الاول اور گیارہ ربیع الاول 952ھ کے درمیانی رات وفات پائی۔ تاریخ شاہی میں 951ھ درج ہے جو غلط ہے۔ شیر شاہ کے سکے 946ھ سے 952ء تک کے ملتے ہیں۔ اس لیے 952ھ ہی اس کی درست تاریخ وفات ہے۔ اگر ہم 10 ربیع الاول کو گنتی میں

شمار کر کے 7 سال 2 ماہ 9 دن اور ایک گھڑی پیچھے جائیں تو اس کی تاریخ تخت نشینی یکم محرم 945ھ بنتی ہے جو بمطابق 30 مئی 1538ء ہے۔ڈاکٹر قانون گو کے مطابق شیر شاہ نے مارچ 1538ء میں روہتاس قلعہ پر قبضہ کیا۔شیر شاہ نے دسمبر 1537ھ میں گور (دارالحکومت بنگال) کا محاصرہ شروع کیا اور جنوری 1538ھ میں ہمایوں شاہ بنگال کی مدد کو روانہ ہوا۔لیکن جب وہ آیا تو شیر شاہ بنگال فتح کر چکا تھا۔شیر شاہ کے جرنل خواص خان نے 6 ذی قعد 944ء بمطابق 16 اپریل 1538ء کو گور فتح کر لیا اور بنگال پر قابض ہو گیا۔اب شیر شاہ بھی خاموشی سے بنگال کو روانہ ہو گیا شیر شاہ گور کے محاصرہ کا کام جلال خان و خواص خان کے سپرد کر کے 3 ہفتے کے اندر گور سے چنار آ گیا تھا۔چنار کا ہمایوں نے محاصرہ 10 جنوری 1538ء کو شروع کیا اور 3 ماہ تک جاری رہا یوں اس نے تقریباً 10 اپریل کو چنار فتح کر لیا۔انہی دنوں میں شیر شاہ کو خبر ملی کے گور فتح ہو گیا ہے۔اپریل کے تیسرے ہفتے (15 اپریل سے 22 اپریل تک) میں اس نے روہتاس پر قبضہ کر لیا۔اب شیر شاہ واپس گور کی جانب پلٹا تا کہ وہاں اپنی حکومت کو استحکام دے۔وہ گور سے چنار 3 ہفتوں میں پہنچا تھا۔روہتاس سے گور کے لیے بھی 3 ہفتے کا وقت دیکھیں تو شیر شاہ ہمیں 15 مئی 1538ء کے آس پاس گور میں داخل ہوتا نظر آتا ہے اس حساب سے 30 مئی 1538ء کو اس کا بنگال میں بادشاہت کا آغاز و اعلان کرنا درست معلوم ہوتا ہے اور یوں افسانہ شاہان کی یہ مدت حکومت جو اس نے شیر شاہ کی بیان کی ہے بالکل درست ہے۔دیگر کتب میں شیر شاہ کی جو مدت 5 سال درج ہے وہ فتح آگرہ 1540ء سے شمار کی جاتی ہے اور وہ آگرہ کی فتح کے بعد سے درست ہے۔

اب افسانہ شاہان میں اسلام شاہ کی مدت حکومت 9 سال 9 ماہ گیارہ دن اور 3 گھڑی بیان کی گئی ہے۔مخزن کے مطابق اسلام شاہ کی تاریخ تخت نشینی 19 ربیع الاول 952ھ درج ہے۔اگر ہم اس سے 9 سال 9 ماہ گیارہ دن اور 3 گھڑی شمار کریں تو یہ اس کی تاریخ وفات 29 ذی الحج 961ھ بنتی ہے۔جو عیسوی حساب سے 25 نومبر 1554ء بنتی ہے۔تمام مورخین بیان کرتے ہیں کہ اس نے 9 سال حکومت کی (اسلام شاہ کے سکے ہمیں 960ھ تک کے ملتے ہیں)۔

تاریخ شاہی میں ہے کہ اسلام شاہ نے 24 رجب 961ھ کو وفات پائی لیکن تاریخ

شاہی میں ہی شیر شاہ کی تاریخ وفات 24 ذی قعد 951ھ درج ہے تاریخ شاہی کے مطابق یہ مدت 9 سال 7 ماہ بنتی ہے۔مخزن میں اس کی تاریخ وفات 26 ذی الحج 960ھ درج ہے۔اور بتایا گیا ہے کہ اس نے 8 سال 9 ماہ اور 7 دن حکومت کی۔اس حوالے سے دیکھا جائے تو تینوں تواریخ میں اختلاف ہے اور افسانہ شاہان کا دن اور مہینہ تاریخ مخزن افغانی کے قریب ترین ہے جبکہ سال تاریخ شاہی سے مطابقت رکھتا ہے۔یہاں ہمیں مخزن کا بیان درست لگتا ہے جو 9 سال کے قریب تر ہے۔نیز اسلام شاہ کے سکہ جات بھی ہمیں 960ھ تک کے ملے ہیں جبکہ اس کے جانشین عدلی کے سکے 961ھ کے ملتے ہیں۔اگر اسلام شاہ 26 یا 29 ذی الحج 961ھ کو فوت ہوا تو اس کے بعد 3 روز فیروز شاہ تخت نشین رہا۔عدلی کی حکومت اس حوالے سے 962ھ میں شروع ہونی چاہیے۔مگر عدلی کے سکے ہمیں 961ھ کے ملتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ وہ 961ھ میں برسر اقتدار آ چکا تھا یوں افسانہ شاہان کی یہ مدت حکومت بھی غلط ہے۔

عدلی کے بارے میں درج ہے کہ اس نے 2 سال 1 ماہ اور گیارہ دن حکومت کی۔عدلی کی تخت نشینی یکم محرم 961ھ کو ہوئی۔اس حساب سے اس نے 963ھ کے گیارہ صفر تک حکومت کی پھر وہ فوت ہو گیا۔یہ تاریخ اس کی وفات تک کی ہے۔عدلی کے سکے ہمیں 961ھ اور 963ھ کے نارنول ٹکسال کے ملے ہیں۔البتہ ایک سکہ 964ھ کا گوالیار ٹکسال کا بھی ملتا ہے۔جو شاید اس کے دہلی سے اخراج کے بعد جاری ہوا۔افسانہ شاہان کی یہ مدت حکومت ہمیں درست لگتی ہے۔عدلی کے بعد ابراہیم سور نے دہلی میں اپنا خطبہ پڑھا۔اسکی مدت افسانہ میں ایک سال 4 ماہ ایک روز درج ہے۔یہ مدت دہلی میں خطبے کی ہے۔اس کے بعد سکندر سور کے بارے میں درج ہے کہ اس نے بھی دہلی میں چند سال خطبہ پڑھا۔ان مدتوں کے بارے میں بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ درست ہیں۔ان حالات میں ہمیں افسانہ شاہان کی بیان کردہ مدت حکومت کو بہت احتیاط کے ساتھ دیکھنا ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆

کتابیات

بنیادی ماخذ

1 افسانہ شاہان از محمد کبیر بن شیخ اسمعیل حزیانی، 1605ء تقریباً، (فارسی) مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر حسین خان، 2005، پشاور، سونی پرنٹرز۔

2 تواریخ دولت شیر شاہی از حسن علی خان مشمولہ Vol I+II, Medieval India Quarterly 1950،

3 مآثر الامراء از شاہنواز خان اردو ترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری مطبوعہ اردو سائنس بورڈ، لاہور 2004ء۔

4 ہمایوں نامہ از گلبدن بیگم اردو ترجمہ رشید اختر ندوی مطبوعہ سنگ میل لاہور۔

5 تذکرۃ الواقعات از جوہر آفتاب چی از ترجمہ سید معین الحق 1955ء ری پرنٹ 2006ء فکشن ہاؤس لاہور۔

6 تاریخ شیر شاہی از عباس خان شروانی اردو ترجمہ مظہر علی ولاء مطبوعہ سلمان اکیڈمی کراچی 1936ء۔

7 واقعات مشتاقی از رزق اللہ مشتاقی، 1572ء (فارسی) مرتبہ اقتدار حسین صدیقی ووقار الحسن صدیقی، 2002 رام پور، رضا لائبریری۔

8 تاریخ مبارک شاہی از یحییٰ بن احمد بن عبداللہ سر ہندی، 1434ء (فارسی سے انگریزی ترجمہ) مترجم ایچ بیورتج، ری پرنٹ 1996ء دہلی، لو پرائس پبلی کیشنز۔

9 تاریخ مبارک شاہی از یحییٰ بن احمد سر ہندی، 1434ء (فارسی سے اردو ترجمہ) مترجم ڈاکٹر آفتاب اصغر، ری پرنٹ 2004، لاہور، اردو سائنس بورڈ۔

10 Akbarnama by Abul Fazl.1603A.D Eng Tr.by H.Beveredge 1902,Reprint 2007,Low Price Publications,Delhi.

11 سیر العارفین از مولانا جمالی 1534ء مترجم ایوب قادری 1976ء مرکزی اردو بورڈ، لاہور۔

12 سیر الاولیاء از امیر خورد تقریباً 1380ء ترجمہ اعجاز الحق قدوسی 1980ء اردو سائنس بورڈ لاہور۔

13 تذکرۃ الابرار والاشرار از اخوند درویزہ 1585ء (فارسی متن) مطبوعہ پشاور۔

14 Humayun Nama by Gulbadan Begum,1580,Eng: Tr:by A.S. Beveridges 1898, reprint 1978, Sang-e-Meel,Lahore.

15 تزک جہانگیری از جہانگیر بادشاہ 1291ھ ترجمہ احمد علی رام پوری، ری پرنٹ 1966ء سنگ میل لاہور۔

16 تاریخ فیروز شاہی از ضیاء الدین برنی 1358ء ترجمہ معین الحق، 1991ء، اردو سائنس بورڈ لاہور۔

17 تاریخ فیروز شاہی از شمس سراج عفیف، 970ھ ترجمہ فدا علی طالب 2004ء فکشن ہاؤس لاہور۔

18 منتخب التواریخ از ملا عبدالقادر بدایونی 1004ء ترجمہ محمود احمد فاروقی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔

19 Baber Nama by Babar Badshah, Translated from turki text by Annettes Beveridge, 1921, reprint 2003,Delhi, Low Price Publications.

20 تزک بابری از ظہیر الدین بابر اردو ترجمہ از رشید ندوی، مئی 1969ء لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز۔

21 The Tarikh-i-Rashidi by Mirza Haider Dughlat, 1541, Eng,Tran:by N.Elias,18 reprint,Lahore, Book traders.

22 Tabqat-e-Babri by Zain Khan, 1527, Eng:trans:byS.Hasan Askari, 1979, publisher 1982,Delhi Idara-i-Adabiyat-i-Delhi.

23 Some Non Persian Sources of Medieval India by

B.P. Ambastha,1981,Idara Adabiyat-e-Dlli.

24 طبقات اکبری از خواجہ نظام الدین احمد، 1593ء اردو ترجمہ و ترتیب از محمد ایوب قادری 1990ء لاہور، اردو سائنس بورڈ۔

25 آئین اکبری از علامہ ابوالفضل، 1597ء اردو ترجمہ از مولوی محمد فدا علی طالب، ری پرنٹ 1988ء لاہور، سنگ میل۔

26 تاریخ شیر شاہی از عباس خان سروانی 1572ء (فارسی) مرتبہ سید محمد امام الدین، 1964ء ڈھاکہ، یونیورسٹی آف انڈیا۔

27 تاریخ داؤدی از عبداللہ 1605ء تقریباً، (فارسی) مرتبہ شیخ عبدالرشید 1954ء، علی گڑھ، شعبہ تاریخ، مسلم یونیورسٹی۔

28 تاریخ خانجہانی ومخزن افغانی از خواجہ نعمت اللہ ہروی، 1612ء (فارسی)، مرتبہ سید محمد امام الدین، 1906ء دو جلدیں، ڈھاکہ، ایشیا ٹک سوسائٹی آف پاکستان۔

29 تاریخ خان جہانی ومخزن افغانی از خواجہ نعمت اللہ، 1612ء اردو ترجمہ ڈاکٹر محمد بشیر حسین، 1478 ری پرنٹ 1986ء لاہور، اردو سائنس بورڈ۔

30 Naimat Ullah's History of thew Afghans,English Trans:by B.Dorn, London,Susilgupta.

31 تاریخ فرشتہ از محمد قاسم فرشتہ 1611ء اردو ترجمہ و ترتیب، عبدالحئی خواجہ و ڈاکٹر عبدالرحمٰن، ری پرنٹ 2004 لاہور، المیزان۔

32 تاریخ شاہی از احمد یادگار 1605 ' (فارسی متن) مرتبہ ہدایت حسین ایشیا ٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ، 1939ء۔

33 تاریخ شاہی یا تاریخ سلاطین افاغنہ از احمد یادگار 1605ء (فارسی سے اردو ترجمہ) مترجم سید نذید نیازی، 1939ء ری پرنٹ، لاہور، اردو سائنس بورڈ۔

ثانوی مآخذ

34 The Chronicles of the Pathan kings Delhi by Edward Thomas,1871,reprint 1975,Qausin, Lahore.

35 تذکرہ مشائخ شیراز ہند جونپور از ڈاکٹر میاں محمد سعید،1976ء ،اسلامک بک پبلشرز،لاہور۔

36 جونپور کی ادبی خدمات از ڈاکٹر خدیجہ طاہر،2005ء ،موڈرن پبلشنگ ہاؤس،نئی دہلی۔

37 تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمان علی 1891ء ترجمہ ایوب قادری 1961ء پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی۔

38 خلاصۃ الانساب از حافظ رحمت خان 1761ء ترجمہ ڈاکٹر سعود الحسن خان روہیلہ 2002ء،افغان ریسرچ سنٹر لاہور۔

The Tribes and Castes of the North Western Provinces and Oudh by W.Crooks(4 Vols),1896,reperint 2005,Low Price Publications,Delhi. 39

A Glossary of the Tribes and Castes of the Punjab and North west Frontier Provinces by H.A.Rose 1919 reprint 1999 Low Price Publications,Delhi. 40

41 شیرشاہ اور اس کا عہد از کالکا رنجن قانون گو 1921ء ترجمہ رام آسرے شرما 1981ء ترقی اردو بیورو دہلی۔

Sher Shah Suri by Dr.Hussain Khan 1986 Ferozsons, Lahore. 42

43 تذکرہ افاغنہ جالندھر از محمد ایوب خان،،1975 ،لاہور سنٹر کوآپریٹو اسٹور، لاہور۔

An Encyclopedia of World History by William L. Langer,1952,Geasze G. Hassaf Co London. 44

Imperial Gazetteer of India vol xxvi Atlas 1909 Clarnddon press oxford 45

Mughal Empire in India by S.R. Sharma,1940 46
Karnatak Publishing House Bombay.

History of Medieval India by V.D.Mahajan 1991 47
S.Chand and Co.Delhi.

Bibliographical Index to the Historians of 48
Muhammadan India by Sir, Henry M.Elliot, 1850
reprint 1976,Idara Adabiyate-e-Delli, Delhi.

خلاصۃ التواریخ از سبحان رائے بھنڈاری بٹالوی، 1697ء (فارسی سے اردو 49
ترجمہ) مترجم ناظر حسین زیدی، 2002ء ری پرنٹ لاہور اردو سائنس بورڈ۔

آثار الصنادید از سرسید احمد خان، 1847ء ایڈیشن 2003ء دہلی، قومی کونسل برائے 50
فروغ اردو زبان۔

An Altas of the Mughal Empire by Irfan Habib, 51
1982,Oxford University Press,Delhi.

An account of the Kingdom of Caubul by 52
M.Elphinstone, 1815, reprint 1972, Oxford
University Press, Karachi.

سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات از پروفیسر خلیق احمد نظامی، ری پرنٹ 1990ء لاہور 53
نگارشات۔

Some Aspect of Afghan despotism in India by 54
Iqtidar Hussian Siddiqui, 1969, reprint, Lahore,
Book Traders.

The Afghan Nobility and the Mughals by Rita 55
Joshi,1985,Delhi,Vikas Publishing House.

Mughal Relations with the Indian Ruling Elite by 56
Iqtidar Hussain Siddiqui, 1983, Delhi,Munshiram

Manohar Lal.

57 جام جم از سرسید احمد خان مشمولہ سرسید جلد نمبر16-1961ء، لاہور، مجلس ترقی ادب۔

58 History of the Lodhi Sultans of Delhi and Agra by Abdul Halim,1974, Delhi,Idara Adabiyat-i-Delhi.

59 The History of India as told by its own Historians, Ed: and Translated by H.M.Elliot and John Dowson.1867-1877, reprint 2001, Delhi, Low Price Publications 8 vols.

60 Twilight of the Sultanate by K.S. Lal, 1963, Delhi, Asia Publishing House.

61 خلاصۃ الانساب از حافظ رحمت خان، 761ء (فارسی اے اردو ترجمہ) مترجمہ سعود الحسن خان روہیلہ، 2002ء، لاہور افغان ریسرچ سنٹر۔

62 قصہ واحوال روہیلہ از رستم علی بجنوری، 1776ء مرتبہ قاضی عارف حسین 1989ء واہ کینٹ شعبہ تصنیف وتالیف۔

63 رود کوثر از شیخ محمد اکرام طبع دوازدہم 1988ء لاہور ادارہ ثقافت اسلامیہ۔

64 آب کوثر از شیخ محمد اکرام طبع سیزدہم 1988ء لاہور ادارہ ثقافت اسلامیہ۔

65 تقویم تاریخی مرتبہ عبدالقدوس ہاشمی 1987ء اسلام آباد ادارہ تحقیقات اسلامی۔

66 The Muqaddimah by Ibn Khaldum, Eng: Trans: by Franz Rosenthal,3 Vols, 1967; Printston, University Press.

☆☆☆☆☆☆

ڈاکٹر سعود الحسن خان روہیلہ

کی دیگر کتب

اصل تحقیقات:

1 جنرل بخت خان روہیلہ
2 تاریخ لودھی پٹھان
3 انسائیکلو پیڈیا: جنگ آزادی 1857ء کی شخصیات۔
4 سلطان بہلول لودھی
5 سلطان سکندر لودھی
6 سلطان ابراہیم لودھی
7 شیر شاہ سوری
8 اردو زبان وادب میں افغانوں کا حصہ
9 تاریخ بنو امیہ (دو حصے)
10 تاریخ بڑیچ
11 رام پور۔ تاریخ وادب
12 عورتوں میں پردے کا ارتقاء
13 جنگ 1857ء: واقعات، تجزیات، دستاویزات (زیر طبع)
14 قیس پٹھان
15 مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر
16 تاریخ بنی اسرائیل
17 عالمی تاریخ وتہذیب: مشرق وسطی
18 مراد آباد: تاریخ وادب
19 اٹلس سیرت محمد ﷺ
20 اٹلس انبیاء وقرآن

تراجم وتحقیق وحواشی:

1 محمد رسول اللہ ﷺ (اردو ترجمہ)

2 بدائع وقائع از آنند رام مخلص (1751ء)

3 سفر نامہ بن گڑھ از آنند رام مخلص (1745ء)

4 فلسفے کے سو سال از جان پاسمور

5 علم سیاست از ارسطو۔ (330ء ق م)

6 تذکرہ جنگ دہلی 1857ء از مبارک شاہ خان (1859ء)

7 آپ بیتی ابن خلدون از علامہ ابن خلدون (1405ء)

8 ہندوستانی ثقافت پر اسلام کے اثرات از ڈاکٹر تاراچند

9 تبلیغی جماعت کا آغاز ونشو ونما یوگیندر سکند

10 پٹہ خزانہ از محمد ہوتک ابن داؤد۔ (1721ء)

11 اسرار الافاغنہ از حسین ابن صابر (1585ء)

12 تاریخ جنگ آزادی ہند از خورشید مصطفی رضوی (جدید کامل ایڈیشن) مرتب: ڈاکٹر سعود الحسن خان روہیلہ

13 واقعات مشتاقی از رزق اللہ مشتاقی (1572ء)

14 افسانہ شاہان از شیخ محمد کبیر (1612ء)

15 تواریخ دولت شیر شاہی از حسن علی خان (1557ء)

16 آپ بیتی ول ڈیورانٹ

17 روہیکھنڈ میں افغانوں کی علمی وادبی خدمات از حکیم محمد حسین خان شفا

18 سندھ کی سماجی وثقافتی تاریخ ترجمہ: ڈاکٹر سعود الحسن خان روہیلہ

19 خلاصۃ الانساب از حافظ رحمت خان (1761ء)

2٦ بہار افغانیہ از حشمت علی خان (1923ء)

21 تاریخ افغانی از شیخ عبداللہ جہان آبادی (1842ء)

22 احوال قضیہ علی محمد خان روہیلہ از میر منشی ارشد (1745ء)

☆☆☆☆☆☆

بک فورٹ کی دیگر بیسٹ سیلر کتابیں

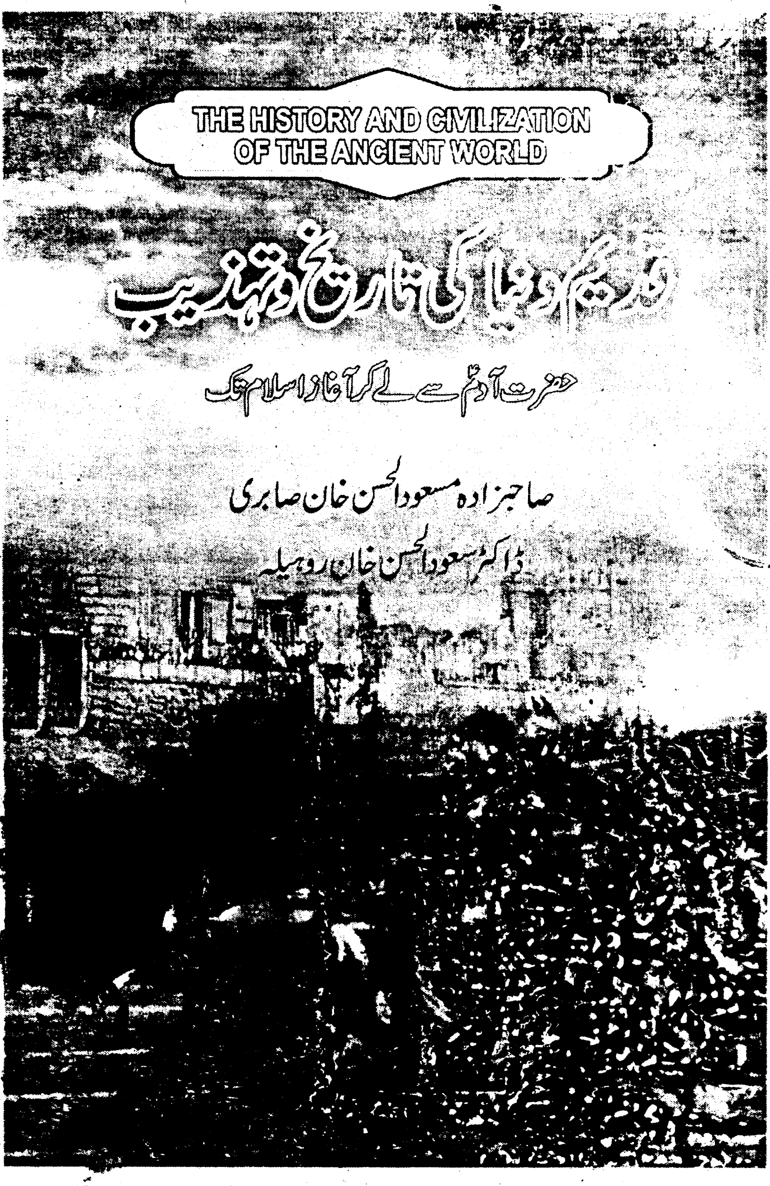

بک فورٹ کی دیگر بیسٹ سیلر کتابیں

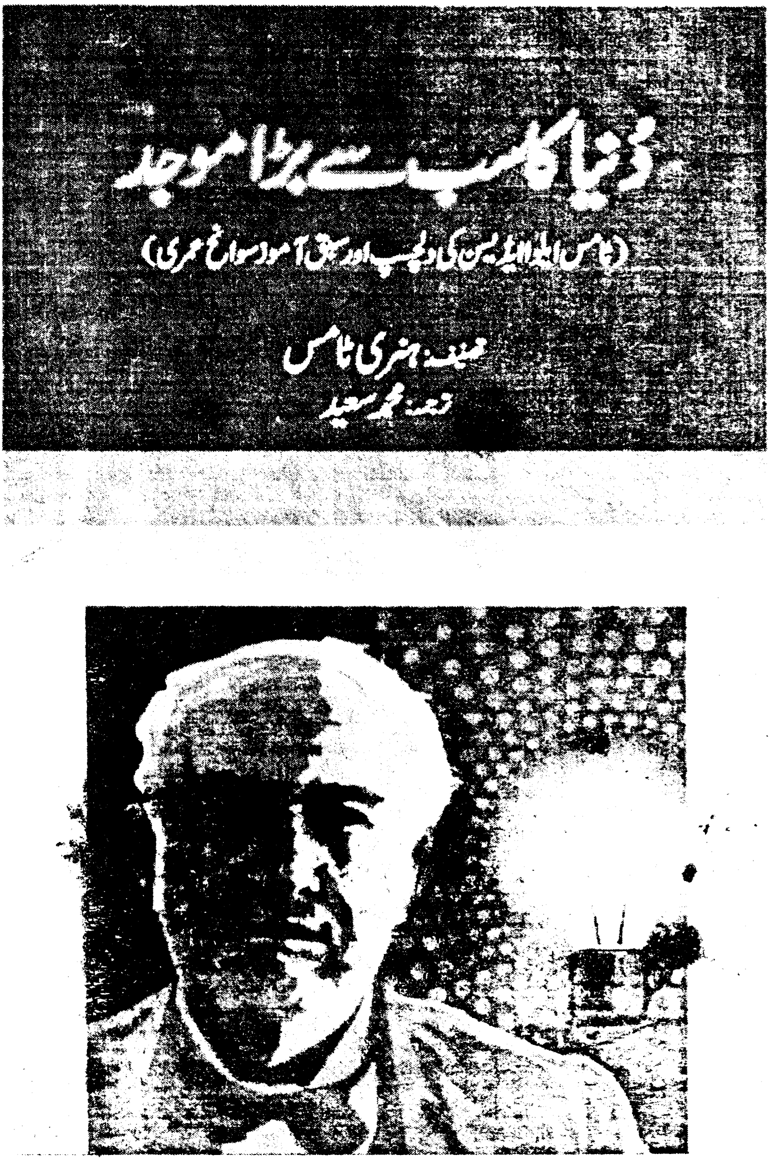

بک فورٹ کی دیگر بیسٹ سیلر کتابیں

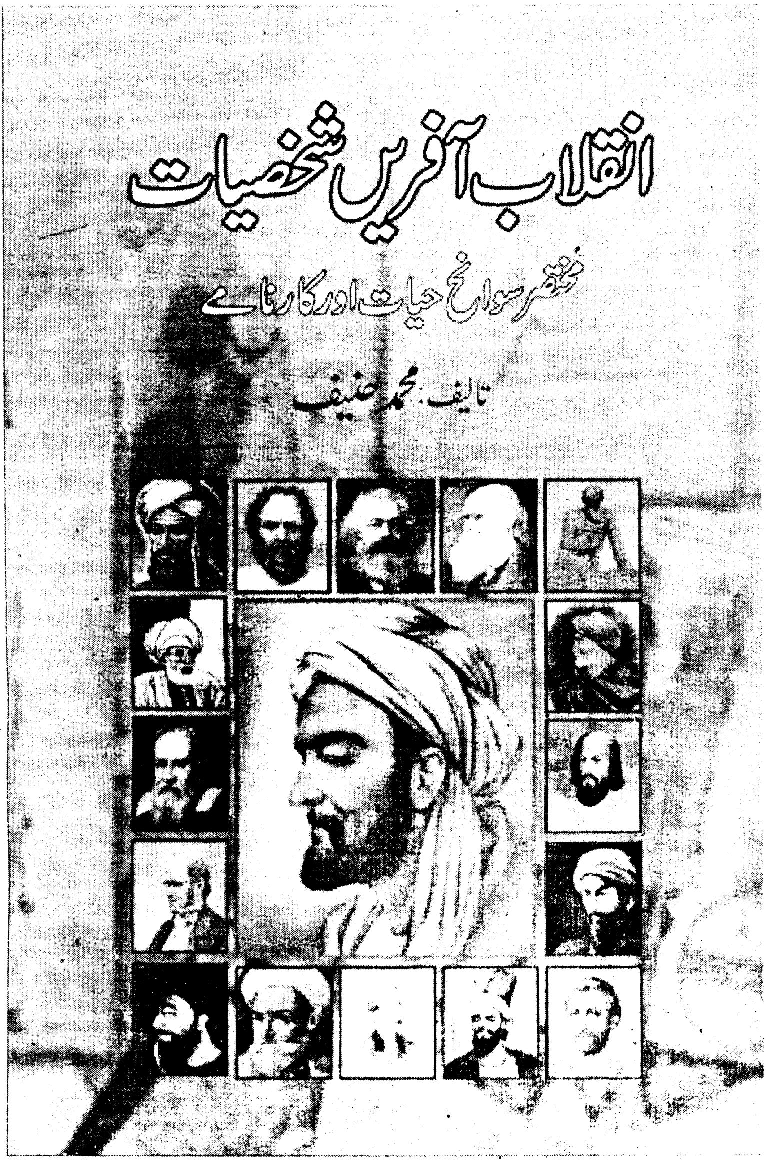

بک فورٹ کی دیگر بیسٹ سیلر کتابیں

574

بک فورٹ کی دیگر بیسٹ سیلر کتابیں

بک فورٹ کی دیگر بیسٹ سیلر کتابیں

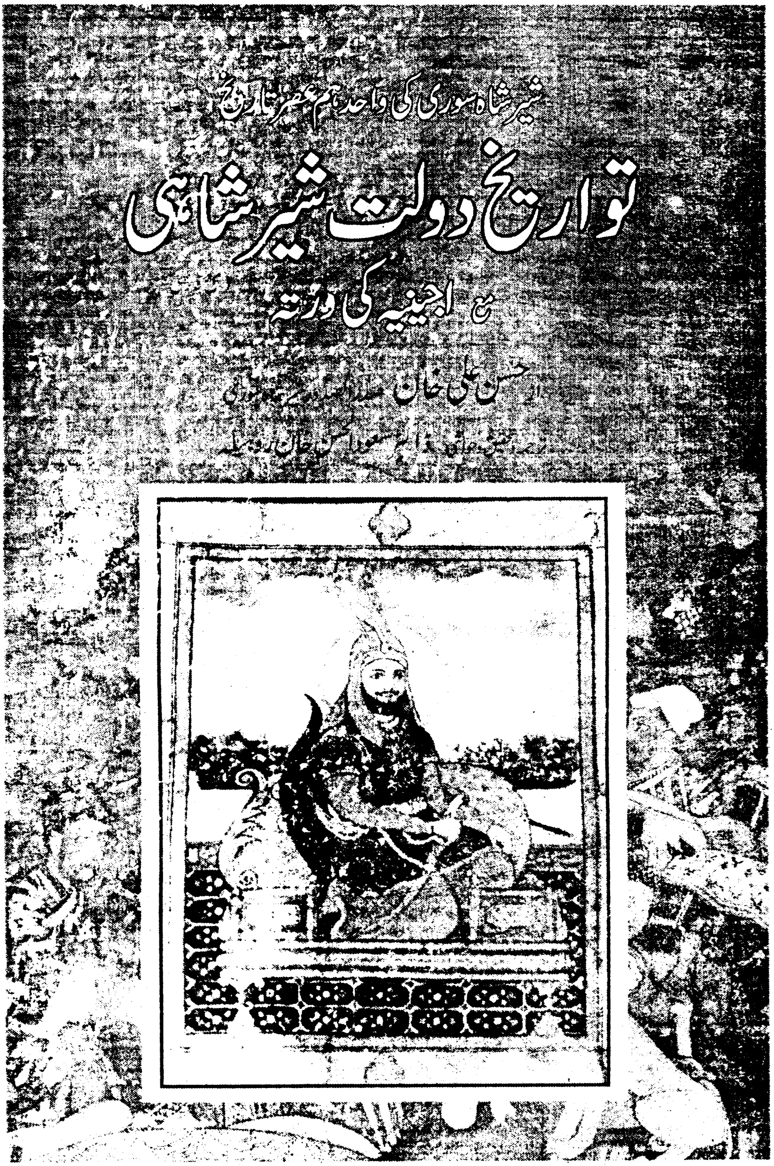

بک فورٹ کی دیگر بیسٹ سیلر کتابیں

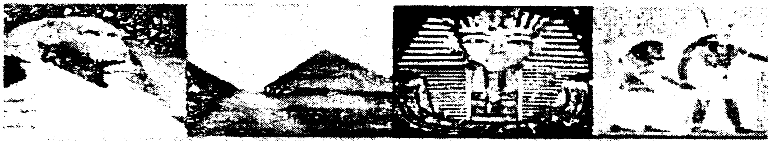

پراسرار حقیقتوں کی سرزمین کے تمدن وتہذیب اور ثقافت ومعاشرت کی تاریخ پر ایک مستند کتاب

قدیم مصر

فرعونوں کا دور

تالیف وترجمہ: جے۔آر۔رائے

تاریخ افغان

اسلامی ہندوستان کی تاریخ دو حصوں میں تقسیم کی جاتی ہے: عہد سلاطین اور عہد مغلیہ۔ مغل مورخین نے ہندوستان کی تاریخ کو ہمیشہ اپنے نقطہ نظر سے لکھا ہے۔ چنگیز خان اور امیر تیمور جو عہد سلاطین میں ہمیشہ تنقیدی نقطہ نظر سے دیکھے جاتے رہے ان کو مغل مورخین نے ہمیشہ ہیرو اور سرزمین ہند کا حقدار بنا کر پیش کیا۔ مغلوں کے طویل اقتدار کی وجہ ہندوستان کی تاریخ ہمیشہ مغلیہ انداز سے لکھی گئی ہے۔ مگر عہد سلاطین کی باقیات افغانوں نے اس طرز انداز کو ہمیشہ آڑے ہاتھوں لیا ہے اور تاریخ میں جو خامیاں نظر آئیں ان کی فوراً اصلاح کرنے کی کوشش کی ہے۔ زیر نظر کتاب ''افسانہ شاہان'' بھی ایسی ہی ایک تصنیف ہے جو 1612ء کے قریب لکھی گئی۔ اکبر نامہ اور تذکرہ ہمایوں و اکبر وغیرہ میں سلاطین ہند خصوصاً افغانوں کو جس طرح سے لعن طعن کا نشانہ بنایا گیا تھا تو یہ کتاب ان کے دفاع میں ایک سنگ میل ثابت ہوئی۔

زیر نظر تاریخ سیاسی ہونے سے زیادہ ایک سماجی اور تہذیبی تاریخ ہے جس میں پندرھویں اور سولہویں صدی کے مسلمانوں کے تہذیبی جلوے بیان کیے گئے ہیں اور ان کے تمدن پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہندی مسلمانوں کے پکوان، لباس، پیشے، رسم و رواج، مسلک اور عقیدے پر بحث کی گئی ہے۔ بزرگان دین کے حالات یہاں ملتے ہیں اور اس دور کی فارسی و ہندی شاعری کے بہترین نمونے اس کتاب میں درج ہیں۔ کتاب میں کئی نئی شخصیات کا ذکر ہے اور مصنف نے کئی نامور شخصیات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ اس دور کی ہم عصر تاریخ ہونے کی وجہ سے اس کتاب کو علم التاریخ میں بنیادی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔

BF
بک فورٹ
ریسرچ اینڈ پبلی کیشنز
فون: 03004931320
Design
0333-4349801

برتن آگے رکھتے جاتے اور وہ ایک لقمہ کھانے پاتا تھا کہ دوسرا برتن جلدی سے رکھ دیتے۔ اس طرح سے مجلسوں کے ہر شخص کو کھانا کھلاتے اور جب درمیان میں نماز کا وقت آجاتا تو اٹھ کر نماز پڑھتے اور پھر نئے سرے سے سفرہ بچھاتے تھے۔ اس طرح سے صبح سے لیکر شام کی نماز کے وقت تک کھانا کھلاتے۔ پھر نماز مغرب جماعت کے ساتھ ادا کر کے مجلس والوں کو رخصت کرتے اور اس طرح کے تمام اخلاق حمیدہ اس کے اندر تھے اور مخدوم عالم کے بعد کسی شخص کے اندر اتنے اخلاق حمیدہ نہ تھے اور مخدوم عالم کے بعد کوئی شخص اتنا نہ کھلایا کرتا تھا۔ بیت۔

بیت

چو بر کس نماند جہان پائیدار　　ہمیں بہ کہ نیکی بود آشکار (11)

بیت

دولت جاوید یافتہ ہر کو نیکو نام زیست　　کز عقبش ذکر خیر زندہ کند نام را (12)

☆☆☆☆☆☆